



المقاصد

السنیة

بمقتضى

WWW.NAGHISLAM.COM

مصنف مفتی اعظم سرحد مفتی شائستہ گل قادری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم مفتی محمد عبدالعلیم قادری عفی عنہ



المقاصد السنية

لترؤيد الوهابية

مصنف: مفتي اعظم مفتي شائسته گل قادري۔ رحمت اللہ علیہ

مترجم: مفتي محمد عبد العليم قادري عفی عنہ۔

امیر: مرکزی جماعت اہلسنت کراچی شی

ناشر۔ مفتي اعظم سرحد اکیڈمی العالمی۔
WWW.NAFSEISLAM.COM

مرکزی آفس۔

دارالعلوم قادریہ سبحانیہ شاہ فیصل کالونی ۵۔ کراچی ۲۵



نام کتاب۔ اثبات الاغراض و المقاصد السنیة

لتردیدالخرافات القبیحة الوهابیة

مصنف۔ مفتی اعظم سرحد مفتی شائستہ گل۔ رحمۃ اللہ علیہ

مترجم۔۔۔۔۔ محمد عبدالعلیم قادری

کمپوزنگ۔۔۔۔۔ محمد عبدالعلیم قادری

امیر: مرکزی جماعت اہلسنت کراچی سٹی

پروف ریڈنگ۔ محمد عبدالعلیم قادری، مولانا مختار قادری، مولانا رحیم داد قادری،

مولانا عبداللہ قادری، مولانا تصور حیات قادری، مولانا دوست محمد قادری

تاریخ طباعت۔ پیر ۲۶ / ستمبر ۲۰۰۵

WWW.NAFSEISLAM.COM

بدیع

ناشر۔ مفتی اعظم سرحد اکیڈمی العالمی۔

دارالعلوم قادریہ سبحانیہ شاہ فیصل کالونی ۵ کراچی ۲۵



انتساب

میرے شفیق و مربی

قبلہ و کعبہ

و مرشدِ کریم

والدِ محترم

دامت برکاتہم العالیہ

شمس شریعت بدرطریقت

مفتی و شیخ الحدیث بابا عبد السبحان القادری

صاحب دامت برکاتہم العالیہ

گر قبول افتد ہے عز و شرف

الفقیر الی اللہ محمد عبد العظیم القادری عفی عنہ



قبلہ وکعبہ حضرت علامہ مفتی محمد طریقت شمس شریعت زبدۃ العارفین استاذ الانس و الجنان و قد محترم مفتی عبد سبحان قادری دامت برکاتہم العالیہ و دام فیوضہ علیہا و علی کل المسلمین کی تحریر کردہ کتاب تیس سوالات اور اسکے جوابات مطبوعہ سن 20 فروری 2000ء سے کچھ اقتباسات شامل کر رہا ہوں تحدیث نعمت کے طور پر۔ و اما سمعت ربک فحدث کتاب۔۔ تیس سوالات کے جوابات۔۔ سے چند اقتباسات۔

سائل۔ محمد اسحاق قادری مصطفوی۔ پتھر ۱۱۔ جی نیو کراچی۔
سوال۔ آپ کے نامور خلفاء کتنے اور کون کون سے ہیں۔
جواب۔ میرے نامور خلفاء کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں
(۳) بر خوردارم علامہ عبد العظیم قادری مفتی و شیخ الحدیث و ناظم اعلیٰ دارالعلوم قادریہ سبحانیہ شاہ فیصل کالونی کراچی۔
سوال۔ خاندانی حالات بتائیں۔

جواب۔ چوتھا لڑکا میرا الحاج محمد عبد العظیم قادری ہے۔ جسکا تذکرہ پہلے بھی ہو چکا ہے جو اس وقت دارالعلوم قادریہ سبحانیہ کا ناظم اعلیٰ اور صدر مدرس و شیخ الحدیث بھی ہے۔

اور تذکرہ تحریک پاکستان نامی کتاب (تاریخ اشاعت۔ اپریل 2000ء برطانیق محرم الحرام 1421ھ) میں حضرت قبلہ بابا جان دامت برکاتہم العالیہ صفحہ نمبر 21 پر تحریر فرماتے ہیں میاں محمد نواز شریف نے اسلام آباد میں پورے پاکستان سے علماء کرام و مشائخ عظام کو کنونشن میں شرکت کی دعوت دی۔ مجھے اور میرے بیٹے مفتی عبد العظیم قادری ناظم اعلیٰ دارالعلوم قادریہ سبحانیہ شاہ فیصل کالونی کراچی کو بھی کنونشن میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ فقیر عبد سبحان قادری بقلم خود

مہتمم دارالعلوم قادریہ سبحانیہ شاہ فیصل کالونی کراچی



﴿جد اعلیٰ مفتی عمر دراز خاں قادری رحمت اللہ علیہ﴾

انتخبہ محمد عبد العظیم قادری۔ مکمل ۳۱ رات ۲۰۰۳ء

بابائے اہلسنت حضرت غمّودرازؒ

معین حق معین دیں حضرت غمّودرازؒ

محمد علیؒ مفتی مُرشد بھی طریقت کے

یہ علم کا منبع ہے تو حُلّی غمّودرازؒ

مفتی سرحد ہیں مفتی شائستہ گلؒ

مفتی ابن مفتی ہیں ابن غمّودرازؒ

مفتی عبد السبحان ہیں ابن شائستہ گلؒ

مرشد اعلیٰ ہیں ، ہیں دستگیر کل

بابا میرے والد ہیں لاؤیْب ہیں مرشد

آفتابِ ولایت ہیں جد اعلیٰ غمّودرازؒ

مفتیوں کے باغ میں بہار سنت ہے شہا

اہلسنت ہو مبارک بہار سنت بے بہا

یہ فیض ہے اس یث کا اے سینوں تم پر عیاں
 مفتیوں کا ہے گھرانہ اہلسنت بے گماں
 مصطفیٰ کے نور سے روشن ہیں یہ چہرے تمام
 مقتدا ہر جا ہیں یہ اہلسنت کے امام
 عبدالعلیم عُبُدُ مَسَاجِدُ اِلٰی کَرِیْم
 مذنب ہوں معترف ہوں رَاجِع اِلٰی رَحِیْم
 حجر اسود چوم کر ہاتھوں میں کعبے کا غلاف
 چھایا رہے سایہ تیرا یا جداما غمورِ دراز

نفس اسلام

المنهج الى الله الحق رقاد العلماء والشافع وخدام دين وملت

محمد عبدالعلیم القادری ابن الشیخ مفتی عبدالجبار القادری ابن الشیخ مفتی اعظم سرحد

مفتی شاکر گل القادری ابن

الشیخ مفتی محمد علی القادری ابن صدر العلماء

الشیخ مفتی بابا مراد خاں القادری رحمت الله عليهم اجمعين.



«صدائے عبدِ علیم»

منقبت مفتی اعظم سرحد حضرت مفتی شائستہ گل قادری رحمت اللہ علیہ - بزبان فارسی
از ترجمہ قر فیض محمد عظیم قادری - ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۰۰۳ء

بو حنیفہ امام امت است ہم پیشوا کل

نور او ظاہر شدہ در صورت شائستہ گل

غوث زماں عبد الغفور قادری "سراج کل

فیض او باہر شدہ در چہرہ شائستہ گل

جد ما اعلیٰ وارفع ہم وارث ختم الرسل

نام شما شائستہ گل "در وقوع شائستہ گل

الغرض از پشمہ فیضان شاں سیراب شدم

کتب شما بحر در در دست ما کامیاب شدم

صرف اگر دہہ عمر در علم و عمل

قربان شوم از نام تو یا جد ما شائستہ گل

مقصود مصطفیٰ "توئی مطلوب عبد اللہ "توئی

ظاہر توئی شائستہ گل باطن توئی شائستہ گل

سیف ربانی توئی محبوب جیلانیؒ توئی
 در سیرت زہد و عمل کامل توئی کامل توئی
 صورت شاما نو ا ر کل
 یا جد ماشائے گلؒ یا جد ماشائے گلؒ

من فقیر عبد العلیم شکر خدائے بے نیاز
 کہ از نسل ایں پاکاں ہمہ پیدا شدم پیدا شدم
 دعا یکن اے مردِ کامل و ز حضورِ کردگار
 نسل شما پائندہ باد یا جد ماشائے گلؒ

رحمت اللہ علیہ و علی ذریعہ و علی احبابہ و تلامذہ الی یوم الدین و فی یوم
 الدین۔ آمین یا رب العلمین بحاہ سید المرسلین ﷺ

الفقیر الی اللہ محمد عبد العلیم القادری
 خلیفہ مجاز قبلہ والدِ محترم

و

ناظم اعلیٰ دارالعلوم قادریہ سبحانیہ شاہ فیصل کالونی
 کراچی



منقبت مفتی اعظم سرحد، بڑھان چشتی۔ از تہذیب قمر فقیر محمد عبدالعلیم القادری
قرآن د شہد د نوزمہ آنے جد ما اعلیٰ تہ ہے

نوزہ د اسلام تہ ہے شمع د اسلام تہ ہے
تبار د کبرہ حامن ہم عالمان و ابراہ شاہان دے کبرہ

ہے نظام د مصطفیٰ د اسلام ہے لازروان دے کبرہ

شاہسہ گل القادری ہر کلمے نور د لطافت لرے

جو تہذیب د شجاعت لرے شہ اعلیٰ طاقت لرے
و انی عند العلیم فقیر، بحر مئی، و نیا، تہ ہے

قرآن د شہد د نوزمہ آنے جد ما اعلیٰ تہ ہے

خہ ہمہ قادری فقیر خادم د علم دین ہمیش

عقیدہ د شہادت لرے پیر جلال الدین ہمیش

دنیا دار خود کدہ کھلوتہ پکھن ہم شہد دے

سر دار د دے کھلوتہ آنے جد ما اعلیٰ تہ ہے

آنے حماد کلے خاورے نین ہنوزہ خوش نصیب تہ ہے

راغونہ دے علماء کبر لو د شہداؤ تہ حبیب تہ ہے

رؤضہ دہا با جلی ہم کاکاجی صاحب مدفون دلفہ

شہید عبد الہادی مرخوم صاحب ہفتہ مغفور دلفہ

عبد العلیم شاہ کبر درت، راتر دے د کعبے شریف

علماء د دین ہستیار دے نین، خود جد ما اعلیٰ تہ ہے

الفقیر الی اللہ / محمد عبدالعلیم القادری (چیرمین)

مفتی اعظم سرحد اکیڈمی عالمی کراچی

مرکزی آفس۔ دارالعلوم قادریہ سبحانیہ شاہ فیصل کالونی ۵ کراچی ۷۵ پاکستان فون 0333-2108534



پیش لفظ

اردو . محمد عبد العظیم القادری

مذہب خفی دارم ملت حضرت غلیل دوست دارم چار یار تابع اولاد علی
حضرت علامہ حجة الاسلام والمسلمین امام المتکلمین مفسر کلام رب العلمین
ومین احادیث رحمۃ للعلمین زبدۃ العارفین صدر علماء الشرق والغرب حافظ الملت
والدین استاد الکمل (فی عصره) مفتی شائستہ گل القادری (الشہیر مفتی اعظم سرحد)
رحمۃ اللہ علیہ بن علامہ شمس شریعت بندر طریقت عالم خفی وجلّی (باذن اللہ)
مفتی محمد علی القادری رحمۃ اللہ علیہ بن صدر الشریعۃ مولانا مفتی عمر دراز خاں
القادری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ونور اللہ مراقدهم .

بمقام متہ لنڈی شاہ کائناتک ضلع مردان (صوبہ سرحد پاکستان) میں پیدا ہوئے، آپ زہد و تقویٰ
میں بلند مقام رکھتے تھے، حدیث و فقہ میں ماہرانہ حیثیت کے مالک تھے، منطق و فلسفہ صرف
و نحو، علم فرائض، و توقیت، مناظرہ، رسم الافتاء، اصول فقہ، اصول حدیث تفسیر، اصول تفسیر، عقائد
و کلام، تصوف، و اخلاق، قرأت و معانی، و تجوید، و بیان، لغت، و سلوک، و بیسیر، و شاکل، اسماء الرجال،
تاریخ و فن تاریخ، عروض و قوافی، میں مہارت تامہ رکھتے تھے، حیات، و حساب، طب و اشتقاق
و تفسیر، نظم و نثر عربی و فارسی حکمت، مثلثات، و مربع، فراست، قیافہ، طبیعات و دیگر بہت سارے
علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ قضا و تدریس، و تفسیر و تحریر میں سلطان کامل تھے۔
حصول علوم دینیہ کا سفر نہایت طویل ہے طوالت کے خوف سے یہاں ذکر نہیں کر سکتا انشاء
اللہ تعالیٰ میری کتاب (بنام) حیات مفتی اعظم سرحد جلد منظر عام پر آنے والی ہے، اس سفر کا
تفصیلات ذکر موجود ہے۔

آپ نے دینی علوم کی خدمات سر انجام دینے مسلمانوں کے قلوب کو علم دین سے روشناس
کرانے کیلئے دارالعلوم محمدیہ حنفیہ سیدی کی بنیاد متہ لنڈی شاہ کائناتک ضلع مردان میں رکھی، مدرسہ
کے بانی و مہتمم ہونے کیساتھ ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے درس حدیث و فقہ
اور دیگر کئی فنون کا درس دیتے رہے علاوہ ہذا درس تدریس کا سلسلہ آگے بڑھاتے ہوئے کئی مدرسین کا

تقرر کیا گیا۔ اس ادارہ کے مدرسین میں

(۱) حضرت علامہ مفتی عبدالجنان القادری (تایا جان) رحمۃ اللہ علیہ و نور اللہ مرقدہ۔

(۲) حضرت علامہ مفتی عبدالسبحان القادری (والد محترم دامت برکاتہم العالیہ) ناظم اعلیٰ ادارہ ہذا

(۳) حضرت علامہ بحرالعلم القادری دامت برکاتہم العالیہ، مدرس

(۴) مولانا عبدالستعان القادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ، مدرس۔۔۔

کے اسماء گرامی سرفہرست ہیں

اور بحمدہ تعالیٰ وہ عظیم ادارہ آج بھی قائم و دائم ہے جسے حضرت علامہ فضل اللہ نقشبندی بن مفتی عبدالجنان القادری احسن طریقے سے چلا رہے ہیں بلکہ کافی توسیع و جدید خطوط پر از سر نو تعمیراتی کام جاری و ساری ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید کامیابی عطا فرمائے (مفتی حضرات سے اپیل ہے کہ وہ اس ادارہ کی تعمیر و ترقی میں حضرت علامہ برادر مر عزیز مولانا فضل اللہ صاحب کے ساتھ بھرپور تعاون فرمائیں تاکہ مسلک اہل سنت کا یہ عظیم ادارہ اور آگے بڑھے اور مسلک کی مزید خدمت و وسیع پیمانے پر سرانجام دی جاسکے)

﴿مفتی اعظم سرحد رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس فقہ حنفی﴾

مفتی اعظم سرحد نے مجلس فقہ حنفی بنام جمعیت العلماء الاحناف سپہ بانیزے مردان (متحدہ ہندوستان) قبل از قیام پاکستان سن ۱۳۶۲ھ بتاریخ ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۳ء بروز ہفتہ بمقام جامع مسجد (مفتی باباجی عبدالجلیل القادری) رحمۃ اللہ علیہ کانٹنگ مردان تشکیل دی یہ مجلس ابتدائی طور پر دس علماء پر مشتمل تھی بعد میں توسیع ہوتی رہی۔ مجلس کے ابتدائی اراکین کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت علامہ مفتی شاکر گل القادری (رحمت اللہ علیہ)	لنڈی شاہ متہ مردان
حضرت علامہ مفتی عبدالجلیل القادری (رحمت اللہ علیہ)	کانٹنگ مردان
حضرت علامہ مطیع الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ	کانٹنگ مردان
حضرت علامہ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ	ڈھیری مردان
حضرت علامہ فضل رحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ	ڈھیری مردان
حضرت علامہ فضل کریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ	ڈھیری مردان
حضرت علامہ مظل صاحب رحمۃ اللہ علیہ	کانٹنگ مردان
حضرت علامہ عبدالجنان القادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ	لنڈی شاہ متہ مردان
حضرت علامہ بحرالعلم القادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ	کانٹنگ مردان
محترم سعید خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ	کانٹنگ مردان

ابتدائی مجلس میں مجلس کا نام تجویز کیا گیا۔ متفقہ طور پر اس مجلس کا نام جمعیت العلماء الاحناف
تہہ ہائیزے مردان رکھا گیا۔

پھر اراکین کا مختلف عہدوں پر شوریٰ و جمہوری نظام کے تحت باقاعدہ تقرر عمل میں لایا گیا
حضرت علامہ مفتی شائستہ گل رحمت اللہ علیہ کو متفقہ طور پر جمعیت العلماء الاحناف کا سرپرست
اعلیٰ و حیرمین مقرر کیا گیا۔

علامہ مطیع الحق صاحب نے جمعیت العلماء الاحناف کی صدارت کے لئے حضرت علامہ
باباجی صاحب مفتی عبد الجلیل صاحب القادری کا نام پیش کیا جسے متفقہ طور پر منظور کیا گیا
حضرت باباجی مفتی شائستہ گل صاحب رحمت اللہ علیہ نے نظامت (سکریٹری جنرل) کیلئے
علامہ عبد الحق صاحب آف ڈیپری مردان کا نام پیش کیا۔ شرکاء مجلس کی تائید سے علامہ عبد الحق
صاحب ناظم مقرر ہوئے۔

جمعیت العلماء الاحناف کا باقاعدہ منشور و دستور بنایا گیا، جس کا ریکارڈ بحمدہ تعالیٰ فقیر (کاتب الحروف)
کے پاس موجود ہے۔

یہ مجلس بنام جمعیت العلماء الاحناف تہہ ہائیزے مردان۔ مسلمانان ہند، کو درپیش دینی مسائل
کو مذہب حنفی کی روشنی میں حل کرنے کیلئے بنائی گئی تھی۔ جمعیت کے اجلاس مفتی صاحب
کی وفات تک باقاعدہ منعقد ہوتے رہے۔ اس مجلس میں مسائل پیش کئے جاتے اور تمام علماء
و مفتیان کرام اس پر بحث فرماتے۔ طویل بحث و تحیص و کتب کی چھان بین کے بعد وہ
مسئلہ حضرت علامہ مفتی شائستہ گل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا جاتا، حضرت فقہ
حنفی کی روشنی میں اپنا فیصلہ صادر فرماتے اسی فیصلہ پر سب متفق ہو جاتے، اور تمام علماء کرام
و محتضروں فرماتے۔

فہم و فراست میں شہباز لامکانی ❀ سیادت و قیادت میں نواعلم حقانی

شَوْزُ شَوْلُو غَوْ غَا شَوْہَہْ بِہْ کُوزِ کِبِی دَوَابِیَانُو

فُو حُوَنَہْ جَہْ رَا بُورَتَہْ شُوہَر حَانِی کِبِی دَسُنِیَانُو

سَالَا زِ دَقَافِلِی وُو مُفْتِی شَاہِہْہُ شُ

یَا جِدَہْ مَا شَائِسْتِہْ کُلِّ یَا جِدَہْ مَا شَائِسْتِہْ کُلِّ

﴿ قاضی و مفتی ﴾

۱۳۶۲ھ بتاریخ ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۳ء بروز ہفتہ - تپہ بانیزے مردان کے تمام علماء نے اتفاق رائے سے داداجان رحمۃ اللہ علیہ کو سرحد کے مسلمانوں کے لئے قاضی و مفتی متعین کیا۔ پھر آف ماکی شریف، حضرت امین الحسنات رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مفتی اعظم سرحد کے لقب سے نوازا۔ موجودہ سجادہ نشین حضرت پیر شمس الامین القادری نے مفتی اعظم ایشیا کا لقب دیا۔

ابتدائی اجلاس - ۱۳۶۲ھ بتاریخ ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۳ء بروز ہفتہ

اختتامی اجلاس، بمقام لنڈی شاہ متہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ بروز بدھ یوقت ظہر منعقد ہوا

﴿ اختصار کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے مجالس معدودہ کی کاروائی پیش خدمت ہے ﴾

جمعیت علماء احناف تپہ بانیزے مردان کا گیارہواں اجلاس زیر صدارت حضرت بابا عبدالجلیل القادری

(رحمت اللہ علیہ) بمقام مسجد دربند کائننگ مردان میں بتاریخ یکم محرم ۱۳۶۶ھ -----

برطانیق 30.12.1946 کو منعقد ہوا، اس اجلاس میں بیس (20) علماء کرام شریک ہوئے

جن کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت علامہ مفتی شائستہ گل القادری	(رحمت اللہ علیہ)	لنڈی شاہ کائننگ مردان
حضرت علامہ عبدالجلیل القادری	(رحمت اللہ علیہ)	کائننگ مردان
حضرت علامہ عبدالودود صاحب	(رحمت اللہ علیہ)	کائننگ مردان
حضرت علامہ چکلیسر صاحب	(رحمت اللہ علیہ)	کائننگ مردان
حضرت علامہ امام صاحب ولید کورونہ	(رحمت اللہ علیہ)	کائننگ مردان
حضرت علامہ فضل غنی صاحب	(رحمت اللہ علیہ)	کائننگ مردان
حضرت علامہ رائزو مولانا صاحب	(رحمت اللہ علیہ)	کائننگ مردان
حضرت علامہ حافظ مدار صاحب	(رحمت اللہ علیہ)	کائننگ مردان
حضرت علامہ مطیع الحق صاحب	(رحمت اللہ علیہ)	کائننگ مردان
حضرت علامہ صوفی محمد صاحب	(رحمت اللہ علیہ)	کائننگ مردان
علامہ پشاور مولانا صاحب	(رحمت اللہ علیہ)	کائننگ مردان
حضرت علامہ بحرالعلوم صاحب القادری	(رحمت اللہ علیہ)	کائننگ مردان
حضرت علامہ گل رحمان صاحب	(رحمت اللہ علیہ)	کائننگ مردان
حضرت علامہ حکیم خان صاحب	(رحمت اللہ علیہ)	کائننگ مردان
حضرت علامہ شاہ صاحب	(رحمت اللہ علیہ)	گنڈیری رسالپور نوشہرہ
حضرت علامہ حسن گل صاحب	(رحمت اللہ علیہ)	کائننگ مردان

حضرت علامہ حافظ محمد اسماعیل صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 حضرت علامہ حافظ عبدالعلیم صاحب (رحمتہ اللہ علیہ)
 حضرت علامہ حافظ سلطان صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 حضرت علامہ امام صاحب فتح خیل دامت برکاتہم العالیہ
 پشیل - مردان
 کائناتک مردان
 کائناتک مردان
 کائناتک مردان

مندرجہ بالا اجلاس میں جو تجاویز (مسائل دینیہ) پر بحث ہوئی اور متفقہ طور پر منظور ہوئیں
 (۱) اہل سنت و جماعت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ فرض و واجبات و سنن مؤکدہ کے علاوہ اعمال حسنہ
 مثلاً نفلی روزہ، نفلی نماز، ختم قرآن، وغیرہ کا ثواب انبیاء کرام علیہم السلام، و اولیاء کرام و شہداء
 کو بخشا جائز ہے

(۲) مندرجہ بالا مسائل کے صحیح ہونے پر قرآن کریم کی آیات ینات اور احادیث مشہورہ دال ہیں
 (۳) معتزلہ و ہابیہ اسکے رد میں تو دلائل لاتے ہیں اسکے جوابات دیئے گئے، اور تحریر کئے گئے
 ﴿جمعیت علماء احناف سپہ بائیزی مردان کا بارہواں اجلاس﴾

یہ اجلاس بروز بدھ بعد نماز ظہر - بتاریخ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۷۶ھ بمقام در بند کائناتک زیر سرپرستی
 جناب مفتی شائستہ گل (رحمتہ اللہ علیہ) وزیر صدارت علامہ باباجی حضرت عبدالجلیل القادری
 صاحب مبارک (رحمتہ اللہ علیہ) منعقد ہوا جس میں 36 علماء کرام نے شرکت فرمائی۔
 علامہ مفتی شائستہ گل صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 لہندی شاہ - مردان

علامہ باباجی عبدالجلیل القادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 علامہ پیش امام ادنی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 علامہ فضل رحیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 علامہ قاضی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 علامہ سید عثمان صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 علامہ بجزا علیم القادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 علامہ حافظ محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 علامہ مسکین صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 علامہ پشاور استاد صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 علامہ صلح الدین صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 علامہ انیس صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 کائناتک مردان
 کائناتک - مردان
 کائناتک - مردان
 لہندی شاہ مردان
 کائناتک مردان
 لہندی شاہ مردان
 ڈھیری لکپانی مردان
 پشاور -
 جمعہ گل کورونہ
 پایان

علامہ پیش امام شہزادی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 علامہ حضرت علی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 علامہ پیش امام گنج صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 شہزادی - مردان
 ڈھیری لکپانی مردان
 اجا خیل کچھ مردان

کاٹنگ۔ مردان
 تاجپاڑ۔ کاٹنگ۔ مردان
 انڈی شاہ۔ کاٹنگ۔ مردان
 منہ۔ مردان
 پلندی۔ کاٹنگ۔ مردان
 کاٹنگ۔ مردان
 کچ۔ بانڈہ۔ مردان
 کئی گروہی۔ مردان
 جمعہ۔ کورونہ۔ مردان
 درہند۔ پاپان۔ کاٹنگ۔ مردان
 ڈھیری۔ لکپانی۔ مردان

علامہ حکیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 علامہ مفتی عبدالجنان صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 علامہ مفتی عبدالرحمان قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 علامہ پیش امام بانڈہ منہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 علامہ عبدالجلال صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 علامہ حافظ سلطان صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 علامہ پیش امام کچ بانڈہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 علامہ پیش امام جمعہ گل کورونہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 علامہ پیش امام درہند صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 علامہ محمد خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

پورے نام اصل کتاب الاجوبۃ العلیہ۔ تجاویز اعلیہ میں موجود ہیں۔

اس اجلاس میں متفقہ طور پر جو تجاویز شرعیہ منظور ہوئیں۔ مندرجہ ذیل ہیں۔

﴿تجاویز شرعیہ منظور شدہ﴾

- (۱) اثبات الحیات الجسدانیۃ للانبیاء والاولیاء والعلماء والشهداء بشمائیۃ آیات واحادیث صحیحہ. والاجماع. واقوال اہل السنۃ والجماعۃ.
- انبیاء کرام علیہم السلام علماء شہداء اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اپنی قبور میں زندہ وحیات ہیں
- (2) واجوبہ دلائل المخالفین. وہابیوں کے دلائل کا رد۔

﴿اکیسویں سال کا دوسرا اجلاس﴾

یہ اجلاس بتاریخ ۷ صفر ۱۳۸۵ھ بروز بدھ بعد نماز ظہر بمقام مسجد اوڈیگرام کاٹنگ منعقد ہوا جس میں تین مسائل پر بحث ہوئی اور متفقہ طور پر منظور ہوئے۔ اور شرکاء اجلاس نے دستخط فرمائے تجاویز مندرجہ ذیل ہیں کل اکتیس (۳۱) علماء کرام شریک ہوئے۔

﴿تجاویز شرعیہ منظور شدہ﴾

- (۱) غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارہویں شریف کرنا جائز ہے۔
- (2) غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ ولادت و وفات پر جلسوں کا انعقاد۔
- (3) میلاد اور گیارہویں شریف کی تاریخ متعین کرنا جائز بھی ہے اور مفید بھی ہے۔

محمد عبد العظیم القادری 10 سال کی عمر میں

کتاب الحروف (محمد عبد العظیم القادری) جمعیت علماء الاحناف تہ بانیزے کا بتاریخ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ بروز ہفتہ بعد نماز ظہر باقاعدہ رکن بنا اور مفتی اعظم سرحد نے موصوف کو اجلاس کی کاروائی میں شریک کر کے علماء کے اسماء گرامی کے ساتھ موصوف کا نام ان الفاظ کیساتھ اپنے قلم مبارک سے خود تحریر فرمایا۔

(۱۹) مولانا عبد العظیم، لنڈی شاہ، اور دورہ اسقاط کے منظور شدہ متفقہ فیصلہ پر دستخط کروائے یہ اجلاس ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ بروز ہفتہ بعد نماز ظہر، بمقام لنڈی شاہ متہ منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں کل ۲۳ علماء کرام شریک ہوئے، اس اجلاس میں قبلہ و کعبہ والد محترم حضرت علامہ مفتی محمد طریقت و مرشد بابا عبد السبحان القادری دامت برکاتہم العالیہ کا نام مبارک نمبر ۱۸ پر موجود ہے۔

دیکھئے دادا جان کی قلمی کتاب الاجوبۃ العلیہ، لتجاوز الجلیہ

ایں سعادت بزرگوار و نیست۔ بجزہ تعالیٰ یہ میرے لئے بہت بڑا اعزاز ہے فخر نہیں۔

انما فخرنا بالعلم والادب ما کنتم مفتخر بالمال والنسب

سب درگاہ میراں شوچو خواہی قرب ربانی۔ کہ بر شیراں شرف وارد سب درگاہ جیلانی

مَا دَعْصَبْتُ بِهٖ دَامَ كَيْنِ كُؤْرَةٌ بِنْدِ يَوَّانٍ نَكِرِي

شَاهِنِ دَحْفِیْثِ یَمْ دَنْجَدِ یَا نَخْبَرِی مَهْ كُؤْرَهٗ

مفتی اعظم سرحد کا سفر مدینہ منورہ و سفر حج

سترہ شوال بروز - ہفتہ - ۱۳۸۰ھ عازم حج ہوئے

دس و تدریس، تقریر، تقریر، تہذیب و نصیحت، فتویٰ نویسی، مناظرہ و مباحثہ، مہمان نوازی، گھریلو ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی سے پورا کرنے والا، 'ہر گوں' میں فیصلے، 'حقوق اقارب و اجانب کی ادائیگی'، جائیداد و ادارے کی نگرانی، اللہ جل جلالہ کی عبادت، ریاضت، مجاہدے، شغل ذکر و فکر و مراقبہ، مناظروں و وعظ و نصیحت کے لئے دور و دراز کا سفر، اکثر پیدل سفر میں قلم دوات و دست کتب ساتھ، گھر میں نظر آئیں تو درخت کے سائے تلے سادہ سی چارپائی پر بیٹھے ہوئے لکھنے میں مشغول نہایت پُر عجب چہرہ مبارک، دراز قدم گو، مصلح قوم و ملت، راہ چلتے نیچی نگاہیں، ہاتھ میں عصا، نہایت سادے اور سنت کے مطابق سفید لباس میں ملبوس، سر پر سفید ٹممامہ

مبارک سجائے ہوئے 'شٹانوں پر سفید چادر' بیروں میں بزرگوں والا پائیزار 'شہنشاہ علماء' سلطان فقہاء عصر 'سنت رسول ﷺ کا پاساں مسلک حق، مسلک اہلسنت کے تاجدار' آسمان ولایت کا درخشندہ ستارہ 'روشن ضمیر زعماء سیاست کے امیر' تحریک خلافت کے اہم رکن 'نے جب سنا کہ پاکستان کے نام سے قائد اعظم محمد علی جناح نے آواز بلند کی تو آپ تحریک پاکستان کے صف اول کے مجاہد نظر آتے ہیں۔ آئیے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات بوقت تحریک پاکستان و حصول پاکستان اختصار کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں

﴿تحریک پاکستان و مفتی اعظم سرحد﴾

سرزمین ہند پر احسان تیرا سرزمین پاک پر سب کچھ ہی ہے قربان تیرا
آپ نے لوندخوڑ کے مقام پر تحریک خلافت سے استغفی دیا، آپ کی ایما پر یریڈی خان آف ہاتھیان (نام علاقہ) اور جناب خان غلام محمد خان آف لوندخوڑ (نام علاقہ) نے بھی استغفی پیش کیا، مانگی شریف تشریف لیجا کر حضرت پیر طریقت شمس شریعت پیر امین الحسنات القادری صاحب (رحمت اللہ علیہ) کو مسلم لیگ میں شمولیت پر آمادہ کیا۔ مانگی شریف کی سرزمین پر سنی کانفرس کے انعقاد پر اتفاق ہوا اور پھر حضرت پیر صاحب کی اجازت سے مفتی اعظم سرحد نے پورے ہندوستان کے علماء و مشائخ کو مانگی شریف میں جمع کرنے کے لئے دعوت نامے چھپوائے۔ اور علماء و مشائخ کو دعوت دینے خود پورے ہندوستان کا چار مہینے دس دن مکمل دورہ کیا۔

﴿سنی کانفرس مانگی شریف﴾

1945ء

آگے بابا ہمارے جب سے اس میدان میں
لہرا گیا جھنڈا ہلالی ملک پاکستان میں

سرحد کے ہوں پنجاب کے یا بلوچستان کے

سندھی ہو یا کشمیر کے لوگ معترف ہر آن میں

نور سے روشن یہ چہرہ محترم شائستہ گلؔ رہنما شائستہ گلؔ ہاں رہنما شائستہ گلؔ

پیر آف مانگی شریف شمس العارفین حضرت امین الحسنات القادری رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں
حضرت مفتی شائستہ گل القادری رحمۃ اللہ علیہ کی شب و روز محنتوں سے یہ عظیم الشان سنی کانفرس مانگی

شریف نوشہرہ میں نہایت شان و شوکت سے جنوری 1945ء میں منعقد ہوئی آل انڈیا کے جید علماء و مشائخ جنگی تعداد پانچ سو (500) تھی، شریک ہوئے۔

☆۔۔۔۔۔ چند اشر علماء کرام و مشائخ اہل سنت کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں

☆۔۔۔۔۔ مراد آباد۔۔۔۔۔ سے حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی۔ رحمت اللہ علیہ

☆۔۔۔۔۔ حضرت علامہ مولانا عبدالحامد بدایونی۔ رحمت اللہ علیہ از بدایون

☆۔۔۔۔۔ یار حسین شریف۔۔۔۔۔ سے حضرت پیر طریقت بابا عبدالحنان صاحب القادری رحمت اللہ علیہ

☆۔۔۔۔۔ حضرت بابا جلال الدین صاحب مبارک القادری رحمت اللہ علیہ جلال اولیاء نواں کلی شریف

☆۔۔۔۔۔ سیال شریف۔۔۔۔۔ سے حضرت پیر طریقت بابا قمر الدین سیالوی رحمت اللہ علیہ

☆۔۔۔۔۔ سیالکوٹ۔۔۔۔۔ سے حضرت پیر طریقت سید جماعت علی شاہ صاحب مبارک ضلع ناروال

☆۔۔۔۔۔ حضرت علامہ مفتی محمد عمر نعیمی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ)

☆۔۔۔۔۔ حضرت پیر طریقت حاجی گل باباجی صاحب رحمت اللہ علیہ آف لنڈی کوتل

☆۔۔۔۔۔ حضرت پیر طریقت محمود الرحمن صاحب رحمت اللہ علیہ آف چوہر شریف ہزارہ

☆۔۔۔۔۔ حضرت علامہ مولانا عبدالستار خاں نیازی رحمت اللہ علیہ آف میانوالی

☆۔۔۔۔۔ جناب پیر صاحب رحمت اللہ علیہ آف کربوغلہ شریف

☆۔۔۔۔۔ حضرت علامہ بادشاہ گل صاحب رحمت اللہ علیہ مہتمم جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک

☆۔۔۔۔۔ سندھ سے حافظ الملتہ والدین حافظ محمد صدیق صاحب مبارک رحمت اللہ علیہ

پیر آف بھرچو لنڈی شریف سندھ۔

☆۔۔۔۔۔ پیر صاحب گولڑہ شریف (رحمت اللہ علیہم اجمعین)

☆۔۔۔۔۔ حضرت علامہ پیر طریقت شمس شریعت مفتی عبدالسبحان القادری (قبلہ والد محترم صاحب

وامت برکاتہم العالیہ) و دیگر علماء و مشائخ

اسی اجتماع میں۔۔۔۔۔ جمعیت الاصفیاء آل انڈیا کے نام سے تنظیم بنائی گئی۔

شرکاء نے حضرت پیر طریقت حضرت امین الحسنات القادری رحمت اللہ علیہ کو۔۔۔۔۔ صدر۔

اور مفتی شائستہ گل رحمت اللہ علیہ کو جمعیت الاصفیاء آل انڈیا کا سکریٹری جنرل منتخب کیا۔

شرائط و قواعد تحریر میں لائے گئے۔

کافرہ کے چند روز بعد حضرت مفتی شائستہ گل رحمت اللہ علیہ مولانا شاہ کر اللہ خان مکرم

خان نے جناب محمد علی جناح صاحب سے انکی قیام گاہ (کراچی) میں ملاقات کی، مسلم لیگ میں شمولیت اور تحریک پاکستان کے سلسلہ میں گفت و شنید و نفاذ اسلام اور جمیع شرائط پیش کئے، جب وہ تمام شرائط قائد اعظم صاحب نے تسلیم کئے تو دادا جان مفتی اعظم سرحد نے قائد اعظم محمد علی جناح صاحب کو سرحد کا دورہ کرنے مانگی شریف و کمپنی باغ پشاور میں خطاب کرنے کی دعوت دی جو محمد علی جناح صاحب نے قبول کی۔ قائد اعظم، عبدالرب نشتر جناب لیاقت علی خان مرحوم نے دادا جان اور پیر آف مانگی شریف سے مسلسل رابطہ رکھا، بمبئی، کراچی، سے کئی خطوط ٹیلی گرام ارسال کئے جو مانگی شریف میں اب بھی موجود ہیں۔

﴿قائد اعظم محمد علی جناح کا دورہ سرحد﴾

آج 24 نومبر 1945ء کا سورج بڑے آب و تاب کے ساتھ اپنی کرنوں سے مانگی شریف کی فضاؤں کو منور کر رہا ہے جگہ جگہ استقبالی گیٹ بنے ہوئے ہیں۔ ہر طرف چھوٹے بڑے رنگ برنگے جھنڈے لہرا رہے ہیں، کہیں مفتی اعظم سرحد ساتھیوں کو ہدایات دیتے ہوئے نظر آ رہے ہیں، کہیں ایک نوجوان بالکل سبز لباس زیب تن کئے ہوئے، پاکستان سے محبت کا اظہار کر رہا ہے اتنا پیارا۔ اتنی محبت کہ پیر ا مبارک کو بھی سبز رنگ دیا ہوا ہے، اور نوجوانوں کو تربیت دیتے ہوئے خود ہاتھ میں بڑا سا جھنڈا لئے مسکراتا چہرہ نہایت ہشاش بشاش خوش و خرم، یہ کون ہیں؟ جی ہاں یہ بابا جان مفتی عبدالسبحان قادری (والد محترم دامت برکاتہم العالیہ) ہیں۔ اسی اثناء میں زوردار نعرے بلند ہوتے ہیں، ایسے زوردار جس سے مانگی شریف کی فضا میں گونج اٹھیں، نعرہ تکبیر اللہ اکبر، نعرہ رسالت یا رسول اللہ ﷺ۔

پاکستان زندہ باد جناح صاحب زندہ باد پیر صاحب زندہ باد، پیر صاحب زندہ باد، مفتی اعظم زندہ باد، مفتی اعظم زندہ باد۔

دیکھنے والی آنکھوں نے دیکھا کہ مانگی شریف کے پیر صاحب کے مریدین و متعلقین اور مفتی اعظم سرحد کے تلامذہ و محبین اور سینوں کاٹھا ٹھیس مارتا ہوا عظیم سمندر مانگی شریف کی مقدس سرزمین پر اپنے محبوب قائد کے استقبال کے لئے موجود ہے، قائد اعظم محمد علی جناح کی سواری مانگی شریف کے حدود میں داخل ہوئی قائد اعظم محمد علی جناح کے ساتھ ایک طرف جناب محترم لیاقت علی خان دوسری طرف زعماء ملک و ملت ہیں۔

حضرت پیر طریقت امین الحسنات القادری و مفتی اعظم سرحد مفتی شائستہ گل (رحمۃ اللہ علیہا) مہمانوں کا استقبال کرتے ہیں دونوں بزرگ قائد اعظم محمد علی جناح صاحب وقائد ملت ہمنونہ عجم و انگریزی مفسر ہنس مکھ معتمد ساقی جناب محترم لیاقت علی خان صاحب سے بغل گیر ہوئے جناب محمد علی جناح اور جناب لیاقت علی خان صاحب کو ماکی شریف کی فضا اور پیر صاحب کی مہمان نوازی مفتی اعظم سرحد کی ایثار و قربانی بیحد پسند آئی جی ہاں یہ مہمان نوازی و محبت و خلوص ایثار و قربانی محمد علی جناح صاحب اور لیاقت علی خان صاحب کو اتنی پسند آئی کہ پھر تین دن اور تین راتیں مسلسل آستانہ ماکی شریف میں ہی گزارے رات کو کمپنی باغ پشاور میں تقریر ہوتی اور دن بھر سرحد کے زعماء سے ملاقاتیں۔ محمد علی جناح صاحب اور محبتوں کا پیکر اخوت و بھائی چارے کا درس دینے والا پیر صاحب و مفتی اعظم سرحد کا معتمد ساقی جناب محترم لیاقت علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسلسل تین دن و رات نمازیں ماکی شریف کے آستانہ عالیہ قادریہ کی جامع مسجد میں ادا فرماتے ہیں، بالآخر علماء اہلسنت و مشائخ اہلسنت کی قربانیاں رنگ لائیں اور پاکستان معرض وجود میں آگیا۔ پاکستان عطیۃ المنان جل جلالہ اور اولیاء اللہ رحمت اللہ علیہم اجمعین کا فیضان ہے۔

5 رمضان المبارک 1401ھ کو بروز بدھ (125) سال کی عمر میں اس عظیم بطل حریت مفتی اعظم سرحد و ادا جان رحمۃ اللہ علیہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

انسا للہ وانا الیہ راجعون آپ کا مزار اقدس لنڈی شاہ متہ کاٹنگ ضلع و تحصیل مردان پشاور میں واقع و مرجع خلائق ہے۔ اللہم نور قبرہ یارب العلمین بجاء رحمۃ للعلمین اس عظیم بزرگ یعنی دادا جان مفتی اعظم سرحد مفتی شائستہ گل القادری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب بنام (الثبات والاعراض والمقاصد السنیہ فی تروید الخرافات القبیحۃ الوہابیہ) کا اردو ترجمہ بحمدہ تعالیٰ آج سے چند ماہ قبل شروع کیا جو آج جمعہ ۲۳ ستمبر ۲۰۰۴ء رات بارہ بجے انتقام پذیر ہوا، ان ایام میں دادا جان رحمۃ اللہ علیہ

کی کتاب رحمۃ اللہ المنان شرح قصیدۃ العثمان کا ترجمہ بھی لکھ رہا تھا ساتھ ساتھ اس کتاب کا ترجمہ و کمپوزنگ بھی کرتا رہا، بلکہ اکثر ایام تو یوں گزرے کہ درس سے فراغت کے بعد لکھنے بیٹھا تو مصلیٰ کرسی کیساتھ ہی بچھا کر نمازیں وہیں ادا کرتا رہا پھر لکھنے میں مشغول ہو جاتا حتیٰ کہ فجر کی آذان ہو جاتی نماز فجر پڑھ کر چائے پی کر پھر پڑھانے کیلئے دارالعلوم چلا جاتا اور بحمدہ

تعالیٰ طلبہ کو پڑھانا شروع کر دیتا اس دوراں طلبہ کرام پر کبھی ظاہر نہ ہونے دیتا کہ میں پوری رات کا جاگا ہوا ہوں، بلکہ مجھہ تعالیٰ دوسرے ایام سے بڑھ کر مزید محنت اور لگن سے طلبہ کو پڑھانے میں مشغول ہو جاتا، یہ میرے اللہ کا خاص کرم ہے اور پیارے حبیب ﷺ کا صدقہ اور عنایت، والد محترم کا نظر کرم کہ اتنے مشاغل کے باوجود اس سال طلبہ کرام کو دیگر فنون کیساتھ ساتھ قرآن کریم کا مکمل ترجمہ اور جلالین شریف ختم کرایا، نور الایضاح و قدوری، و کنز الدقائق کے اسباق پڑھائے، نحو میر، شرح مائتہ عامل ترجمہ بمع ترکیب پڑھادی، ہدایہ الخ کے کئی فصل پڑھائے علم صرف کے کچھ کتب ختم کروائے، احادیث میں احادیث المشرات (جو فقیر کی مرتب کردہ ہے) پڑھادی، اور مشکوٰۃ شریف کے کئی ابواب مکمل ہو گئے، علم ادب کی مجھہ تعالیٰ کئی کتب طلبہ کرام کو ختم بھی کروائے زبانی یاد بھی کروائے آج الحمد للہ وہ طلبہ کرام عربی زبان بولنے اور لکھنے پر عبور رکھتے ہیں۔

مجھ فقیر میں اتنی ہمت کہاں۔ کہ صبح 8 تا 12/30 طلبہ کو درس دینا پھر 2 تا 4/30 طالبات کو درس

دینا، اس سال مجھہ تعالیٰ کئی طالبات نے بھی کراچی بورڈ سے ادیب عربی، عالم عربی، فاضل عربی، عامہ، خاصہ، عالیہ، اور عالیہ فی علوم العربیہ والاسلامیہ، تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان کے تحت امتحانات دیکر کامیاب ہوئیں، مجھہ تعالیٰ ہماری طالبات میں کچھ طالبات نے تنظیم المدارس کے امتحانات میں الحمد للہ ممتاز (اے گریڈ) حاصل کیا، اور ادیب عربی، کراچی بورڈ کے امتحانات میں ہماری کچھ طالبات (اے گریڈ) آئیں، اور کچھ طالبات نے عالم عربی میں (اے گریڈ) حاصل کیا، اور کچھ طالبات نے فاضل عربی میں (اے گریڈ) حاصل کیا، جسکا پورا ریکارڈ مجھہ تعالیٰ دارالعلوم قادریہ سبحانیہ میں موجود ہے تعلیمی مصروفیات، گھریلو مصروفیات، مختلف سوالات کے جوابات، اکثر راتوں کو جلسوں سے خطاب، سنی علماء کونسل گلستان جوہری میٹنگز، احباب کے ہاں غم و خوشیوں و اعراس میں شمولیت، سکھر میں مفتی محمد رفیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چہلم میں شمولیت سہون شریف، میں یا رسول اللہ ﷺ کانفرنس کی تیاریاں مختلف مقامات پر میٹنگز میں شمولیت، یا رسول اللہ ﷺ کانفرنس میں شمولیت کیلئے احباب، علماء، و مشائخ اہلسنت کو دعوت نامے اور پھر یا رسول اللہ ﷺ کانفرنس میں شمولیت، لاہور، میں صدر تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان، مفتی اعظم عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ اور چہلم میں شرکت،

مولانا عبدالغفور کی رسم دستار بندی میں شمولیت کیلئے جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ کا سفر، سوہ
سرحد، وکراچی میں عزیز واقارب کے غم و خوشیوں میں شمولیت، دیگر دور و دراز علاقوں کے سفر،
دیگر مصروفیات، جو یقیناً تھکا دینے والی مصروفیات ہیں اور انتہا پرگراں اور یہ ناتواں ہستی۔ مگر ہمت
نہ ہاری اور کچھ تعالیٰ یہ مرحلہ بھی نہایت اطمینان و صبر و تحمل کیساتھ بچھرو خوبی آج بروز جمعہ
۲۳ ستمبر ۲۰۰۳ء رات بارہ بجے اختتام پذیر ہوا

حقیقت یہ ہے کہ حضرت قبلہ والدہ محترمہ کے حکم کے مطابق دادا جان رحمت اللہ علیہ کی
کئی کتابوں (۱) انگلش منہ روزہ ہے (۲) دعا بعد نماز جنازہ (۳) ثبوت بیعت و شرائط مرشد
(۴) رحمت اللہ علیہ شرح قصیدہ الصمدان (۵) کا اردو زبان میں ترجمہ کر کے سعادت حاصل
کی مگر شاید یہ کاوشیں محنتیں کچھ احباب کو نہ بھائیں، احقر کی ناتواں ہستی پر ہر طرف سے
پے درپے عجیب و غریب طرح کے مصائب و آلام کے پہاڑ گرائے گئے، جن مصائب و آلام
نے میری زندگی کا نظام بالکل درہم برہم کیا، حالات ایسے پیدا ہوئے اور حوادث اس قسم
کے پیش آئے، کہ ان حوادث زمانی نے زندگی اجیرن کر دی، پھر ساری قوتیں، دماغی صلاحیتیں
صرف مدرسے کو سنبھالنے درس و تدریس و دادا جان کی قلمی کتب کا ترجمہ، اور حالات کا مقابلہ
کرنے میں صرف ہوتی رہیں۔

یقیناً ان پیدا کردہ حالات سے روحانی اور جسمانی تازگی و توانائی، پریشانیوں، الم و اضطراب
کی نذر ہو گئی، زمانہ یہ قماش اختیار رہا اور قاتلانہ انداز سے مسکرائیں لیکر گذرتا رہا، ایسے حالات
میں یہ کلمات ورد زبان ہوتے ہائے الشکوہ انی و حزین الی اللہ
لیکن باوجود ان تمام حوادث، و موانع کے دل کے غما غما میں عشقِ مطہری کا چراغ جل
رہا تھا، اور عظیم مقصد دل و دماغ میں تصورات و نظرات میں موجود تھا، اور وہ یہ کہ قبلہ بابا جان
نے دادا جان مفتی اعظم سرحد رحمت اللہ علیہ کی کتاب مقاصد سیہ لردید الوہابیہ کا اردو ترجمہ
کا حکم صادر فرمایا ہے ”سو“ اسے انشاء اللہ تعالیٰ پورا کرنا ہے۔ ان شدید ترین صعوبتوں کو جھیل
لیئے اور ہر قسم کی تقصیر و توہین کو برداشت کرنے کڑوے کڑوے گھونٹ پینے کا اللہ جل جلالہ
نے اپنے حبیبِ لویب ﷺ کے صدقے حوصلہ دیا، سہارا ملا، احقر نے ہمت ہانڈی، کچھ
تعالیٰ رحمہ اکرمہ آج یہ ملل کتاب برائے مطالعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، یہ سب اللہ

Nafse Islam



نفس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضرت علامہ فقیہ ہے عدیل و محدث اعظم پاکستان بقیۃ السلف فی الصورة والسیرۃ
حضرت مولانا مولیٰ الکل مفتی اعظم مفتی شائستہ گل صاحب القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ارقم :: مولانا حکیم عبدالغفور صاحب ذخیرہ لکپانی مردان

آہ ایں دنیائے فانی آہ دور روزگار شد جد الزما محدث ہم فقیہ تاجدار
مسند رئیس شد محروم از فیضان ۱ و حلقہ ارشاد ہم از ذکر و آثار و خیار
در علوم جملہ خواہ عقلی و خواہ نقلی کہ بود گوئے سبقت مرید حاصل بدہ از کردگار
صرف کردہ عمر در درس روایات فقہی اتباع سنت خیر الوری لیل و نہار
محور رب نبی طریق سخاوت در نظر و شہادت جام مقصد در رضائے کردگار
صورت و سیرت ہو گیا بود بر طرز سلف بر توکل بود کارش نے بہ دنیا انتظار
توہ علم ہی ہستش بود میراث نبی علم دین مقصود کامل نے بدولت افتخار
ذکر قال اللہ وہم قال الرسول اشغال او ذکر و فکر قلب شغولش ہر زمان تقویٰ شعار
الغرض چوں چشمہ آب حیاتش بود فیض تشنگان از ہر طرف بودہ قطار اندر قطار
مثل کوہ علم بودہ باد قارش زندگی در نکات فتنہ و سنت بحر نا پیدای کنار
تا گہاں آمد اہل کہ تی الی دار البقاء شد مجیب دعوت رب او بعز و افتخار
چشم گریاں سید بریاں ہر طرف احباب اند اضطراب عالماں در فرقتش شد حال زار
چہار فرزندان کہ از دے مانعہ انداز فضل رب ہر یکہ در علم و تقویٰ کردہ راہش اختیار
بر طریق کارایاں آفریں صد آفریں کز ازیں زندہ شد مرحوم ہم خوش کردگار
رہنا فاغفر لہ و ارحم علیہ رحمۃ اللہ آت من فضلہ و فضل من القردوس دار
چہارہ صد سال با یک بوداے احباب ما پیغمبریں رمضان المبارک بود روز انتظار
فقر و وصلش توبی مغفور ۱۴۰۱ بیوۃ اللہ نعیماتہ فی دار النراۃ
در دعا با روز و شب گویا حزین عبدالغفور رہنا نور لہ عواہ فی اعلیٰ الدیار
حضرت علامہ مولانا عبدالغفور ذخیروی مرحوم حضرت قبلہ دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کیلئے تحریری
کلمات بصورت مرثیہ فارسی زبان میں تحریر کیا جس کا فقیر نے اردو میں ترجمہ کیا جو آپ کی خدمت
میں حاضر ہے مولانا عبدالغفور ذخیروی لکھتے ہیں -

﴿مرثیہ کا ترجمہ حاضر خدمت ہے﴾

آپ (مفتی اعظم سرحد مفتی شمس گل رحمت اللہ علیہ) علوم عقلیہ و نقلیہ و جملہ علوم کے ماہر و سہبت یہاں والے تھے آپ نے درس و تدریس فقہی روایت بیان کرتے اور سنت رسول ﷺ کے عین مطابق پوری زندگی بسر فرمائی آپ ہمیشہ محبت رسول ﷺ میں مستغرق رہتے تھے، بلکہ آپ کی زندگی صحابہ کرام و اسلاف کا نمونہ تھی متوکلاتہ و درویشانہ زندگی اختیار کئے ہوئے تھے وہ حقیقت میں نبی کریم ﷺ کے وارث تھے آپ کی زبان ہمیشہ قال اللہ و قال رسول ﷺ سے تر رہتی۔ تعریف و توصیف محبوب ﷺ میں ہمیشہ رطب اللسان رہتے، ذکر لسانی و فکر قلبی میں مشغول رہتے۔ خصوصاً تقویٰ انکا شعار تھا آپ کے چشمہ علمی کا جب چار سو چھ ہوا تو علم کے پائے اپنے سینوں کو وسیع علم سے سیراب کرنے قطار و قطار آنے لگے علم کے بلند ترین پہاڑ تھے باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ علم کے گہرے سمندر سے سنت اور فقہ حنفی کے موتیوں کو چن چن کر نکالنے کا سلیقہ تھا۔ علم کے گہرے سمندروں کے غواص تھے

بنا۔۔ اچانک موت نے پکارا، آؤ، آؤ، وار بقاء کی طرف لوٹ آؤ (مستقلون من دار البقاء الی دار البقاء) اللہ تعالیٰ کے اولیاء فانی گھر چھوڑ کر باقی رہنے والے گھر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے زندہ ہیں۔

﴿خیر العلم حمی خالد بعد مولدہ
و اوصالہ نصیب رزق رب ربیع﴾

صحابین علم و فائز کے بعد بھی زندہ ہیں اگرچہ بظاہر انکے جسم مٹی سے بچت ہو جائیں (مترجم)
(جب وادی اجل نے پکارا) تو مفتی صاحب نے وادی اجل کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے
(۱۲۵ سال کی عمر میں) دار فانی سے ۱۴۰۱ھ پانچ رمضان المبارک بروز بدھ رحلت فرمائی
آپ کے چار فرزند ہیں۔

- (۱) حضرت علامہ شیخ القرآن و الحدیث محقق صاحب تصانیف مفتی عبدالحنان القادری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ (جو از مسعود صاحب کراچی کے استاذ تھے ہذا حجاز شریف مرجع خلائق ہے۔ مترجم)
- (۲) حضرت علامہ شمس شریعت بدر طریقت مفتی و شیخ الحدیث مناظر اسلام سیف ربانی شیخ القرآن لاہوری۔ حریز بانوار جیلانی زبدۃ السالکین استاد الانس و الجان صاحب تصانیف

الشیخ فی سلاسل اربعہ مفتی عبدالسبحان قادری دامت برکاتہم العالیہ

(۳) حضرت مولانا عبدالدیان قادری حفظہ اللہ لہ

(۴) حضرت علامہ مفتی و شیخ الحدیث مولانا ابوالفضل فضل سبحان قادری صاحب دامت

برکاتہم۔ کلمہ تعالیٰ چاروں علم و فضل تقویٰ و ورع کے انوار و برکات سے مزین ہیں۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب مرحوم کو قبر میں اور روز حشر اپنی نعمتوں سے نوازے۔ آمین بندہ ناچیز آپ کے فراق کا غم لئے ہوئے غم کا مارا عبدالغفور شب و روز آپ کی مغفرت و بلند درجات کی دعا میں کرتا ہے۔

یا اللہ مفتی صاحب رحمت اللہ علیہ کی قبر کو نور سے معمور فرما۔ آمین تم آمین۔ یا رب العلمین معلوم و رفیق شام۔

مولانا حکیم عبدالغفور عفی عنہ۔

ڈھیری لکپانی۔ مردان۔ ۵۔ رمضان المبارک ۱۴۰۱

نفس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM

تأثرات

حضرت علامہ مفتی برج طریقت شمس شریعت استاد الانس والجان مفتی عبدالسبحان القادری
قبلہ وکعبہ والد محترم و مرقدہ مادامت برکاتہم العالیہ، مہتمم دارالعلوم قادریہ سبحانیہ کراچی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صاحب تصنیف کی تعریف پیش کرتے ہوئے فقیر حقیر کو فرزند ہونے کی حیثیت سے کچھ زیب
نہیں دیتا، لیکن حقیقت حال کا اظہار کئے بغیر بھی چارہ نہیں، حضرت قبلہ وکعبہ والد ماجد علامہ
الحاج مولانا شائستہ گل (مفتی اعظم سرحد) بن علامہ مولانا محمد علی بن حضرت عمر دراز خان رحمۃ
اللہ علیہم بمقام مہ لندی شاہ ڈاکٹرانگ کاننگ ضلع مردان صوبہ سرحد

پاکستان میں پیدا ہوئے، آپ نے ایک سو پچیس (125) سال کی عمر میں وصال فرمایا، اور آپ کا
مزار شریف لندی شاہ میں برج خاص و عام کیلئے مرعہ خلائق بنایا ہوا ہے، آپ کی دینی و ملی خدمات
بے شمار ہیں، جن کا احاطہ یہاں ممکن نہیں، آپ نے کل چھ سو پچاس کتابیں (650) تصنیف
فرمائیں، جن میں سے طبع شدہ کتابوں کی تعداد تقریباً تیرانوے (93) ہے، باقی غیر طبع تصانیف
کی اشاعت کیلئے تحفہ حضرات

ایمان دینی و مذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے اگر اس کا ذخیرہ اور صدقہ جاریہ میں تعاون فرمائیں تو بڑا دینی
و ملی خزانہ مظهر عام پر آسکتا ہے، ملک میں آپ کے بے شمار شاگرد ہیں، اور آپ نے تحریک
پاکستان میں بھی برج صاحب مانگی شریف حضرت امین الحسنات رمت اللہ علیہ کے دوش بدوش
بڑھ چڑھ کر کام کیا ہے، جس کا ذکر تذکرہ علماء و مشائخ سرحد نامی کتاب میں جلد نمبر (۱) صفحہ
نمبر (۲۳۰) پر موجود ہے، نیز علماء اہل سنت پاکستان نامی کتاب میں بھی موجود ہے،
زیر نظر کتاب "القاصد السیۃ لتردید الوہابیہ" کے اردو ترجمہ کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ
برج خاص و عام آپ کی تصانیف سے فیض یاب ہو سکے، کیونکہ، وہابیہ، "ہاشمیری"

دیوبندیہ - نجدیہ

باطل فرستے طرح طرح کے بھیس بدل کرنے نئے روپ و حار کر جعلی و خود ساختہ نام نہاد
سوانح "اہل سنت و جماعت کا بورڈنگ کر سیدھے سادھے صحیح العقیدہ مسلمانوں کو دھوکہ دے

کرائے جال میں پھانس رہے ہیں، اور ناوقت عوام اہلسنت، وہابیہ کو اپنا کچھ کران کے داس ٹریپ میں پھنس رہے ہیں، اور وہابیہ نے کچھ عرصہ سے اپنے آپ کو (نام نہاد) اہلسنت و جماعت کو بتا کر شروع کر دیا ہے، اب تو اپنے آپ کو وہابی کہتے ہوئے بھی شرماتے ہیں، کیونکہ پاکستان میں خود کو اہل سنت ظاہر کئے بغیر وہابیہ کی دال بھی نہیں گھٹی، اور ووٹ بھی نہیں ملتا، حالیہ انتخابات ۱۹۸۵ء میں ان کے نام نہاد سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت ہونے کی اچھی طرح قلعی کھل گئی ہے، اور عوام نے جان لیا ہے کہ اصل حقیقی سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کون ہے، اور نقلی و جعلی نام نہاد سوادِ اعظم اہل سنت جماعت کون ہے

آئیے ذرا ایمانیات و عقائد کی روشنی میں موازنہ کر کے دیکھیں کہ حقیقی سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کون ہے،

● جن کا یہ عقیدہ ہو کہ خدا تعالیٰ کذب یعنی جھوٹ بولنے اور تمام عیوب سے پاک ہے وہ سنی؟ یا جن کا عقیدہ یہ ہو کہ ”خدا تعالیٰ کذب یعنی جھوٹ بولنے پر قادر ہے وہ سنی؟
(بحوالہ براہین قاطعہ صفحہ نمبر 4) (العیاذ باللہ من هذه الخرافات)

● جو رسول اللہ ﷺ کے حیات جسمانی برزخی کے قائل ہیں وہ سنی؟ یا جو یہ کہیں کہ ”آپ مرکز مٹی میں ملنے والے اب وہ مٹی میں مل گئے اسے آپ کا قول کہا وہ سنی؟، بحوالہ تقویۃ الایمان صفحہ نمبر (36)

● جو رسول اللہ ﷺ کو احمد مختار مانیں وہ سنی؟ یا جو نبی کیلئے یہ کہیں کہ ”جس کا نام محمد، یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں، وہ سنی؟ (بحوالہ تقویۃ الایمان صفحہ نمبر (36)

● جو صلوٰۃ و سلام میں یا نبی سلام علیک پڑھیں وہ سنی؟ یا جو اس کی مخالفت کریں اور اسے کفر و شرک کہیں وہ سنی؟

● جو ”یا رسول اللہ ﷺ“ ”یا علی“ ”یا فتوح“ ”یا اعظم“ ”یا داتا“ ”یا خواجه غریب نواز“ کا نعرہ لگائے وہ سنی؟ یا جو یا رسول اللہ ﷺ کا نعرہ لگانے والے کو قتل کر ڈالے وہ سنی؟

● جو بارویں، گیارویں، سترویں، چھٹی شریف، کوفاتھ شریف، نذر و نیاز کا اہتمام کریں وہ سنی؟ یا سب کی مخالفت کریں اور کفر و شرک کے فتوے لگائیں وہ سنی؟

اس طرح بہت سے عقائد ہیں جن پر موازنہ نہ کیا جاسکتا ہے، اور جو اہل سنت و جماعت کے قدیم حق و صحیح بنیادی عقائد کی مخالفت کرے وہ اہل سنت تو کیا

مسلمان بھی نہیں ہو سکتے وہ پکے دھوکے باز پھڈے باز وہابیہ ہیں بلکہ خوارج ہیں

﴿قارئین کرام﴾

خود غور و فکر کر کے ایمان کی روشنی میں فیصلہ فرمائیں کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے؟ کہ ایمانیات کے ضمن میں جو حق و صحیح ہے وہ ہی بات ایمان اور عین ایمان ہے اور جو اس کے مقابل غلط ہے وہ ایمان کے متضاد و برعکس ہے یعنی ”کفر“ ”اور سرِ پاکفر“ ”اور بر ملا کفر ہے“۔ جیسا کہ اس کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ یہ مسلک حق الہنت و جماعت کے دفاع اور وہابیت کی تردید میں قرآن اور احادیث شریفہ کی روشنی میں بڑی معلوماتی مستند اور مدلل کتاب لکھی گئی ہے، جس کا مطالعہ اپنے مذہب و مسلک اور عقائد اور حفاظت کے لئے اور وہابیت کے پرفریب جال سے بچنے کیلئے انشاء اللہ و تعالیٰ بے حد مفید ثابت ہوگا! آخر میں اپنے سنی مسلمان بھائیوں سے التماس کرتا ہوں کہ وہ علماء کرام سے رابطہ قائم رکھا کریں

دیوبندی اور وہابیہ

کی تصانیف کے قریب بھی نہ جائیں، اور اپنے مذہب و مسلک حق اہل سنت و جماعت کے عقائد پر پہاڑ کی مانند قائم و دائم رہیں، اللہ تعالیٰ حضور پر نور ﷺ کے صدقے میں ہم سب کو اپنے مذہب و مسلک پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین، ثم آمین، بحق سید المرسلین ﷺ۔



فقیر عبدالسبحان قادری

مہتمم دارالعلوم قادریہ سبحانیہ شاہ فیصل کالونی ۵ کراچی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعلنا على عقيدة اهل السنة والجماعة وحفظنا من عقيدة الوهابية الكفرة الفجرة الضالة. والصلوة والسلام على سيدنا محمد الذي حكم على الوهابية بالشقاوة وعلى آله واصحابه الذين حكموا على الوهابية بشرار الخلق الضالة. اما بعد.

ترجمہ خطبہ تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے ہمیں اہلسنت وجماعت کا عقیدہ عطا فرمایا اور وہابیوں کے عقائد جو کفر صریح ہیں اور گمراہی ہے سے بچایا، درود و سلام ہو ہمارے سرور جناب سیدنا محمد ﷺ پر جس نے وہابیوں پر شدت سختی کرنے کا فیصلہ سنایا، اور انکی آل پر جنہوں نے وہابیوں پر شرار خلق تمام مخلوق میں بری مخلوق اور وہابیوں کے گمراہ ہونے کا حکم صادر فرمایا، اما بعد

(حضرت علامہ حجة الاسلام والمسلمین مفتی اعظم سرحد مفتی شاکت گل قادری بن صدر الشریعة مفتی محمد علی قادری رحمۃ اللہ علیہما) فرماتے ہیں کہ جب صوبہ سرحد میں فرقہ وہابیہ ظاہر ہوا۔ تو علاقہ بانڑی ضلع مردان کے علماء کرام نے کانٹنگ مردان میں 26 ذیقعدہ 1376ھ ایک جمعیت تشکیل دی جس کا نام (جمعیت العلماء اہلسنت والجماعت) وضع کیا گیا۔ ان علماء کرام نے اہل سنت والجماعت کے چند اغراض ومقاصد (بحیث استفتاء) تحریر کر کے میرے حوالہ کئے۔ میں نے جوابات کے تحریر و ترتیب کے وقت ضروری مسائل کا مزید اضافہ کیا۔ ان جوابات سے باقاعدہ ایک ضخیم کتاب بن گئی، سو میں نے اسے کتابی صورت دیکر اس کا نام -

البات الاغراض والمقاصد السنیة لترديد الخرافات القبيحة الوهابية، رکھا

بتوفیق اللہ تعالیٰ عزوجل وبمنہ وکرمہ.

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم.

﴿تقلید کا ثبوت قرآن کریم کی روشنی میں﴾
 بحث اول تقلید کے اثبات میں ہے اور اس میں چار انواع ہیں۔ نوع اول میں قرآن کریم کی آیات سے ثابت کروں گا۔ کہ تقلید از روئے قرآن ثابت ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَجُلًا تَوْحًى إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝
 اور ہم نے نہیں بھیجا کسی نبی کو آپ سے پہلے مگر مرد، ہم انکو وحی کرتے تھے، سو (اے لوگو اگر تمہیں کسی مسئلہ کا علم نہ ہو تو اہل ذکر (یعنی علماء) سے پوچھو۔ سورۃ انبیاء۔ آیت (7)
 وجہ استدلال یہ ہے۔ کہ

(۱) الاصل فی هذا الباب قوله تعالى، فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝
 فواجب السؤال على من لم يعلم وذلك تقليد للعلماء
 آیت مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل علم سے مسئلہ دریافت کرو، سو جنہیں علم نہ ہو اللہ تعالیٰ نے ان پر علماء سے مسئلہ معلوم کرنا واجب کر دیا ہے، سو عالم دین سے معلوم کرنا (ہی) اس کی تقلید ہے۔ التحف المرید وحاشیہ الامر ۱۱۵، فتح القدیر وغیر احمدی والجلیبی فصل البیر ۱۵

(۲) أَهْلَ الذِّكْرِ هُمُ الْمُجْتَهِدُونَ. و تقلید ہم عین اطاعة الله تعالى ورسوله ﷺ و المنع من تقلید ہم خلاف هذه الآية المتلوة. الفتح المبین ۲۹، ۳۸۳. و اطایب المصیب ۹
 اہل ذکر کون ہیں؟ کی توجیح کرتے ہوئے صاحب فتح مبین فرماتے ہیں، اہل ذکر سے مراد مجتہدین مطلق ہیں، اور انکی تقلید بعینہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت ہے، مسلمانوں کو تقلید سے روکنا نیز تقلید کی مخالفت کرنا آیت مذکورہ کی مخالفت ہے۔

میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں، کہ آیت مذکورہ میں (فاسْأَلُوا) کا صیغہ ہے، جو جمع کا صیغہ ہے، سو عام ہو خواہش نہیں۔ دوسرا یہ کہ وہ مأمور (إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ) کا مفسر ہے اہل اجتہاد فی اہل مذہب متقرب الی اہل مذہب، مجتہد فی المسئلہ، اصحاب تخریج، اصحاب ترجیح، اصحاب تیز، حاطب اللیل، سب اس میں داخل ہیں، کیونکہ شریعت کے جن اسرار کو مجتہد مطلق جانتا ہے، افراد مذکورہ اسے نہیں جانتے علامہ ابن الہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ۔ فتح القدیر شرح ہدایہ۔ میں فرماتے ہیں۔

غير المجتهد المطلق يلزمه التقليد وان كان مجتهدا في بعض مسائل الفقه او بعض العلوم كالفرض على القول بتجزى الاجتهاد وهو الحق. فيقلد غيره فيما لا يقدر عليه. وقيل في العالم انما يلزمه التقليد بشرط تبين صحته مستندا للمجتهد. والالتم يجوز له تقليده



جو شخص مجتہد مطلق نہ ہو، اس پر لازم ہے، کہ وہ مجتہد کی تقلید کرے، اور اگر وہ شخص اجتہاد کے تجزی کو صحیح مانتا ہو (کیونکہ اجتہاد کی تجزی حق ہے) اور بعض مسائل فقہیہ اور بعض علوم جیسے میراث وغیرہ علوم کو جانتا ہو، تو وہ ان مسائل میں خود مجتہد ہے، مگر جن مسائل و علوم کو وہ نہیں جانتا، ان میں وہ تقلید کریگا۔ اور بعض نے عالم کے بارے میں کہا ہے کہ عالم اس وقت کسی مجتہد کی تقلید کرے گا، جب اس پر مجتہد مطلق کی دلیل کی صحت ظاہر ہو جائے اگر مجتہد مطلق کی دلیل کی صحت اس پر ظاہر نہ ہو، تو اس عالم کو تقلید کرنا جائز نہیں، ابن ہمام فرماتے ہیں، پہلا قول جمہور علماء کا ہے۔ جبکہ قول ثانی معتزلہ کا ہے۔ فتح القدیر شرح ہدایہ۔



﴿امام زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۷۵۰ھ بحر الرائق میں﴾
ان لوگوں کا حال بیان کرتے ہیں، جو مجتہد مطلق کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔
منسوب الی المطلق کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) عوام الناس ہیں، جو محض مقلد ہوتے ہیں۔

(۲) دوسرے وہ علماء ہیں، جو خود بھی مجتہد ہوتے ہیں، اگر ان کا اجتہاد امام کے موافق ہو۔
تو کوئی حرج نہیں، اور اگر ان کا اجتہاد امام کے اجتہاد کے خلاف ہو، تو یہ اپنے اجتہاد پر عمل کریں گے۔ مثلاً، امام محمد۔

امام ابو یوسف، امام زفر امام طحاوی، علامہ ابوبکر حصاص، قاضی خان، علامہ ابن ہمام و حمت اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

(۳) تیسری قسم ان علماء کی ہے۔ جو غیر منصوص مسائل کو منصوص مسائل پر قیاس کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں لیکن رتبہ اجتہاد پر فائز نہیں ہوتے، اگر کسی حکم کے بارے میں امام کی نص صریح ہو تو یہ اس حکم کی علت کا استنباط کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ امام کے مذہب کے مطابق یہ حکم اس طرح ہے۔ اور اگر امام کی نص نہ ہو، تو اس کے مشابہ حکم سے استخراج کرتے ہیں

سوال۔ اس آیت سے تقلید مطلق ثابت ہوتی ہے۔ نہ کہ تقلید شخصی؟
جواب۔ یہ ہے، کہ مطلق کا ماننا متعین شخصی کا ماننا ہے، اس لئے کہ مطلق کا وجود بعینہ مقید کا وجود ہے۔

سوال۔ یہ آیت تو ان علماء کے حق میں نازل ہوئی ہے جو اہل کتاب ہیں۔ نہ کہ علماء اسلام تو پھر آیت مذکورہ سے علماء اسلام کس طرح مراد لئے جاسکتے ہیں؟

جواب۔ میں (مثنیٰ شائستہ گل) کئی وجوہ سے اس کا جواب دیتا ہوں۔ بفضل اللہ تعالیٰ عزوجل۔
﴿وجہ اول یہ ہے﴾

کہ اس آیت (فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ) میں (فَاسْئَلُوا) عموم پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم جامع الکلم ہے۔ ان الفاظ کی عمومیت پر بحث کرتے ہوئے علماء اسلام فرماتے ہیں۔

العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص المورد

اعتبار آیت کے عموم الفاظ کا ہوتا ہے۔ نہ کہ خاص اس صورت کا جس کے لئے آیت نازل ہوئی ہے۔ تو ثابت ہوا۔ کہ مأمور۔ ومسئول۔ کا عموم۔ علماء اسلام کو بھی شامل ہے۔

﴿وجہ دوم یہ ہے﴾

حضرت علامہ ابی البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی علیہ الرحمۃ والرضوان آیت مذکورہ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں۔

وقيل اراد بالذكر القرآن ای فاسئلوا المؤمنین العالمین من اهل القرآن. خازن جلد ۳، ۲۵۳

کہ (اہل الذکر) سے مراد وہ مسلمان علماء کرام ہیں۔ جو قرآن کریم (کی آیتوں میں سے) ناخ و منسوخ، حکمت، و مشابہات کا علم رکھتے ہوں۔ سو آیت کا معنی یہ ہوا۔ جب تمہیں کسی مسئلہ کا علم نہ ہو تو مسلمان علماء سے دریافت کرو۔ جو قرآن کریم کا علم رکھتے ہوں۔

﴿وجہ سوم یہ ہے﴾

صاحب تفسیر الرحمن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اہل الذکرای اشرف من علماء الامم الفرق لقصور نظر کم۔ تفسیر الرحمن جلد ۲ ص ۲۸۳
کہ اہل ذکر سے مراد تمام اہم کے علماء ہیں، کیونکہ جو وہ جانتے ہیں وہ تم نہیں جانتے
(علماء اہم) علماء اسلام کو بھی شامل ہے۔

﴿وجہ چہارم یہ ہے﴾

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر روح المعانی جلد ۱۲ ص ۱۳۸ سورۃ النحل، میں آیت مذکورہ
(اہل الذکر) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ اگر میں مان لوں، کہ یہ آیت علماء اہل
کتاب، کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جیسا کہ مدارک، خازن، معالم، بیضاوی میں ہے۔
☆ تو میں) (کہتا ہوں، کہ بیشک سوال کا وجہ اہل کتاب سے ہے، لیکن
ان سے پوچھنے کی علت۔ علم ہی تو ہے اور وہی علت (یعنی علم) علماء اسلام میں بھی موجود ہے
تو پھر علماء اسلام کیوں مراد نہیں لئے جاسکتے جب کہ وہی علت علماء اسلام میں موجود ہے،
تو سوال کا وجہ علماء اسلام سے بھی پایا گیا۔

﴿آیت نمبر دوم یہ ہے﴾

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوْ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَالِّی أُولِی
الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۚ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَا تَبَعُمُ
الشَّيْطَانُ الْأَقْبَلِيلَا O سورۃ نسا، آیت (۸۳) اور جب انکے پاس، کوئی بات اطمینان یا ذکر کی آتی ہے
تو اسکا چرچا کرتے ہیں اور اگر اس میں رسول (ﷺ) اور ذی اختیار (مجتہدین) لوگوں کی طرف
رجوع لاتے تو ضرور معلوم کر لیتے اس امر کو، وہ لوگ جو اجتہاد کر سکتے ہیں، اور اگر تم پر اللہ کا فضل
اور اسکی رحمت نہ ہوتی، تو ضرور تم شیطان کی اتباع کرتے مگر تم ہو۔

اس آیت مبارکہ سے وجہ استدلال ان حضرات علماء کرام کی تصریحات ہیں

﴿حضرت علامہ ملا جیون رقمطراز ہیں﴾

(۱) قَالَ الْعَلَامَةُ الْمَلَا جِیُون رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ أَمْرُ الْجَاهِلِیْنَ بِاطَاعَةِ الْعُلَمَاءِ وَأَمْرُ الْعُلَمَاءِ
بِاطَاعَةِ الْمُجْتَهِدِیْنَ لِقَوْلِهِ تَعَالَى ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَالِّی أُولِی الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ
الَّذِينَ يَسْتَبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۚ ا تفسیر احمدی و بمعناه المدارک و العازن
علامہ فرماتے ہیں، کہ عام مسلمان پر لازم ہے، کہ وہ علماء اسلام کی اطاعت کریں، اور علماء

کیسے ضروری ہے کہ وہ مجتہدین کی اطاعت کریں۔ انکی دلیل اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے
وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَىٰ آخِرِهِ

﴿صاحب تفسیر معالم لکھتے ہیں﴾

(۲) وفي آيت دليل على جواز القياس وان من العلم ما يدرك بالتلاوة والرواية و هو النص ومنه ما يدرك بالاستنباط و هو القياس على المعاني المودعة في النصوص اه معالم التنزيل

کہ اس آیت مبارکہ میں، جواز قیاس کی دلیل موجود ہے، اور یہ بات بھی علوم و فنون (کے قواعد سے ہے) کہ جو بات۔ تلاوت۔ اور روایت کے ذریعے پائی جائے، سو وہ نص ہے، اور جو بات استنباط (اجتہاد) کے ذریعے پائی جائے، وہ قیاس ہے۔

ثابت ہوا کہ اولوالامر سے مراد مجتہدین ہیں۔ لہذا تقلید ثابت ہوگئی۔

﴿تیسری آیت جو اجتہاد پر دلالت کرتی ہے﴾

۱- اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝۵۰ سورة نساء آیت (59)

اے ایمان والو! تم کو اللہ کا اور حکم مانو رسول (ﷺ) کا، اور انکا جو تم میں اولی الامر ہوں (مجتہدین) پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے، تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے۔ اور اسکا انجام اچھا ہے۔

﴿وجہ استدلال یہ ہے﴾

(۱) کہ اولی الامر سے۔ مجتہدین مطلق مراد ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور آگے بھی انشاء اللہ و تعالیٰ آئیگا، ان مجتہدین کی تقلید اس لئے فرض ہے، کہ لفظ (وَاطِيعُوا الرُّسُولَ) اور اولی الامر دونوں کی طرف متوجہ ہے، لہذا جس طرح رسول اکرم ﷺ کی اطاعت واجب ہے۔ اسی طرح اولی الامر کی اطاعت بھی واجب ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

حضرت علامہ مفسر قرآن علی بن محمد خازن اولی الامر کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(۲) اولی الامر هم الفقهاء والعلماء الذين يعلمون الناس معالم دينهم قاله من الصحابة

ابن عباس وجابر رضی اللہ عنہم ومن التابعین الحسن والضحاك ومجاهد رضی اللہ عنہم۔ اخرجہ ابن ابی حاتم کذا فی الاکنیل والعازن والمبہنی

أولی الأمر سے مراد فقہاء علماء (مجتہدین مطلق ہیں فقہاء علماء وہ لوگ ہیں جو دین کے احکام میں سے شرعی اجتہادی تعلیم لوگوں کو سکھاتے ہیں، صحابہ کرام میں سے سیدنا عبد اللہ بن عباس وجابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم تابعین میں سے حضرت حسن و ضحاك ومجاهد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ علامہ ابوبکر بھصاص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ أولی الأمر کی تفسیر سے علماء مجتہدین مراد لینے کی تائید میں لکھتے ہیں۔

وقوله تعالى عقيب ذلك. فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ. يدل على ان اولى الامر هم الفقهاء. لانه امر سائر الناس بطاعتهم ثم قال. فان تنازعتم (الخ) فامر اولى الامر برد المنازع فيه الى كتاب الله وسنة نبيه ﷺ اذ كانت العامة ومن ليس من اهل العلم ليست هذه منزلتهم. لانهم لا يعرفون كيفية الرد الى كتاب الله و السنة. ووجوه دلالة على احكام الحوادث فثبت انه خطاب للعلماء.... احكام القرآن. جلد ۲. ص ۲۵۷.

ترجمہ۔ اور اُولی الامر کی اطاعت کا حکم دینے کے فوراً بعد اللہ جل جلالہ کا یہ فرمانا کہ اگر کسی معاملہ میں تمہارے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے، تو اس اختلاف کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ، یہ اس بات کی دلیل ہے، کہ اُولی الامر سے علماء مجتہدین مراد ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو ان کی اطاعت کا حکم فرمایا، پھر ان تنازعہ میں اُولی الامر کو حکم دیا کہ جس معاملے میں ان کے درمیان اختلاف ہو، اس کو کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ، یہ حکم فقہاء (علماء مجتہدین) ہی کو ہو سکتا ہے، کیونکہ عوام الناس، اور مخاطب البیّن کا یہ مقام نہیں، اس لئے کہ وہ اس بات سے واقف نہیں ہوتے، کہ کتاب اللہ، اور سنت رسول ﷺ کی طرف کسی معاملہ کو لوٹانے کے کیا طرق ہیں اور نہ عوام الناس کو مسائل کے استنباط و استخراج کے دلائل کے طریقوں کا علم ہوتا ہے، لہذا ثابت ہوا کہ یہ خطاب علماء (مجتہدین) سے ہے۔

﴿(۵) حضرت علامہ فقیہ اعظم شیخ محمد بن علی۔ صاحب درمختار فرماتے ہیں﴾

ولهذا قال الفقهاء المراد باولى الامر العلماء فى اصح الاقوال والمطاع شرعاً

مقدم۔ زیلعی الذکر ج ۲ قبل الفرائض ۲۲۹۔ عینی الذکر ج ۶۔ ۲۵۷۔ درمختار و درالمختار ج ۲ مسائل شری ۲۳۱

کہ فقہاء کرام کے نزدیک، اُولی الامر سے علماء (مجتہدین مطلق) مراد ہیں، اور شریعت کے احکام میں جب حکم مانا جائے وہ شرعاً مقدم ہے۔

﴿حضرت علامہ ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ دلائل مذکورہ کی روشنی میں لکھتے ہیں﴾

فیث بہا وجوب التقليد لعلماء الاسلام۔۔ الفح السین ۵۰۶۔ واحمدی ۲۹۱۔

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ علماء اسلام کی تقلید واجب ہے۔

سوال۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے مطابق۔ اُولی الامر سے مراد۔ امراء اور حکام ہیں۔ علماء نہیں۔

جواب۔ اس اعتراض میرے پاس چار جواب ہیں۔

(۱) پہلا جواب یہ ہے

کہ اُولی الامر کی تفسیر میں جب دو اقوال ثابت ہیں۔

(۱) امراء و حکام (۲) علماء اعلم۔ سو جس قول میں اُولی الامر سے مراد۔ علماء مجتہدین ہیں تو یہ قول اختیار کرنا زیادہ ارجح اور بہتر ہے۔

﴿(۲) دوسرا جواب یہ ہے﴾

لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ

ان الفاظ مبارکہ سے مراد علماء مجتہدین ہیں، یہ نص ہے، اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث، خبر واحد ہے، جو نص، اور دلائل بالا، کے پیش نظر غیر مقبول ہو جاتی ہے، کیونکہ علم اصول کا قاعدہ ہے، کہ نص کے مقابلہ میں اگر خبر واحد آجائے، تو دیکھنا ہوگا کہ نص اور خبر واحد میں تطبیق ممکن ہے یا نہیں، اگر تطبیق ممکن ہو، تو تطبیق کریں، اگر تطبیق ممکن نہ ہو، تو تطبیق کر کے عمل کریں گے (ورنہ خبر واحد کو ترک (یعنی چھوڑ) کر نص قرآن پر عمل کریں گے، کتب اصول۔

﴿تیسرا جواب یہ ہے﴾

کہ اگر بقول سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُولی الامر سے مراد۔ امراء حکام لئے جائیں، تو اس سے مراد یہ ہوگا، کہ ملکی سماجی سیاسی معاملات میں ان حکام اسلامی کا حکم مانا جائے (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں، کہ یہ بھی حقیقتاً علماء مجتہدین کی اتباع ہوگی، کیونکہ ممالک اسلامیہ میں حکام علماء کے تابع ہوتے ہیں، تو انکی اتباع درحقیقت ان مجتہدین کی اتباع

ہوگی، بشرطیکہ ممالک اسلامیہ کے حکام مسلمان ہوں۔ پابند صوم و صلوة ہوں، احکام شرعیہ کے تابع ہوں، قرآن و حدیث کے احکام نافذ کرنے والے ہوں، ظاہر ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی ایسے امراء و حکام مراد ہیں، نہ کہ فاسق و فاجر حکمران۔ لہذا ان تینوں جوابات سے ثابت ہوا، کہ اُولی الامر سے مراد علماء مجتہدین ہیں۔

﴿جواب چہارم یہ ہے﴾

جواب چہارم یہ ہے۔ کہ جب اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین و تابعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین لفظ (اُولی الامر) سے مراد علماء مجتہدین لے رہے ہیں تو پھر صرف خبر واحد پر اعتماد کرنا کہاں کی فقہانیت ہے پس ثابت ہوا کہ اُولی الامر سے علماء مجتہدین مراد لینائی اصح ہے۔ اور یہی راجح ہے۔ اور اصح ترین قول ہے۔

☆۔۔ میں (مفتی شائستہ گل) نے اثبات تقلید کے لئے ان ہی تین آیات کریمہ پر اکتفاء کیا۔ اگرچہ تقلید کے اثبات میں اور بھی بہت ساری آیات کریمہ موجود ہیں۔

﴿بحث دوم تقلید کا ثبوت احادیث صحیحہ کی روشنی میں﴾

(۱) عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال خرجنا فی سفر فاصاب رجلنا حجر فشجہ فی رأسہ فاحتلم فسأل اصحابہ هل تجدون لی رخصة فی التیمم قالوا مانجد لك رخصة وانت تقدر علی الماء فاغتسل فمات فلما قدمنا علی النبی ﷺ فاخبر بذلك فقال قتلوه قتلہم اللہ الا سألوا الذلم یعلموا فانما شفاء العی السوال . رواہ ابو داود . وابن ماجہ . ابن عباس . ومشکوۃ تیمم . فصل ۲ . ۴۴ . وتیسیر الطہارۃ باب ۷ . ۴۹۳ .

حضرت عطاء سے روایت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم ایک سفر میں نکلے تو ہم میں سے ایک ساتھی کے سر میں پتھر آکر لگا۔ تو اسکا سر شدید زخمی ہوا۔ سر میں شدید چوٹ لگنے سے وہ جھنی ہو گیا (اسے احتلام ہوا) اس نے ساتھیوں سے پوچھا، کیا میرے لیے شریعت میں تیمم کی اجازت نظر آتی ہے (کیا میں اس حال میں تیمم کر سکتا ہوں آپ احباب کی رائے کیا ہے) انہوں نے کہا۔ کہ ہمارے نزدیک آپ تیمم نہیں کر سکتے۔

☆۔۔ کیونکہ آپ پانی پر قادر ہیں سو اس نے غسل کیا (وہ پانی زمخوں میں سرایت کر گیا حتیٰ کہ وہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وفات پا گئے۔ جب ہم نبی کریم سرور عالم ﷺ کی بارگاہ یکس پناہ میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا۔ تو آپ ﷺ

نے فرمایا اللہ تمہیں مارے تم نے اسے قتل کیا جب تمہیں معلوم نہ تھا۔ تو مسئلہ کیوں نہ پوچھا
کیونکہ لامعی (بے خبری) کا علاج پوچھنا ہے۔

(۴) عن معاذ بن جبل رضى الله تعالى عنه ان رسول الله ﷺ لمابعثه الى اليمن
قال كيف تقضى اذا عرض لك قضاء
قال اقضى بكتاب الله تعالى.

قال فان لم تجد في كتاب الله تعالى
قال فبسنة رسول الله ﷺ.

قال فان لم تجد في سنة رسول الله ﷺ
قال اجتهد رائي. و "لا" الو.

قال فضررت رسول الله ﷺ على ضرره

وقال الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله ﷺ لساير رضى به رسول الله ﷺ
رواه الترمذى وابوداود والدارمى. مشكوة قضاء 324

نبی کریم ﷺ نے جب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو ارشاد فرمایا۔
(معاذ) جب تمہارے پاس مقدمہ پیش ہوگا تو کیسے فیصلہ کرو گے؟

(حضرت معاذ نے) عرض کا (یا رسول اللہ ﷺ) سب سے پہلے (کتاب اللہ سے فیصلہ کرو گا
رحمت مالم ﷺ نے فرمایا (معاذ) اگر تم (اس مقدمہ کا فیصلہ) اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ تو پھر؟
عرض گزار ہوئے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی سنت کے ساتھ (آپ کے فرمودات کے
مطابق فیصلہ کرو گا)

پھر حضور ﷺ نے فرمایا (معاذ) اگر تم رسول اللہ ﷺ کی سنت میں (بھی) نہ پاؤ۔
عرض کی (یا رسول اللہ ﷺ) پھر اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اور حقیقت تک پہنچنے میں
کوٹاہی نہ کروں گا۔

پس (علیہم السلام وعلیکون ﷺ) نے لگے سینے تھپتی دی اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے رسول
اللہ ﷺ کے قاصد (معاذ بن جبل) کو اس بات کی توفیق دی جس (بات نے) اللہ جل جلالہ
کے رسول ﷺ کو خوش کیا (اور یہ کہ رسول اکرم ﷺ بھی یہی چاہتے تھے اگر قرآن وحدیث
میں تمام مسائل کا حل نہ ملے تو اپنی رائے سے فیصلہ کرنا۔ یہی بات معاذ بن جبل نے

عرض کی، دونوں کا منشاء ایک ہوا موافقت پائی گئی تو حضور پر نور ﷺ نے نہایت خوشی کا اظہار فرمایا)

﴿ووجہ استدلال یہ ہے﴾

(کیف تقضی) کے الفاظ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے قاضی یمن بنے پر دلالت کرتے ہیں۔ سو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن پر۔ تعلقہ شخصی واجب فرمادی، نیز نبی کریم ﷺ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی (اجتہاد والی) بات سے خوش ہوئے، اور موافقت پر اللہ جل جلالہ کی حمد و ثناء بیان کی نیز رحمت عالم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کے اجتہاد اور اسے کو حق و صواب (درست) فرمایا، سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ عظیم القدر فقیہ صحابی تھے، جگے بارے میں حضور پر نور ﷺ نے فرمایا کہ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ حلال و حرام کو جاننے والا معاذ بن جبل ہیں۔ نیز فرمایا ان کو قیامت کے دن اس طرح اٹھایا جائیگا کہ یہ علماء سے (مرتبہ میں) اتنے آگے ہوں گے جتنی وہ رنگ ایک تیر جاتا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یمن پہنچے تو اہل یمن نے انکی صرف گورزی و قاضی ہونا قبول نہ کیا بلکہ ہر مسئلہ میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی تقلید کی، اہل یمن نے حضرت کے گورزی کیساتھ ساتھ انکی تقلید شخصی کو بھی قبول کیا۔

﴿دلائل ملاحظہ ہوں﴾

(۱) عن الاسود بن یزید قال اتانا معاذ بن جبل بالیمن معلما و امیرا فسالناه عن رجل توفی وترک ابنته و اخته فاعطی الابنة النصف و الاخت النصف۔ رواه البخاری باب المیراث البتات۔ حضرت اسود بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل ہمارے پاس یمن آئے۔ وہ ہمارے امیر بھی تھے۔ اور معلم بھی ہم نے ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جس نے ورثہ میں ایک بیٹن اور ایک بیٹی چھوڑی تھی (کہ ان میں ترکہ کیسے تقسیم ہوگا) تو حضرت معاذ بن جبل نے بیٹی کو نصف اور بیٹن کو نصف (میراث دی، جبکہ یہ انکی اپنی رائے تھی) جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن آئے تو قبیلہ خولان کی ایک عورت معاذ بن جبل کے پاس آئی سلام کے بعد کہنے لگی، اے (معاذ بن جبل) آپ کو کس نے بھیجا۔ سیدنا معاذ بن جبل نے فرمایا

مجھے رسول اکرم ﷺ نے بھیجا ہے۔ وہ عورت کہنے لگی (جب) آپکو رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے
 اور آپ اللہ جل جلالہ کے رسول ﷺ کے قاصد ہیں۔ تو کیا آپ مجھے (شریعت کے مسائل) نہیں
 بتائیں گے سعاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا (کیوں نہیں) جو چاہو مجھ سے سوال کرو
 ”پوچھو“ میں (بتاؤں گا) (مسند امام احمد معجم الطبرانی الہبشی فی مجمع الزوائد باب حق الزوج علی المرافقہ)
 (۳) حدیث مذکورہ بالا سے

اولاً۔ اولہ تلاش کی ترتیب معلوم ہوتی ہے۔ کہ سب سے مقدم کلام الہی ہے۔ پھر سنت
 رسول ﷺ اسکے بعد اجماع و قیاس ہے۔

ثانیاً۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام مسائل کا حل ہمیں قرآن کریم سے تفصیلاً نہیں مل سکتا۔
ثالثاً۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سنت رسول ﷺ اگرچہ کلام الہی کی شرح ہے، لیکن تمام مسائل کا
 حل تصریحاً و تفصیلاً یہاں بھی نہ مل سکیں گے۔ بلکہ بعض عنوانات پر احادیث آپس میں ٹکراتی
 (متضاد) ہوئی بھی ملیں گی۔

ایسے مواقع پر اجماع صحابہ کی روشنی میں دیکھا جائیگا جن مسائل کا حل ہمیں کتاب و سنت
 میں تصریحاً و تفصیلاً نہ ملے۔ ان میں آئمہ مجتہدین کی تقلید کی جائیگی۔ کیونکہ آیات و احادیث اور
 اجماع صحابہ کی روشنی میں جو فیصلے مجتہدین عظام نے فرمائے ہیں۔ وہ آج تک کوئی دوسرا
 نہیں کر سکا اور نہ یہ ممکن ہے کہ میدان اجتہاد میں ان بزرگوں کی کوئی ہمسری کر سکے اس امت
 میں ان حضرات کا وجود نبی کریم رحمت عالم ﷺ کا علمی معجزہ ہے۔

﴿آئمہ مجتہدین چار ہیں﴾

(۱) سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ 179ھ المتوفی۔ 767ء

(۲) سیدنا امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ 179ھ۔ المتوفی 795ء

(۳) سیدنا امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی۔ 204ھ۔ 719ء

(۴) سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی۔ 241ھ۔ 855ء

اہل حق کے یہی آئمہ مجتہدین ہیں۔ جنکے اجتہادی مذاہب مدون و منضبط ہیں۔ لہذا اجتہادی
 مسائل میں ان چاروں میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا ضروری ہے۔ جو ان چاروں میں سے

کسی کی تقلید نہ کرے بلکہ محقق بن کر اجتہادی مسائل کو قرآن و حدیث سے خود حل کرے۔
وہ گمراہ، بد مذہب، بے دین، اور اجماع امت کا مخالف ہے۔

مقام غور ہے۔ کہ ان بزرگوں کے بعد بھی امت مصطفوی ﷺ میں لاکھوں ایسی عظیم ہستیاں گذری ہیں جن میں سے ہر ایک علم و عرفاں کے بحرِ بیکراں تھے، اسکے باوجود وہ حضرات بھی آئمہ مجتہدین کی تقلید سے بے نیاز نہ رہ سکے۔ تو آج کل کے محقق بننے والے اور آئمہ مجتہدین کے منہ آنے والے مدعیانِ خام کس گنتی میں شمار ہوتے ہیں۔ بعض گمراہ اگر اس پُر فتن دور میں اجتہاد و تحقیق کے بڑے اونچے دعوے کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

﴿امام شععی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں﴾

عن شریح. ان عمر بن الخطاب كتب اليه. ان جاءك شيء في كتاب الله فاقض به. ولا يلتفتك عنه الرجال. فان جاءك ما ليس في كتاب الله. فانظر سنة رسول الله ﷺ فاقض بها. فان جاءك ما ليس في كتاب الله و لم يكن فيه سنة رسول الله ﷺ فانظر ما اجتمع عليه الناس. فخذ به. فان جاءك ما ليس في كتاب الله و لم يكن في سنة رسول الله ﷺ و لم يتكلم فيه احد قبلك. فاختراي الامرين شئت. ان تجتهد الرأيك ثم. فتقدم وان شئت ان تتأخر. فتأخر. ولا ارى التأخر الاخير لك. حجة الله البالغة.

امام شععی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت شریحؒ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے لکھا اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مسئلہ آئے جس کا جواب کتاب اللہ میں موجود ہو تو اسکے مطابق فیصلہ کرو، اور ایسا نہ ہو کہ لوگ تجھے کتاب اللہ سے باز رکھیں اور اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مسئلہ آئے جس کا جواب نہ کتاب اللہ میں موجود ہو اور نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت میں تو ایسی بات تلاش کرو جس پر پچھلے لوگ متفق ہوں سو اس پر عمل کرو اور اگر تمہارے پاس ایسا مسئلہ آئے، جو قرآن و سنت میں نہ ہو اور گذرے ہوئے کسی فقیہ صحابی نے بھی اس میں کلام نہ فرمایا ہو۔ تو دو (۲) باتوں میں سے جسے چاہو، اختیار کر لو، اگر اپنی رائے سے اجتہاد کر کے فیصلہ کرنا چاہو تو کر لو، اور اگر چاہو، تو اجتہاد میں تاخیر کرو، اور میں تمہارے لئے تاخیر کو بہتر سمجھتا ہوں۔

﴿تیسری حدیث تقلید کے ثبوت میں﴾

عن علی رضیؑ قال بعثی رسول اللہ ﷺ الی الیمن قاضیا فقلت یا رسول اللہ ﷺ ترسلنی وانا حدیث السن ولاعلم لی بالقضاء فقال ان اللہ تعالیٰ سیهدی قلبک ویشب لسانک اذا تقاضی الیک رجلاں فلا تقض لاول حتی تسمع کلام الآخر فانه احرى ان یتبین لک القضاء قال فما شککت فی قضاء بعد۔ الترمذی والبیہقی ورواہ ابن ماجہ۔ مشکوٰۃ۔ قضاء۔ 324

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے قاضی یمن بنا کر یمن کی طرف بھیجے گئے، میں عرض گزار ہوا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے (یمن کا قاضی بنا کر یمن) بھیج رہے ہیں حالانکہ میں کم سن ہوں اور (فریقین میں) فیصلہ کرنے کا مجھے علم بھی نہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو اس کا راستہ دکھا دیگا اور تمہاری زبان کو اس پر قائم کر دیگا جب فریقین تمہارے سامنے بیٹھ جائیں تو جلدی فیصلہ نہ کرنا جب تک دوسرے کی بات نہ سن لو جیسے تم نے پہلے کی باتیں سنیں یہ طریقہ کار تمہارے فیصلہ کو واضح کر دیگا (حضرت علی فرماتے ہیں) کہ اسکے بعد فیصلہ کرنے میں مجھ سے لغزش نہیں ہوئی۔ اور مجھے کبھی کسی فیصلہ میں شک واقع نہ ہوا۔

﴿حدیث چہارم ثبوت تقلید میں﴾

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول سئلت ربی عن اختلاف اصحابی بعدی فاوحی الی یا محمد (ﷺ) ان اصحابک عندی۔ بمنزلة النجوم فی السماء بعضهم اقوی من بعض ولكل نور فمن اخذ بشئ مما هم علیہ من اختلافهم فهو عندی علی ہدی قال قال رسول اللہ ﷺ اصحابی کالنجوم فابہم اقتد یتم اهتد یتم سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، میں نے رحمت اللطیفین ﷺ سے سنا حضور پر نور ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اختلافات کے بارے میں پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی۔

اے محمد ﷺ میرے نزدیک آپ کے صحابہ آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے بعض بعض سے مضبوط ہیں اور ان میں سے ہر ایک کیلئے نور ہے اور جس (شخص) نے ان میں سے

جس کی اقتداء کی وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی محترم ﷺ نے فرمایا، میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں تم ان میں سے جس کی بھی اقتداء کرو گے، ہدایت پاؤ گے۔

﴿اس حدیث سے وجہ استدلال﴾

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ دو صیغے (أَخَذَ) اور دوسرا (اِقْتَدَيْتُمْ) ہیں۔ یہ عین تقلید شخصی پر دلالت کرتے ہیں۔ بلکہ بعینہ دلیل تقلید شخصی ہے۔

﴿حدیث پنجم ثبوت تقلید میں﴾

عن عبد الله بن عمرو و ابی هريرة رضي الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ اذا حكم الحاكم فاجتهد و اصاب فله اجران و اذا حكم فاجتهد و اخطأ فله اجر واحد
 شقيق عليه۔ بخلافه قضاء فصل اول 324۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب حاکم (یعنی حاکم مجتہد مطلق) اجتہاد سے فیصلہ کرے، اور وہ فیصلہ (عند اللہ) صحیح ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں، اور اگر وہ اجتہاد سے فیصلہ کرے، اور وہ (عند اللہ) غلط ہو تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔

﴿حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں﴾

قال علی القاری هذا الحديث دليل ان المجتهد يصيب ويخطئ والكل ماجور.

یہ حدیث مبارک اس بات کی دلیل ہے کہ مجتہد مُصِيبٌ (صحیح فیصلہ تک پہنچنے والا) اور مُخْطِئٌ (باوجود محنت شاقہ کے فیصلہ کی اصل حق تک نہ پہنچنے والا) بھی ہوتا ہے (اللہ تعالیٰ) دونوں کو اجر عطا فرماتا ہے، اور دونوں قسموں (مُصِيبٌ وَ مُخْطِئٌ) کے مجتہدین کو ان کے اجتہاد پر ثواب ملتا ہے، اگرچہ درجہ اور مرتبہ میں فرق ہے۔ مرقاۃ قضاء ۳۱۶

﴿علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

الاجماع (قال النووي) قال العلماء اجمع المسلمون على ان هذا الحديث في حاكم عالم اهل للحكم فان اصاب فله اجران اجر باجتهاده و اجر باصابته و ان اخطأ فله اجر باجتهاده و في الحديث محذوف تقديره اذا اراد الحاكم فاجتهد قالوا فاما من ليس باهل للحكم فلا يحل له الحكم فان حكم فلا اجر له بل آثم ولا ينفذ حكمه سواء وفق

الحق ام لا وہی مردودہ کلہا ولا یعذر فی شی من ذلک . نور المصباح المصنف ۷۶

تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے، کہ یہ حدیث اس حاکم کے متعلق ہے، جو عالم ہو اور فیصلہ کرنیکی صلاحیت رکھتا ہو، اگر اس کا فیصلہ صحیح ہے تو اس کو دواجر ملیں گے، ایک اجر اس کے اجتہاد کا ہوگا اور ایک اجر اس کی اصابت رائے (صحیح فیصلہ) کا، اور اگر اس کا فیصلہ (باوجود حق اجتہاد کے پھر بھی) غلط ہو، تب بھی اسکو اجتہاد کا اجر ملے گا (تقدیرہ) کہہ کر علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ حدیث مذکورہ میں کچھ عبارتہ محذوف ہے (جو یہ ہے) کہ جب حاکم (یعنی مجتہد مطلق) اجتہاد سے فیصلہ کرے اور اس کا فیصلہ صحیح ہو تو اس کو دواجر ملیں گے (فقہاء نے کہا ہے) کہ جو شخص اجتہاد کی اہلیت نہ رکھتا ہو اس کے لئے فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر کسی نااہل شخص نے فیصلہ کیا تو اسے اجر نہیں ملے گا، بلکہ وہ گنہگار ہوگا اور اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا، خواہ اس کا فیصلہ صحیح ہو یا غلط کیونکہ اس کے فیصلہ کا صحیح ہونا اتفاقی ہے، اور اس کا فیصلہ کسی دلیل شرعی پر مبنی نہیں ہے، اسلئے وہ اپنے تمام فیصلوں میں گنہگار ہوگا، خواہ وہ صحیح ہو یا نہ ہو، اور اسکو معدوم قرار نہ دیا جائیگا، اثبات تقلید میں بہت ساری احادیث وارد ہیں، میں ان ہی پانچ احادیث مبارکہ پر اکتفاء کرتا ہوں۔

﴿تیسری بحث تقلید کا ثبوت باجماع امت﴾

علامہ جیون رحمۃ اللہ علیہ مصنف تفسیر احمدی فرماتے ہیں۔

(۱) قد وقع اجماع علی ان الاتباع انما یجوز للائمة الاربعة . تفسیر احمدی ۵۲۶

اس بات پر اجماع ہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید و اتباع جائز ہے۔

علامہ ابن العابدین بن ابراہیم النخعی مصنف اشباہ فرماتے ہیں

ماخالف الائمة الاربعة فهو مخالف للاجماع فقد صرح فی التحریر ان الاجماع قد

انعقد علی عدم العمل بمذهب مخالف للائمة الاربعة - اشباہ

جو چیز ائمہ اربعہ کے نزدیک خلاف شریعت ہو۔ وہ شی اجماع امت کے نزدیک بھی خلاف

شریعت ہے اور ابن الصمام نے اپنی کتاب میں تصریح فرمائی ہے کہ جو حکم چاروں ائمہ

کے مذاہب کے خلاف ہو اس پر عمل نہ کیا جائے۔

﴿شیخ ابن عابدین بن محمد امین بن عمر رحمۃ اللہ علیہ﴾

فتاویٰ شامیہ میں فرماتے ہیں۔

(۲) لا يجوز احداث قول خارج عن المذاهب الاربعة۔ اور شاہ ہدایتی رحمہ اللہ ص ۳۳
جو حکم مذاہب اربعہ کے مطابق نہ ہو اس پر عمل کرنا جائز نہیں

﴿حضرت علامہ ملا حبیب الرحمن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

(۳) اهل كل مذهب يقولون بحقيقة المذاهب الاربعة۔ تفسیر احمدی ص ۵۳۳

تمام اہل مذاہب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مذاہب اربعہ حق ہیں۔

﴿علامہ شیخ عبدالسلام فرماتے ہیں﴾

(۵) كمال العلامة الشيخ عبدالسلام قد انعقد الاجماع على ان من قلد في الفروع ومسائل

الاجتهاد واحدا من هؤلاء الائمة الاربعة بعد (لانه في الزمان الماضي) بتحقيق ضبط

مذهبه بشروط الشروط وانتفاء الموانع برئ من عهدة التكليف فيما قلده فيه

اس بات پر اجماع ہو چکا ہے، کہ جس نے مسائل شرعیہ میں ائمہ اربعہ کی تقلید کی، سو وہ

تکلیف دینے جانے سے آزاد ہوا۔ کیونکہ زمانہ ماضی میں ائمہ اربعہ کا اجتہاد محقق ہو چکا ہے،

اور ان مجتہدین کے اجتہاد کو تسلیم کیا گیا ہے، کیونکہ ان حضرات کا اجتہاد شرائع کے تحت

نافس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM

﴿اجتہاد کی تعریف﴾

قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما شریعت میں اجتہاد کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

استفراغ الجهد فی درک الاحکام الشرعیۃ۔ (منہاج الوصول ج ۳۔ ۲۸۴)

احکام شرعیہ کو حاصل کرنے میں تمام علمی صلاحیت صرف کرنا (اجتہاد) ہے

﴿علامہ جمال الدین اسنوی نہایت السؤل میں رقمطراز ہیں﴾

الاجتہاد استفراغ الفقیہ الوسع لتحصل ظن بحکم شرعی۔

کسی حکم شرعی کے ظن کو حاصل کرنے کیلئے (مجتہد) کا اپنی تمام علمی صلاحیتوں کو صرف

کرنا اجتہاد ہے۔ نہایت السؤل جلد ۳۔ ۲۸۶

﴿حضرت علامہ کمال الدین ابن ہمام اجتہاد کی تعریف لکھتے ہیں﴾

الاجتہاد لغة بذل الطاقة فی تحصیل ذی کلفة و اصلاحا ذلک

من الفقیہ فی تحصیل حکم شرعی ظنی۔ التحریر جلد ۳۔ ۲۹۱

اجتہاد کا لغوی معنی ہے، کسی مشقت طلب کام کو حاصل کرنے کیلئے طاقت صرف کرنا، اور

اصطلاحی معنی ہے، کسی حکم شرعی ظنی کو حاصل کرنے کیلئے فقیہ کا اپنی علمی صلاحیتوں کو صرف کرنا

﴿فقہاء احناف کے نزدیک اہلیت اجتہاد کی شرائط﴾

علامہ ابوالحسن مرغینانی۔ صاحب ہدایہ اجتہاد کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان یکون صاحب حدیث لہ معرفة الفقه۔ او صاحب فقه لہ معرفة بالحديث

مثلا یشتغل بالقیاس فی المنصوص علیہ وقیل ان یکون مع ذلک صاحب قریحة

یعرف بها عادات الناس لان من الاحکام ما یتنی علیہا۔

یہ کہ وہ شخص حدیث میں ماہر ہو۔ اور اس کو فقہ کی معرفت ہو یا وہ شخص فقہ میں ماہر ہو اور

اس کو حدیث کی معرفت ہو تاکہ منصوص مسائل میں قیاس نہ کرے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ

ذہین اور طبائع کے عرف اور عادات کو پہچانتا ہو کیونکہ بہت سے احکام عرف پڑتی

ہوتے ہیں۔



علامہ کمال الدین ابن حم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

کہ اجتہاد میں حدیث اور فقہ دونوں میں مہارت کی ضرورت ہے، تاکہ اسکا قیاس نص حدیث کے معارض ہونہ اقاویل فقہاء کے خلاف ہو، خلاصہ یہ ہے، کہ مجتہد وہ شخص ہے، جو کتاب اور سنت کی، عبارت النص، اشارت النص، دلالت النص، اور اقتضا النص، کا عالم ہو اور کتاب کے ناخ و منسوخ کو جاننے والا ہو اور شرائط قیاس اور مسائل اجتماعیہ اور اقوال صحابہ کو جاننے والا ہو تاکہ وہ اقوال صحابہ یا اجماع پر قیاس کو مقدم نہ کرے اور اسکے ساتھ ساتھ وہ ذہین اور طباع ہو اور لوگوں کے عرف و عادات کو جانتا ہو جو شخص ان تمام شرائط کا جامع ہو وہ اجتہاد کرنے کا اہل ہے اور اس پر لازم ہے، کہ وہ اپنے اجتہاد پر عمل کرے (پھر اجتہاد کی تعریف میں لکھتے ہیں) ان مذکور الصدر دلائل سے کسی حکم شرعی کو حاصل کرنے کیلئے کوشش سے غور و فکر کرنا حتیٰ کہ اس حکم پر غلبہ ہو جائے۔

﴿علامہ زین الدین بن نجیم حنفیؒ نے اجتہاد کی چودہ شرائط بیان کی ہیں﴾

(۱) اسلام (۲) بلوغ (۳) عقل

(۴) فقیہ انفس ہونا (یعنی طباع اور ذہین ہونا نیز اسے استدلال و استنباط کا ملکہ تامہ حاصل ہو)
 (۵) لغت عربیہ کا علم ہو (۶) علم صرف کا عالم ہو (۷) علم نحو کا عالم ہو
 (۸) علم معانی کا عالم ہو (۹) علم بیان کا عالم ہو (۱۰) وجوہ قیاس کا علم ہو
 (۱۱) احکام سے متعلق کتاب اللہ کی آیات کا علم ہو

(۱۲) احکام سے متعلق احادیث کا امتنا اور سند علم ہو اور کتاب اور سنت کے ناخ و منسوخ کو جانتا ہو
 (۱۳) اجماع کی معرفت تامہ ہو (۱۴) لوگوں کے عرف اور عادات کو جانتا ہو۔

﴿حضرت علامہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

قال العلامة ولی اللہ الدہلوی هذه المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الامة على جواز تقليد هالي يومنا هذا - الحجة البالغة

کہ یہ مذاہب اربعہ جو مدون ہیں اور جن کے مسائل ضبط تحریر میں لائے جا چکے ہیں۔ ان کے احکام کی تقلید پر آج دن تک امت کا اجماع ہے۔

﴿شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ لکھتے ہیں﴾

وقال ولی اللہ الدہلوی ان الامة قد اجتمعت على ان يعتمدوا على السلف في معرفة الشريعة فالتابعون اعتمدوا على الصحابة وتبع التابعين اعتمدوا على التابعين واعتمد العلماء في كل طبقة على من قبلهم. الحجة البالغة مجموعة - الفتاوى عبدالحی جلد ۱- ۲۳

تمام امت مصطفوی (ﷺ) نے شریعت مطہرہ کو پہچاننے میں سلف صالحین پر اعتماد کیا ہے یعنی ہر زمانے کے مسلمانوں نے اپنے زمانے کے علماء سے شریعت لی اور علماء نے گذرے ہوئے علماء سے ان متقدمین علماء نے تبع تابعین سے اور تبع تابعین نے تابعین سے، اور تابعین نے صحابہ کرام سے، اور مذکورہ طبقہ نے اپنے ماقبل طبقہ پر اعتماد کیا ہے۔
﴿اطاب الطیب کے مصنف لکھتے ہیں﴾

لان الشريعة عبارة عن هذه المذاهب الاربعة فحسب وهي فيها قد انحصرت فان هذا المذاهب قد دونت وقواعدها قد ضبطت واصولها بالنصوص قد انطبقت وبفضله تعالى احكامها و فروعها في جميع الجهات انتشرت فبحارها دانتها في قلوب المؤمنين انفجرت و دررها المكونة في صدور المؤمنين قد استقرت....
فنفس المقلد بين بضوءها تجلت فرليت بهاما رآيت وحصلت بهاما حصلت وعرفت بهاما عرفت فلذلك ترى ان الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة فيها قد اجتمعت لان الشريعة من غير المذاهب الاربعة في الدنيا ما وجدت

واطاعة احكام الشريعة للناس قد فرضت فان لم يحتسب هذا المذاهب الاربعة للشريعة معتبرة فالشریعت عن الدنيا عادت لان ما سواها من المذاهب ليست مثلها في ضبط القواعد

والاصول وفي ربطة العلة والمعلول بل كلها قد اندرست فكيف تكون هي الشريعة التي من الشارع شرعت فما اعتبرت احكامها المنتشرة وما حسبت فلامحالة ان هذه المذاهب الاربعة لاجراء احكام الشريعة قد بقيت لانها من التغيرات قد حفظت لما من الدلائل التي قد ذكرت

واما اختلافات التي بين المذاهب الاربعة فمن رحمة الله للعالمين من خالق الثققلين

خلقت فاما من خارجا من هذا الزمان فهو من البدعة والنار ومبع الشيطان
 فالحذر الحذر فان الدين اعز ما يوتر وان المبتدع (الوهابي) لا يوقروا ان الضلال
 اهم ما يحذر. ۱۵. اطائب الطيب على ارض الطيب ۱۰... ۱۱

ترجمہ۔ کیونکہ شریعت مطہرہ ان مذاہب اربعہ سے عبارت ہے۔ اور یہ کافی ہے اور بیشک شریعت
 کا انحصار ان مذاہب اربعہ پر ہے۔ کیونکہ یہ چاروں مذاہب مدون ہیں اور اسکے قواعد و ضوابط
 ضبط میں لائے جا چکے ہیں نیز اسکے اصول و نصوص کے ساتھ مطابق ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل
 و کرم سے اس کے احکام دینا کے تمام اطراف میں پھیل گئے ہیں انکی ہدایت کے سمندر
 مومنوں کے دلوں میں موجزن ہیں۔

نیز انکی چمکتی ہوئی موتیاں مسلمانوں کے سینوں میں قرار پا چکی ہیں اور مقلدین کے نفوس
 ہدایت کے ان چمکتے ہوئے موتیوں سے روشن ہیں، میں نے ان چمکتے ہوئے موتیوں کے
 ذریعہ اسلام کی جو (بہاریں دیکھنی تھیں) دیکھ چکا جو کچھ میں نے حاصل کرنا تھا (بجہدہ تعالیٰ)
 حاصل کر چکا،

آپ نے دیکھا کہ فرقہ ناجیہ (جنتی گروہ) اہل السنۃ والجماعت ان ہی چار مذاہب پر جمع (متفق)
 ہیں اور بحمدہ تعالیٰ دنیا میں ان چار مذاہب کے علاوہ اور کوئی مذہب اس شان سے موجود نہیں،
 احکام شریعت کی اطاعت لوگوں پر فرض کی گئی ہے، سو اگر مذاہب اربعہ شریعت مطہرہ کے
 لئے معتبر نہ ہوں تو پھر شریعت دنیا سے معدوم ہوگئی ہوتی، جبکہ (بحمدہ تعالیٰ) شریعت مطہرہ اپنی
 آب و تاب کیساتھ موجود ہے، اور رہے گی (ایک وجہ یہ بھی ہے) کہ مذاہب اربعہ کے اصول
 و قواعد و ضوابط، رابطہ علت و معلول ایسے قوی ہیں کہ اسکے مثل کسی اور مذہب میں اتنے
 ٹھوس قواعد و ضوابط رابطہ علت و معلول نہیں پائے جاتے، بلکہ (بحمدہ تعالیٰ) انکے علاوہ (تمام
 باطل مذہب) مٹ گئے، سو کیسے ہو سکتا ہے، کہ وہ شریعت مطہرہ جسے شارع علیہ السلام ﷺ
 نے قائم فرمایا اور پھر بھی معتبر نہ ہو، اور (ائمہ مجتہدین نے) اسکے احکام کی اشاعت کی ہو،
 پھر بھی کسی شمار میں نہ ہو۔

سوالازم طرہ سے کہ مذاہب اربعہ احکام شریعت کے اجراء کے لئے باقی ہیں، نیز چاروں
 مذاہب بر بناء دلائل مذکورہ (بحمدہ تعالیٰ) تغیر و تبدل سے محفوظ ہیں (اگر کسی کے ذہن میں
 یہ بات آئے کہ پھر مذاہب اربعہ میں) (فروعی) اختلافات کیوں۔

(سوار کا جواب یہ ہے) کہ یہ (فروغی اختلاف) خالق الشکین (دو لوگوں جہانوں کو پیدا کرنے والا اللہ جل جلالہ) کی طرف سے رحمت ہے، نیز یہ اختلاف فروغی ہے، اصولی نہیں (کیونکہ اصول میں سب متفق ہیں) سو جو شخص موجودہ زمانے میں ان چار مذاہب سے خارج (یاہر) ہو، وہ بدعتی اور ناداری ہے، نیز وہ شخص شیطان کا پیروکار ہے، لہذا ان (بدعتیوں ناریوں) سے بچو (یاد رکھو) کہ جو بدعتی (وہابی، ائمہ اربعہ کی تقلید نہ کرنے والا) ہے، اسکی عزت و احترام نہ کی جائے۔ (وہابیوں بدعتیوں) کی گمراہی سے بچنا نہایت ضروری ہے۔



بحث چہارم

غیر مجتہد کو اجتہاد کرنے سے منع کرنے کا ثبوت

(۱) عن عروۃ قال سمعت عبد اللہ بن عمر و بن العاص رضی اللہ عنہ یقول ان اللہ تعالیٰ لا یقبض العلم انتزاعاً ینتزعہ من الناس و لكن یقبض بقبض العلماء حتی اذا لم یترک عالماً اتخذ الناس رؤسا جہالاً فاسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا و اضلوا۔ رواہ المسلم جلد ۲، ۳۷۰

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمر و بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ (یوں ہی) علم نہیں اٹھائے گا کہ لوگوں میں (بالکل) علم نہ رہے (اور صدور سے نکال دے) بلکہ علماء کو اٹھالیا جائیگا یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہیگا تو لوگ اپنے مسائل (و معاملات) جاہل سرداروں سے طے کرائیں گے، لوگ (ان جاہل سرداروں) سے مسائل دریافت کریں گے، اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دینگے، سو وہ خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے

اس حدیث سے وجہ استدلال اس حدیث کا آخری جملہ (فافتوا بغير علم) ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

(۲) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من افتی بغير علم کان التمه علی من الفتا۔ رواہ ابو داود۔ مکتوفہ فصل ۲-۳۷

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی کو بغیر علم کے فتویٰ دیا تو اس کا گناہ غلط فتویٰ دینے والے پر ہے۔

اس حدیث سے وجہ استدلال بالکل واضح ہے کہ جو فتویٰ دینے کا اہل نہ ہو اور فتویٰ دیا، گنہگار ہے

﴿حضرت جابر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے﴾

(۳) عن جابر رضی وابن عباس رضی اللہ عنہما (الی قولہما) قال رسول اللہ ﷺ

قتلوه قتلہم اللہ . الی اخرہ الحدیث

(ایک شخص جسے غلط فتویٰ دیا گیا تھا) انتقال کر گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کو (غلط فتویٰ دینے والوں) نے قتل کیا، اللہ تعالیٰ انہیں قتل کرے۔

﴿استدلال کی وجہ اس حدیث شریف سے قتلۃ کا جملہ ہے﴾

(۱) عن عمرو بن العاص وابی ہریرۃ رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ اِذَا حُكِمَ الْحَاكِمُ

خلاصہ: یہ حدیث مبارک احادیث کے باب میں مفصل گزر چکی ہے علامہ نووی نے اس

حدیث شریف کی تشریح میں، نا اہل حاکم کے بارے میں فرمایا کہ (لَا يَحِلُّ لَهُ الْحُكْمُ)

یعنی نا اہل حاکم کے لئے کسی کو حکم دینا جائز نہیں، اور یہ بھی فرمایا کہ (لَا يَنْفَعُ حُكْمَهُ) نا اہل

حاکم کا حکم نافذ نہیں ہوتا۔

نیز نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔

فهو عاص في جميع احكامه وهي مردودة ولا يعذر في شيء من ذلك .

وہ نا اہل حاکم اپنے تمام صادر کردہ احکام میں گنہگار ہے، اور اسکے تمام کے تمام نافذ کردہ احکام

مردود ہیں، اور اس نا اہل حاکم کو ان احکام میں ذرہ بھر بھی معذور نہ سمجھا جائے گا،

حدیث پنجم

حضرت شعبی۔ عدی بن حاتم سے روایت کرتے ہیں (جب یہ آیت نازل ہوئی)

(كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَسْوَدُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدُ مِنَ الْفَجْرِ)

سورة بقرہ آیت (۱۸۷)

ترجمہ کھاؤ اور پیو، یہاں تک کہ تمہارے واسطے ظاہر ہو جائے، سفیدی کا ڈورا، سیاہی کے ڈورے سے، پو پھٹ کر، پھر رات آنے تک روزے پورے کرو،

(۵) عن عدی بن عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ اخذ عقلا ابیض و عقلا اسود حتی کان بعض اللیل نظر فلم یستبینا له فلما أصبح قال لرسول اللہ ﷺ جعلت تحت و سادتی خیطا ابیض و خیطا اسود قال رسول اللہ ﷺ ان و سادتک لعریض انکان الخیط الابیض و الخیط الاسود تحت و سادتک۔ (مجموعہ البخاری جلد ۲۔ کتاب النحر۔ ۶۳۷ نمبر الشیخ برقا ۴۲۔)

تو حضرت عدی نے دو ڈورے لئے، ایک سفید اور ایک کالا، دونوں ڈوروں کو لیکر اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لئے، (رات کا کچھ حصہ گزرا) تو حضرت عدیؓ نے دونوں ڈوروں کو دیکھا (مگر رات کے اندھیرے میں ڈورے نظر نہ آئے) جناب عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب صبح ہوئی تو میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور رات کا واقعہ بیان کیا تو ترجمہ للعالمین ﷺ نے (بطور خوش طبعی) فرمایا (اے عدی) اگر کالا اور سفید ڈورا، تیرے تئیں کے نیچے ہوں پھر تو تیرا تکیہ بہت لمبا چوڑا ہوگا (پھر فرمایا) اس طرح نہیں بلکہ کالے ڈورے سے مراد رات کی تاریکی اور سفید ڈورے سے مراد وہ روشنی ہے (جو فجر صادق کے طلوع ہوتے وقت آسمان کے کناروں پر نظر آتی ہے) اس سے سیاہ و سفید ڈورے مراد نہیں۔

اس حدیث شریف سے وجہ استدلال یہ ہے۔ کہ عدی بن حاتم اگرچہ عربی ہیں نیز مادری زبان بھی عربی ہے، نیز آپ کو صاحب قرآن جناب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا شرف بھی حاصل تھا، پھر بھی آپ مجتہد نہ تھے، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے انہیں نہایت لطیف اشارے کے ذریعے مسائل دینیہ کے استخراج سے منع فرمایا، اور انکے اجتہاد کو روکا، تاکہ وہ سمجھ جائیں (کہ میں صحابی رسول ﷺ ضرور ہوں مگر مجتہد نہیں ہوں) دیکھئے مجتہد و غیر مجتہد میں کتنا فرق ہے علماء کرام نے فرمایا ہے۔

کہ غیر مجتہد کا اجتہاد کرنا ممنوع ہے، اور وہ (شخص جو مجتہد نہ ہو اور اجتہاد کرے) کو واجب التعزیر ہے ﴿در الاصل ملاحظہ فرمائیں﴾

(۱) قال الامام العلامة الغدیری التمر تاشی و غزدر کل مرتکب منکرا ۱۰۱۔ در مختار

امام ترمذی فرماتے ہیں، کہ ہر گنہگار واجب التعزیر ہے (تعزیراً۔ سزا دینا)

﴿حضرت علامہ ابن عابدین ایمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

(۲) قال العلامة ابن العابدین وذكر في البحران الحاصل وجوبه باجماع الامة لكل مرتكب معصية شاسي ج ۳ التعزیر ۱۸۴۔

نیز بحر الرائق میں بھی مذکور ہے کہ ہر مرتکب گناہ بالاجتماع واجب التعزیر ہے۔
 سو معلوم ہوا کہ غیر مجتہد کا اجتہاد کرنا گناہ ہے اور گناہ کا واجب تعزیر ہوتا ہے۔ سو وہ (مخلص جو
 اجتہاد کا اہل نہ ہو اور اجتہاد کر بیٹھے تو وہ) واجب تعزیر ہے۔

﴿قابل اجتہاد کو اجتہاد کا حکم و نا اہل کو اجتہاد سے منع کرنے کی دلیل﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ ۚ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ ۲ اے مجتہدین اجتہاد کرو

آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے (جو اجتہاد کے لائق و اہل ہوں) کو اجتہاد کرنے کا حکم فرمایا
 (نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لائق و اہل اجتہاد نہ ہو کو اجتہاد کرنے سے منع فرمایا گیا) اسی آیت
 مبارکہ کی بناء پر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شاگردوں (امام ابو یوسف
 و امام محمد رحمۃ اللہ علیہما) کو اجتہاد کرنے کا اختیار دیا (کہ وہ اس قابل تھے)

﴿شیخ علاء الدین صفی در مختار میں لکھتے ہیں﴾

(۳) یوقیل الحکمة فی مخالفة تلامذته له انه رای صیا یلعب فی الطین فحذرہ الامام
 من السقوط فاجابه بان احدلوانت من السقوط فان فی سقوط العالم سقوط العالم فحينئذ
 قال لاصحابه ان توجه لکم دلیل فقولوا به فکان کل یأخذ بروایة عنه ویرجحها

بعض مسائل میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں کا اختلاف حکمت سے
 خالی نہیں، ایک مرتبہ امام اعظم نے ایک بچے کو کچڑ میں کھیلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اے فرزند
 ہوشیار رہنا کہیں پھسل کر گر نہ جاؤ، بچے نے عرض کیا حضور آپ کرنے سے بھیجیں کیونکہ عالم کا
 گرنا پورے عالم کا گرنے کا ہے۔ اس وقت سیدنا امام اعظم نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ جب
 تمہارے پاس کوئی دلیل آجائے تب اس (دلیل کے مطابق) حکم دینا، اس کے بعد امام
 اعظم کے تلامذہ آپ کے اقوال لیتے اور انکو ترجیح دیتے۔

﴿علامہ شامی لکھتے ہیں﴾

کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

(اذا صح الحدیث فهو مذہبی) (ترجمہ۔ حدیث صحیح ہی میرا مذہب ہے) علامہ شامی فرماتے ہیں، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول مخصوص ہے مجتہد کیساتھ، آگے لکھتے ہیں۔

ولا یحقی ان ذلک لمن کان اهلاً للنظر فی النصوص ومحکمها من منسوخها
اور کسی جلد (۱) قبل رسد المفسر ۳۶

اور یہ بات اظہر من الشمس ہے، کہ امام اعظم کا مذکورہ قول ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو صاحب بصیرت ہوں نیز وہ محکم نصوص کو جانتے ہوں (نص قرآن و نص حدیث)
(۱) عبارات النص (۲) اشارات النص (۳) دلالت النص (۴) اور اقتضاء النص، کو جانتے ہوں

نیز وہ محکم نصوص کو منسوخ نصوص سے ممتاز کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

علامہ شامی لکھتے ہیں اسی وجہ سے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ (لا یحل لاحد ان یفتی بقولنا حتی یعلم من ابن قلنا) کسی کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ ہمارے قول سے فتویٰ دے جب تک اسے یہ معلوم نہ ہو کہ میں نے یہ مسئلہ (قرآن کریم کی کس آیت یا کس حدیث سے لیا ہے، یعنی جب تک کسی کو ہمارے قول کے مآخذ کا علم نہ ہو اس وقت تک ہمارے قول پر فتویٰ نہ دے)

علامہ شامی آگے لکھتے ہیں،

کہ امام صاحب کا یہ قول صرف مفتی مجتہد کیساتھ خاص ہے، نہ کہ مقلد محض کیساتھ۔
شامی کی عبارت یہ ہے۔

ولا شک انه خاص بالمفتی المجتہد دون المقلد المحض.

اس میں شک نہیں کہ (امام صاحب کا یہ قول) مفتی مجتہد کے ساتھ خاص ہے۔ نہ مقلد محض کے ساتھ (کیونکہ مقلد محض، تو اپنے امام کی تقلید ہی کریگا) اس میں الشامی رسالہ شرح عقود رم المفتی جلد ۱۔ ۳۹

﴿امام غزالی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

فما من ليس له رتبة الاجتهاد (وهو الحكم كل اهل العصر) يفتي بمذبه فلو ظهر له ضعف مذبه لم يجز له ان يتركه وما يشكل من الاية او الحديث يلزمه ان يقول لعل عند صاحب مذبهى جوابا عن هذا فاني لست مستقلا بالاجتهاد في اصل الشرع۔
احیاء العلوم کتاب العلم مناظرہ ۲۸۔ بمعناہ حامیہ ۳۳۸۔ وجواہر القوائد ۵۰۔ وجموعہ رسائل الشامی وقف ۲۳۔ وقاضی خان رحمہ مفتی ۲۔

یہ حکم ہر زمانے والوں کے لئے ہے، کہ جس شخص کو درجہ اجتہاد حاصل نہ ہو، وہ اپنے مذہب کے مطابق فتویٰ دے، اور اگر اپنے مسلک و مذہب کا کسی مسئلہ میں ضعف ظاہر ہو جائے تب بھی اسے اپنا مذہب چھوڑنا جائز نہیں، نیز اگر کسی آیت یا حدیث کے سمجھنے میں مشکلات پیش آئیں تو اس کے لئے یہ کہنا لازم ہے کہ میں جس امام کا مقلد ہوں (وہ اسے خوب جانتے اور سمجھتے ہیں، لہذا میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اسے میرے امام نے اپنے مذہب کے دلائل میں اختیار کیا ہے) اور میرے امام کے پاس اس کا جواب موجود ہے۔ کیونکہ میں اصول شریعت میں اجتہاد کے قابل نہیں ہوں۔

میں (مفتی شائستہ گل) نے قرآن کریم، احادیث اور تصریحات علماء کرام سے ثابت کیا کہ تقلید شخصی صرف جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے، خصوصاً اس پُر فتن دور میں تو واجب ہے۔ سو جو شخص تقلید کا منکر ہے وہ قرآن و حدیث کا منکر اور گمراہ ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

﴿پانچویں بحث اہل سنت و جماعت کی اتباع کرنے کا ثبوت﴾

سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

واما الفرقۃ الناجیۃ فہی اہل السنۃ والجماعۃ۔ (حدیث الطائیں ص ۵۰)
کہ فرقہ ناجیہ صرف اہلسنت و جماعت ہے۔

(۲) وتسمیٰ هذه الفرقۃ الناجیۃ الخ۔ (حدیث الطائیں جلد اول ص ۵۱)

سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اس فرقہ (اہل سنت و جماعت) کو فرقہ ناجیہ کہتے ہیں۔

﴿غوث الثقلین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے مقام پر فرماتے ہیں﴾

(۳) فعلى المؤمن اتباع السنۃ والجماعۃ والسنت ما سنۃ رسول اللہ ﷺ والجماعۃ ما اتفق علیہ اصحاب رسول اللہ ﷺ فی خلافات الائمة الاربعۃ الخلافۃ الراشدین المہدیین، غیۃ الطائیں جلد اول عقائد اہل السنۃ والجماعۃ۔ ص ۵۵

مسلمانوں پر اہلسنت و جماعت کی پیروی اتباع کرنا لازمی ہے (سیدنا غوث اعظم اہل سنت کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں کہ اہلسنت کو اہل سنت و جماعت اس لئے کہتے ہیں، کہ یہ اللہ جل جلالہ کے رسول ﷺ کی سنتوں اور صحابہ کرام کے تعامل پر عمل کرتے ہیں) سنت وہ ہے جو کام حضور ﷺ نے کیا ہو (ماواظب علیہ النبی ﷺ) و تو رکھ کر (امور میں) تعلیق مترجم اور جماعت سے مراد وہ عمل ہے جس پر خلفاء راشدین کے ہدایت یافتہ دور میں صحابہ کرام کا اتباع ہوا ہو۔

﴿عارف باللہ تعالیٰ شیخ احمد اسحاقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ﴾

آیت مبارکہ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا فَمَا كَانَ لَهُمْ عَائِدَةٌ وَهُمْ فِي النّارِ (تحت لکھتے ہیں۔

(۴) الواحدۃ ناجیۃ والباقرۃ فی النار۔ صغریٰ جلد ۱ آل عمران پارہ ۴ ص ۵۱

ایک ہی فرقہ ناجیہ (نجات پانے والی) ہے، باقی سب داخل جہنم ہونگے۔

حضرت شیخ احمد اسحاقی ولو شاء ربک لجعل الناس امة واحدة کے تحت لکھتے ہیں۔

(۵) النّاس وسبعون فی النار وواحدۃ فی الجنۃ والمراد بالفرقۃ الواحدۃ اہل

السنۃ والجماعۃ۔ صغریٰ جلد ۲ حوالہ کتب ۱۰۶/۱ پارہ ۱ ص ۲۳۲

حضور پور ﷺ نے فرمایا ہے، بہتر ۷۲ فرقے جہنم میں ہونگے، اور ایک فرقہ جنتی ہوگا۔
علامہ فرماتے ہیں، اس جنتی فرقہ سے مراد اہل سنت والجماعت ہے۔

حضرت شیخ احمد السامیؒ - اِنَّ الدِّينَ فَرَقُوْا دِيْنَهُمْ - کے تحت لکھتے ہیں۔

(۶) کسان وسبعون فی النار وواحدة فی الجنة وهی الجماعة۔

حضور پور ﷺ نے فرمایا ہے۔ کہ بہتر ۷۲ فرقے جہنم میں ہونگے، اور ایک فرقہ جنتی ہوگا،

اور وہ اہل سنت وجماعت ہیں (یعنی مذاہب اربعہ کے پیروکار نہ کہ وہابی)۔ سامی ج ۲ ص ۵۹

۵۹ سالہ ۲۰۱۷ء۔

﴿طریقہ محمدیہ کے مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

(۷) الفصل الاول فی تصحيح الاعتقاد وتطبيق المذاهب اهل السنة والجماعة۔

کہ یہ پہلی فصل تصحیح اعتقادات اور انکا منطبق ہونا اور اہل سنت وجماعت کے مذاہب

(اربعہ) کی تطبیق میں۔ الطريقة المحمدية۔ ج ۱ ص ۹۱۔

سیدنا غوث الثقلین محبوب سبحانی سیدنا عبدالقادر ایمیائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرقہ تاجیہ کی

توضیح فرماتے ہیں۔

(۸) اما الفرقة الناجية فهي اهل السنة والجماعة وتسمى هذه الفرقة ناجية۔

فرقہ تاجیہ، اہل سنت وجماعت ہے، اور ای فرقہ (اہل سنت وجماعت) کو فرقہ تاجیہ کہتے ہیں

لغة الطائفة۔ ج ۱ ص ۱۰۱۔

﴿حضرت علامہ ٹکطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں﴾

(۹) قال العلامة الطحطاوى على الدر المختار فعليكم بامعشر المؤمنين اتباع

الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرة الله تعالى وحفظه وتوفيقه

في موافقهم وخذلانه وسخطه ومقطه في مخالفتهم وهذه الطائفة الناجية قد

اجتمعت اليوم في المذاهب الاربعة وهم المالكيون والحنفيون والشافعيون

والحنسليون ومن كان خارجا من هذه المذاهب الاربعة في ذلك الزمان فهو من

اهل البدعة والنار۔ ج ۱ ص ۱۰۱۔

اے مسلمانوں تم پر اہل سنت وجماعت کی اتباع واجب ہے (کیونکہ) یہی فرقہ تاجیہ ہے

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور مصیبتوں سے نجات تب ہی حاصل ہوگی، جب مسلمان

ان چار اماموں کی اتباع کرے گا، اور جو شخص انکی مخالفت کریگا، سو اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس پر سخت ناراض ہوگا، نیز اس پر اپنا قہر و غضب نازل فرماتا ہے، اور (مخالفت کرنے والے کیلئے) ذلت اور سوائی ہے، اور فرقہ ناجیہ بلاشبہ تمام کے تمام مذاہب اربعہ (چاروں مذاہب) پر جمع ہو چکے ہیں، وہ چار مذاہب یہ ہیں

(۱) مالکی (۲) حنفی (۳) شافعی (۴) حنبلی۔

علامہ طحاوی لکھتے ہیں، جو مذاہب اربعۃ سے خارج ہو وہ بدعتی (وہابی) اور جہمی ہے

﴿ نیز صاحب فتح المبین رقم طراز ہیں ﴾

(۱۰) فلذلک ترى ان الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة في المذاهب الاربعة قد اجتمعت لان الشريعة من غير هذه المذاهب في الدنيا ما وجدت واطاعة احكام الشريعة للناس قد فرضت فان لم يحاسب هذه المذاهب الاربعة للشريعة معتبرة فالشريعة في الدنيا عدمت۔ الفتح المبين۔ فی کشف مکائد غیر المقلدین۔ ۵۰۵

علامہ لکھتے ہیں، اسی وجہ سے تمام مسلمان انہی مذاہب (اربہ) کو اختیار کئے ہوئے ہیں (کیونکہ اہل سنت و جماعت ہی نجات والی جماعت ہے) شریعت مطہرہ ان مذاہب اربعہ کے علاوہ پائی ہی نہیں جاتی۔ (مسلمان یا تو حنفی ہیں یا مالکی یا شافعی یا حنبلی) چونکہ شریعت اسلامیہ کی اطاعت مسلمانوں پر فرض ہے (اطاعت کے لئے ضروری تھا کہ ایسے مجتہدین کو تلاش کیا جائے جنہوں نے اجتہاد کر کے شریعت کی راہیں متعین کی ہوں جن مجتہدین نے اجتہاد کر کے شریعت کی راہیں متعین کیں ہیں وہ مجتہدین چار ہی ہیں، امام ابوحنیفہ امام مالک امام شافعی امام احمد بن حنبل۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین) اگر مذاہب اربعہ (حنفی شافعی مالکی حنبلی) کو اخذ شریعت میں معتبر نہ مانا جائے تو دنیا سے شریعت مطہرہ معدوم ہو جائے گی۔

میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں، کہ قرآن کریم کی آیتوں اور احادیث کے دلائل، اور امت مصطفوی (ﷺ) کے اجماع سے یہ بات ثابت ہوگی۔ کہ مذاہب اربعہ حق ہیں، یہ تصور، کہ مذاہب اربعہ حق نہیں (العیاذ باللہ) قرآن و حدیث و اجماع امت کے دلائل سے یہ تصور باطل ہے، لہذا یہ کہ دنیا سے شریعت معدوم ہو، باطل ہے (یعنی ہوئی نہیں سکتا کہ شریعت معدوم ہو جائے)

(دوا بیان مفتی اعظم سرحد رحمت اللہ علیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ مترجم)

کہ نمبر ایک شریعت اور (۲) شریعت کا موجود ہونا۔ آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔
لہذا مذاہب اربعہ کے باطل ہونے کا تصور ایک (لازم) ہے اور یہ لازم باطل ہے، تو اسکا
ملزوم (شریعت کا معدوم ہونا) بھی باطل ہے، لازم (شریعت) ثابت، تو اسکا (ملزوم) شریعت کا
موجود ہونا بھی ثابت۔

(دادا جان مفتی اعظم سرحد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مترجم)

نتیجہ یہ نکلا، کہ شریعت محمدیہ، علی صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام، یہی چاروں مذاہب ہی ہیں
(ان چار مذاہب کے علاوہ تمام مذاہب باطل ہیں) خصوصاً وہابیوں کا مذہب باطل ہے۔

﴿اہل سنت و جماعت کی اتباع واجب ہے﴾

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں

(۱۱) عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ مستفروق

امتی علی ثلاث وسبعین فرقة کلہم فی النار الا وحدة قالوا من ہی یا رسول اللہ ﷺ

قال ما انا علیہ واصحابی۔ رواہ الترمذی فی مختصرہ۔ الاقسام فصل دوم ص ۳۰۔ شرح عقائد اہل سنت جلد ۱ ص ۹۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ سب کے سب فرقہ
جہنم میں داخل ہونگے سوائے ایک کے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے
عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ ایک فرقہ (ناجیہ) کونسا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ (لوگ)
جو میرے اور میرے صحابہ کے عقیدہ و عمل پر ہیں۔

میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں۔ کہ حدیث مذکورہ بالا سے یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ
فرقہ ناجیہ کی نجات کا سبب۔ انکا عقیدہ و عمل ہے۔ الحمد للہ۔ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت
ہی ہے۔ جو رسول اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے عقیدہ کے مطابق عقیدہ رکھتے ہیں اور
عمل کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

سیدنا وسندنا قطب ربانی محبوب سبحانی سیدنا عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کی
تصریح فرمائی جو گزشتہ اوراق میں آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے۔

سیدنا امام احمد اور ابو داؤد، حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

(۱۲) وفي احمد و ابی داؤد. وعن معاوية ثنتان وسبعون في النار و واحدة في الجنة

وهي الجماعة۔ اور مختصرہ۔ الاقسام فصل دوم ص ۳۰۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: بہتر فرقے جہنمی ہیں اور ایک جنتی وہ ایک فرقہ (ناجیہ جو جنتی ہے) (المست) و جماعت ہے۔

سوال۔ یہاں تو صرف لفظ جماعت کا ذکر ہے پھر اس سے اہل سنت و جماعت کیسے مراد لیا گیا۔
جواب۔ چونکہ جماعت کا لفظ متعدد احادیث میں اہل سنت و جماعت کیلئے آیا ہے اور کسی فرقے کے لئے جماعت کا لفظ استعمال نہیں ہوا اس لئے جماعت کے لفظ سے اہل سنت و جماعت کو متعین کرنا بالکل درست ہے۔ دیکھئے علماء کرام اس لفظ کی مزید تصریح فرماتے ہیں۔

﴿مفسر قرآن علامہ شیخ احمد الصاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں﴾
(۱۲) (وستفرقون ثلاثا وسبعون فرقة ثنتان وسبعون فی النار وواحدة فی الجنة والمواد بالفرقة الواحدة اهل السنة والجماعة)۔ سنوی جلد ۱۲، رد المحتار ۱۱/۱۵ ص ۲۳۱
(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) عنقریب تم تہتر فرقوں میں بٹ جاؤ گے، بہتر داخل جہنم ہو گئے مگر ایک فرقہ جنتی ہوگا، اس (ایک فرقہ جو جنتی ہوگا) سے اہل سنت و جماعت مراد ہے

_____ میں (مفتی شاستہ گل) کہتا ہوں۔ کہ حدیث و عبارت مذکورہ بالا سے یہ امر متعین ہو گیا کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہی ہے۔ اور وہ مذاہب اربعہ پر مشتمل ہے

یہی شیخ احمد الصاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر صاوی جلد ۳۔ پارہ ۷۔ سورۃ انبیاء رکوع 6/6 ص 79
آیت۔ وَتَقَطَّعُوا مِنْهُمْ بَيْنَهُمْ کے تحت لکھتے ہیں

(۱۴) وهذه الامة افتقرت ثلاثا وسبعين فرقة اثنان وسبعون فی النار وواحدة ناجية كما فی الحديث۔ صاوی۔

(حضور پر نور ﷺ نے فرمایا) یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائیگی، بہتر فرقے جہنمی ہیں اور ایک فرقہ نجات والا ہے۔ اسی تفسیر صاوی جلد ۳۔ پارہ ۴۔ سورۃ آل عمران رکوع ۱۱/۲۔ 171

آیت۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا کے تحت لکھتے ہیں۔

(۱۵) (واخبر النبی ﷺ ان هذه الامة ستفرق ثلاثا وسبعين فرقة واحدة ناجية والباقيون فی النار)۔ صاوی

غیب کے جاننے والے ﷺ نے خبر دی ہے کہ عنقریب یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائیگی

ایک فرقہ ان میں سے نجات والا (جنتی) ہے باقی تمام کے تہام جہنمی ہیں۔

علامہ صاوی اسی صفحہ پر فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی بقاء پر قرآن کریم کی آیت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(۱۶) لَا تَسْقُطُ الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ مَا دَامَ الْقُرْآنُ مَوْجُودًا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: اللَّهُ لَزُلْزَلِ أَحْسَنَ الْخَبَرِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِي وَنَفْسُهُ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ

پارہ 23 سورہ زمر آیت (23)

فلو لان اهل القرآن الذين يتدبرونه موجودون ما بقى القرآن

جب تک اللہ کا قرآن باقی ہے، فرقہ ناجیہ (اہل سنت و جماعت بھی) باقی رہے گی (وجود بقاء کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے) اللہ نے اپنی سب سے اچھی کتاب، کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے، وہ ہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں انکے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر انکی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف رغبت میں یہ اللہ کی ہدایت ہے (اللہ) راہ دکھائے اُسے جسے چاہے اور اللہ جسے چاہے گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھائے والا نہیں۔ الآیۃ۔

علامہ فرماتے ہیں فرقہ ناجیہ (اہلسنت و جماعت) جو قرآن کریم (کے معانی و اسرار سے واقف ہیں اور قرآن کریم کی آیات محکمات، متشابہات، مانع و منسوخ میں) غور و فکر کرتے ہیں اگر یہ فرقہ ناجیہ نہ ہوتی تو قرآن کریم بھی (اس دنیا) میں باقی نہ رہتا۔

برادران اسلام اس عالم دنیا میں قرآن کریم کا موجود ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ فرقہ ناجیہ اہلسنت و جماعت موجود ہے اور اہلسنت ہی اہل قرآن ہیں کیونکہ یہی وہ جماعت ہے جو قرآن میں تدبر کرتے ہیں۔

﴿سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے﴾

(۱۷) عن ثوبان رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله ﷺ لا يزال طائفة من امتي ظاهرين

على الحق لا يضرهم من خذلهم الله تعالى حتى ياتي امر الله وهم كذا لك

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا اور جنہیں اللہ نے ذلیل و گمراہ کیا ہے وہ اس گروہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ اللہ کا امر (قیامت)

آجائے اور وہ گروہ اسی طرح باقی رہے گا۔ مسلم جلد ۲ ص ۱۳۳

﴿پچھٹی بحث وہابیوں کے اقوال کا کوئی اعتبار نہیں﴾

اغوند شیخ ص ۹۲ پر لکھتے ہیں۔

(۱) ابن تیمیہ من المجسمۃ ومن قال بانہ تعالیٰ جسم فهو فی غایۃ الجهالة و السفاهة فلم یعتقد بقول امثاله فکیف یکون قوله مقویا بکلام شخص. اغوند شیخ جلد ۱ ص ۹۲

ابن تیمیہ (ریس وہابیہ) اس فرقہ ضالہ میں سے ہے جو فرقہ اللہ جل جلالہ کے لئے جسم کا قائل ہے، سو یہ عقیدہ رکھنا انتہائی درجہ کی جہالت و گمراہی ہے (ایسا عقیدہ کفر ہے) لہذا ایسے لوگوں کے اقوال کا کوئی اعتبار نہیں پھر جب ان کا قول ہی ضعیف قابل اعتبار نہ ہوگا تو دوسروں کیلئے کس طرح موجب قوت و وجہ استدلال ہوگا۔

﴿دوسری دلیل وہابیوں کے اقوال معتبر نہیں﴾

﴿علامہ سبکی بن شرف الدین النووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں﴾

(۲) ولا اعتداد بقول النظام ومن وافقه من الخوارج و اهل البدع لانه یجوز کون الامام من غیر قریش۔ نووی المسلم جلد ۲ امارۃ ص ۱۱۹

کہ نظام، معتزلی، خوارج، اور اہل بدعت نے یہ کہا ہے کہ غیر قریشی کو بھی خلیفہ بنانا جائز ہے (نظام) کا یہ قول باطل ہے اور اجماع مسلمین کے خلاف ہے۔ جبکہ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا ہے

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سمرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ یکون من بعدی اثنا عشر امیرا ثم تکلم بشئ لم افهمه فسالت الذی یلینی فقال قال کلہم من قریش هذا حدیث حسن۔ جامع الترمذی۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد بارہ امیر ہوں گے، پھر آپ ﷺ نے کچھ فرمایا۔ اس کو میں سمجھ نہ سکا، میں نے اپنے قریب والے شخص سے پوچھا، اس نے کہا، آپ ﷺ نے فرمایا، وہ سب قریش سے ہوں گے، یہ حدیث حسن و صحیح ہے۔

﴿اس ضمن میں اور بھی بہت ساری احادیث موجود ہیں، میں صرف اسی پر اکتفا کرتا ہوں﴾
خلیفہ، یا امام کا قریشی ہونا مشہور احادیث اور اجماع قطعی۔ جو تمام صحابہ کرام (کا منصوص ہے)

سے ثابت ہے، مگر نظام معتزلی بدعتی (وہابی) نے انکار کیا ہے، اس بنا پر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، کہ اس بدعتی (وہابی) کے قول کا کوئی اعتبار نہیں معلوم ہوا، کہ وہابیوں کے اقوال معتبر نہیں ہیں۔

﴿تیسری دلیل وہابیوں کے اقوال معتبر نہیں﴾

(۳) لا عبرة لكلام ابن حزم لكونه من اهل الظاهر لا من اهل السنة والجماعة بدليل انه انكر القياس في كتابه المحلى وصرح النووي في فصول مقدمة شرح المسلم انه ظاهري وفي تعليقات البخاري. ولم يصب ابن الظاهري رحمه الله تعالى.

☆۔ ابن حزم، کا کلام معتبر نہیں، کیونکہ وہ اہل ظاہر (گمراہ) فرقہ سے ہے، اور اہل سنت و جماعت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس نے اپنی کتاب (محلی) میں قیاس سے انکار کیا ہے علامہ نووی نے مسلم کی شرح (فصول مقدمہ) میں فرمایا ہے، کہ ابن حزم ظاہری ہے اور تعلیقات بخاری میں ہے کہ ابن حزم حق پر نہیں۔

﴿چوتھی دلیل وہابیوں کے اقوال معتبر نہیں﴾

(۴) ولا يعتبر قول ابن تيمية بقدم العرش. ۵۱۔ حاشیہ النبر اس۔ ۱۷۹ لے لے کہ اس کا عقیدہ تھا کہ عرش قدیم ہے ابن تیمیہ (وہابی) کا قول معتبر نہیں۔ (اس

﴿پانچویں دلیل وہابیوں کے اقوال معتبر نہیں﴾

حضرت امام اہل سنت سیدنا اشعری وقاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا فرماتے ہیں، کہ ابن تیمیہ (خذله اللہ تعالیٰ) کا قول (قطعاً) معتبر نہیں، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے جسم کا قائل تھا (العیاذ باللہ تعالیٰ) حالانکہ اللہ تبارک و تعالیٰ جسم جسمانیت سے پاک و منزہ و میرہ ہے ان دونوں بزرگ علماء اہل سنت علیہما الرحمة نے فرمایا۔

(۵) قال الاشعري والقاضي من اعتقدان الله جسم فليس بعارف وهو كافر۔

نیم الریاض جلد ۱۔ ۱۳۶۔ ۵۱۹۔ ۱۳۶

جس کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کیلئے جسم ہے (العیاذ باللہ)

سو وہ بڑا جاہل ہے، اور کافر ہے

﴿چھٹی دلیل وہابیوں کے اقوال معتبر نہیں﴾

سنیوں پر واجب ہے کہ وہ وہابیوں کی باتیں ہرگز نہ مانیں، کیونکہ یہ گمراہوں کا ٹولہ ہے

(۶) ومن كان من الفريق الثاني (ای الوهابية) وجب اللقاء القواله ظهريا. لانه لعصيانه

وعدم امتثاله الاوامر. واجتنابه النواهي. ضلوا واضلوا. لا تحموا القوم من دس الامم ولا من دس

(۱) یہ لوگ اوامر پر عمل نہیں کرتے (۲) اور وہ باتیں، اور اعمال (کام) کرتے ہیں، جن سے شریعت مطہرہ نے منع فرمایا ہے۔

(۳) یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرتے ہیں۔

(۴) یہ لوگ (وہابیہ) گمراہ ہیں، اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے ہیں

قاضی عیاضؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”شفاء“ میں لکھا ہے کہ ظاہریہ گمراہوں کا ٹولہ ہے یہ داؤد ظاہری گمراہ کے عقیدہ و مذہب پر ہیں

﴿ساتویں دلیل وہابیوں کے اقوال معتبر نہیں﴾

(۷) (واشار بعض الظاهرية) و هم قوم على مذهب داؤد الظاهري الذي يرى الاخذ بظاهر

الحديث والنصوص من غير تاويل (و هو محمد علي بن احمد الفارسي) المعروف بابن

حزم الظاهري (الى الخلاف في تكفير المستخف به ﷺ) هو قول مردود عليه (المعروف

ما قدمناه) من تكفيره وفيه اشارة الى عدم الاعتداد باقوال الظاهرية النافين. وفيه خلاف

هل يجوز العمل بقولهم ام لا. والصحيح عدم الجواز۔ قاض عیاضؒ۔ جیم الریاض۔ جلد ۳۔ ص ۳۴۳

ان گمراہوں کا کہنا ہے، کہ جو شخص سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرے تو کافر

نہیں (نحوہ باللہ) حالانکہ اصح قول یہ ہے، کہ جو شخص رسول کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کا

مرکب ہوا، وہ بالاتفاق کافر ہے، ظاہریہ کی اس بدعقیدگی کی وجہ سے اسکے اقوال کا کوئی اعتبار نہیں

﴿حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ﴾

فرقہ ظاہریہ کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ فرقہ ظاہریہ داؤد ظاہری کے مذہب پر ہیں

اور داؤد ظاہری وہ (گمراہ) شخص ہے جو آیات و احادیث کے ظاہر پر عمل کرتا رہا، اور اس کا عقیدہ

تھا کہ قرآن و حدیث کے ظاہر پر عمل کرنا چاہئے، جن الفاظ کے معانی میں تاویل کی ضرورت

ہے (یہ کہتا ہے) وہاں تاویل نہ کی جائے نیز ان (کے اقوال میں) اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرے وہ کافر نہیں ہو جو شخص ایسے شخص کے کافر ہونے کی نفی کرے وہ بھی ان ہی میں سے ہے اور فرقہ ظاہریہ میں شامل ہے سو وہ شخص جو نبی کریم ﷺ کی گستاخ کی تکفیر کا قائل نہ ہو، ایسے شخص کے اقوال و اعمال کا کوئی اعتبار نہیں (یعنی اسکے اقوال عند الناس معتبر نہیں قابل التفات نہیں اور اسکے اعمال عند اللہ قبول نہیں) (جب اسکے اعمال، جیسے نماز وغیرہ عند اللہ قبول نہیں تو ہماری نمازیں انکی اقتداء میں کیسے جائز ہوں گی) بعض علماء کرام نے سوال کیا کہ آیا انکے اقوال (تدریس و تقریر و عطا و نصیحت) پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ علامہؒ لکھتے ہیں، صحیح (قول) یہ ہے کہ انکے اقوال پر عمل کرنا جائز نہیں۔

﴿آنحویں دلیل وہابیوں کے اقوال معتبر نہیں﴾

حضرت علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ (وہابی) کی خطاؤں کا ذکر کرنے کے بعد اسکے حالات بیان کرتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔
(۸) انالانعتقد فیہ عصمة بل انانخالقہ فی مسائل اصلية و فرعية وقال الذہبی فی التاریخ فہو بشر له ذنوب و خطایا۔ وقال النہای زیادة علیہ فی کتابہ ص ۲۳۸۔

ہم ابن تیمیہ (وہابی) کو معصوم نہیں سمجھتے، بلکہ ہم اصولی مسائل میں ابن تیمیہ کی مخالفت کرتے ہیں (جیسے ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ رات کے وقت حالت جنابت میں نماز پڑھنا جائز ہے) (نور الدین) فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۰۰۔ وفائد جامع۔ شاہ عبدالمعز محدث دہلوی ۲۳۸۔

حالانکہ قصد ارادتاً بغیر طہارت کے نماز پڑھنا کفر ہے) ہم فروعی مسائل میں بھی ابن تیمیہ کی مخالفت کرتے ہیں (فروعی مسائل جیسے وسیلہ بذوات فاضلہ، جبکہ ابن تیمیہ انبیاء و اولیاء کیساتھ وسیلہ لینا کفر بتاتا ہے، اور جو مسلمان رسول اکرم ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کا ارادہ کر کے مدینہ منورہ جائے، تو ابن تیمیہ اسے مشرک کہتا ہے، نعوذ باللہ من شرورہم)

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں لکھا ہے، کہ ابن تیمیہ ایسا (مشرک) ہے کہ جو مرتاپا (سر سے پیروں تک) مکمل گناہوں میں اور خطاؤں میں غرق تھا (خصوصاً علامہ یافعی نے تو کمال کر دیا)

علامہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب (عبرۃ الیقظان) میں ابن تیمیہ (وہابی) علیہ ماعلیہ

کے بارے میں) اس سے بھی زیادہ (وہ گستاخیاں جو ابن تیمیہ نے اللہ جل جلالہ اور نبی
محترم ﷺ کے بارے میں کی ہیں) کو بیان کیا ہے، اور انکے بارے میں شدید الفاظ استعمال
فرمائے ہیں

(اللهم احفظنا من شرور الوهابيين الضالين المضلين الدجالين ومن عقاندهم
الفاسدة ومن اعمالهم القبيحة الغير المقبولة بل المردودة. مترجم)



﴿تفسیر وحیر کے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ (وہابی علیہ ماعلیہ) کے بارے میں﴾
اس آیت مبارکہ (ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات) کے تحت لکھا ہے
کہ ابن تیمیہ (وہابی علیہ ماعلیہ نے ایسے عظیم گناہ) کئے ہیں، کہ اگر ابن تیمیہ (وہابی) کو
(سات) مسندوں میں بھی نہ لایا جائے تو وہ (وہابی) پھر بھی پاک نہیں ہوگا، کیونکہ ابن تیمیہ (وہابی
علیہ ماعلیہ نے) اللہ جل جلالہ و جدمجہ کے لئے ہاتھ پاؤں ثابت کرنے کی ناپاک جسارت
کی ہے (نعوذ باللہ) تفسیر وحیر - ۲۵۰

علامہ سبکی نے ابن تیمیہ (علیہ ماعلیہ) کے بارے میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ علیہ مایستحقہ
کا علم اسکی عقل سے زیادہ تھا، جو جس شخص نے ابن تیمیہ حرانی کو اسلام کا شیخ کہا، تو وہ شخص
کافر ہے۔ مستحسن علی البحر ص ۱۱۹۔۔۔

ہمز۔ ابن تیمیہ حرانی (وہابی) کے کچھ عقائد مشہورہ مندرجہ ذیل ہیں

(۱) وکل صلوٰۃ ترکت عمداً فقتلها ایس بلازم جو نماز جان بوجھ کر چھوڑ دی جائے اسکی قضاء نہیں
(۲) ویسہ ہرز للجنب ان یصلی النافلۃ فی اللیل۔ رات کو حالت جب (جسے احتلام ہوا ہو
یا اپنی زوجہ سے ملاقات وصل کیا ہو) ایسی حالت میں (غسل کئے بغیر بھی نوافل پڑھنا)
جائز ہیں۔ العیاذ باللہ۔

(۳) ان الطلاق الحائض لا یقع۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے
تو وہ طلاق واقع نہیں ہوتی (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

(۴) ان الرب تعالیٰ علی مقدار العرش لا اصغر ولا اکبر۔ اللہ تعالیٰ عرش جتنا ہے۔ نہ

اس سے بڑا ہے نہ چھوٹا۔ (نعوذ باللہ)

اللهم احفظنا من اقوال الوهابيين الضالين المضلين . آمین یارب العلمین بجماع سید المرسلین ﷺ
ان تمام عبارات وحوالہ جات سے معلوم ہوا کہ ابن تیمیہ فرقہ مجسمہ وہابی ہے، سوائے
اقوال معتبر نہیں۔ نیز ابن تیمیہ وہابی کو سیدنا امام اعظم ابوضیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی
نہایت درجے کا بغض و عناد تھا۔ بحوالہ عشرہ مبشرہ... مولانا حبیب اللہ۔

محمد بن عبد الوہاب نے بھی اس بات کا اقرار و اظہار کیا ہے۔ اور اپنی کتاب، کتاب التوحید
کے آخر میں لکھا ہے، کہ (و کفانا فی ذالک قدوتنا و امامنا ابن التیمیة) ابن تیمیہ ہمارے
برگزیدہ امام ہیں، سو معلوم ہوا کہ ابن عبد الوہاب بھی پکا خارجی وہابی ہے، کیونکہ ابن تیمیہ
جب اسکا امام مقرر تو یہ مأموم ہوا، لہذا جو حکم امام کا، وہی حکم مأموم کا۔

﴿نویں دلیل وہابیوں کے اقوال معتبر نہیں﴾

(۹) ولا عبرة لمخالفة اهل الهوى ای فی انعقاد الاجماع۔ ۱۵۔ حاشی و مولوی اجماع ۳۵۰
و المنار و نور الانوار۔ کتاب اجماع۔ ۲۲۳۔ وغایۃ الخلق۔

اور خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے والوں (وہابیہ) کے اجماع کا کوئی اعتبار نہیں (کیونکہ
وہ اہل حق کی مخالفت کرتے ہیں)

﴿دسویں دلیل وہابیوں کے اقوال معتبر نہیں﴾

(۱۰) فمن كان ذاهوی ای بدعة (الوهابیة) فراه مذموم عند الله تعالى ورسوله
ولا یعتبر برأیه و انما العبرة للرأی المحمود۔ ۱۵۔ قمر الاقمار اجماع۔ ۲۲۳

سو جو صاحب حوی (وہابی) ہو تو انکی رائے و اجتہاد، اللہ جل جلالہ و اسکے رسول ﷺ کے نزدیک
قابل اعتماد نہیں، کیونکہ اعتبار تو نیک اور اچھی رائے کیسے ہے

﴿گیارویں دلیل وہابیوں کے اقوال معتبر نہیں﴾

علامہ ابن عابدین محمد ابن بن عمر فاوئی شامی جلد ۱ صفحہ ۴۷۳ میں لکھتے ہیں۔

(۱۱) لا اعتداد بقول الروافض لانهم اهل البدعة یبغون اهل الوهم لا یعولون علی

کتاب و لاسنة و ینکرون الاحادیث الصحیحة۔ ۱۵۔ شامی جلد ۱۔ ۴۷۱

روافض کے قول کا، کوئی اعتبار نہیں، اس لئے کہ وہ بدعتی (وہابی) ہیں، خواہشات نفسانیہ کے
تابع ہیں، اور قرآن و حدیث پر اعتماد نہیں کرتے (نیز) احادیث صحیحہ کے منکر ہیں۔

﴿بارویں دلیل وہابیوں کے اقوال معتبر نہیں﴾

علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ شرح عقائد میں لکھتے ہیں

«والمخوارج حوارج عما انعقد عليه الاجماع فلا اعتداد بهم۔ شرح العقائد ص ۸۵»
اور خوارج (وہابیہ) خوارج ہیں۔ کیونکہ انکے خارجی ہونے پر تمام علماء کا اجماع ہو چکا ہے
سو انکے اقوال معتبر نہیں۔

☆۔۔ میں (مفتی شائستہ گل) نے کئی دلائل سے ثابت کیا۔ کہ وہابیہ خوارج ہیں، اور انکے
اقوال و اعمال عند اللہ معتبر نہیں، تو مسلمانوں کیلئے کس طرح معتبر ہونگے۔

وما علينا الا البلاغ۔

﴿ساتویں بحث وہابیوں کی کتابوں کا حکم﴾

(۱) وہابیہ کی کتابوں کا پڑھنا اور مطالعہ کرنا منع ہے ان سے بچنا فرض ہے۔

(۲) انکی کتابوں کا مطالعہ کرنا ان لوگوں کے لئے جو انکا صحیح جواب نہیں دے سکتے ہیں۔ حرام ہے

(۳) انکی کتابوں کو فوائد دینیہ کیلئے جلا دینا بہتر ہے

(۴) وہابیوں کی کتابوں کا رکھنا ان لوگوں کیلئے جو صحیح جواب نہیں دے سکتے حرام ہے یہ
احکام شواہد الحق، کشف العقائد، وتصانیف قاضی عیاض، وتذکرۃ الابرار والاشرار سے لئے گئے ہیں۔

﴿علامہ شیخ یوسف بن اسماعیل النجفانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

(۱) يجب عليك الحذر التام من كتب ابن تيمية وجماعة (الوهابية) المتعلقة بالعقائد

(الباطلة) لتلا تهور في مهوات الضلال ولا ينفعك الندم بعد ذلك بحال من الاحوال

او۔ شواہد الحق۔ ۱۰۵

(برادران اسلام) آپ پر لازم ہے کہ ابن تیمیہ اور انکے ہم مسلک (وہابیوں) کی کتابوں سے
مکمل طور پر بچو، تاکہ گمراہیوں کے گہرے گڑوں میں گرنے سے بچ سکو کیونکہ انکے عقائد غلط
باطل (و مردود) ہیں

﴿صاحب کشف العقائد وہابیوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھتے ہیں﴾

(۲) وفي كشف العقائد لابن تيمية يعرف طالب العلم عقائد المصنفين فيعتمد باهل

السنة والجماعة ويحترز عن اهل البدعة (الوهابية) فكم للفلاسفة من تصانيف موسومة

باسم التوحید معلوۃ من الشرک والنفاق (کما هو عادة الوهابیۃ) وکم للمبتدعة من المعتز لقوا الحشویۃ (ونحوهم کالوهابیۃ) من تصانیف موسومة باسم السنة اوانحو ذلك وكلها محرمة الامساک لایحل النظر فیها لئلا یحدث منها الشکوک و یوهن لاعتقادات ولئلا ینسب ممسکها الی البدعة فالبحکم فی هذه الكتب كلها اذهاب اعیانها متی وجدت بالحریق بالنار او الغسل بالماء حتی یمحو اثر الكتابة لما فی ذلك من المصلحة فی الدین بمحو العقائد المضلة الی آخره وجزم القاضی عیاض بانهم غسلوها ثم حرقوها مبالغة فی ذهاب اثرها الخ. تذکرة الابرار والاشرار. ص. ۴۰.



طلبہ پر لازم ہے کہ کتابوں کے مصنفین کے عقائد کو پیچیں اور (دیکھنا چاہیے کہ کتاب کا مصنف کون ہے، اہل سنت والجماعت سے ہے، یعنی سنی ہے یا وہابی) اگر کتاب کا مصنف سنی ہے پھر (تو اس کتاب کو پڑھیں) اور اس (کے مسائل اور تحقیق) پر اعتماد کریں اور اگر مصنف وہابی ہے تو اس (کتاب کے پڑھنے) اور اس (کے مسائل) سے بچیں (نہ پڑھیں نہ اس پر اعتماد کریں) کیونکہ بہت سارے فلاسفہ ایسے ہیں جنہوں نے اپنی کتابوں کا نام کتاب التوحید رکھا (جیسے ابن عبد الوہاب نجدی نے اپنی کتاب کا نام کتاب التوحید رکھا ہے) لیکن وہ شرک اور منافقت سے پڑے (جیسے عام وہابیہ کی عادت ہے) اسی طرح بہت سارے معتزلہ اور فرقہ حشویہ (اور ان کے مثل وہابیہ) کی بہت ساری تصانیف موجود ہیں۔ جگے نام انہوں نے کتاب النہ رکھا (مگر حقیقت میں سنت رسول ﷺ کے خلاف ہیں) لہذا ایسی کتابوں کا اپنے پاس رکھنا اور انہیں دیکھنا حرام ہے (انکو پاس رکھنے، دیکھنے، پڑھنے سے بچو) تاکہ انکی وجہ سے تیرے دل میں (اللہ جل جلالہ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت و معجزات و کرامات اولیاء) کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا نہ ہوں نیز کہیں تیرا عقیدہ برباد نہ ہو اور کہیں (ان وہابیوں کی کتابیں تمہیں) بدعات کی طرف نہ لے جائیں (جیسے ابن تیمیہ نے نئی بدعت ایجاد کی اللہ تعالیٰ کے لئے جسم ثابت کیا۔ (العیاذ باللہ) دوسری بدعت یہ ایجاد کی کہ بغیر طہارت کے حالت جب میں رات کو نوافل پڑھنا جائز کہا ۳۔ اللہ تعالیٰ عرش سے نہ بڑا ہے نہ چھوٹا۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام کا وسیلہ شرک۔

یہ تمام بدعتیں ابن تیمیہ نے ایجاد کیں سوے طالب علم تو انکی کتابوں سے بچ جائے تاکہ تیسرا شمار ان بدعتوں میں نہ ہو جائے اور اگر کسی شخص کو علم ہوا کہ یہ کتاب وہابیوں کی ہے اور اسکا صحیح جواب دینے پر قادر نہ ہو اور پھر بھی اسے پڑھتا ہو تو وہ شخص (بھی) بدعتی ہے (خلاصہ کلام یہ ہے) وہابیوں کی کتابوں کا حکم یہ ہے کہ انہیں ضائع کر دیا جائے خواہ جلا کر یا پانی میں غرق کر دیں۔ علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے یوں اضافہ کیا کہ ان کتب کے حروف کو پانی سے مٹا کر پھر جلا دو۔ تاکہ دین میں (کسی طرح فساد) اور گمراہی نہ رہے ﴿وہابیوں کو استاذ بنانا حرام ہے﴾

آخوں بحث وہابیہ کو استاذ بنانا اور انکا حکم ماننا جائز نہیں ہے۔

(۱) عن ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان هذا العلم دين فانظروا عمن تأخذون دينكم

مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۰۱

حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک یہ علم دین ہے پس خوب دیکھ لو کہ تم کس سے دین لیتے ہو مراد یہ ہے کہ شاگرد کو اپنے استاذ کے عقائد اور اعمال کی تحقیق کر کے علوم دینیہ حاصل کرنے چاہئیں اگر استاذ بدعتی ہو یا عقائد باطلست و جماعت سے منحرف ہو تو اسے استاذ نہ بنایا جائے

﴿سیدنا ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔﴾

(۲) عن ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لم یکنوا یسنلون عن الاسناد (اساتذہ)

فلما وقعت الفتنة قالوا سمو لنا رجالکم فی نظر الی اهل السنة فبوخذ حدیثہم

وینظر الی اهل البدع فلا یؤخذ حدیثہم۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۰۱)

کہ پہلے زمانے کے لوگ (اساتذہ) میں تحقیق نہیں کرتے تھے (کیونکہ اس زمانے میں فتنے ظاہر نہیں ہوئے تھے) مگر جب فتنے ظاہر ہوئے تو (طلبہ نے) اپنے اساتذہ سے کہا کہ ہمیں اپنے اساتذہ کے نام بتا دو (تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ آپ عقیدتا کون ہیں) حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسے اساتذہ کو تلاش کیا جائے جو اہل سنت ہوں ہوا کی بیان کردہ حدیث قبول کی جائے (انہیں استاذ بنانا اور ان سے پڑھوانا کی بیان کردہ حدیث قبول کر کے اس پر عمل کرو) اور دیکھا جائے کہ اگر استاذ اہل بدعت (وہابیہ) میں سے ہو تو اسکی

حدیث قبول نہ کی جائے (نہ اسے استاد بنایا جائے اور نہ اسکی بیان کردہ حدیث قبول کی جائے نیز اسکی بیان کردہ کسی بات پر عمل نہ کیا جائے)

سیدنا ابن سرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول مبارک سے خوب واضح ہوا کہ اہل بدعت و ہابیہ و روافض کو استاد نہ بنانا اور اسکی بات ہرگز نہ مانو) سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ﴿

(۳) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال ذکر النبی ﷺ اللہم بارک لنا فی شامنا۔ اللہم بارک لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ ﷺ وفی نجدنا قال رسول اللہ ﷺ اللہم بارک لنا فی شامنا اللہم بارک لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ ﷺ وفی نجدنا فاطنہ قال فی الثانیۃ اوفی الثانیۃ هناک الزلازل والفتن وبہا یطلع قرن الشیطن۔

رواہ البخاری وائمتی جلد ۱۱ ص ۳۵۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، (ایک روز حضورؐ زور زور سے دعا فرما رہے تھے تو یوں دعا فرمائی) یا اللہ شام اور یمن میں برکت فرما لوگ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ ﷺ ہمارے نجد کیلئے بھی (برکت کی دعا کیجئے) رسول اللہ ﷺ نے (دوبارہ دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں یوں عرض گزار ہوئے) یا اللہ ہمارے شام و یمن میں برکت فرما لوگ (پھر) عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ ﷺ اور ہمارے نجد میں رات کی کہتا ہے (دوسری یا تیسری) صبح حضورؐ نے فرمایا کہ وہاں (نجد میں) زلزلے اور فتنے ہونگے اور (نجد) سے شیطان کا سینک لٹکے گا۔

سرزمین نجد کی قباحتوں کا ذکر کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کی ایک اور حدیث مبارک جو سیدنا سالم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

(۴) عن سالم عن ابیہ عن النبی ﷺ انہ قام الی جبل المنیر فقال الفتنة من ہنہا من حیث یطلع قرن الشیطن۔ اور ابیہ سے حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ منبر کے قریب کھڑے ہوئے پھر (نجد کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا فتنہ اس جگہ سے اٹھے گا جہاں سے شیطان کا سینک لٹکے گا۔

(مسلمانوں، نجد کی قباحت اور بد قسمتی کا اندازہ لگائیں، کہ اللہ جل جلالہ کے نبی جناب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہاں زلزلے اور شیطان کا سینک ظاہر ہوگا، یہاں زلزلوں اور شیطان کے سینک سے نجدیوں، وہابیوں کی کفریات مراد ہیں، جیسے کہ نجدیوں، وہابیوں، نے

مسکة المکرمۃ۔ اور مدینۃ المنورہ میں سنی مسلمانوں کو شہید کیا، اور انہی نجدیوں نے مکہ شریف میں جنة المعلى قبرستان میں سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا و دیگر اہل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات مقدسہ پر بلند و زچلائے۔ اور مزارات مقدسہ کی بخرمتی کی نیز اولاد رسول ﷺ، سیدنا طیب و طاہر رضی اللہ عنہما سیدنا عثمان۔ سیدنا امام مالک۔ حضرت سیدتنا حلیمہ سعدیہ، و دیگر لاکھوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات مقدسہ کی بخرمتی اس انداز سے کی گئی، کہ ایک کلمہ گو مسلمان اس حالت کو دیکھ کر زار و قطار روتا ہے، تمام وہابی ٹولہ اس فعل شنیع (برے کام) پر نادم نہیں بلکہ بہت خوش ہیں، کہ یہودیوں کی ایماء پر ہم نے جو کام کیا، بہت اچھا کیا (نعوذ باللہ) آج بھی وہابی ان نجدیوں کے اقوال و کردار کے گن گاتے ہیں، ابن عبدالوہاب نجدی جو بدعتی ہے، جیسے آپ نے اوراقِ گذشتہ میں پڑھا، کہ یہ بھی وہی عقیدہ خبیث رکھتا تھا، جو ابن تیمیہ کے عقائد خبیث تھے، نیز وہابیوں کے عقائد خبیثہ میں سے یہ بھی ہیں،

(۱) کہ اللہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے (نعوذ باللہ)

(۲) نبی ﷺ کو دیوار کے پیچھے (کیا ہے) کا علم نہیں۔ (نعوذ باللہ)

(۳) نبی ﷺ پل صراط سے گرے میں نے بچایا۔ (نعوذ باللہ) بلغۃ النیران ص ۸

(وہابیہ کے ایسے بہت سارے عقائد کفریہ موجود ہیں۔ کہ نقل کرتے ہوئے بھی دل کانپتا ہے لہذا ان گستاخوں کو اپنا استاد نہ بناؤ۔ ورنہ کل بروز حشر معلم انسانیت ﷺ کو کیا منہ دکھاؤ گے مترجم۔ فقیر عبد العظیم)

نویں بحث بحکم قرآن و حدیث۔ وہابیوں سے اجتناب واجب ہے ﴿

علامہ شیخ احمد الصاوی رحمۃ اللہ علیہ (سامری) کے واقعہ سے دلیل اخذ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

(۱) (قال) موسیٰ للسامری (فاذهب) من بیننا (ان لك فی الحیوة ان تقول) لمن رأیتہ

(لا مساس) ای لا تقربنی فکان یہیم فی البریة واذما مس احدًا او مسہ احدًا حُمًّا جَمِیعًا ۱۵۰

جلالین۔

والمعنی ان هذا القول ثابت لك مادمت حیا۔ لا ینفک فکان یصح فی البریة لا مساس۔

وحرّم موسى عليه السلام عليهم مكالمته ومواجهته ومبايعته ويقال ان قومه باقية فيهم
 تلك الحالة الى الآن وهذه الآية اصل في نفى اهل البدع والمعاصي وھجرانهم
 وعدم مخالطتهم ۔ ا۔ صاوی۔ جلد ۳۔ ط۔ ۱۔ رکوع۔ ۵۱۱۳۔ ۹۳

علامہ جلال الدین سیوطی نے آیت قال فاذهب فان لك الى آخرہ کی تفسیر کرتے ہوئے
 فرمایا ہے، کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے کہا تھا کہ ہمارے درمیان سے نکل جا زندگی
 میں تیرے لئے یہ عذاب ہے کہ جو شخص تمہیں دیکھے گا۔ قُوات کہے گا کہ میرے قریب نہ آ،
 (سیدنا جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں اسکے بعد سامری کی یہ حالت تھی کہ سامری صحراؤں میں
 مارا مارا پھرتا تھا جب بھی سامری کسی کو مس کرتا (چھوتا) سوا سے بخار ہو جاتا۔ اور کبھی دونوں
 کو بخار ہو جایا کرتا۔

(علامہ صاوی فرماتے ہیں) کہ اسکا معنی یہ ہوا کہ (اے سامری) تو جب تک زندہ رہیگا تیرے ساتھ
 یہ بات (کہ زندگی میں تیرے لئے یہ عذاب ہے کہ تو جسے بھی دیکھے گا اس سے کہے گا میرے
 قریب نہ آ) تو جب تک زندہ رہیگا تیری حالت ایسی ہی رہے گی "سو" سامری جنگل و بیابانوں
 میں چیختا چلاتا ہوا پھرتا تھا اور پکار پکار کر کہتا تھا، میرے قریب نہ آؤ (اھر) سیدنا موسیٰ علیہ
 السلام نے بنی اسرائیل کو منع کر دیا تھا کہ سامری سے نہ ملنا، نہ ان سے (مصافحہ) کرنا
 نہ اس سے خرید و فروخت کرنا۔

روایات میں آتا ہے۔ کہ سامری کی قوم آج تک اسی حالت میں موجود ہے۔

(علامہ احمد الماکی الصاوی لکھتے ہیں) اس آیت اور (اس واقعہ) سے معلوم ہوا کہ (اہل سنت
 و جماعت) اہل بدع (وہابیوں) کو اپنی محافل سے نکال باہر کریں۔ اور ان سے تعلق نہ رکھیں۔
 نہ انہیں اپنے قریب آنے دیں۔

مفسر قرآن حضرت علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عثمانی سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت مبارکہ کی
 تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(۲) وحرّم عليهم ملاقاته ومواجهته ومكالمته ومبايعته وغيرهما مما يعتاد جريانه فيما
 بينهم من المعاملات وصار بين الناس او حش من القاتل الاجبي الى الحرم ومن الوحش
 النافر في البر ويقال ان قومه باق فيهم تلك الحالة الى اليوم تھیں انی السوم وطہ۔ نور۔ ۲۵۳

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل پر (سامری) سے ملاقات کرنا حرام کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ سامری کے سامنے آنے اور گفتگو کرنے اور اسکے ساتھ خرید و فروخت۔ میل جول رکھنا سب کچھ منع فرمایا (سو) سامری لوگوں کے سامنے آنے سے ایسا ڈرتا تھا۔ جس طرح کوئی وحشی قاتل لوگوں کے سامنے آنے سے کتراتا ہے۔ (الایہ کہ وہ) قاتل اپنے آپکو قتل سے بچانے کیلئے حرم شریف میں پناہ لے اور قتل ہونے سے بچ جائے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ من دخله کان امنا ترجمہ۔ جو حرم میں داخل ہوا تو امن میں آگیا۔ جب تک وہ قاتل حرم شریف میں ہو حرم شریف کے احترام کی وجہ سے اسے کچھ نہیں کہا جائیگا) یا لوگ (سامری سے اس طرح خوفزدہ رہنے لگے) جس طرح پھرے ہوئے جنگلی جانور سے (خائف رہتے ہیں اور اس جانور سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں) وہابیہ فرقہ ظاہریہ میں سے ہیں۔ لہذا ان سے اجتناب لازمی ہے۔

علامہ شیخ احمد تفسیر صاوی میں آیت (هو الذی انزل علیک الکتاب) کے تحت لکھتے ہیں ﴿

(۲) هو الذی انزل علیک الکتاب منه آیات محکمات هن ام الکتاب وأخر متشابہات. فاما الذین فی قلوبہم زیغ (میل عن الحق) فیتبعون ماتشابہ منه ابتغاء (طلب) الفتنة (لجہالہم) یوقعہم فی الشبہات واللبس ای کنصاری النجران ومن حدأخذوہم من أخذوا بظاہر القرآن فان العلماء ذکروا ان من اصول الکفر الاخذ بظاہر القرآن والسنة) اور جلالین جلد ۱ سورۃ آل عمران ۳۲-۳۳ تفسیر صاوی جلد ۱ سورۃ آل عمران

وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اسکی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جنکے معنی میں اشتباہ ہے، وہ جنکے دلوں میں کجی ہے، وہ اشتباہ والی آیتوں کے پیچھے پڑتے ہیں تاکہ نادانوں کو فتنہ میں ڈالیں اور انکے دلوں میں شبہات پیدا کریں، جیسا کہ نجران کے نصاریٰ اور ان کے ہم عقیدہ ہیں، کیونکہ یہ قرآن کے ظاہر پر عمل کرتے ہیں، حالانکہ علماء نے کہا کہ قرآن وحدیث کے ظاہر پر (جہاں تاویل کرنا واجب ہو بغیر تاویل) کے عمل کرنا کفر ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو آیات متشابہات کی پیروی کرتے ہیں۔ تو ان سے بچو۔

(۴) وعن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت تلا رسول الله ﷺ هو الذي انزل عليك الكتاب منه آيات محكمات وقرأ الي وما يذكر الا اولوا الالباب. قالت قال رسول الله ﷺ فاذا رايت وان عند مسلم رايتهم الذين يتبعون ماتشابه منه فاولئك الذين ساء لهم الله فاحذرهم. (فتح مبدى في مكنون الاحكام فصل ۷ ص ۲۰) - فاحذر فرسهم -

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت کریمہ هو الذي انزل سے لیکر اولوا الالباب تک پڑھی پھر فرمایا جب تم دیکھو ان لوگوں کو جو آیات متشابہات کی پیروی کرتے ہیں تو ان سے بچو کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے (اہل زلف و ثیرے دل والے) فرمایا ہے۔

(۵) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ يكون في آخر الزمان دجالون كذابون يأتونكم من الاحاديث بمالم تسمعون ولا ابانكم فاياكم واياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم رواه مسلم ثم منكره انضمام فصل ۱ ص ۲۰

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی محترم ﷺ نے فرمایا کہ آخری زمانے میں (ایسے) فریب دینے والے اور جھوٹے لوگ ہونگے، جو تمہارے سامنے ایسی احادیث پیش کریں گے جنکو نہ تم نے کبھی سنا ہوگا اور نہ تمہارے اباؤ اجداد نے (خبردار) ایسے لوگوں سے بچو (انہیں اپنے قریب نہ آنے دینا) تاکہ وہ نہ تمہیں گمراہ کر سکیں۔ اور نہ تمہیں (عقیدہ کے) فتنے میں ڈالیں۔

دونوں احادیث سے ثابت ہوا کہ ان بدعتیوں و ہابیوں سے بچو کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو آیات متشابہات کی پیروی کرنے والے ہیں اور ان لوگوں نے اسلام میں نئی بدعتیں قائم کیں۔ صفحات گذشتہ میں انکی کچھ بدعات کا تذکرہ کیا جا چکا۔

علامہ ملا علی قاری مفتی مکہ شریف اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

(۶) قوله بمالم تسمعون ولا ابانكم اي يتحدثون بالاحاديث الكاذبة ويستدعون احكاماً باطلة واعتقادات فاسدة۔ اہـ مرقات

کہ (بمالم تسمعون) سے مراد یہ ہے، کہ وہ لوگ جھوٹی اور بے سرو پا، باتیں بیان کریں گے اور نئے نئے احکام باطلہ اور عقائد فاسدہ کی تبلیغ کریں گے۔

چونکہ وہابی بدعتی ہیں اور عقائد فاسدہ و احکام باطلہ کی تبلیغ کرتے ہیں سو ان سے بچنا لازم ہے

﴿گیا روی بحث وہابیوں کی امامت جائز نہیں﴾

(۱) وکروہ امامت المبتدع.
بدعتی (وہابی) کی امامت مکروہ ہے
المبتون خواشی وشروح وفتاویٰ.

فالمراد مبتدع لا یعتقد شیئا. یوجب الکفر.....
(۱) جامع الرموز جلد ۱۔ ۷۷ (۲) رد المحتار جلد ۱۰۵۔ ۱۰۶ (۳) مجمع الزوائد جلد ۱۰۵۔ ۱۰۶ (۴) رد المحتار جلد ۱۰۵۔ ۱۰۶ (۵) فتاویٰ رضویہ جلد ۱۳۳۔ ۱۳۴ (۶) برجندي جلد ۱۱۷۔ ۱۱۸ (۷) کبریٰ ۲۶۲ (۸) فتح القدیر جلد ۱۳۶۔

مبتدع سے مراد وہ شخص جو اسلام میں نئی چیز ایجاد کرے ایسی شی کا مرتکب ہو جو کفر کو تو لازم نہ کرے مگر بدعت (ضروری ہو) جب تک وہ مبتدع کفر والا کام نہ کرے بدعتی ہی کہلائے گا اس بنا پر اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ لکھا (وادا جان ثابت فرما رہے ہیں کہ وہابیوں کی اقتداء میں نماز بہر صورت منع ہے۔ انکی کفریات کی بنا تو کسی صورت میں انکی اقتداء میں نماز جائز نہیں اور بدعتی ہونے کی بنا پر مکروہ تو بہر حال ہے ہی مکروہ ہو تب بھی وہ نماز واجب الاعداء ہے تو پھر کسی وہابی کی اقتداء میں نماز پڑھی ہی کیوں جائے (مترجم)

فان علی فی ہواہ بحیث حکم علی کفرہ لایجوز امامتہ
اگر وہ بدعتی بدعات میں اتنا آگے بڑھا کہ انکی بدعات (حالت کفر تک پہنچ گئیں) اور اس پر کفر کا فتویٰ لگا تو پھر تو انکی اقتداء میں نماز پڑھنا (صرف مکروہ ہی نہیں) بلکہ جائز ہی نہیں ہے
(۱) برجندي امامت۔ جلد ۱۔ ۱۱۷ (۲) فتاویٰ رضویہ جلد ۱۳۳۔ ۱۳۴ (۳) مستند۔ مولوی حسامی ۳۸۲ (۴)

خلاصہ جلد ۱۔ ۱۳۱ (۵) ہندیہ جلد ۱۔ ۱۱۶ (۶) بدلیہ جلد ۱۔ ۸۹ (۷) خانیہ جلد ۱۔ ۳۳ (۸) مجمع الزوائد جلد ۱۰۵۔ ۱۰۶ (۹) جامع الرموز جلد ۱۔

﴿بارویں بحث وہابیوں سے قطع تعلق واجب ہے﴾

(۱) ولا یترحم علی الوہابیۃ اذا ذکر و

جب وہابیوں کا نام لیا جائے تو ان پر (رحمت اللہ علیہ) نہ کہا جائے

(۲) قال سہیل بن عبد اللہ من صحیح ایمانہ واخلص توحیدہ لایانس الی مبتدع

ولا یجالسہ۔ اور اتفاقاً تم ج ۱۲

(۲) سبیل بن عبداللہ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ صاحب ایمان خالص توحید والا نہ تو وہابی سے محبت کرے اور نہ اپنے پاس بٹھائے۔

(۳) ولایکاثر اہل البدعة۔ حقائق التفسیر لم یعرف ہر ص ۲۲

(نیز مسلمان) وہابیوں سے خوش طبعی نہ کرے۔

(۴) ولایدانیہم۔ بخاری ج ۱ ص ۱۱۰

(نیز) کسی وہابی کے نہ (تو خوش) قریب جائے اور نہ (انگو اپنے قریب چھوڑے)
(۵) من تحب الی مبتدع نزع نور الایمان من قلبہ۔ اور پڑی
(نیز) جو مسلمان وہابی سے محبت کرے گا۔ اسکے دل سے ایمان کا نور نکال دیا جاتا ہے۔

(۶) ولایواکلہ ولا یشار بہ۔ بخاری ج ۱ ص ۱۱۰

(نیز) مسلمان کسی وہابی کو نہ کھانا کھائے اور نہ اسے پانی پلائے۔

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی وہابی کو سلام تک نہ کیا جائے۔
(۷) ولایسلم علیہم لان احدا احمد بن حنبل قال من سلم علی صاحب البدعة فقد احبہ لقول رسول اللہ ﷺ افشو السلام بینکم تحابوا (الی قولہ ﷺ) وقال فضیل بن عباس (رضی اللہ عنہما) من احب صاحب البدعة احبط اللہ عملہ واخرج نور الایمان من قلبہ۔ اور ترمذی الغابین ص ۵۵

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی وہابی کو سلام تک نہ کیا جائے۔
کیونکہ ہمارے امام سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا ہے کہ سلام کرنا (وہابی کو اس لئے منع ہے) کہ سلام سبب محبت ہے (تو گویا تو نے وہابی کو سلام کر کے اس سے محبت کا اظہار کیا جبکہ وہابی سے اعتنا ضروری ہے چہ جائیکہ کہ محبت ہو، وہابی کو سلام کرنا اس لئے منع ہے کہ سلام ذریعہ محبت ہے دیکھئے) حضور پر نور ﷺ نے فرمایا (مسلمانوں آپس میں) سلام خوب پھیلاؤ (ایک دوسرے کو سلام کرو) کیونکہ اس سے محبتیں بڑھتی ہیں سیدنا فضیل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے بدعتی (وہابی) سے محبت کی اسکے نیک اعمال ضائع کر دیے جاتے ہیں نیز اسکے دل سے ایمان کا نور نکال دیا جاتا ہے۔

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

(۸) وَلَا يَجَالِسُهُ . سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں وہابی

کو اپنے پاس نہ بٹھاؤ۔ غنیۃ الطالبین ۵۵۔ ثم یعقوب چرخي ۲۲

(۹) ومن واهن مبتدع اسلبہ اللہ حلاوة السنن جس (مسلمان) نے بدعتی (وہابی) سے (کسی کام میں یا گفتگو میں) نرمی کی تو اللہ جل جلالہ اس کے دل سے سنن مصطفیٰ ﷺ کی محاسن نکال دیتا ہے (کیونکہ وہابی) رسول اللہ ﷺ کا بدترین گستاخ ہے اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ کل قیامت کے دن میں ان گستاخوں سے کلام نہیں کروں گا نہ لطف و کرم کی نگاہ سے دیکھوں گا بلکہ ان کو جہنم میں داخل کروں گا لَا يَكْلَمُهُمُ اللہ. ولایزکیہم، مترجم)

﴿سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں﴾

(۱۰) وَلَا يَهْنَهُمْ فِي الْأَعْيَادِ وَأَوَاقَاتِ السُّرُورِ .

ان گمراہوں (وہابیوں) کو عیدین اور دیگر خوشی کے مواقع پر مبارکباد نہ دی جائے۔ غنیۃ الطالبین ۵۵۔

(۱۱) بل بیانیہم ویعادیہم فی اللہ معتقد بطلان مذہب اہل البدعة محتسبا

بذلک الثواب الجزیل والاجر الکثیر۔ اذنیۃ الطالبین جلد ۲۔ ۵۵۔ دھاکن اشیر چرخي ۲۲۔

(نیز غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ان دشمنوں سے) قطع تعلق کرو، نیز ان سے اللہ جل جلالہ (کی رضا و خوشنودی کے حصول کیلئے) دشمنی رکھو۔ نیز ان کے مذہب کے باطل ہونے کا (پختہ) یقین رکھو اللہ جل جلالہ تمہیں پورا پورا اجر عطا فرمائے گا۔

(۱۲) وروی عن النبی ﷺ انه قال من نظر الی صاحب

البدعة بغض الہ فی اللہ ملأ اللہ تعالیٰ قلبہ امناً۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے جس نے بدعتی (وہابی) کو (اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے) بغض (نفرت)

کی نگاہ سے دیکھا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے دل کو امن سے بھر دیگا۔۔۔۔۔

(۱۲) وایما المؤمن انتهر صاحب بدعة له فی الله امنه

الله تعالیٰ یوم القيامة.....

جس مسلمان نے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے وہابی کو ذلیل کیا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے دل کو (ہر طرح کا) امن عطا فرمائے گا۔ غنیۃ الطالبین -

(۱۳) ومن اسحق صاحب بدعة رفعه الله تعالیٰ فی الجنة مائة درجة جس نے بدعتی (وہابی) کو حقیر (ذلیل) کیا۔ اللہ تعالیٰ (اس گستاخ کی تذلیل کی وجہ سے) قیامت کے دن جنت میں اس کو (دوسرے جنتیوں سے) سو درجے بلند عطا فرمائے گا۔ غنیۃ الطالبین جلد ۲-۵۵

(۱۵) واذا رأیت مبتدعا فی الطريق فخذ طریقا آخر.

(جس راستے سے وہابی) کو آتے دیکھو اپنا راستہ تبدیل کرلو (کیونکہ یہ مغضوب ہے یعنی وہ انسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے غضب نازل فرمایا ہے۔ راستہ اس لئے تبدیل کرلو کہ کہیں اس کی قربت سے تو بھی اللہ تعالیٰ کے غضب میں نہ آئے جس طرح وادی حمر سے جلدی گزرنے کا حکم ہے یوں ہی بطنِ عرب میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے بیٹھنے سے منع فرمایا صالح مدین میں تبوک جاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے جلدی گزر جانے کا حکم فرمایا کیونکہ یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کے گستاخوں پر عذاب نازل ہوا تھا، تعلق، مترجم)۔

سو "وہابی" جس راہ چل رہا ہے تو اس راہ کو تبدیل کر۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائے (غنیۃ الطالبین جلد ۲-۵۵)

﴿سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں﴾

(۱۶) وقد لعن النبی ﷺ المبتدع فقال من احدث حدثا واولی محدثا فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين ولا يقبل الله منه الصرف والعدل یعنی بالصرف القریضة والعدل النافلة۔ غنیۃ الطالبین جلد ۱- عقائد اہل سنت والجماعة ۵۵

نبی کریم ﷺ نے بدعتی (وہابی) پر لعنت فرمائی ہے۔

اور فرمایا۔ جس شخص نے (دین میں) نئی چیز ایجاد کی۔ یا (کسی نے نئی چیز ایجاد کی جس کا ہمارے دین سے کوئی تعلق نہ ہو) اور اس نے اس پر عمل کیا سو اس پر اللہ تعالیٰ تمام ملائکہ اور جمیع انسانوں کی لعنت ہو اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس (بدعتی) کے فرض و نوافل قبول نہیں کرتا

(۱۷) وعن ایوب السجستانی انه قال اذا حدث الرجل بالسنة فقال دعنا من هذا وحدثنا بما فی القرآن فاعلم انه ضال

﴿حضرت ایوب سجستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں﴾

کہ جب کوئی (عالم) نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان کر رہا ہو اور سننے والا کہے کہ حدیث رسول اللہ ﷺ چھوڑ دو (اس مسئلہ کا حل) قرآن سے بیان کر (تو اسے سننے اور پڑھنے والے) سمجھ جا، کہ ایسا شخص گمراہ ہے۔ فیہ اللابین جلد ۱ مقام قبل سنت والجماعہ ۵۵

﴿سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں﴾

(۱۸) قال النبی ﷺ اذا لقيت الفاجر فالقه بوجه مكهف . رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم کسی فاسق و فاجر کو ملو (وہابی) کو دیکھو تو اسے ترش روی سے دیکھو۔

(۱۹) واذا علم الله تعالى من رجل انه مبغض لصاحب بدعة رجوت الله تعالى ان يغفر ذنوبه وان قل عمله . اہ۔ فیہ اللابین جلد ۱ مقام قبل سنت والجماعہ ۵۵

جب کوئی کسی بدعتی گمراہ (وہابی) سے (محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر) نفرت کرے تو مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص (جو وہابی سے نفرت کرتا ہے) کے تمام گناہوں کو بخش دے اگرچہ اسکے اعمال خیر کم ہی کیوں نہ ہوں۔

﴿سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں﴾

(۲۰) ومن لقيه بالبشر او بمایسره فقد استخف بما انزل الله تعالى علی محمد ﷺ

جو کسی گمراہ (وہابی) سے خوشی سے ملاقات کرتا ہے اور یہ ملاقات اسے اچھی لگے (اس ملاقات سے اسے خوشی حاصل ہو) تو اس نے حضور پر نور ﷺ پر نازل شدہ کتاب (قرآن کریم) کی

تحقیق کی۔ فیہ اللابین جلد ۲۔ ۵۵

﴿سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں﴾

(۲۱) وعن المغيرة عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهم انه قال قال رسول الله ﷺ ابي الله

تعالى ان يقبل عمل صاحب بدعة حتى يدع بدعته۔ جامع الترمذی جلد ۲۔ ۵۵

حضرت مغیرہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ مبتدع (وہابی) کے عمل کو قبول نہیں کرتا جب تک وہ اپنی (وہابیت) سے توبہ نہ کرے

﴿سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں﴾

(۲۲) وقال فضيل ابن عياض رضي الله عنه سمعت سفيان بن عيينة

يقول من تبع مبتدعا لم يزل في سخط الله تعالى حتى يرجع۔

جامع الترمذی جلد ۲۔ ۵۵

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں میں نے سفیان بن عیینہ سے سنا ہے کہ جس نے مبتدع کی (وہابی) تابعداری کی تو جب تک اسکی تابعداری چھوڑ نہ دے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب میں رہیگا۔

نافس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM

﴿چار اہم فتوے۔ وہابیہ خوارج ہیں﴾

تیسری بحث میں علماء اہلسنت کے وہ فتوے جن میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ وہابیہ خوارج ہیں۔

(۱) پہلا فتویٰ۔ جو بمقام تورڈھیر۔ ضلع مردان پشاوردوین میں تحریر کیا گیا۔

مندرجہ ذیل ہے۔

سوال۔ زید کہتا ہے۔ (۱) انبیاء کرام و اولیاء اللہ کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنا جائز نہیں۔

(۲) انبیاء کرام ہوں یا اولیاء اللہ یا شہداء۔ تمام کے تمام جمادات (مٹی اور پتھر) ہیں۔

(۳) اگر کسی مسلمان نے شخص اللہ کی رضا کیلئے و مریض کی صحت یابی کیلئے گھر میں قرآن خوانی

کرائی، اور صاحب خانہ کھانا وغیرہ کھلائے۔ تو یہ کھانا حرام ہے، اور خنزیر کا گوشت کھانے کے

مترادف ہے، اور اس ختم قرآن، کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی اجر و ثواب نہیں۔۔

(۴) اگر کوئی مسلمان فوت ہو جائے۔ اور اس کا ولی اپنے مال میں سے ایصال ثواب کی نیت

سے کچھ پکا کر۔ فقر کو کھلائے، ہواس خیرات و طعام کا کھانا حرام ہے، نیز میت کے گھر کھانا کھانے

والوں کی بیویاں ان پر حرام ہو جاتیں ہیں۔

(۵) اولیاء اللہ سے بدد مانگنا۔ جادوگری ہے۔

(۶) جو لوگ اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کیلئے جاتیں۔ اور وہاں بیٹھے ہوئے فقراء،

و مجاورین کو صدقہ دے، سو یہ صدقہ دینے والا کافر ہے۔

(وضاحت طلب امر یہ ہے، کہ آیازید اپنے ان اقوال کی بناء کافر ہوا۔ یا ہنوز مسلمان

ہے، ایسے شخص کے بارے میں مفتیان عقام کا کیا فتویٰ ہے)

﴿جواب﴾

www.nafsun.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامدا و مصلیا و مسلما۔ اما بعد

مذکورہ بالا عقائد رکھنے والا، خود اس طرح کہنے والا زید اہل سنت و الجماعت یعنی مذاہب اربعہ

سے خارج اور وہابی ہے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ایسے آدمی سے اجتناب کرے اور اس

سے علیحدگی و کنارہ کشی اختیار کرے۔

وہ علماء کرام و مفتیان دین جنہوں نے یہ فتویٰ صادر فرمایا ہے ان کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) مولانا اسماعیل سنہ ماکنے بلقلم خود (۲) مولانا عبد العلّیٰ سنہ یعقوب

(۳) مولانا میر عبد اللہ سکنہ طور و۔ (۴) مولانا صاحب حق گولڑی اسماعیل زئی
(۵) مفتی شائستہ گل ساکن مہ بلقلم خود (۶) مولانا زین اللہ ساکن گوجر گڑھی
اس فتویٰ کا اصل جس پر ایک سو اڑتالیس علماء کرام و مفتیان عظام کے دستخط موجود ہیں۔
طور جیر شریف نوشہرہ میں سجادہ نشینوں کے پاس محفوظ ہے۔

دو سرا فتویٰ

جو حضرت علامہ مفتی قطب الدین غورغشتوی (شاہ منصور مردان) نے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اما بعد۔

واللہ یختص برحمۃ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ تعز من تشاء
وتذل من تشاء بیذک الخیر انک علی کل شیء قدیر۔ ورفعالک
ذکرک۔ فان مع العسر یسرا۔ فاذا فرغت فانصب والی ربک فرغب
والذین جاهدوا فینالہدینہم سلنا۔ وان اللہ مع المحسنین۔

فقیر قطب الدین غورغشتوی۔ اہل اسلام سے عموماً۔ و اہل سنت و جماعت سے خصوصاً عرض
پرداز ہے کہ ابن عبد الوہاب نجدی و ابن تیمیہ و ابن قیم و حارثی وہابی ہیں۔ اس سلسلہ میں
سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کی مساقی جلیلہ موجود ہیں جو کافی و شافی ہیں
لیکن جب (ہمارے یہاں علماء و) عوام میں انکا تذکرہ چلنے لگا۔ تو میں نے مسلمانوں کو جنگ
و جدل سے بچانے کی خاطر جدید علماء کرام و مفتیان عظام کی معیت میں ذیل میں دیا ہوا
فتویٰ مرتب کیا۔

www.nafseislam.com

عزیزان احقران اسلام
ابن عبد الوہاب و ابن تیمیہ و ابن قیم کے قبیحین (ان کے ماننے والے جگہ عقائد یہ ہیں)
(۱) رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کو حنن اکبر (بڑا بہت) کہتے ہیں (نعوذ باللہ)
(۲) اپنے آپ کو موصدین کہتے ہیں۔

(۳) اور اپنے مخالفین کو مشرک اور یا رسول اللہ ﷺ پکارنے کو شرک کہتے ہیں۔
(۴) انبیاء کرام و اولیاء کرام کی ارواح کے ایصال ثواب کو حرام کہتے ہیں۔

- (۵) انبیاء کرام و اولیاء کرام کے مزارات اگر دور ہوں تو وہاں حاضری کرنا جائز کہتے ہیں
 (۶) نیز، یا علی، یا غوث اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) پکارنے کو شرک کہتے ہیں۔
 (۷) نیز، کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کرام کی کرامات رحلت کے بعد ثابت نہیں
 (۸) انبیاء کرام و اولیاء کرام کے ساتھ وسیلہ لینے کو حرام گردانتے ہیں۔
 یہ عقیدہ رکھنے والا ایسا کہنے والا۔ اہل سنت و جماعت سے خارج ہے۔ اگر کسی صاحب کو مزید تحقیق کا شوق ہو تو فقیر کے ساتھ کر سکتا ہے۔ لاکھراہ فی الدین کی وجہ سے مجھے کسی سے کوئی تعرض نہیں۔ (میں کسی کو مجبور نہیں کر سکتا) ہاں جہاں تک تعلق ہے۔ ترک موالات کا (وہابیوں سے قطع تعلق کا) اس میں ہمیں اختیار ہے۔

- واللہ یدعو الی دار السلام ویہدی من یشاء الی صراط مستقیم
- (۱) مولوی قطب الدین غور غشتوی بقلم خود قاضی محمد زاہد صاحب حال مفتی جمعیت العلماء خلق کیسٹل پور مکان وڈا کھانہ شمشاد
- (۲) مولانا میر عبد اللہ بقلم خود
- (۳) قاضی عبد القادر سابق مفتی جمعیت مذکورہ بقلم خود
- (۴) صاحب حق عبد القادر رحمہ بقلم خود
- (۵) مفتی شمس گل القادری مدظلہ شہ مردان
- (۶) مولانا نازین اللہ ساکن تورا نامری بقلم خود
- (۷) مولانا غلام رحمانی۔ لونڈ خور بقلم خود
- (۸) مولانا نازین اللہ ساکن تورا نامری بقلم خود
- ہم خادمان اہل علم جناب حضرت مولانا سرتاج علماء قطب الدین غور غشتوی دامت برکاتہم العالیہ کے لکھے ہوئے فتویٰ کے ساتھ ظاہراً و باطناً اتفاق کرتے ہیں۔ یہاں علاقہ بلاک وغیرہ ضلع مردان میں نجدیوں وہابیوں کے ہم مشرب وہم عقیدہ لوگ پائے جاتے ہیں جو ان عقائد فاسدہ کی بنا اہل سنت و الجماعت کے زمرہ سے

تیسرا فتویٰ

مفتیان مصر نے دارستہ المصر میں جو فتویٰ تحریر فرمایا کا مضمون مندرجہ ذیل ہے۔
 سات سو پچپن حجری ۱۲۵۵ھ۔ میں ابن تیمیہ ظاہری پیدا ہوا۔

- (۱) جو اللہ تعالیٰ کو "مجسم" کہتا تھا۔
 (۲) رحمۃ اللعالمین ﷺ کے روضہ الطہر کی زیارت کے سفر کو حرام کہتا تھا۔
 (۳) بعض خلفاء راشدین کی توہین و تحقیر کرتا تھا۔

(۴) ائمہ مجتہدین کی توہین اسکا طریقہ تھا۔

ان عقائد فاسدہ کی دلیل کیلئے اسکی کتاب "صراط مستقیم" موجود ہے۔

علماء عصر شیخ ابوداؤد سمان اور شیخ کمال الدین، شیخ تقی الدین سبکی علیہم الرحمات نے اسکے عقائد باطلہ کو رد کیا، اور اسے گرفتار کر کے مدرسہ کاملہ مصر میں لے آئے، مفتیان اسلام و تمام قاضی جمع ہوئے، اور (ان تمام مسائل ضروریہ پر بحث کی، یہاں تک کہ جب وہ ان عقائد فاسدہ پر قائم رہا، تو بادشاہ وقت نے تمام شہروں میں حکم نامہ جاری کیا، کہ ان تیمیہ کا عقیدہ اجماع امت کے خلاف ہے، جو اسکی پیروی کریگا، اجماع امت کے خلاف ہوگا۔

چوتھا فتویٰ

جوہر مشق شام۔ میں تحریر ہوا۔

ان تیمیہ جب شام (ملک کاتام ہے) آیا تو پھر ان عقائد فاسدہ کی وجہ سے قید کر دیا گیا سلطان وقت کا حکم نامہ جاری ہوا، کہ جو بھی ان تیمیہ کے عقیدہ فاسدہ پر ہے۔ اسکا خون و مال حلال ہے، کیونکہ ان تیمیہ ظاہری ہونے کیساتھ ساتھ خارجی ہے۔ کیونکہ ان تیمیہ۔ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی گستاخی اور بے ادبی کرتا تھا۔ الغرض (کہ یہ ایسا وقت تھا کہ جب بھی حکومت اسلامیہ میں کوئی شخص دین کے خلاف بات کرتا تو حاکمان وقت اسی وقت اسے سزا دیتے تھے چاہے ان تیمیہ ہو یا کوئی اور جو اہل ایمان فی حفظہ الامان ۸ و صحیحہ علامہ عبدالحق محدث دہلوی تحریر تھائی۔ ۱۴۱۔ حاشیہ نمبر ۱۱۶

فتوؤں کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے

- (۱) فتویٰ اولیٰ و فتویٰ دوم کی رو سے دہلیہ اہل سنت و جماعت یعنی مذاہب اربعہ سے خارج ہیں۔
- (۲) فتویٰ اولیٰ۔ یہ لوگ دہا بیہ ہیں۔
- (۳) فتویٰ سوم کی رو سے۔ ان تیمیہ کا عقیدہ اجماع کے خلاف ہے۔ جو اہل ایمان فی حفظہ الامان ۸ حاشیہ نمبر ۱۱۶

(۴) اولیاء اللہ و مشائخ و علماء کی اہانت و تحقیر و تذلیل کفر ہے۔

(۵) فتویٰ چہارم کی رو سے جو ابن تیمیہ کے عقیدہ کا پیروکار ہوا اسکا مال و خون حلال ہے۔

جو اہل ایمان فی حفظہ الامان ۸ حاشیہ نمبر ۱۱۶

(۶) فتویٰ چہارم کی رو سے ابن تیمیہ ظاہری و خارجی ہے۔ (مجموع الفتاویٰ فی ملفۃ ایمان ۸، ج ۱، ص ۲۶۰)
 (۷) فتویٰ چہارم کی رو سے ابن تیمیہ سیدنا علی و سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہما کا گستاخ و
 بے ادب تھا۔ (مجموع الفتاویٰ فی ملفۃ ایمان ۸، ج ۱، ص ۲۶۰)

﴿ابن تیمیہ اور وہابیہ بدعتی نیز ضال و مضل و خارجی و ظاہری ہیں﴾
 فتاویٰ حدیثیہ کے مصنف الشیخ احمد شہاب الدین بن حجر المہتمی المکی
 ۹۰۹-۹۷۴ھ ابن تیمیہ کے بارے میں اپنے تاثرات لکھتے ہیں۔

(۱) و یعتقد فی ابن تیمیہ انہ مبتدع ضال و مضل جاهل غالی عاملہ اللہ تعالیٰ بعدلہ
 و اجار لہ من مثل طریقہ و عقیدتہ و فعلہ۔ آمین۔ فتاویٰ حدیثیہ ۸۳
 ابن تیمیہ گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا جاہل حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے
 اپنے عدل سے معاملہ کرے اور ہمیں (ایسے گمراہ کے) عقائد (فاسدہ) و افعال قبیحہ اور
 (انکے لفظ) راستوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

﴿فتاویٰ حدیثیہ کے مصنف الشیخ احمد شہاب الدین بن حجر﴾

المہتمی المکی ۹۰۹-۹۷۴ھ۔ صفحہ نمبر ۸۳ پر تحریر فرماتے ہیں۔

(۲) ابن تیمیہ خذلہ اللہ تعالیٰ و اضلہ و اعماہ و اصمہ و اذلہ و بذالک صرح

الائمة الفتاویٰ المکیہ ۸۳

ابن تیمیہ وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے (اپنے عذاب میں) گرفتار کیا۔ اور اسے گمراہ۔ اندھا۔
 گونگا۔ اور ذلیل کیا ہے۔ آئمہ کرام نے اسی طرح تصریح فرمائی ہے۔
 (۳) حضرت علامہ فاضل مفتی شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر حقانی کے
 صفحہ ۱۴۱ پر لکھا ہے۔ کہ ابن تیمیہ خارجی (وہابی) اور ظاہری تھا۔ اسی طرح انوار آفتاب
 صداقت کے صفحہ ۷۳ پر بھی تحریر ہے۔

﴿شیخ یوسف بن اسماعیل النہجانی رحمۃ اللہ علیہ﴾

شواہد الحق صفحہ ۱۳ پر ابن تیمیہ وہابی کی بدعتوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔

(۴) اعلم ان کل باب من ابواب هذا الكتاب الثمانية كاف واف لرد بدعة ابن
 تیمیہ و فرقة الوهابیة الی آخرہ۔ شواہد الحق۔

میری اس کتاب (شواہد الحق) کے آٹھ بابوں میں سے ہر باب ابن تیمیہ کی بدعتوں اور بائبلوں کے رد کے لئے کافی ہے۔

علامہ ابوالشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(۵) من قال بانه تعالى سبحانه جسم وله مكان او يمر عليه زمان ونحو ذلك كافر لم

يثبت له حقيقة الايمان - شرح التلوي - ج ۱ - ص ۱۰۰ - شرح التلوي - ج ۱ - ص ۱۰۰ - شرح التلوي - ج ۱ - ص ۱۰۰ - شرح التلوي - ج ۱ - ص ۱۰۰

جس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہے اور اسکے لئے مکان ہے۔ یا یوں کہا کہ اس پر زمانہ گزرتا ہے۔ اور اس قسم کی دوسری باتیں کیں تو وہ کافر ہے۔ اور اسکے لئے ایمان ثابت نہیں

حضرت علامہ شیخ احمد الصاوی رحمۃ اللہ علیہ نے

بائبل کے بارے میں فرمایا۔ کہ وہابیہ خوارج ہیں۔ نیز یہ لوگ حزب الشیطان ہیں۔

(۷) نزلت هذه الآية (ای۔ افسن زین له سوء عمله فراه حسنا) فی الخوارج سنین یحورون تاویل الكتاب والسنة ويستحلون بذلك دماء المسلمين واموالهم كما هو مشاهد الآن فی نظائرهم وهم فرقة بارض الحجاز یقال لهم الوهابية یحسبون انهم علی شی الا انهم هم الکاذبون استحوذ علیهم الشیطان فانسبهم ذکر الله اولئک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان هم الخاسرون۔ نسال الکریم ان یقطع دابرهم۔ ص ۲۲۳ - ۳۰۷

یہ آیت (افسن زین له) خوارج کے بارے میں نازل ہوئی۔ کیونکہ یہ لوگ قرآن وحدیث کے معنی کو بدلتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے قتل کو ہارکتے ہیں۔ انکے مالوں کو ضائع کرنا جائز قرار دیتے ہیں۔ نیز ہر حق کل انکی مثالیں اور نظائر موجود ہیں۔ یہ فرقہ جو حجاز (سعودیہ) میں پایا جاتا ہے وہ ان کے ہم حق پر ہیں حقیقت یہ ہے کہ لوگ (وہابیہ) جھوٹے ہیں۔ یہ شیطان کی جماعت ہے شیطان نے ان پر غلبہ کیا۔ یہاں تک کہ ان سے ذکر الہی بھلا دیا۔ یقیناً یہی لوگ حزب الشیطان ہیں۔ نیز دار شیطان کی جماعت ہی نقصان اٹھانے والی ہے۔ ہم اللہ کریم جل جلالہ سے دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ انکی جڑوں کو ختم کر دے۔ (آمین)

حضرت علامہ شیخ احمد الصاوی رحمۃ اللہ علیہ وہابیہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ولا تدع مع الله الها۔

(۸) (ولاتدع) تعبد (مع اللہ الہا آخر) (قولہ) اشارہ بذلک الی ان المراد بالدعاء العبادۃ
وحيث تدفليس فی الآیۃ دلیل علی ما زعم الخوارج من ان الطلب من الغير حیا ومیتا
شُرک فانہ جہل مرکب لان سوال الغير من اجراء اللہ النفع او الضرر علی یدہ قد یکون
واجبالانہ من التمسک بالاسباب الاجرود او جہول، صاوی، جلد ۳، قصص، رکوع

۲۲۹/۱۲

علامہ صاوی لکھتے ہیں۔ اس آیت (ولاتدع مع اللہ آخر) (ولاتدع کا معنی ہے) (ولاتعبد)
اے لوگو! اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو، جب (ولاتدع کا معنی) (ولاتعبد) ہو، تو وہابیہ
کے قول کا ردّ بلیغ ہو گیا (کیونکہ) وہابیہ خوارج اس آیت کا یوں ترجمہ کرتے ہیں، کہ غیر اللہ
(انبیاء، اولیاء) زندہ ہوں یا وفات شدہ۔ ان سے مدد مانگنا (پکارنا) شرک ہے
(مفسر قرآن علامہ صاوی وہابیوں کے اس معنی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں) کہ وہابیوں
کا اس انداز سے ترجمہ کرنا اور یہ مراد لینا انکی سخت جہالت ہے (اس لئے کہ جو مسلمان یہ
سمجھ کر انبیاء کرام اور اولیاء اللہ سے مدد مانگتا ہو کہ نفع و نقصان، اللہ تعالیٰ نے ان (انبیاء و اولیاء
اللہ) کے ہاتھوں جاری کیا ہے، سو یہ تمسک بالاسباب ہے اور جو شخص تمسک بالاسباب
کا منکر ہو، وہ بلاشبہ جاہل ہے، اور اسلام کا منکر ہے۔

﴿حضرت علامہ شیخ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

کہ وہابیہ خارجی گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہیں۔ علامہ۔ اس آیت مبارکہ۔ والذین اتخذوا
من دونہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(۹) (والذین اتخذوا من دونہ) ای الاصنام (اولیاء) الآیۃ جلالین۔ واما الاولیاء بمعنی
المسؤولین۔ خدمۃ ربہم وتولایہم بمعنی معرفۃ فمحتبتہم والتعلق بہم من حملۃ
طاعة اللہ لانہم الوسیلۃ لئالی اللہ ورسولہ ولیست محتبتلہم وتوسلتلہم شرکا خلا
فالخوارج الضالین المضلین حیث زعموا ان کل من توسل الی اللہ باحد سواہ
فیہو مشرک۔ او۔ صاوی۔ جلد ۳۔ شری رکوع۔ ۳۲۔ ۳۱۔

کہ (من دونہ) سے مراد انبیاء، اللہ نہیں بلکہ (من دونہ) سے (صنم) بت مراد ہیں (کیونکہ)
انبیاء اللہ سے محبت و تعلق۔ بعینہ اللہ جل جلالہ سے محبت کرنا ہے۔ اور انکی محبت و حقیقت
رب ذوالجلال کی اطاعت ہے اس لئے کہ اولیاء اللہ، تو وہ ہیں، جو اللہ کریم سے محبت کرتے

ہیں اور اللہ کی رضا چاہتے ہوئے ہمہ وقت دین اسلام اور مخلوق خدا کی (سماجی معاشرتی ظاہری و باطنی اصلاح) خدمات سرانجام دیتے ہیں سو اولیاء اللہ سے محبت کرنا۔ اور اولیاء اللہ کو بارگاہِ صدیقیت میں۔ وسیلہ بنانا شرک نہیں۔ بلکہ یہی وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جو ہمیں اللہ سے ملا دیتے ہیں۔ یہ نفوسِ قدسیہ تقرب الی اللہ کے لئے اعظم وسیلہ ہیں۔

(اللہ اللہ کرنے سے اللہ نہ ملے۔ یہ اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملا دیتے ہیں۔ مترجم)

(خلافاً للخواارج) البتہ وہابیہ کہتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان نے بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے نہ مانگا۔ اور اولیاء اللہ کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے مانگا۔ تو وہ مسلمان مشرک ہے (نعوذ باللہ) ان (برے عقائد و اقوال کی وجہ سے) وہابیہ خوارج گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہیں۔

(اللهم احفظنا من شرورهم. ومن عقائهم الفاسدة الضالة. آمین۔ مترجم)

﴿حضرت علامہ شیخ احمد الصاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

چونکہ وہابیہ قرآن و حدیث کے معنی کو تبدیل کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ لوگ خوارج ہیں ضال اور مضل ہیں۔ علامہ اس آیت مبارکہ ومن یکفر بہ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

(۱۰) (وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ) ای بالکتاب الموتی بان یحرفہ۔ جلالین۔ قولہ (بان یحرفہ) ای متعمداً بان یتلاعب بمعانیہ والفاظہ ویأخذ بظاہرہ وذلك کالخواارج الذین یأخذون بظاہرہ ولا یعرفون معانیہ فضلوا. واضلوا. فان من جملة ابواب الکفر الاخذ بظاهر الکتاب والسنة..... صاوی۔ جلد ۱۔ بقرة رکوع ۵۷/۳۱

جو لوگ کلام اللہ کے الفاظ و معانی میں تحریف کرتے ہیں۔ درحقیقت وہ لوگ کلام اللہ سے جان بوجہ کر کھیلتے ہیں۔ اور خوارج وہابیہ کی طرح قرآن کریم کی آیات و تشابہات کے ظاہر پر عمل کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کریم اور احادیث کے تشابہات کے ظاہری لفظی ترجمہ پر عمل کرنا کفر ہے۔ چونکہ یہ خارجی (وہابی نولہ) قرآن و حدیث کے معنی کو نہیں جانتے۔ لہذا خود بھی گمراہ ہیں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی گمراہ کرنے

والے ہیں۔ کیونکہ کفر کے ابواب میں ایک یہ بھی ہے۔ کہ اگر کوئی قرآن و حدیث کے ظاہر پر عمل کرے۔ سو وہ کافر ہے۔

نجد کے خوارج

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں

(۱۱) فیکفی فی الخوارج اعتقادہم کفر من خرجوا علیہ کما وقع فی اتباع عبدالوہاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا یتحلون مذهب الحنابلہ لکن اعتقدوا انہم ہم المسلمون وان من خالف اعتقادہم ہم المشرکون واستحوذوا بذلک قتل اہل السنۃ والجماعۃ وقتل علمائہم حتی کسر اللہ تعالیٰ شوکتہم وخرّب بلادہم وظفر بہم عساکر المسلمون عام ثلاث وتلثین ومائین والفاء۔۔۔۔۔ شامی جلد ۳۔ باب البقات ۳۰۹

کہ ابن عبدالوہاب نجدی اور اسکا نولہ نجد سے ظاہر ہوا۔ اور انہوں نے حرمین شریفین پر چڑھائی کی۔ انہوں نے حرمین شریفین کے سنی مسلمانوں اور علماء اہل سنت کو قتل کیا۔ (انکے خون سے مکہ المکرمہ اور مدینہ المنورہ کی گلیوں کو رنگین کیا یہ ظلم عظیم ان ظالموں نے اس لئے کیا) کہ جس طرح خوارج کا عقیدہ ہے کہ جو بھی ہمارا مخالف ہے، سو وہ کافر ہے (نعوذ باللہ) ان نجدیوں وہابیوں نے دعویٰ کیا کہ ہم حنبلی ہیں (انکا یہ دعویٰ غلط ہے) اس لئے کہ انہوں نے دعویٰ کیا کہ بس ہم ہی مسلمان ہیں اور جو ہم نجدیوں کے مخالف ہو سو وہ مشرک ہیں (نعوذ باللہ) اور (ان نجدیوں نے) حکم جاری کیا کہ مسلمانوں (اہل سنت وجماعت کے عوام) اور علماء اہلسنت وجماعت کا قتل روا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انکے دہد بے شان و شوکت کو ختم فرمایا۔

ابن تیمیہ اور وہابیوں کے کفر کی وجوہات

چودھویں بحث ابن تیمیہ اور وہابیوں کے کفر کے بیان میں ہے۔

فتاویٰ حدیثیہ کے مصنف الشیخ احمد شہاب الدین بن حجر الہیتمی المکی ۹۰۹-۹۷۴ھ
فتاویٰ حدیثیہ کے صفحہ نمبر ۸۴ پر تحریر فرماتے ہیں۔

(۱) تملأ علیہ ای علی ابن تیمیہ اہل عصرہ ففسقوا
وبدعوا بل کفرہ کثیر متہم۔ فتاویٰ حدیثیہ ۸۴

(جب مسلمانوں نے اس زمانے کے علماء سے ابن تیمیہ کے بارے میں پوچھا تو اسکے ہم عصر علماء نے) متفقہ فیصلہ و فتویٰ صادر فرمایا۔ کہ ابن تیمیہ فاسق و بدعتی ہے۔ اور انہی میں سے اکثر علماء نے ابن تیمیہ پر کفر کا فتویٰ صادر کیا۔

﴿علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں﴾

(۲) اعلم ان هؤلاء الكفرة والبغاة الفجرة اجمعوا بين اصناف الكفر والبغى والعناد وانواع الفسق والزندقة والاحادو من شك في كفرهم والحادهم ووجوب قتالهم فهو كافر مثلهم۔ تنقيح الحامدية ردة ۱۰۳

کہ ان کافروں، باغیوں، فاجروں نے کئی اقسام کے کفر، بغاوت، بدعتی، اور فسق و فجور زندگی و حقیقت کو اختیار کیا، لہذا جو شخص انکے کفر اور دین سے نکلنے اور انکے قتل کے وجوب میں شک کرے ”سو“ وہ بھی ان جیسا ”کافر“ ہے۔

﴿علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ۔ تنقيح الحامدية میں لکھتے ہیں﴾

(۳) ومن وجوه الكفر انهم يستخفون الدين ويستهزؤون بالشرع المبين۔۔۔ تنقيح الحامدية ردة۔ جلد ۱۔ ۱۰۳

اور انکے کفر کی وجوہات میں بعض یہ بھی ہیں کہ یہ لوگ دین کی توہین کرتے ہیں۔ اور شرع مبین کے ساتھ استہزا یعنی مسخرے کرتے ہیں

﴿علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ۔ تنقيح الحامدية میں لکھتے ہیں﴾

(۴) ومنها انهم يهينون العلم والعلماء مع ان العلماء ورث الانبياء وقد قال الله

تعالى انما يخشى الله من عباده العلماء۔ تنقيح الحامدية ردة۔ جلد ۱۔ ۱۰۳

اور انکے کفر کی وجوہات میں ایک یہ بھی ہیں کہ یہ لوگ علم دین اور علماء کی توہین کرتے ہیں (حالانکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا) کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

اور رب ذوالجلال نے فرمایا۔ کہ بندوں میں اللہ سے زیادہ ڈرنے والے علماء ہیں۔

﴿وہابیوں کے کفر کی پانچویں وجہ یہ ہے﴾

(۵) وابن تیمیہ من المجسمة ومن قال انه تعالى جسم فهو في غاية

السفاهة والجهالة فلم يعتد بقول امثاله۔ انون شمس جلد ۱۔ ۹۴۔ و ما شمس جلد ۱۔ ۱۸۹

اخون شیخ نے فرمایا کہ ابن تیمیہ جو اللہ عزوجل کے جسم کا قائل تھا سو ایسا شخص جو یہ عقیدہ رکھتا ہو نہایت جاہل بلکہ جہالت کی انتہاء کو پہنچا سو ایسے جاہل و غبیہ کا (دین و اسلام میں) کیا شمار ﴿حضرت ملا علی قاری مفتی مکہ شرح القاری للفقہ الاکبر میں لکھتے ہیں﴾

(۶) من قال بانہ سبحانہ جسم ولہ مکان او یمر علیہ زمان ونحو

ذلک کافر لم یثبت لہ حقیقت الایمان۔ شرح القاری للفقہ الاکبر ۲۰۱۔ شرح الفقہاء الجلالی

جلد ۲۔ ۱۱۶، نقلاً عن شرح المواقت۔ من الرئی۔ تفسیر وحید۔ ۲۵۰، تہذیب ابی الخیر السامی ۳۰۱۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ جس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کیلئے جسم ہے اور اللہ کیلئے مکان ہے، یا اللہ پر زمانہ گذرتا ہے یا اسی قسم کی دیگر وہائیات کہے سو وہ شخص کافر ہے ایسے شخص کیلئے حقیقت ایمان ثابت نہیں۔

﴿فتاویٰ حدیثیہ کے مصنف الشیخ احمد شہاب الدین بن حجرؒ﴾

المبتدئ السکی ۹۰۹-۹۷۴ھ

وہابیوں سے کفر کی وجوہات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(۷) وقول ابن تیمیہ بالجسمیۃ والجهة والانتقال وانہ بقدر العرش لا اصغر ولا اکبر

تعالی اللہ عن هذا الافتراء الشیع القبیح والكفر البواح الصریح۔ تازی صفحہ ۸۵

ابن تیمیہ اللہ تعالیٰ کیلئے جسم کا قائل تھا اور اللہ تعالیٰ کیلئے جہت و انتقال کا قائل تھا اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ عرش جتنا ہے نہ عرش سے بڑا ہے نہ چھوٹا (نعوذ باللہ) جبکہ اللہ تعالیٰ مذکورہ اشیاء سے مبرہ و منزہ ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنا کفر صریح ہے۔

﴿علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تنقیح الحامد یہ میں لکھتے ہیں﴾

(۸) ومنها انہم یستحلون المحرمات ویہتکون المتحرمات

تنقیح الحامد ۱۰۳ جلد ۱، ردۃ

یہ (وہابیہ) حرام کو حلال کہتے ہیں (جیسے ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ حالت جب میں رات کو نوافل پڑھنا جائز ہے) اور محرمات (شعائر اللہ) کی توہین کرتے ہیں۔

﴿علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا﴾

(۹) وقد ثبت بالتواتر قطعاً عند الخواص والعوام من المسلمین ان هذه القبائح

مجتمعة فی ہتولاء الضالین المضلین فمن انتصف بواحد من الامور فهو كافر يجب قتله باتفاق الامة..... تنقيح اللہ پتہ - جلد ۱ - صفحہ ۱۰۳

چونکہ یہ تمام قبائح ان (دہائیوں) گمراہوں میں موجود ہیں۔ تمام مسلمان خواص ہوں یا عوام انہی ان گمراہیوں کی (گواہی) دیتے ہیں لہذا باتفاق امت مسلمہ (دہائیہ) کافر اور واجب القتل ہیں۔

﴿حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا﴾

(۱۰) لا یجاوز ایمانہم حناجرہم۔ جلد ۱ - صفحہ ۱۰۳ - جلد ۲ - صفحہ ۱۰۳ - جلد ۳ - صفحہ ۱۰۳

(خوارج دہائیہ وہ ہیں) کہ انکا ایمان - انکے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔

(۱۱) یقرؤن لا یجاوز تراقیہم :

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ (خوارج دہائیہ) قرآن کریم کی تلاوت کریں گے۔ مگر (آیات قرآن)

انکے گلے سے نہ اتریں گی۔ جلد ۱ - صفحہ ۱۰۳ - جلد ۲ - صفحہ ۱۰۳ - جلد ۳ - صفحہ ۱۰۳

﴿علامہ شیخ یوسف بن اسماعیل النیسابوری﴾

دہائیوں کے کفر کے وجود میں سے ایک وجہ یہ بتاتے ہیں۔

(۱۲) نحن نعلم بالقطع ان هؤلاء الطوائف الثلاثة الشافعية والمالكية . والحنطية

وموافقيہم من الحنابلة مسلمون وليسوا بكفار میں فقول الوهابية بان جميعہم كفار

وحمل الناس على ذلك كيف لا يكون كفرا

وقد قال ﷺ اذا قل المسلم لاحبه يا كافر فقد باء بها احدهما . والضرورة اوجبت

بان من كفرهم مسلم والحديث يقتضي انه يواءمها احدهما فيكون القائل هو الذي

بأء بها۔ تکی ثم شاهد الحق۔ ۱۰۵۔۔۔۔۔

ان لوگوں (دہائیوں) نے اختلاف ممالکی، شوافعی، مالکی، حنبلی سب کو کافر کہا ہے حالانکہ یہ سب

کے سب مسلمان ہیں، سو یہ دہائیہ اپنے اس قول کے بناء خود کافر ہو گئے کیونکہ محبوب

دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو کہے اے کافر تو یہ کہنا ہی کی طرف

لوٹ آتا ہے کیونکہ سامنے والا (مخاطب) مسلمان ہے سو یہ حکم ہی کی طرف لوٹ آئے گا۔

﴿نبی کریم ﷺ نے فرمایا﴾

(۱۳) یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمية.

خوارج (وہابی) دین سے ایسے نکلتے ہیں۔ جیسے تیر کمان سے۔

نسائی (جلد ۲۔ ۱۵۳) ابوداؤد۔ (جلد ۲۔ ۶۵۷) بخاری جلد ۲۔ ۱۰۲۳ ابن ماجہ جلد ۱۔ ۱۵۱ ابوداؤد۔ ۲۵۶ ترمذی جلد ۲۔ ۳۴ بخاری جلد ۲۔ باب القتل الخوارج والمحدین۔ ۱۰۲۳

رسول اللہ ﷺ نے وہابیوں کے کفر کی علامت یہ بتائی کہ یہ لوگ دین سے اتنی سرعت کے ساتھ نکل جاتے ہیں جسطرح تیر کمان سے۔

﴿نبی کریم ﷺ نے فرمایا﴾

(۱۴) یمرقون من الدین مروق السهم من الرمية ثم لا یرجعون.

سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ یہ خوارج (وہابی) دین سے اس تیزی کیساتھ نکل جاتے ہیں کہ جسطرح تیر کمان سے تیزی سے نکل جاتا ہے نیز یہ لوگ (وہابی) دوبارہ دین کی طرف لوٹ کر نہیں آتے۔ ابوداؤد۔ (جلد ۲۔ ۶۵۶) غریب الطائین جلد ۲۔ بیان الفرق ۵۹۔

﴿نبی کریم ﷺ نے فرمایا﴾

(۱۵) یقتلون اهل الاسلام.

سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ یہ خوارج (وہابی) مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے ثابت ہوا کہ جو شخص مسلمانوں کے قتل کو روا (جائز) قرار دے وہ کافر ہے کیونکہ مسلمانوں کا قتل ناحق اسلام میں حرام قطعی ہے اور ان (وہابیوں نے) مسلمانوں کے قتل کو جائز قرار دیا لہذا یہ کافر ہیں (اصول ہے) من استحل الحرام فهو کافر جس نے حرام کو حلال جانا وہ کافر ہے۔

﴿نبی کریم ﷺ نے فرمایا﴾

(۱۶) یدعون الی کتاب اللہ ولیسوا منه فی شئ.

سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ یہ خوارج (وہابی) لوگوں کو کتاب اللہ کی طرف بلائیں گے جبکہ خود اس پر نہ تو ایمان رکھتے ہونگے اور نہ عمل کریں گے۔

خوارج (وہابی) کے کفر کا سبب جو حدیث سے ثابت ہوا یہ ہے۔ کہ یہ لوگ قرآن کریم پر ایمان نہ رکھتے ہونگے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

(۱۷) عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال قال رسول الله ﷺ (في حديث طويل) ستفرق امتي على ثلاث وسبعين فرقة كلهم في النار الا واحدة قالوا من هي يا رسول الله ﷺ قال ما لنا عليه واصحابي. (وفي حديث آخر) عن معاوية ثنتان و سبعون في النار و واحدة في الجنة وهي الجماعة.

ترمذی. ابو داود. واحمد. مشکوٰۃ، باب اعتصام. فصل ۲۲. ۲.

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ عنقریب میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی۔ تمام کے تمام فرقے جہنم میں جائیں گے۔ سوائے ایک فرقہ کے (صحابہ نے) عرض کیا وہ کونسا فرقہ ہے جو جنتی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ وہ طریقہ (ایمان و عمل) جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔ دوسری حدیث جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ بہتر فرقے جہنمی ہیں۔ اور ایک فرقہ جنتی ہے اور وہ (اہل سنت و) جماعت ہے۔ ترمذی. ابو داود. واحمد. مشکوٰۃ، باب اعتصام. فصل ۲۲. ۲.

معلوم ہوا کہ خوارج (دہائیہ) جہنمی ہیں کیونکہ یہ بھی دوسرے فرقوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہوئے، انکا جہنمی ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ لوگ کافر ہیں اور اپنے کفر کے سبب داخل جہنم ہوئے ﴿ان فرقوں کا جہنم میں جانا انکے باطل عقائد کی بنا پر ہے﴾ (۱) صاحب فتاویٰ عزیز یہ ان فرقوں کے داخل جہنم ہونے کا سبب بیان فرماتے ہیں پس فرقہائے ضالہ را دخول النار بنا بر اعتقادات ایشاں است کہ علامت بطلان است۔ ان فرقوں کا جہنم میں جانا انکے باطل عقائد کی بنا پر ہے اور انکا جہنم میں دخول ہی انکے عقائد کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔ فتاویٰ عزیز جلد ۲۔ ۹۲۔

صاحب شرح عقائد الجلالی لکھتے ہیں

ان تمام گمراہ فرقوں کا داخل جہنم ہونا انکے باطل عقائد کے بنا پر ہے۔

(۲) کلبہا فی النار من حیث الاعتقاد فلا یر دانہ لو ارید الخلو فیہا فهو خلاف الاجماع فان المؤمنین لا یخلدون فیہا وان ارید مجرد الدخول فیہا فهو مشترک بین الفرق

شرح عقائد الجلالی۔ جلد ۱۹

﴿حضرت ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں﴾

(۳) ولوقال رجل حرمة الخمر لا تثبت بالقرآن كقراى لانه عارض القرآن وانكر تفسير اهل الفرقان. شرح فقه اكبر. لعلی القاری. ۲۲۹.

(ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ جس شی کی حرمت قرآن کریم سے ثابت ہو اور کوئی شخص اس کی حرمت سے انکار کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے مثلاً) اگر کوئی شخص کہے کہ شراب کی حرمت قرآن سے ثابت نہیں تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ ایک تو وہ قرآن کا معارض (مقابلہ کرنے والا) ہوا نمبر وہ یہ کہ اس نے مفسرین کی آراء سے انکار کیا۔

میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں کہ مذکورہ بالا تمام حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ خوارج (وہابیہ) تحریف قرآن کی وجہ سے کافر ہوئے۔

﴿علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث﴾

سے استدلال کرتے ہوئے خوارج (وہابیہ) پر کفر کا فتویٰ صادر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ (۱۹) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ (فی الجواب عن السؤال عن حال الحرورية) ینخرج فی هذه الامة (ولم یقل منها) قوم (الخ) قال النووی فیہ اشارۃ من ابی سعید الخدری الی تکفیر الخوارج او انهم من غیر هذه الامة بنی النوری جلد ۳۳۹ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ینخرج فی هذه الامة قوم، کہہ کر خوارج (وہابیہ) کی تکفیر کی طرف اشارہ فرمایا ہے یا اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ خوارج (وہابیہ) کا شمار امت اجابت میں نہیں۔

﴿علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا﴾

(۲۰) (وعز) الشاتم، وهل یکفر ان اعتقد المسلم کافرا نعم "الا" لا" به یفتی

الشرع (دوہا بیتا تعویذ الا بشارہ در مختار جلد ۳ - باب التعذیر ۱۸۲ - فضولین جلد ۲ - ۲۱۱)

کہ (مسلمان کو) گالی دینے والا قابل تعزیر ہے (سوال) اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کے بارے میں کفر کا عقیدہ رکھے (یعنی یہ سمجھے کہ یہ کافر ہے جبکہ وہ کافر نہ ہو، ایسا کہنے والا کافر ہے یا نہیں)

(جواب) جی ہاں اگر وہ شخص یہ اعتقاد رکھتا ہو تو کافر ہو جائے گا۔ اور اگر یہ اعتقاد نہ ہو (بلکہ کافر کی نسبت صرف گالی سمجھ کر کہا ہو) تو کافر نہیں ہوگا (اگرچہ گنہگار ہے)

﴿ذخیرہ۔ نہر۔ ان کتابوں میں مذکور ہے کہ﴾

(۲۱) قوله ان اعتقد المسلم كافرا. نعم. ای يكفر ان اعتقده كافرا لا بسبب مكفر قال في النهر وفي الذخيرة المختار للفتوى انه ان اراد الشتم ولا يعتقده كفرا لا يكفر وان اعتقده كفرا مخاطبه بهذا بناء على اعتقاده انه كافرا يكفر. لانه لما اعتقده المسلم كافرا فقد اعتقد دين الاسلام كفرا رد المحتار جلد ۳ باب فتوى ۱۸۳۱ اصولین جلد ۲۱۱ کہ اگر کسی شخص نے دوسرے مسلمان کو بالیقین کافر چاہا۔ کہ وہ مسلمان ہو۔ تو مسلمان کو کافر کہنے والا یقیناً کافر ہے اسی طرح نہر اور ذخیرہ نامی کتابوں میں مذکور ہے اگر کسی شخص نے دوسرے مسلمان کو کافر کہا۔ آیا ان الفاظ سے اسکی طرف کفر کی نسبت کی سو اگر اس نے محض گالی سمجھ کر مسلمان کو کافر کہا پھر تو ہم اسے کافر نہ کہیں گے اور اگر اس نے واقعتاً اس

مسلمان کو کافر جان کر کافر کہا تو پھر مختار فتویٰ یہی ہے کہ وہ شخص کافر ہے۔ کیونکہ ایک مسلمان کو کافر سمجھنا یقیناً اسلام سے انکار ہے۔

امام الوہابیہ عبداللہ معروف جہاد۔ ساکن موٹین لکھتا ہے

(۲۱) ائمہ اربعہ کے مقلدین اور مذاہب اربعہ کے اتباع کرنے والے مشرک و کافر ہیں اقسام الت۔ ۸۔ ۷۔

اس وہابی کبیر نے جب علماء مقلدین و کالمین کو مشرک اور کافر لکھا تو خود اس کے کفر و الحاد میں کیا شک ہے۔ الفتح المبین۔ ۳۳۶۔ ۳۳۵۔

﴿پندرویں بحث خوارج وہابیہ کے قتل کا وجوب﴾

(۱) اذ القیتموهم فقتلوهم فان قتلهم اجر لمن قتلهم يوم القيامة جب تم خوارج (وہابیہ) کو پاؤ سو انہیں قتل کر دو۔ جس نے انہیں قتل کیا روز حشر اجر و ثواب سے نوازا جائے گا۔

بخاری جلد ۲۔ ۱۰۲۳۔ و نسائی جلد ۳۔ ۱۵۷۔ ابوداؤد جلد ۲۔ ۲۵۷۔ ابن ماجہ۔ ۱۵۔

﴿رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴾

(۲) من قاتلہم کان اولیٰ باللہ تعالیٰ منهم

جس نے خوارج (وہابیہ) کو (رضالہی کے لئے) قتل کیا سو وہ شخص بروز شرا اللہ تعالیٰ کے قریب

ہوگا۔ ابوداؤد۔ جلد ۲ ص ۶۵۶

(۳) طوبیٰ لمن قتلہم وقتلہ۔

خوارج (وہابیہ) کا قاتل اور جنہیں وہابیوں نے شہید کیا دونوں قابل صد تحسین ہیں (یعنی

دونوں صورتوں میں "غازی" یا "شہید" اجر پائیں گے) ابوداؤد۔ جلد ۲ ص ۶۵۶

(۴) لئن انا درکتہم لا قتلنہم قتل عاد۔

حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر میں ان خوارج (وہابیہ) کو پالوں تو میں انہیں قوم

عاد کی طرح نیست و نابود کروں۔ ابوداؤد۔ جلد ۲ ص ۶۵۶۔ نسائی جلد ۲ ص ۶۵۳

(۵) عن ابی امامۃ وسہل ابن حنیف رضی اللہ عنہما قال کانما مع عثمان

رضی اللہ عنہ وهو محصور فقال عثمان تقتلونى وقد سمعت رسول اللہ

ﷺ يقول لا یحل دم امرأ مسلم الا باحد ثلاث. نفس بالنفس والشیب الزانی

والمفارق لدينہ التارک للجماعۃ۔ شرح معانی الآثار جلد ۲ ص ۹۲

سیدنا ابی امامہ اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ جب حضرت عثمان

(گھر) میں محصور کئے گئے ہم دونوں امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت عثمان

رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ لوگو تم میرے قتل کے درپے ہو گئے ہو حالانکہ رسول اکرم ﷺ

نے فرمایا ہے جان کے بدلے جان (کہ اگر کسی نے اپنے مسلمان بھائی کو ظلماً قتل کیا

تو قصاص میں اسے قتل کر دیا جائے) اور اگر بوڑھے شخص نے زنا کیا سو اسے قتل کیا جائے

(۳) جو شخص دین اسلام سے نکل کر مرتد ہو جائے اس (مرتد) کو قتل کیا جائے۔

(۶) قال علیہ السلام لا یحل دم امرأ مسلم یشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدًا عبده

ورسولہ الا باحدی ثلاث. الشیب الزانی والنفس بالنفس والتارک لدينہ المفارق

للجماعۃ۔ بحاری ابوداؤد ترمذی والنسائی۔ المسائل الثانی جلد ۱ ص ۳۶۲

جو شخص اللہ جل جلالہ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہو
 سو اس مسلمان کا قتل جائز نہیں مگر جو مسلمان شادی شدہ ہو اور زنا کرے سوائے قتل کرو۔
 (۲) جو مسلمان دوسرے مسلمان کو ظلماً قتل کرے اسے قصاص میں قتل کرو۔
 (۳) جو مسلمان اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو جائے اور جماعت کو چھوڑ دے۔ سوائے بھی قتل
 کرو۔ ان تین وجوہ کے بغیر کسی مسلمان کا قتل روا نہیں۔

﴿علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ﴾

نبی کریم ﷺ کے اس قول (المفارق لدینہ) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں
 (۷) قوله عليه السلام المفارق لدينه (الخ) قال النووي هو عام في كل مرتد عن
 الاسلام باي ردة كانت فيجب قتله ان لم يرجع الى الاسلام قال العلماء يتناول كل
 خارج بدعة او بغية او خلاف اجماع وغيرها وكذا الخوارج (انتهى) اقول ويتناول
 ايضا الفرقة الجديدة الباغية المقلدة لابن عبد الوهاب النجدي الشهيرة في بلادنا
 بالوهابيين فيجب على حاكم الاسلام استيصالهم كما استاصلهم سلطان الروم. و
 قد صرح صاحب رد المحتار انهم من الخوارج

حاشیہ شرح معانی الآثار حدود باب من سكر اربع مرات جلد ۲: ۹۳

کہ رسول اللہ ﷺ کے اس قول مبارک (دین کو چھوڑنے والا) یہ حکم عام ہے (یہ حکم شامل ہے
 ہر اس شخص کو) جو جس انداز سے بھی دین (اسلام) کو چھوڑے گا، سو اس (مرتد) کا حکم یہ ہے کہ
 جب تک وہ دوبارہ اسلام کو قبول نہ کرے، اسے قتل کر دیا جائے۔۔۔۔۔
 علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ (تمام) علماء نے فرمایا ہے۔ کہ (المفارق لدینہ) ہر اس
 شخص کو شامل ہے (جو شخص بدعتی ہو یا باغی ہو، یا اجماع امت کی مخالفت کرتا ہو) (سو انکا بھی وہی
 حکم ہے جو اوپر ذکر ہوا) یوں ہی خوارج کا حکم ہے، علامہ فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ یہ حکم
 اس نئے باغی فرقے کو بھی شامل ہے،

جو ابن عبد الوهاب نجدی کے پیروکار۔ و معتقدین ہیں۔ جو ہمارے شہروں میں وہابیوں کے نام
 سے مشہور ہیں، سو (ہر) حاکم اسلام پر واجب ہے، کہ وہ ان وہابیوں کو اسی طرح ذلیل و رسوا

کرے جس طرح سلطان روم نے انہیں ذلیں و رسوا کیا تھا۔ علامہ ابن عابدین شامی نے فرمایا۔
کہ یہی گروہ وہابیہ خوارج ہیں۔ سو جو خوارج کا حکم ہے وہی حکم انکا بھی۔



﴿علامہ ابوالشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

(۸) قال المہتدی ابوالشکور السالمی سمعت عن الشیخ الامام زاہد ابی بکر محمد بن حمزہ الخطیب سمرقند فی سنیف وستین واربع مائۃ کت مطلقا عنده وتلفتت من کتاب السرقۃ وغیرہ فلما بین مسائل قطاع الطريق واحکامہ وهو معنی قولہ (الماجزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا ویصلبوا او تقطع یدہم وارجلہم من خلاف او ینفروا من الارض ذلک لہم عذی فی الدینا ولہم فی الآخرۃ عذاب عظیم) قال رحمۃ اللہ قطع الطريق ان ینقطع بخروجہ فقال سمعت شیخ الاسلام رکن الدین والاسلام شمس الآلۃ ابی محمد بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ ذکر فی امالیہ بان قطاع الطريق اذا قطع الطريق واخذ المال ولم یقتل ولم یقطع بخروجہ فانہ یحوز للسلطان ان یقتلہ سیاسۃ وزجر او لہذا المعنی قلنا ان المبتدع اذا کان معہ دعویٰ ودلالۃ للناس فی بدعۃ یتوہم ان ینشر منہ البدعۃ وان لم یحکم بکفرہ فانہ یحوز للسلطان ان یقتلہ سیاسۃ وزجر الان فسادہ اعلیٰ واعم حیث یؤثر فی الدین والبدعۃ اذا كانت کفر فانہ یباح قتلہم عامۃ اما اذا كانت فسقا لا یباح قتلہم عامۃ لکن یقتل من کان معلما و رئیساً و اماما لہم زجراً و امتناعاً لہم

ابن تیمیہ الشکور السالمی القول الرابع ۱۰۰ ۱۰۱



علامہ عبدالشکور سالمی لکھتے ہیں

میں تقریباً ۱۳۷۵ھ میں شیخ ابوبکر محمد بن حمزہ سمرقندی کے پاس علوم دینیہ کے حصول کی غرض سے حاضر تھا۔ آپ میں پڑھتے پڑھتے سرقہ (چوری) کے (احکامات) تک پہنچا اور جب میرے استاذ

نے قطاع الطريق (راہزلوں) کے مسائل و احکامات بیان فرمائے جو بعینہ قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ (العاصیاء الذین)

ترجمہ۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جھگڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں (ان کے لئے دنیا میں سزا یہ ہے)

(۱) انہیں قتل کیا جائے (۲) یا انہیں سولی چڑھایا جائے

(۳) یا ان کے ہاتھ پاؤں مختلف سمتوں سے کاٹ دئے جائیں۔

(۴) یا ملک بدر کئے جائیں، یہ سزا دنیا میں ان کی رسوائی کیلئے ہے اور بروز حسرت ان کے لئے سخت عذاب ہے۔

امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ (اگر کوئی ایک ہی شخص یا صاحب قوت جماعت رہزنی کے لئے نکلی جو امتناع پر قادر ہو اور وہ آدمی یا جماعت نہ مال چھین سکے اور نہ کسی کو قتل کر سکے کہ اچانک گرفتار ہو جائے تو اس صورت میں اس کو قید کیا جائیگا، یہاں تک کہ توبہ کرے اور اگر کسی مسلمان یا ذی کانتکال لے چکے کہ وہ انہیں سے ہر ایک پر دس دواہم تقسیم ہو سکتیں ہیں تو انکا داہنا ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹا جائیگا اور اگر انہوں نے مال وغیرہ تو نہیں لیا مگر کسی کو قتل کر ڈالا تو اس صورت میں ان کو قتل کیا جائیگا۔ اور یہ قتل حد کی وجہ سے ہوگا نہ از روئے قصاص کے، یہاں تک کہ اگر مقتول کے ورثہ اس قاتل کو معاف بھی کر دیں تب بھی معاف نہ ہوگا کیونکہ یہ حق اللہ ہے اور حقوق اللہ اور حدود کو معاف کرنا جائز نہیں اور اگر انہوں نے مال بھی لیا اور کسی کو قتل بھی کر ڈالا تو اس صورت میں حاکم کو چند امور کا اختیار ہے۔

(۱) داہنا ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹنے پھر قتل کر دے اس کے بعد سولی چڑھا دے

(۲) صرف قتل کر ڈالے۔

(۳) صرف سولی دیدے)

فرمایا، انہوں نے کہ میں نے شیخ الاسلام محمد بن عبدالعزیز سے سنا انہوں نے اسے امالی (نام کتاب) میں ذکر کیا ہے۔ کہ اگر رہزن کسی سے مال چھین لے۔ اگرچہ کسی کو قتل نہ کرے تب بھی حاکم وقت اسے سیاستاً زہراً قتل کر دے (تاکہ رعایا کے دلوں میں خوف قائم

ہو جائے اور کسی دوسرے کے دل میں رہبرنی کی جرأت پیدا نہ ہو سکے) امام موصوف لکھتے
 ہیں، اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی بدعتی (وہابی) تبلیغ کر رہا ہو اور لوگ اسکے بدعتی (وہابی)
 ہونے کی گواہی بھی دیں اور اسکی تبلیغ سے مسلمانوں میں انتشار (عقائد خراب ہونے) کا
 خطرہ ہو اگرچہ اس پر ابھی کفر کا حکم صادر نہ ہوا ہو تب بھی حاکم وقت کیلئے اس بدعتی (وہابی)
 کا قتل کرنا سنا و زجر اجازت ہے، کیونکہ اسکا فساد (تبلیغ) اس قتل سے بڑھکر ہے اس لئے کہ یہی
 فساد (تبلیغ) لوگوں کے ایمان کو خراب کرتا ہے، اور بدعتی کی بدعت جب حد کفر تک پہنچ جائے،
 تو پھر ایسے لوگوں (جنگی بدعت حد کفر تک پہنچے) کو قتل کرنا مباح ہے، اور اگر بدعتی کی بدعت
 حد کفر تک نہ پہنچے بلکہ فسق و فجور تک پہنچے تو انکا قتل روا نہیں لیکن جوان بدعتیوں کا معلم ہو
 یا رئیس (امیر) ہو یا انکا (بدعتیوں کا) امام ہو تو (حاکم وقت) اسے زجر و توبیخ قتل کر دے



﴿مرنے کے بعد جسم میت میں روح کا لوٹایا جانا ثابت ہے﴾

سولویں بحث مردے کے جسم میں روح کے لوٹائے جانے کے بیان میں ہے

(۱) اعادة الروح الى الجسد (جميعا) حق باتفاق اهل الحق فيكون حيوة مطلقة كحيوته في الدنيا وهو الصحيح وهو مذهب الجمهور فتكمل حواسه فيرد الله تعالى اليه ما يتوقف عليه فهم الخطاب ويتأتى معه رد الجواب من الحواس والعقل والعلم لسائر الموتى فضلا من الشهداء وفضلا من الانبياء بطريق الاستمرار كحالة في الدنيا

☆۔۔۔۔۔ قبر میں میت کے جسم میں روح کا لوٹایا جانا ثابت ہے تمام اہل حق (اہل سنت وجماعت) کا اس پر اجماع (اتفاق) ہے۔ سو وہ ایسا زندہ ہو جاتا ہے۔ جیسے دنیا میں تھا۔ یہ جمہور علماء کا مذہب اور اقوال صحیحہ میں صحیح قول ہے۔ زندہ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ جل جلالہ اسے حواس خمسہ (بصرہ۔ سامعہ۔ شامعہ۔ ذائقہ۔ لامعہ) نیز عقل و علم عطا فرمادیتا ہے۔ کیونکہ سمجھنا انہی اشیاء پر موقوف ہے اشیاء مذکورہ کے ساتھ جب اس کے حواس بالکل مکمل ہو جاتے ہیں۔ تب فرشتوں کی بات سکر جواب دیتا ہے۔

﴿تتنبیہ﴾ عمل مذکور بالا (جو کچھ بالا) اوپر ذکر کیا گیا) ایسا عمل کیا جانا تمام مرنے والوں کیلئے بالاتفاق ثابت ہے۔ البتہ انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام وشہداء کرام (واولیاء اللہ) اس عمل سے (مشتی) ہیں انکی وفات آن واحد کے لئے ہوا کرتی ہے۔ اور اشیاء مذکورہ) سو یہ اشیاء مذکورہ (عقل و علم۔ قوت بصرہ۔ قوت سامعہ۔ قوت لامعہ۔ قوت شامعہ۔ قوت ذائقہ) انکے لئے استمراری (دائمی باذن اللہ۔ ہمیشہ ہمیشہ) کے لئے (ثابت) ہیں انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام وشہداء کرام (واولیاء اللہ) جس طرح

دنیا میں حیات تھے۔ اسی طرح عالم برزخ (قبر) میں بھی (بطریق اولی) حیات ہیں
الفقہ الاکبر۔ لامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ و ابو المنہی ۳۔ ص ۳۳۔ والدرۃ المنفیعہ شرح رمية۔ لامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ص ۲۳۔ و شرح القاری۔ ص ۱۲۰۔ و شرح الصدور۔ ص ۱۳۔ و شرح العقائد الجلالی۔ جلد ۲۔ ۱۰۳۔ ولونسی ۷۔ ونوبی ۸۔ ثم تحفة الاعالی ۵۵۔ وحاشیۃ ابی داود جلد ۲۔ ۲۹۷۔ وقولوی ثم حاشیۃ زین الدین قاسم علی المسائره ۱۱۳۔ واتحاف المرید ۱۳۔ و تحفة الاعالی ۵۵۔ وقاله الشيخ تقي الدين السبكي ثم زاده للیب ۱۰۱۔ ۱۶۔

﴿جلال الدین سیوطی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

(۲) بمحل التعميم والعذاب الروح والبدن جميعا باتفاق اهل السنة والجماعة كما هو مذهب الجمهور. وهو الصحيح وقول العامة واكثر ارباب الشرع على انهم احياء في الحال بحياة جسمانية..

شرح الصدور: ۲۲۱، الحاشیہ المبرید: ۱۲۷، ۱۲۸، شرح القاری للفقہ الاکبر: ۱۳۱، والہدایہ باب بالیمین بالقلیل والضرب جلد ۲: ۳۳۳، وبعبر: وکبریٰ باب العنابر، وحشی الہدایہ لم حاشیہ الہدایہ، ایمان جلد ۲: ۸۴، ۸۵.

انعامات و اجر و ثواب و عذاب کے مستحق بدن اور روح دونوں ہیں۔ اسی پر علماء اہل سنت و جماعت کا (اتفاق) ہے۔ نیز یہی جمہور علماء کا مذہب ہے، بلکہ اکثر ارباب شریعت فرماتے ہیں کہ قبر میں پہنچنے کیساتھ ہی انہیں زندہ کر دیا جاتا ہے (تاکہ فرشتوں کا سوال انہیں جواب دیے سکیں)

﴿صاحب حاشیہ الامیر لکھتے ہیں﴾

(۳) وقد كثر ادلة اثبات حياة في القبر والاستعاذة من عذابه قبر میں زندہ ہونے نیز عذاب قبر سے پناہ مانگنے کے دلائل و ثبوت ہیں۔ حاشیہ الامیر: ۱۲۳۔

﴿جلال الدین سیوطی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

(۳) وقد ورد الاحاديث المتظاهرة في المبني المتواتر في المعنى في تحقيق احوال البرزخ والعقبى قد استوفاه شيخ المشايخ جلال الدين السيوطي

فی کتابہ، شرح الصدور: کتبہ اللہ علیہ، شرح القاری للفقہ الاکبر: ۱۳۱، وشرح المنان للشیخ: وریضان: ۲۲۲۔

قبر و قیامت کے انوال (حالات کے بیان) میں بی شمار احادیث وارد ہیں جو متواتر المعنی ہیں ان احادیث کو حضرت شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شرح الصدور میں بالاستیعاب ذکر کئے ہیں۔

﴿قبر میں حیات جسمانی کا ثبوت﴾

(۱) اعلم ان اهل الحق اتفقوا على ان الله تعالى يخلق في الميت حياة اهل حق (اہل سنت و جماعت) اس بات پر متفق ہیں کہ خالق کائنات جل جلالہ میت (کے

جسم) میں حیاۃ (زندگی) پیدا کرتا ہے (مردہ اپنی قبر میں زندہ ہو کر سوالات کے جوابات دیتا ہے) تو واضح ہوا۔ کہ اہل قبور کو مٹی اور پتھر کے ڈھیر کہنا اور سمجھنا بڑی غلطی ہے۔ نیز یہ عقیدہ باطل و جہالت ہے نیز جو شخص یہ عقیدہ رکھے (کہ اہل قبور مٹی یا پتھر کے ڈھیر ہیں) وہ اپنی عاقبت خراب کرتا ہے۔

شرح علی القاری للفقہ الاکبر ۱۳۱۔ شرح عقائد النسیۃ۔ رمضان القدری۔ ۲۲۵۔ تحفۃ العالی۔ ۵۴۔ وحاشیۃ شیخ زین الدین قاسم۔ ۱۱۳۔

(۲) اعادۃ الروح الی الجسد فی قبرہ حق.

قبر میں روح کا لوٹنا یا جانا حق (ثابت) ہے۔

مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ فرمائیں

(۱) فقہ اکبر۔ ابو المنتہی۔ ۴۳ (۲) الدرۃ المنیفۃ شرح وصیۃ الامام ابی حنیفہ۔ ۲۳

(۳) وشرح القاری للفقہ الاکبر۔ ۱۲۰۔ (۴) وشرح الصدور۔ ۱۳۷۔

(۵) وشرح العقائد الجلالی۔ جلد ۲۔ ۱۰۴۔ (۶) ونوبی۔ تحفۃ العالی۔ ۵۵۔

(۷) وحاشیۃ ابی داؤد۔ جلد ۲۔ ۲۹۷۔ وقونوی۔

﴿حضرت علامہ ملا علی قاری حنفی﴾

مفتی مکہ شریف شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں

۳۔ انه تعالى يعيد الروح الى جسده فيكون حيوة مطلقة كحيوة في الدنيا. الله تعالى۔ انسان کی روح کو اسکے جسم میں لوٹا دیتا ہے۔ سو وہ ایسا زندہ ہو جاتا ہے جس طرح دنیا میں زندہ تھا۔

میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں کہ مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ میت کے جسم میں روح لوٹائی جاتی ہے، اور انہیں زندگی عطا کی جاتی ہے، سو جو لوگ یہ کہتے ہیں، کہ نبی ہو یا ولی، مرکب مٹی ہو گئے (معاذ اللہ) تو ایسا (عقیدہ رکھنا) کھلی گمراہی و جہالت ہے۔

(۱) شرح فقہ اکبر۔ ۱۲۱۔ (۲) والقونوی۔ ثم حاشیۃ زین الدین قاسم۔

(۳) شرح عقائد جلالی جلد ۲۔ ۱۰۴۔ (۴) والدرۃ المنیفۃ ۲۳۔

﴿حضرت علامہ ملا علی قاری حنفی﴾

مفتی مکہ شریف شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں

(۴) العذاب علی الروح والبدن کما هو مذهب الجمهور وهو الصحيح کہ (قبر میں گنہگار کے) بدن اور روح دونوں کو عذاب دیا جاتا ہے۔ یہی جمہور علماء کا مذہب ہے اور یہی حق و صحیح ہے۔

میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں، جمہور علماء کا مذہب یہی ہے، اور ان کا یہ فرمانا، کہ عذاب جسم و روح دونوں کو دیا جاتا ہے، اور جمہور علماء کرام کا اس پر اجماع بھی ہے، تو پھر اس سے انکار کیسے ہو سکتا ہے، سو جو (اس قول کا) منکر ہے انکار معتبر نہیں۔

(۵) ومحل العذاب الروح والبدن جميعا باتفاق اهل السنة والجماعة وكذا القول في السعیم اهل سنت وجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ قبر میں اجرو ثواب و عذاب روح و جسم دونوں کو دیا جاتا ہے ان براین قطع سے خوب واضح ہوا، کہ قبر میں روح، اور جسم، دونوں کو۔ جزا و سزا دی جاتی ہے۔

ثابت ہوا کہ مسلمان کی حیات قبر میں حق (ثابت) ہے۔ اور اس کا منکر گمراہ فرقوں سے تعلق رکھتا ہے۔

﴿علامہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں﴾

(۶) وسوالنا وجوب اجتماع بان بعید اللہ تعالی الروح الی المیت جميعه کما ذهب الیه الجمهور وهو ظاهر الاحادیث وتکمل حواسه فیرد الله تعالی الیه ما یوقف علیہ فہم الخطاب ویبائی مع رد الجواب من الحواس والعقل والعلم کہ قبروں میں فرشتے مردوں سے سوال کرتے ہیں اور یہ احادیث سے ثابت ہے۔ ان سے سوال اس وقت کیا جاتا ہے۔ جب اللہ جل جلالہ ان کے ابدان میں ارواح داخل فرما دیتا ہے، یہاں تک کہ ان کے حواس ٹھہر چکے ہوں جاتے ہیں، قادر مطلق اللہ جل جلالہ انہیں وہ تمام اشیاء عطا فرما دیتا ہے۔ جن اشیاء سے انسان دیکھتا سنتا اور سمجھتا ہے کیونکہ سوال کا سمجھنا فرشتوں کو دیکھنا ان کے سوال کو سنا سنا کا جواب دینا انہی اشیاء پر موقوف ہے سو وہ (مردہ) حواس ٹھہر چکے، عقل کے ذریعے (فرشتوں کے سوالات) کا جواب دیتا ہے۔ یہی جمہور علماء کرام علیہم الرحمت

والرضوان کا مذہب ہے۔
 میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں کیا وہابیہ ان براہین قاطعہ کو دیکھ کر اب بھی اپنی جہالت پر
 قائم رہیں گے یا اپنے عقائد فاسدہ سے توبہ کر کے اہل قبور کی حیاۃ برزخ کو تسلیم کریں گے
 ﴿صاحب ہدایہ لکھتے ہیں﴾

(۷) ومن یعذب فی القبر یوضع فیہ الحیوة فی قول العامة
 جہور علماء کہتے ہیں کہ قبر میں (ان مردوں کے جسم میں بھی روح ڈال کر) زندہ کیا جاتا ہے (جو)
 اگناہوں کی وجہ سے) عذاب قبر میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔ تاکہ انکو عذاب دیا جاسکے۔



(۱) ہدایۃ باب الیمین فی القتل والضرب جلد ۲، ۳۸۳، (۲) والبحر وکبریٰ جنازہ (۳) وعینی الہدایۃ
 (۴) نم حاشیہ الہدایۃ ایمان جلد ۲، ۳۸۳

﴿صاحب تفسیر نیساپوری میں لکھتے ہیں﴾

(۸) واكثر ارباب الشرع علی انہم (الشہداء) احياء فی الحال بحیوة جسدانیۃ
 ارباب شریعت کا مذہب ہے کہ شہداء کرام اپنی قبور میں حیاۃ جسدانی (حیاۃ کاملہ) کیساتھ
 زندہ ہیں۔ نیساپوری جلد ۱، بقرة پارہ ۱، ارکوع ۱۸/۲۷



﴿امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں لکھتے ہیں﴾

(۹) وعود الروح الی الجسد ثابت فی الصحیح لسائر الموتی فضلا
 عن الشہداء وفضلا عن الانبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام
 قبر میں روح کا جسم میں لوٹنا ”جانا“ صحیح مذہب کے مطابق، تمام اہل قبور کیلئے ثابت ہے حضرات
 انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام وشہداء اپنی قبروں میں بطریق اولیٰ زندہ ہیں (حضرات
 انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام وشہداء اپنی قبروں میں، حیات جسمانی ”حقیقی“ دنیاوی
 کے ساتھ زندہ و حیات ہیں، انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام وشہداء کی حیاۃ کا منکر
 گمراہ ہے)

﴿امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں لکھتے ہیں﴾

(۱۰) عود الروح (الی قولہ) واما النظر فی استمرارها وفی ان البدن یصیر بها حیاة کحیاة فی الدنیا فهذا مما یجوزہ العقل فان صح به سمع اتباع (ای وجب اتباعہ واعتقادہ) قالہ السیکی رحمت اللہ علیہ۔ ثم شرح الصدور ۱۳۶، ونوسی، ونوبی، ثم تحفة الامالی ۵۵۔

وحاشیہ ابی داؤد: جلد ۲، ۲۹۷۔

﴿حضرت علامہ سبکی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

(بلا شک و شبہ) قبر میں انسان کی روح کا لوٹنا یا جانا حق ہے (لیکن بات صرف اتنی ہے) کہ آیا وہ روح جسم میں ہمیشہ رہے گی یا نہ (علامہ سبکی رحمت اللہ علیہ اس شبہے کا ازالہ فرماتے ہیں) کہ جب روح بدن میں لوٹائی جاتی ہے تو وہ انسان ایسا زندہ ہو جاتا ہے۔ جیسے دنیا میں تھا۔ (نیز اس بات کو دلائل کے علاوہ) عقل بھی تسلیم کرتی ہے۔ نیز جب (یہ احوال دلائل سے ثابت ہیں) تو پھر ان دلائل کی اتباع واجب ہے۔ میں (مفتی شائستہ گل) نے دلائل شرعیہ سے ثابت کیا کہ قبر میں انسان کو حیاة دی جاتی ہے آگے بھی انشاء اللہ و تعالیٰ دلائل ذکر کروں گا۔

﴿حیاتِ شہداء قرآن کریم کی روشنی میں﴾

﴿اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے﴾

(۱) وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ۝
جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تم ان کی زندگی کو نہیں جانتے۔۔۔ پارہ ۲۔ سورۃ بقرہ۔ رکوع ۱۹۔

﴿اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے﴾

(۲) وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝
فرجین ہمسائے اللہ کے فضلہ، و یستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم ۝
الآخوف علیہم ولا ہم یخزنون ۝ پارہ (۴) سورۃ آل عمران رکوع ۸/۱۷۔

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کر دیے جائیں انہیں ہرگز مردہ گمان نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، اللہ انہیں رزق (عطا) فرماتا ہے۔ اور جو کچھ اللہ نے انہیں اپنے فضل

(و کرم سے) عطا فرمایا اس پر خوش ہیں، اور اپنے پیچھلوں کی خوشیاں مناتے ہیں جو ابھی ان سے نہیں ملے، ان پر نہ کچھ خوف ہوگا نہ غم اللہ کی نعمتوں اور فضل کی خوشیاں مناتے ہیں اور اللہ مسلمانوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

﴿اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے﴾

(۳) قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ يَلَيْتُ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ۝ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ۝

سورۃ یسین رکوع ۲/۱

(حبیب نجار) سے کہا گیا (آ) جنت میں داخل ہو جا (توحیب نجار) نے کہا، کاش میری قوم اس (سبب کو) جانتی جسکی وجہ سے میرے اللہ نے مجھے بخشا اور مجھے معززوں میں سے کر دیا (یعنی اگر میری قوم بھی ایمان قبول کرتی تو اللہ انہیں بھی مغفرت نصیب فرماتا اور انہیں بھی عزت عطا فرماتا) ثابت ہوا کہ شہداء وفات کے بعدیات بھی کر سکتے ہیں ”کلام کو سمجھنا“ خود گفتگو کرنا، اور مرنے کے بعد اپنے پیچھلوں کی خیر خواہی چاہنا یہ تمام صفات اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرماتا ہے۔

﴿اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے﴾

(۴) قَالُوا اِنْصَلِحْ اَنْتَ اَبَا تَعْلَسَانِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ فَاَخَذَ تَهُمَ الرَّجْفَةُ فَاصْبَحُوا هَا هِيَ

ذَارِهِمْ جَثِمَيْنِ ۝ (بارکین علی الركب مبین) فَتَوَلَّى (اعراض صالح) غَنَاهُمْ وَقَالَ يَقُومُ

لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَكِنْ لَا تُحِبُّونَ النَّصِيحَةَ ۝

سورۃ اعراف۔ آیت (77) (78) (79) و جلالین جلد ۱۔

(اللہ جل جلالہ حضرت صالح علیہ السلام اور انکی قوم کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے) قوم نے (حضرت صالح علیہ السلام) سے کہا اے صالح (علیہ السلام) تو نے ہم سے جس عذاب کا وعدہ کیا ہے، اگر آپ اللہ کے رسول ہیں سو وہ عذاب ہم پر لے آ“ (انکا یہ کہنا تھا) کہ ایک سخت زلزلے نے انہیں آگھیرا، اور وہ صبح تڑکے (مر کر) اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے تھے، تو صالح (علیہ السلام نے) ان سے منہ پھیر کر کہا، اے میری قوم میں نے اپنے رب کا حکم تمہیں پہنچایا (میں نے) تمہارا بھلا چاہا، مگر تم نصیحت کرنے والوں کو پسند ہی نہیں کرتے ثابت ہوا کہ مردے مرنے کے بعد بھی سنتے ہیں اگر مردے نہ سنتے ہوتے تو سیدنا صالح علیہ السلام اپنی قوم کو انکے مرنے کے بعد ان الفاظ (سا قوم) کے ساتھ کیوں کر مخاطب فرما کر ان سے خطاب فرماتے۔

مغاڑت ہوتی ہے، معطوف علیہ قبر کا عذاب ہے اور معطوف قیامت کا عذاب ہے، سو اس قاعدہ سے بھی ثابت ہوا، کہ عذاب (دیا جانا مرنے کے بعد) حیاۃ فی القبر (قبر میں زندہ ہونے) کو مستلزم ہے (کیونکہ اگر قبر کی حیاۃ کو تسلیم نہ کیا جائے تو عذاب کس کو دیا جائے گا)

﴿اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے﴾

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ ۝
اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا اور آخرت کی زندگی میں حق بات پر ثابت رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے۔ سورۃ ابراہیم۔ رکوع ۱۶/۳۔۔۔

﴿اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے﴾

۱) مِمَّا خَطَبْتِهِمْ أُوغِرِفُوا إِذَا دَخَلُوا نَارًا ۖ فَلِمْ يَسْجُدُوا لِلَّهِ أَنْصَارًا ۝ سورۃ نوح (۱۰۰)
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (قوم نوح کو) انکی مسلسل (نافرمانیوں کی وجہ سے) (طوفان نوح کے وقت پانی) میں غرق کیا، سو فوراً داخل کیا گیا انہیں (عذاب) نار (آگ) میں (عذاب قبر میں داخل کیا گیا) سو وہ نہیں پائیں گے اپنے لئے (عذاب سے بچنے کیلئے) اللہ کے سوا کوئی مددگار ☆۔۔۔ یہاں پر قوم نوح (علیہ السلام) پر عذاب کا تذکرہ انکے غرق ہونے کے فوراً بعد ہے جو عذاب قبر پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ (فادخلوا) میں (ف) برائے تعقیب مع الوصل کے ہے۔ سو عذاب قبر ثابت ہوا اور قبر میں عذاب دئے جانے کیلئے قبر میں حیاۃ ہوگی تو عذاب دیئے جانے کا تصور پایا جائے گا۔

﴿قبر میں حیات کا ثبوت﴾

احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں

شرح عقائد النسفیہ کے مصنف فرماتے ہیں

(۱۰) وبالجملة الاحادیث فی هذا المعنی وفي كثير من الاحوال الآخرة متواترا المعنی وان لم يبلغ احادها حد التواتر شرح العقائد النسفیہ۔ ۷۷
کہ اس باب (قبر کے عذاب و راحت) میں اور احوال آخرت میں جتنی احادیث موجود ہیں تمام تمام متواتر المعنی ہیں، اگرچہ ان احادیث کے احاد، حد تواتر کو نہ پہنچے ہوں۔

﴿حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں﴾

(۱۱) قال رسول الله ﷺ استنزھوا من البول فان عامة عذاب القبر منه۔
رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ پیشاب (کے قطروں) سے بچو اسلئے کہ زیادہ تر عذاب قبر پیشاب
(کے قطروں) سے نہ بچنے کی وجہ سے دیا جاتا ہے۔

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ عذاب قبر کے لئے حیاتِ قبر لازم ہے۔
علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قبر کے عذاب و راحت کے صرف معزلہ اور روافض
انکار کرتے ہیں۔

(۱۲) انکر عذاب القبر بعض المعتزلة والروافض لان الميت (عندہم)
جماد لا حیوة له ولا ادراک فتعذیبه محال۔ شرح العقائد النسفی۔ ۷۷
معزلہ اور روافض قبر کے آرام و راحت و عذاب سے انکار کرتے ہیں کیونکہ انکا (عقیدہ) ہے
کہ مرنے (کے بعد انسان مٹی) اور پتھر ہیں (انکا یہ بھی کہنا ہے کہ مرنے والا) اب (کسی شی)
کا ادراک کر نہیں سکتا (کسی شی کو پالینا، محسوس کرنا وغیرہ)

﴿علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ﴾

اپنی کتاب شرح عقائد میں تحریر فرماتے ہیں

(۱۲) عذاب القبر فللکافرین ولبعض عصاة المؤمنین وتنعم اهل الطاعة فی
القبر بما یعلمہ اللہ تعالیٰ ویریدہ وسوال منکر و نکیر ثابت بالدلائل السمعیة
لانہا امور ممکنة اخبر بها الصادق ﷺ علی ما نطقت به النصوص... شرح
العقائد نسفی۔ ۷۷۔ ورمضان افندی والنیراس۔ والخیالی وغیرہا

کافروں، اور بعض مؤمن گنہگاروں کو قبر میں عذاب دیا جانا، اور نیک و صالح مسلمانوں کو من جانب
اللہ انعامات آرام و راحت دیا جانا، جس طرح اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور جس انداز سے
چاہتا ہے، نیز منکر و نکیر کا سوال و جواب یہ تمام امور دلائل سے ثابت ہیں کیونکہ ان امور ممکنہ
کی خبر ایک تو خبر صادق سید العالمین ﷺ نے دی ہے۔
دوسرا ان امور ممکنہ (کے وقوع) پر قرآن و حدیث کی نص موجود ہے۔

☆۔۔۔ علامہ نسفی عذاب قبر و راحت قبر کے بارے میں حضور پر نور ﷺ کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

﴿حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں﴾

(۱۳) قال رسول الله ﷺ القبر اما روضة من رياض الجنة او حفرة من حفرة النيران حضور پر نور ﷺ نے فرمایا، قبر جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں (گہری وادیوں) میں سے ایک گڑھ ہے۔ شرح العقائد النسفية ۷۷۔

رحمت عالم ﷺ کی اس حدیث مبارک سے بھی قبر میں آرام و راحت و عذاب ثابت ہوا۔ اور دونوں صورتوں (یعنی آرام و راحت ہو یا عذاب فی القبر) کیلئے حیات فی القبر لازم ہے۔

﴿رحمت عالم سید العالمین ﷺ نے فرمایا﴾

(۱) عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ ﷺ قال یتاہ ملکاً فی جلسانہ فیقولان لہ من ربک فیقول ربی اللہ فیقولان لہ ما دینک فیقول دینی الاسلام فیقولان ما هذا الرجل الذی بعث فیکم فیقول ہو رسول اللہ ﷺ فیقولان لہ وما یدریک فیقول قرأت کتاب اللہ فأمنت بہ وصدق فذلک قولہ تعالیٰ (يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ) قال فینادی مناد من السماء ان صدق عبدی فافر شو من الجنة والبسوه من الجنة وافتحو الہ بابا من الجنة فیفتح۔ قال فیتاہ من روحها وطیہا ویفسخ لہ فیہامد بصرہ

واما الکافر فذکر موتہ قال ویعاد روحہ فی جسدہ ویاتہ ملکاً فی جلسانہ فیقولان لہ من ربک فیقول ہا ہا ہا لا ادری فیقولان لہ ما دینک فیقول ہا ہا ہا لا ادری فیقولان ما هذا الرجل الذی بعث فیکم فیقول ہا ہا ہا لا ادری فینادی مناد من السماء ان کذب فافر شوہ من النار والبسوه من النار وافتحو الہ بابا الی النار قال فیتاہما من حرہا وسموہما۔ قال ویضیق علیہ قبرہ حتی تختلف اضلاعہ ثم یقیض لہ اعطی اصم معہ مرزبة من حلید لو ضرب بہا جبلاً لصارت رابا فیضربہ بها ضربہ یسمعہا بنین المشرق والمغرب الا الثقلین فیصیر ترابا فیعاد فیہ الروح۔ رواہ احمد۔ وابوداؤد۔ مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر ۱۵۱

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مردے کو جب قبر میں دفن دیا جاتا ہے، تو اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں (فرشتے) اس سے پوچھتے ہیں تیرا دین کیا (کونسا) ہے وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے، پھر فرشتے پوچھتے ہیں یہ آدمی (رسول اللہ ﷺ) جو تم میں مبعوث کئے گئے تھے کون ہیں وہ جواب دیتا ہے یہ اللہ کے رسول (ﷺ) ہیں فرشتے کہتے ہیں تجھے کیسے علم ہوا (کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں) سو وہ کہتا ہے کہ میں نے قرآن پڑھا، سپر ایمان لایا، نیز میں نے اس کتاب کی تصدیق کی نبی کریم ﷺ نے فرمایا (کہ صاحب قبر کا اس طرح صحیح جواب دینا اس آیت کا مظہر ہے جس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے) اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا و آخرت کی زندگی میں قول ثابت (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پر ثابت (قائم) رکھتا ہے پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آسمان سے ایک آواز آتی ہے (اے فرشتو) میرے بندے نے سچ کہا لہذا اسکی قبر میں جنتی بچھونے لاکر بچھا دو اسے (قبر میں) جنتی لباس پہنا دو (اسکی قبر میں) جنت کے دروازہ کھول دو تو جنتی دروازہ اسکی قبر میں کھول دیا جاتا ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ قبر میں جنت کی (دل و دماغ کو معطر کرنے والی) خوشبوئیں (وراحت جاں کنعنیں آئیں ہیں) جس سے وہ مُتَلَذِّذ ہوتا ہے اور تا حد نگاہ اسکی قبر وسیع کر دی جاتی ہے۔

﴿پھر﴾ نبی کریم ﷺ نے کافروں کی موت کا تذکرہ فرمایا ﴿

فرمایا اسکی روح اسکے بدن میں لوٹائی جاتی ہے، ﴿پھر﴾ وہ فرشتے اسکی قبر میں آتے ہیں، اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے ہائے افسوس، ہائے افسوس میں نہیں جانتا (کہ میرا رب کون ہے) فرشتے پھر اس سے پوچھتے ہیں، تیرا دین کونسا ہے، وہ کہتا ہے، ہائے افسوس، ہائے افسوس، میں نہیں جانتا (کہ میرا دین کونسا ہے) فرشتے پھر اس سے پوچھتے ہیں، یہ آدمی (بلند مقام والے صاحب مبارک) کون ہے، جو تم میں مبعوث ہوئے تھے، وہ کہتا ہے، ہائے افسوس، ہائے افسوس میں نہیں جانتا (کہ یہ کون ہیں) پھر آسمانوں سے ایک نداء آتی ہے، کہ اس نے جھوٹ بولا (لہذا اسکی قبر میں) جہنمی بچھونا بچھا دو، اور جہنمی لباس پہنا دو جہنم کی طرف اسکی قبر میں دروازہ کھول دو، نبی معظم ﷺ نے فرمایا (اسکی قبر میں) جہنم کی گرمی (جسم کو جلانے والی) اور (دماغ کو پھاڑنے والی) متعفن ہوائیں لو آتی ہیں، حضور پر نور ﷺ نے فرمایا کہ اسکی قبر اس

پراتنی تک کردی جاتی ہے، کہ جس سے انکی پسلیاں ادھر کی ادھر ہو جاتی ہیں پھر اس پر ایک فرشتہ جو (اعظمی) اندھا (رحم نہ کرنے والا) فرشتہ اس حثیت سے کہ اسے عذاب دیتے وقت انکی طرف دیکھتا بھی نہیں کہ رحم آجائے بلکہ مسلسل اسے عذاب دیتے والا ہے، وہ فرشتہ (اَصَمُّ) بہرا بھی ہے (سخت دل لا پرواہ فرشتہ اس حثیت سے کہ عذاب دیتے وقت انکی چیخ و پکار کو یا سنتا ہی نہیں) اس فرشتے کے پاس لوہے کے ہتوڑے ہوتے ہیں، اگر اس سے (بلند ترین) پہاڑ کو (بھی) مارا جائے تو وہ (بھی) مٹی (کا ڈھیر) بن جائے، جس سے اسکو مارتے ہیں، ایسی مار (مارتے ہیں، کہ اس تکلیف کئے باعث وہ اس زور سے قبر میں چیختا چلاتا ہے) جسے مغرب و مشرق میں رہنے والے اُس وجہ کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے، اس میں (پھر) روح ڈالی جاتی ہے (تاکہ یہ عذاب اسے قیامت تک دیا جاسکے۔ جیسے ہی اسے ہتوڑا مارا جائے گا اس کا جسم ریزہ ریزہ ہو جائے گا پھر زندہ کیا جائے گا مسلسل عذاب میں مبتلا رہے گا)

(اللهم احفظنا من عذاب القبر والحشر. آمین یا رب العلمین. مترجم)

میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں کہ اس حدیث مبارک سے

- (۱) روح کا جسم میں لوٹ آنا (۲) مردوں کا فرشتوں کے سوالات کا سننا۔ اور جوابات دینا
- (۳) مردوں کا فہم و ادراک۔

(۴) مردہ مسلمان ہے تو راحت و نعمتیں۔ کافر ہو تو عذاب

اشیاء اربعہ مذکورہ دلیل قطعی سے ثابت ہو گئیں۔ جو قبر میں حیات جسدانی پر دلالت کرتے

ہیں۔ خواہ وہ مردہ مسلمان ہو یا کافر۔ حیاۃ سب کے لئے ثابت۔

البتہ مسلمان کے لئے راحت و نعمتیں،

اور کافر کے لئے عذاب۔

﴿ انبیاء کرام کا مزارات مقدسہ میں حیا کا ثبوت ﴾

(۱) سُبْحَنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهِ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِیْہٖ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ اٰی الْعَالَمِ بِاَقْوَالِ النَّبِیِّ ﷺ و افعاله . اسری جلالین

پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے محبوب ﷺ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف ۱۰۰ (مسجد اقصیٰ) جس کے ارد گرد ہم نے برکتیں رکھیں ہیں تاکہ ہم دیکھا کریں (اپنے محبوب ﷺ) کو اپنی نشانیاں، بیشک وہ (اللہ) سننے والا دیکھنے والا ہے، یعنی وہ اللہ جل جلالہ اپنے محبوب ﷺ کے اقوال و افعال کو جانتا ہے۔

﴿ جلال الدین سیوطی رحمت اللہ علیہ لکھتے ہیں ﴾

(۲) فانعم اللہ تعالیٰ علی النبی ﷺ بالاسراء المشتمل علی اجتماعہ بالانبیاء (ای بار و احبہم و اجسادہم معا علی الصحیح کما قال شیخنا) جلالین و جمل جلد ۲۰۶۱۰ . اسری ہمارے شیخ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو معراج کی رات لامکاں پر بلا کر بے پناہ انعامات فرمائے انہی انعامات میں سے جمیع انبیاء کرام سے ملاقات بھی شامل ہے اور تمام انبیاء کرام بوقت ملاقات اپنے اجسام و ارواح کے ساتھ حاضر تھے، تمام انبیاء کرام علیٰ نینلو علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معراج کی رات بمع اجسام و ارواح کے حاضر ہونا حضرات انبیاء کرام کے حیات طیبہ کی واضح دلیل ہے، حیات بعد الوفا، فی القبر، وفات کے بعد قبر میں حیات ثابت ہوگئی۔

﴿ جلال الدین سیوطی رحمت اللہ علیہ لکھتے ہیں ﴾

(۳) و عرّوہ الی السماء و رؤیتہ عجائب المملکوت و مناجاتہ تعالیٰ فانہ ﷺ قال اتیت بالبراق و ہودابۃ ابیض فوق الحمار دون البغل یضع حافرة عن منتهی طرفہ فرکتہ فسار بی (۱۰۰) انعامات جو معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ پر کئے ان میں سے (رسول اللہ ﷺ) کا آسمانوں پر تشریف لے جانا اور عالم ملکوت کے عجائبات کو دیکھنا، اور رب کریم جل جلالہ سے مناجات کرنا (بھی شامل ہیں) حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے پاس سفید رنگ کا براق لایا گیا، جو دراز گوش سے بڑا اور خنجر سے چھوٹا تھا (ایسا براق) کہ اسکا ایک قدم حدنگاہ تک جاتا تھا۔ میں اس پر سوار ہوا (میں راکب اور وہ مرکب) سو وہ مجھے لے گیا۔ جلالین

﴿صاحب تفسیر صاوی رحمت اللہ علیہ لکھتے ہیں﴾

(۴) ولقد اتينا موسى الكتاب فلا تكن في مريّة من لقائه (وقد التقى ليلة الاسراء) جلا لين. السجده. ۵. ای فی الارض عند الکثیر الاحمر وهو قائم یصلی فی قبره وفي

السماء السادسة كما ورد به الحديث. صاوی جلد ۲، ۶۶

تحقیق ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب دی سو (اللہ کی جانب سے موسیٰ علیہ السلام کو جو کتاب تورات عطا کی گئی) اس میں شک نہ کر (دونوں حضور پر نور ﷺ اور موسیٰ علیہ السلام کی) معراج کی رات ملاقات ہوئی۔

(حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں معراج کی رات جب میرا گذر کتبِ اخضر (ال نیلہ) کے پاس سے ہوا تو میں نے موسیٰ (علیہ السلام) اپنی کوثر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا (اور جب حضور پر نور ﷺ بیت المقدس پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بمع جمیع انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے بیت المقدس میں استقبال کیلئے حاضر ہیں) (اور جب حضور پر نور ﷺ چھٹے آسمان پر پہنچے) تو وہاں پر بھی حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے ملاقات ہوئی) جس طرح کہ احادیث میں وارد ہے۔

☆۔۔ میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں کہ اللہ جل جلالہ کے رسول ﷺ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ (کتبِ احمر) میں ملاقی ہونا اور پھر بیت المقدس میں جمیع انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ملاقات اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کیساتھ چھٹے آسمان پر ملاقات کرنا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ تمام انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے مزارات مقدسہ میں بخیرۃ جسمانی زندہ ہیں۔

﴿صاحب تفسیر خازن رحمت اللہ علیہ لکھتے ہیں﴾

(۵) عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لما سري بي رأيت موسى

عليه السلام يصلي في قبره في كتيب الاحمر

خازن جلد ۵، سجدہ ۱۸۸، معالم ج ۵، ۱۸۸، صاوی ج ۲، ۲۶۶، بخاری، معراج، ۵۹

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا جب مجھے (معراج کیلئے) لے جایا گیا (بیت المقدس جاتے ہوئے) میں نے گھیبِ اَحْمَر (لال ٹیلہ) میں (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

اس حدیث مبارک سے بھی حیاتِ انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام ثابت ہوگئی ﴿حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں﴾

وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لقد رأيتنی فی الحجر وقریش تسألنی عن مسرای فسألتنی عن اشیاء من بیت المقدس لم اثبتھا فکُربْتُ کربا ما کُربْتُ مثله فرفعہ اللہ لی انظر الیہ ما یسألونی عن شی الا انبأ تھم وقد رأيتنی فی جماعۃ من الانبیاء فاذا موسی قائم یصلی فاذا رجل ضرب جعد کانه من رجال شنوءۃ واذاعیسی قائم یصلی واذابراہیم قائم یصلی فحانت الصلوۃ فامتھم (رواہ مسلم مشکوٰۃ معراج ۵۲۱)

☆۔۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا (معراج کے سویرے کو جب میں نے اپنی معراج کا اعلان کیا تو اس وقت) میں نے اپنے کو حطیم کعبہ میں دیکھا قریش مجھ سے میرے سسر معراج کے بارے میں سوالات کر رہے تھے قریش نے مجھ سے بیت المقدس کی ایسی اشیاء کے بارے میں سوالات کئے جو مجھے یاد نہ رہی تھیں، میں اتنا ٹمکن ہوا، جتنا کبھی نہ ہوا تھا، تو اللہ نے

بیت المقدس میرے سامنے کر دیا، میں بیت المقدس کو دیکھ رہا تھا، وہ جس چیز کے بارے میں مجھ سے پوچھتے تھے میں انہیں بتا دیتا تھا میں نے اپنے آپ کو نبیوں کی جماعت میں دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام (اپنی قبر میں) کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں، وہ درمیانہ قد مٹھوگریٹے بالوں والے ہیں گویا (قبیلہ) شنوءہ کے لوگوں میں سے ہیں (میں نے دیکھا کہ) عیسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے (میں نے دیکھا کہ) کہ (حضرت) ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ پھر نماز کا وقت آیا۔ تو میں نے انکی امامت کی۔

☆۔۔ میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں۔ مندرجہ بالا حدیث سے بھی انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا اپنی قبور میں حیاۃ ثابت ہوگئی جبکہ یہ تمام انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام واقعہ معراج سے بہت پہلے (اس دنیا) سے رحلت فرما گئے تھے، (سوائے سیدنا عیسیٰ

علیہ السلام کے) پھر حضور پر نور ﷺ انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنی قبور میں حالت قیام میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا، حیات کی قوی دلیل ہے کیونکہ قیام (رکوع، سجود، وتعوذ، روح و جسم دونوں کا اجتماعی کام ہے، اور اشیاء مذکورہ قبروں میں انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام ثابت، تو انکی حیات فی القبر بھی ثابت۔

﴿حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں﴾

(۷) حتی اتیت بیت المقدس فربطت الدابة بالحلقة التي تربط فيها الانبياء (علیہ السلام) ثم دخلت فصليت فيه ركعتين. (ای اماما بالانبياء والملئكة). - جمل۔ ج ۲۔ ۱۰۔
(نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب میں مکہ شریف سے براق پر سوار چلا) یہاں تک کہ میں بیت المقدس لایا گیا۔ سو میں نے براق اس حلقہ کڑے سے باندھا جس حلقے سے انبیاء (اپنی سواریاں) باندھا کرتے تھے۔ پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا میں نے تمام انبیاء و ملائکہ کو دو رکعت نماز پڑھائی۔

☆۔۔ میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں۔ مندرجہ بالا حدیث سے بھی جمیع انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ثابت ہو گیا۔ جبکہ یہ تمام انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام واقعہ معراج سے بہت پہلے (اس دنیا) سے رحلت فرما گئے تھے
﴿حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں﴾

(۸) ثم خرجت فجئاني جبرائيل عليه السلام باناء خمرو اناء لبن فاخذت اللبن قال جبرائيل عليه السلام اصبت الفطرة ثم عرج بي الى السماء الدنيا فاستفتح جبرائيل عليه السلام قيل من انت قال جبرائيل عليه السلام قيل ومن معك قال محمد ﷺ قيل وقد ارسل قال وقد ارسل اليه ففتح لنا فاذا انا بآدم عليه السلام (ففاجاءني لقاء آدم) بروحه وجسده معا. جمل ۲۱۱۔۲

پھر میں نکلا تو جبرائیل علیہ السلام نے مجھے شراب (شراب جنت) اور دودھ پیش کیا۔ میں نے دودھ کا پیالہ لیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا آپ نے فطرۃ (اسلام) کو اختیار کیا۔ پھر مجھے آسمان کی طرف لیجا یا گیا۔ سو جبرائیل نے (باب العروج) پر دستک دی (مأموور) فرشتوں نے

پوچھا کون۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا (میں) جبرائیل ہوں (پھر فرشتوں نے کہا) تمہارے ساتھ کون ہے جبرائیل نے کہا (میرے ساتھ جناب سیدنا) محمد (رسول اللہ ﷺ) ہیں کہا گیا انہیں بلا گیا ہے۔ کہا ہاں۔ تو وہ دروازہ (باب العروج) کھولا گیا (جب میں پہلے آسمان میں داخل ہوا تو) میری ملاقات (حضرت) آدم علیہ السلام سے ہوئی (آدم علیہ السلام روح اور جسد کے ساتھ موجود تھے)

☆۔ شمع رسالت کے پروانہ۔ مندرجہ بالا حدیث سے بھی جمیع انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا زندہ ہونا ثابت ہو گیا (نیز) حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے آسمان پر دوبارہ ملاقات انکی حیات طیبہ کی قوی دلیل ہے۔

﴿صاحب تفسیر جمل فرماتے ہیں﴾

(۹) کیفیۃ الانبیاء الآتی ذکرہم فی السموات السبع فاجتمع بہم کذلک فی جملة الانبیاء فی بیت المقدس فسبعة هؤلاء المذكورین الی السموات صعدوا فوجدہم فیہا لحکم ومصالح تفسیر جمل جلد ۲-۶۱۱۔

قال جبرائیل ہذا ابوک آدم فسلم علیہ فسلمت علیہ فرد السلام وقال مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح۔ بخاری۔ باب المعراج۔ ۵۹

ان انبیاء کرام کا ذکر (جنگا ذکر میں اپنی اس تفسیر میں) آگے چل کر کرنے والا ہوں جبکہ ساتھ حضور پر نور ﷺ کا ساتوں آسمانوں میں ملاقاتیں ہوئیں (حالانکہ) یہ انبیاء کرام بیت المقدس میں دیگر انبیاء کرام کے ساتھ موجود تھے۔ پھر ان انبیاء کرام کا ساتوں آسمانوں پر حضور پر نور ﷺ سے پہلے پہنچ جانا اللہ جل جلالہ کی حکمت و مصلحت (سے خالی نہیں) ہے (حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں پہلے آسمان پر پہنچا) تو جبرائیل نے کہا یہ آدم (علیہ السلام) ہیں جو آپ کے جد امجد (والد) ہیں انہیں سلام فرمائیں ہو میں نے سلام کیا اور انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ نیز یہ بھی کہا۔ خوش آمدید۔ ایسے عظیم المرتبت غیب جاننے والے غیب جاننے والے صالح فرزند کو خوش آمدید کہتا ہوں۔

☆۔ شمع رسالت کے پروانہ مندرجہ بالا حدیث سے بھی جمیع انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا زندہ ہونا ثابت ہو گیا (نیز) حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے آسمان پر دوبارہ ملاقات

اور حضرت آدم علیہ السلام کو حضور نبی کریم ﷺ کا سلام کرنا انکا جواب دینا اور سیدنا آدم علیہ السلام کا حضور پر نور ﷺ کو خوش آمدید کہنا۔ صالح۔ نبی کہنا حضرت آدم علیہ السلام کی حیات طیبہ (بعد الوفا) کی قوی دلیل ہے۔ (نبی کا لغوی معنی ہے غیب کی خبریں دینے والا)

﴿حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں﴾

(۱۰) ثم عرج بنا الى السماء الثانية فاستفتح جبرائيل فقيلا من انت قال جبرائيل قبل ومن معك قال محمد ﷺ (قيل وقد بعث اليه ففتح لنا فاذا الانا بنى خالة يحي وعيسى قال هذا يحي وهذا عيسى فسلم عليهما فسلمت فردا ثم قال مرحبا بالاخ الصالح والنبي الصالح. بخاری جلد ۲، ۵۹)

پھر مجھے دوسرے آسمان کی طرف لیجا یا گیا، سو جبرائیل نے (باب العروج) پر دستک دی فرشتوں نے پوچھا کون، جبرائیل علیہ السلام نے کہا (میں) جبرائیل ہوں (پھر فرشتوں نے کہا) تمہارے ساتھ کون ہے جبرائیل نے کہا (میرے ساتھ سیدنا) محمد (رسول اللہ ﷺ) ہیں کہا گیا انہیں بلا گیا ہے، کہا ہاں، تو فرشتوں نے دروازہ (باب العروج) کھولا، میری ملاقات (حضرت) یحییٰ اور عیسیٰ سے ہوئی جو آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبرائیل نے کہا انہیں سلام کیجئے سو میں نے انہیں سلام کیا پھر انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور کہا خوش آمدید ہو صالح بھائی اور نبی صالح ﷺ کو۔ (نبی کا لغوی معنی ہے غیب کی خبریں دینے والا)

﴿حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں﴾

(۱۱) ثم عرج بنا الى السماء الثالثة فاستفتح جبرائيل فقيلا من انت قال جبرائيل قبل ومن معك قال محمد ﷺ (قيل وقد ارسل اليه ففتح لنا فاذا انا بيوسف عليه السلام) قال هذا يوسف عليه السلام فسلم عليه فسلمت فردا ثم قال مرحبا بالاخ الصالح والنبي الصالح بخاری جلد ۲، ۵۹)

پھر مجھے تیسرے آسمان کی طرف لیجا یا گیا سو جبرائیل نے (باب العروج) پر دستک دی فرشتوں نے پوچھا کون، جبرائیل علیہ السلام نے کہا (میں) جبرائیل ہوں (پھر فرشتوں نے کہا) تمہارے ساتھ

کون ہے جبریلؑ نے کہا (میرے ساتھ سیدنا) محمد (رسول اللہ ﷺ) ہیں کہا گیا انھیں بلایا گیا ہے،
کہاہاں تو فرشتوں نے دروازہ (باب العروج) کھولا، میری ملاقات یوسف (علیہ السلام) سے
ہوئی جبریلؑ نے کہا انھیں سلام کیجئے سو میں نے انھیں سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب
دیا اور مجھے خوش آمدید کہا اور کہا خوش آمدید ہو۔ صالح بھائی اور نبی صالح ﷺ کو-----
شمع رسالت کے پروانو۔ مندرجہ بالا حدیث سے بھی جمیع الانبیاء کرام علی نبینا
وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا زندہ ہونا ثابت ہو گیا (نیز) حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ
وحضرت یوسف علیہم السلام سے دوسرے اورتیسرے آسمانوں پر دوبارہ ملاقات اور ان تینوں
انبیاء کرام علیہم السلام کو حضور نبی کریم ﷺ کا سلام کرنا انکا جواب دینا اور تینوں انبیاء کرام علیہم
السلام کا حضور پر نور ﷺ کو خوش آمدید کہنا۔ صالح و نبی کہنا حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ
اور حضرت یوسف علیہم السلام کی حیات طیبہ (بعد الوفاات) کی قوی دلیل ہے۔

(نبی کا لغوی معنی ہے غیب کی خبریں دینے والا)

ثم عرج بنا الى السماء الرابعة فاستفتح جبرائيل فقبل من انت قال جبرائيل قبل ومن معك قال محمد ﷺ وقبل وقد ارسل اليه ففتح لنا فاذا انا بادريس (عليه السلام) قال هذا ادريس عليه السلام فسلم عليه فسلمت فردثم قال مرحبا بالاخ الصالح والنبى الصالح..... بخارى جلد ٢: ٥٩

پھر مجھے چوتھے آسمان کی طرف لیجا لیا گیا۔ سو جبرائیل نے (باب العروج) پر دستک دی فرشتوں نے پوچھا کون۔ جبرائیل نے کہا (میں) جبرائیل ہوں (پھر فرشتوں نے کہا) تمہارے ساتھ کون ہے جبرائیل نے کہا (میرے ساتھ سیدنا محمد (رسول اللہ ﷺ) میں کہا گیا انہیں بلایا گیا ہے، کہا ہاں، تو فرشتوں نے دروازہ (باب العروج) کھولا۔ میری ملاقات (حضرت) یوسف (علیہ السلام) سے ہوئی جبرائیل نے کہا انہیں سلام کیجئے سو میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور مجھے خوش آمدید کہا اور کہا خوش آمدید ہو صالح بھائی اور نبی صالح ﷺ کو

☆۔۔۔ شمع رسالت کے پروانہ۔ مندرجہ بالا حدیث سے بھی تجميع انبياء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا زندہ ہونا ثابت ہو گیا (نیز) حضرت ادریس علیہ السلام

سے چوتھے آسمان پر دوبارہ ملاقات حضرت ادریس علیہ السلام کو حضور نبی کریم ﷺ کا سلام کرنا انکا جواب دینا اور حضرت ادریس علیہ السلام کا حضور پر نور ﷺ کو خوش آمدید کہنا، صالح و نبی کہنا حضرت ادریس علیہ السلام کی حیات طیبہ (بعد الوفات) کی قوی دلیل ہے۔

(نبی کا لغوی معنی ہے غیب کی خبریں دینے والا)
(حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں) :

(۱۳) ثم عرج بنا الى السماء الخامسة فاستفتح جبرائيل فقبل من انت قال جبرائيل قبل ومن معك قال محمد ﷺ وقيل وقد ارسل اليه ففتح لنا فاذا انا بهارون (عليه السلام) قال هذا هارون عليه السلام فسلم عليه فسلمت فردتم قال مرحبا بالاخ الصالح والنبي الصالح... بخاری جلد ۲، ۹

پھر مجھے پانچویں آسمان کی طرف لیجایا گیا، سو جبرائیل نے (باب العروج) پر دستک دی فرشتوں نے پوچھا کون جبرائیل علیہ السلام نے کہا (میں) جبرائیل ہوں (پھر فرشتوں نے کہا) تمہارے ساتھ کون ہے جبرائیل نے کہا (میرے ساتھ سیدنا محمد (رسول اللہ ﷺ)) ہیں کہا گیا انہیں بلا گیا ہے۔ کہا "ہاں" تو فرشتوں نے دروازہ (باب العروج) کھولا۔ میری ملاقات (حضرت ہارون (علیہ السلام)) سے ہوئی جبرائیل نے کہا انہیں سلام کیجئے سو میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور مجھے خوش آمدید کہا اور کہا خوش آمدید ہو صالح بھائی اور نبی صالح ﷺ کو۔

☆۔۔ شمع رسالت کے پروانوں۔ مندرجہ بالا حدیث سے بھی جمیع انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا زمہ ہونا ثابت ہو گیا (نیز) حضرت ہارون علیہ السلام سے پانچویں آسمان پر دوبارہ ملاقات حضرت ہارون علیہ السلام کو حضور نبی کریم ﷺ کا سلام کرنا انکا جواب دینا اور حضرت ہارون علیہ السلام کا حضور پر نور ﷺ کو خوش آمدید کہنا "صالح" و نبی کہنا حضرت ہارون علیہ السلام کی حیات طیبہ (بعد الوفات) کی قوی دلیل ہے۔

(نبی کا لغوی معنی ہے غیب کی خبریں دینے والا)

﴿حضور پر نور علیہ السلام فرماتے ہیں﴾

ثم عرج بنا الى السماء السادسة فاستفتح جبرائيل فقبل من انت قال جبرائيل قبل ومن معك قال محمد صلى الله عليه وسلم قيل وقد ارسل اليه ففتح لنا فاذا انا بموسى (عليه السلام) قال هذا موسى عليه السلام فسلم عليه فسلمت فرد ثم قال مرحبا بالاخ الصالح والنبي الصالح..... بخارى جلد ۲. ۵۹

پھر مجھے چھٹے آسمان کی طرف لیجایا گیا سو جبرائیل نے (باب العروج) پر دستک دی فرشتوں نے پوچھا کون، جبرائیل علیہ السلام نے کہا (میں) جبرائیل ہوں (پھر فرشتوں نے کہا) تمہارے ساتھ کون ہے جبرائیل نے کہا (میرے ساتھ سیدنا محمد (رسول اللہ ﷺ) ہیں کہا گیا انہیں بلایا گیا ہے ”کہا ہاں“ تو فرشتوں نے دروازہ (باب العروج) کھولا (میری ملاقات (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) سے ہوئی، جبرائیل نے کہا انہیں سلام کیجئے سو میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور مجھے خوش آمدید کہا اور کہا خوش آمدید ہو، صالح بھائی اور نبی صالح ﷺ کو۔

☆۔ شیعہ رسالت کے پرانے مندرجہ بالا حدیث سے بھی جمیع انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا زندہ ہونا ثابت ہو گیا (نیز) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چھٹی آسمان پر دوبارہ ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضور نبی کریم ﷺ کا سلام کرنا انکا جواب دینا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضور پر نور ﷺ کو خوش آمدید کہنا، صالح و نبی کہنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات طیبہ (بعد الوفا) کی قوی دلیل ہے۔

(نبی کا لغوی معنی ہے غیب کی خبریں دینے والا)

﴿حضور پر نور علیہ السلام فرماتے ہیں﴾

۵۹۔ اثم عرج بنالی السماء السابعة فاستفتح جبرائیل فقیل من انت قال جبرائیل قیل ومن معک قال محمداً ﷺ قیل وقد ارسل الیه ففتح لنا قال هذا ابوک ابراهیم علیہ السلام فسلم علیہ فسلمت فردثم قال مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح۔ بخاری جلد ۲، ۵۹۔

پھر مجھے ساتویں آسمان کی طرف لیجایا گیا ہو جبرائیلؑ نے (باب العروج) پر دستک دی فرشتوں نے پوچھا کون۔ جبرائیلؑ علیہ السلام نے کہا (میں) جبرائیلؑ ہوں (پھر فرشتوں نے کہا تمہارے ساتھ کون

ہے جبرائیلؑ نے کہا (میرے ساتھ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ) ہیں کہا گیا انہیں بلا گیا ہے، کہا ہاں تو فرشتوں نے دروازہ (باب العروج کھولا، جبرائیلؑ نے کہا یہ آپ کے والد (جد امجد) (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) ہیں جبرائیلؑ نے کہا انہیں سلام کیجئے سو میں نے (حضرت) ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور مجھے خوش آمدید کہا اور کہا خوش آمدید ہو، صالح بیٹے اور نبی صالح ﷺ کو۔

☆ شمع رسالت کے پروانہ۔ مندرجہ بالا حدیث سے بھی جمیع انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا زندہ ہونا ثابت ہو گیا (نیز) حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھٹے آسمان پر دوبارہ ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضور نبی کریم ﷺ کا سلام کرنا ان کا جواب دینا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضور پر نور ﷺ کو خوش آمدید کہنا، صالح ونبی کہنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات طیبہ (بعد الوفا) کی قوی دلیل ہے (نبی کا لغوی معنی ہے غیب کی خبریں دینے والا)

(تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ)

میرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

سیدی امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان افغانی رحمہ اللہ (رحمت اللہ علیہ) تطبیق مترجم

يَا حَبِيبِي أَنْتَ حَيٌّ فِي الْمَزَارِ

ہے عقیدہ دل نے پایا ہے قرار

حیاۃ النبی کا ہے عقیدہ، مصطفیٰ ﷺ کا یہ فرمان ہے

نبی اللہ حی لایموت مجتبیٰ ﷺ کا ہی اعلان ہے۔

نذرانہ عقیدت رفیق محمد عبدالعلیم القادری۔ پیر ۱۴ اکتوبر ۲۰۰۴

وفات کے بعد اولیاء کرام کی کرامت کا ثبوت

سزویں بحث اولیاء کرام کی کرامت کا ثبوت بعد الوفات

بحر الرائق کے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کئی فتاویٰ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

(۱) وفي البحر عن عدة (۲) الفتاوى. الكعبة اذا رفعت من مكانها لزيارة اصحاب الكرامة ففي تلك الحالة حازت الصلوة الى ارضها. وما ذكر في البحر (۳) نقله في التصارخانية (۴) عن الفتاوى العتبية قال الخیر (۵) الرملی وهذا صریح فی کرامات الاولیاء فیرد به علی من نسب امامنا الی القول بعدمها وسببنا تمام الکلام علی ذلك فی باب ثبوت النسب (۶) یعنی عند شروط الصلوة. ضبط المجلد ۲۹

جب کعبہ شریف کی دلی اللہ کی نیابت کیلئے جائے تو اس وقت کعبہ شریف کی زمین (قدس) کی جانب نماز پڑھنا جائز ہے، علامہ خیر الدین ربی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عتبیہ سے تشریح میں نقل فرماتے ہیں کہ یہ اولیاء کرام کی کرامت کی صریح دلیل ہے، سو جنہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہتان باندھا۔ کہ امام اعظم کرامت اولیاء اللہ کے منکر تھے (نعوذ باللہ) اس دلیل سے مخالفین کی تردید ہوگئی۔ اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس پر باب ثبوت النسب میں تفصیلاً بحث کریں گے۔

(۲) سوال: هل کرامات الاولیاء ثابتة بعدموتهم وهل تصرفهم یقطع بالموت ام لا
جواب: فاجاب یعنی الشوری رحمة الله عليه بماملخصه کرامات الاولیاء ثابتة وتصرفهم لا یقطع بالموت وبحوز التزیل بهم الی الله تعالیٰ والاستغاثة بالانبياء والمرسلین. وبالعلماء والصالحین بعد موتهم لان معجزة الانبياء

وکرامات الاولیاء لاتقطع بعد موتهم.

اما الانبياء عليهم السلام فلانهم احياء فی قبورهم یصلون ویحجون کما وردت به الاحبار فیکسون الاغاثة معجزة لهم. والشهداء ايضا احياء فی قبورهم شرحه ونهار اجهار ايقاظون الکفار

واما (الاعاثۃ) (من) الاولیاء: وہی کرامۃ لہم شواہد الحق ۱۱۲

وقال الشيخ الرملى: رحمه الله تعالى عليه وهذه الاشياء يعنى الكرامات مشاهدة لا يمكن انكارها فالذى نعتقده ثبوت كراماتهم فى حياتهم وبعد وفاتهم ولا تنقطع بموتهم (الى آخره) ثم قال الشيخ محمد الشوبرى رحمة الله تعالى عليه فى او اخر فتواه المذكورة وهذا الامر ظاهر غنى من طلب الدليل اذ الطلب لذلك انما يصدر من جاهل معاند حاسد لا يلتفت اليه لايحول فى التحقيقات الشرعية عليه :

انتھت فتوى : الشمس الشوبرى المصرى رحمة الله تعالى عليه .التى نقلها سيدى الشيخ عبدالغنى النابلسى .شواہد الحق .ص : ۵۵ : ۵۶

﴿ شیخ یوسف بن اسماعیل النہانیؒ میں فرماتے ہیں ﴾

سوال: کیا اولیاء اللہ کی کرامات و تصرفات وفات کے بعد منقطع (ختم) ہو جاتیں ہیں۔ یا نہ؟
جواب: حضرت علامہ شوبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی کرامات اور انکے تصرفات وفات کے بعد بھی ختم نہیں ہوتیں، نیز اولیاء اللہ کا وسیلہ جائز ہے، اور انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم السلام و صالحین علماء کرام سے استغاثہ (فریاد۔ مدد لینا) وفات کے بعد بھی جائز ہے، کیونکہ معجزات انبیاء کرام و کرامات اولیاء اللہ وفات کے بعد منقطع نہیں ہوتیں، احادیث مبارکہ میں آیا ہے، کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں حیات ہیں، وہ اپنے مزارات میں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں، سو انبیاء کرام سے استغاثہ (فریاد، امداد طلب کرنا اور انبیاء کرام علیہم السلام کا مستغیث کا امداد کرنا) انبیاء کرام کا مجزہ ہوگا۔ اور اولیاء اللہ سے استغاثہ (فریاد۔ امداد طلب کرنا اور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کا مستغیث کا امداد کرنا) اولیاء اللہ کی کرامت ہوگی۔

شیخ ربلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کرامات اولیاء اللہ از قبیل مشاہدات کے ہے۔ ایسے مشاہدات جو یقینیات میں سے ہیں سو اس سے انکار ناممکن ہے۔ ہم اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔ کہ اولیاء اللہ کی کرامات فی الحیاۃ (زندگی میں) و بعد الممات (وفات کے بعد) ثابت ہیں۔

حضرت علامہ شیخ ربلی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتویٰ کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں۔

کہ کرامات اولیاء اللہ فی الحیاة (زندگی) و بعد الممات (وفات کے بعد) ایسا امر ظاہر (یقینی) ہے کہ اس سے صرف وہ شخص انکار کر سکتا ہے جو پرلے درجے کا احمق و جاہل و حاسد ہو انکار کرنے والا اس لائق ہی نہیں کہ اسکی طرف التفات کی جائے نہ اسکی تحقیقات (خبریں و کاذبہ) پر اعتماد و اعتبار کیا جائے علامہ شیخ عبدالغنی النابلسی نے یہ فتویٰ حضرت علامہ شیخ محمد شوہری رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ سے حرف بحرف نقل کیا ہے۔

﴿مرسلین کی رسالت و اولیاء اللہ﴾ کی کرامات رحلت سے باطل نہیں ہوتیں

(۱) صرح فی منیۃ المفتی بان رسالۃ الرسول لا تبطل بموتہ شامی جلد ۳، قسمة الغنائم ۲۳۷۔

رسول کی رسالت انکی وفات سے باطل (ختم) نہیں ہوتی۔

(۲) فقد افاد فی الدر المنقذ ان القول بانقطاع الرسالة با لموت خلاف الاجماع شامی جلد ۳، غنائم ۲۳۷۔

وفات کے بعد رسالت منقطع (ہونے) کی بات اجماع امت کے خلاف ہے۔

(۳) المصرح بہ فی کتب الامام الاشعری امام اهل السنة والجماعة و کتب اصحابہ ان الرسالة لا تنقطع بالموت لان الانبياء علیہم السلام احياء فی قبورہم شامی جلد ۳، غنائم ص ۲۳۷۔

امام اہلسنت و جماعت امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور انکے شاگردوں نے اپنی کتابوں میں تصریح فرمائی ہے کہ مرسلین عظام کی رسالت انکی رحلت فرما جانے کے بعد منقطع نہیں ہوتی کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی مزارات مبارکہ میں زندہ ہیں۔

﴿صاحب شامی لکھتے ہیں﴾

و ما نسب الی الامام الاشعری رحمة الله عليه من الانكار فهو افتراء و بهتان و قد اقام الشكیر علی افتراء ذالك الامام العارف ابو الحسن القشیری رحمت الله تعالى عليه فی كتابه شكایة السنة و كذا غیرہ كما بسط ذلك الامام السبکی فی طبقات الكبرى فی ترجمة الاشعری شامی جلد ۳، غنائم ۲۳۷۔

جن لوگوں نے امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے میں بارے کہا ہے کہ امام اشعری کرامات اولیاء بعد الموت (اولیاء کی کرامات وفات کے بعد) کے منکر تھے، غلط ہے یہ امام صاحب پر افتراء

و بہتان (تہمت لگانی گنہگار) ہے، سو امام مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب طبقات کبریٰ میں جہاں حضرت امام اشعریؒ کی تعریف و توصیف بیان کی ہے، اسی مقام پر اس افتراء کی سخت انداز سے تردید کی ہے۔

امام عارف باللہ حضرت ابی القاسم القشیریؒ نے اپنی کتاب شکایۃ اهل السنة میں (اور دیگر علماء کبار) نے اس بات کی سخت تردید فرمائی ہے (کہ امام اشعری انکاری تھے) بلکہ امام اشعری رحمۃ اللہ اثبات کے قائل تھے کہ رسالت اور ولایت وفات کی وجہ سے منقطع نہیں ہوتے) ﴿صاحب عمدة الرعاية لکھتے ہیں﴾

(۵) وقد غلط من قرر ان الرسالة (ﷺ) انقطعت بموته لان الرسالة لانقطاع بالموت بل وكذا الولاية وجميع المكارم الدينية. كيف والانباء احياء في قبورهم. عمدة الرعاية جلد ۲ ص ۳۵۳

جس نے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت وصال کی وجہ سے منقطع (ختم) ہوگئی، اس نے غلط کہا، اس لئے کہ نبوت و رسالت، بسبب وصال منقطع نہیں ہوتی، اسی طرح ولایت اولیاء اللہ (و کرامت اولیاء اللہ) بھی وصال سے منقطع نہیں ہوتی، اور جمیع مکارم دینیہ (عدم انقطاع کی وجہ) یہ ہے۔ کہ حضور پر نور ﷺ روضہ اطہر میں زندہ ہیں۔

☆۔۔۔۔۔ میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں۔ کہ تمام اہل قبور قبروں میں زندہ ہیں۔ جیسے کہ میں پہلے قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کر چکا ہوں۔ تو ثابت ہوا کہ حیات فی القبر عام ہے تو حکم بھی عام ہوا (یعنی حیات قبر میں سب کے لئے) پھر انبیاء کرام و اولیاء اللہ تو اخص الخواص ہیں (وہ کیسے اپنے مزارات میں حیات نہ ہونگے، بلکہ وہ تو بطریق اولیٰ زندہ و حیات ہیں)

(۶) وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ (ای لا رب معبود) (الی) ولكن يجب علينا تعظيمه واحترامه حيا وميتا واعتقاد ان معجزاته باقية واتباعه وطاعته سيدنا محمد رسول الله (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ رب تعالیٰ کے بندے ہیں معبود نہیں۔ ہم پر سرکار دو عالم ﷺ کی تعظیم و احترام۔ ہر حال میں فرض ہے۔ چاہے سید عالم ﷺ۔ غلام دنیا میں ہوں یا عالم برزخ میں۔ نیز مسلمانوں پر حضور پر نور ﷺ کی اطاعت و اتباع واجب

ہے۔ حضور پر نور ﷺ کے معجزات اسی طرح ثابت (باقی) ہیں جس طرح دنیا کی زندگی میں تھے۔ اس پر چند دلائل ملاحظہ فرمائیں۔ اسکے دلائل ذکر کرتے ہوئے

﴿علامہ صاوی رحمت اللہ علیہ لکھتے ہیں﴾

اللہ رب العالمین جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے

(۱) مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (وَلَمْ يَقُلْ وَهْوَ حَىٰ)

جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اللہ جل جلالہ نے یہ نہیں فرمایا کہ میرے محبوب ﷺ عالم دنیا میں ہوں تو انکی اطاعت کی جائے۔ بلکہ اطاعت کا حکم مطلق ہے۔ کسی قید سے متقدم نہیں لہذا اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ جس عالم میں ہوں انکی اطاعت نص قرآن کی رو سے بندوں پر فرض ہے۔

اللہ رب العالمین جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے۔

(۲) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (وَلَمْ يَقُلْ لِأَصْحَابِكَ)

اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو دونوں جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے آپ ﷺ کو صرف صحابہ کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ یا صرف ایک مخصوص زمانے کے لوگوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا بلکہ آپ ﷺ کی رحمت جس طرح بندوں کے لئے عام ہے اسی طرح زمانے کے لحاظ سے بھی عام ہے۔ آپ ہر زمانے میں تمام مخلوق کیلئے رحمت الہی ہیں۔

﴿علامہ صاوی رحمت اللہ علیہ لکھتے ہیں﴾

(۳) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حَيَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ وَمَمَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ. فَمَنْ

اعْتَقَدَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَا نَفْعَ بِهِ بَعْدَ الْمَوْتِ بَلْ هُوَ كَأَحَادِ النَّاسِ فَهُوَ ضَالٌّ مُضِلٌّ صَاوِي۔ جلد ۱۔ آل عمران۔ پارہ ۳۔ رکوع ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸۔

سید المرسلین ﷺ نے فرمایا، لوگو، میری حیات دنیاوی، اور حیات برزخی دونوں تمہارے لئے بہتر ہیں۔ مفسر قرآن علامہ شیخ صاوی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں، جس کا یہ عقیدہ ہو کہ

مخارکھل سید عالم ﷺ وفات کے بعد کسی کو نفع نہیں پہنچا سکتے، یا وہ یہ کہے، کہ فخر موجودات ﷺ دوسرے لوگوں کی طرح ہیں، تو وہ شخص گمراہ ہے۔ اور دوسرے مسلمانوں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے۔ صاوی - ۱۸۲۔

مصنف کتاب ہذا حضرت علامہ مفتی اعظم سرحد مفتی شائستہ گل رحمت اللہ علیہ، حضور پر نور ﷺ کی حیات دنیاوی و حیات فی القبر کے خیر (بہتر ہونے کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں) کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے سے مراد یہ ہے، کہ تم دنیا میں اپنے مسائل مجھ سے پوچھتے رہو گے، میں بیان کرتا رہوں گا۔ اور عالم برزخ میں تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہو گئے، تمہاری نیکیوں پر، میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا شکر اداء کروں گا، اور تمہارے گناہوں پر، اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے تمہارے واسطے مغفرت طلب کروں گا۔ قرآن کریم کی آیات حضور ﷺ کی حیات فی القبر پر دال ہیں کیونکہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی اطاعت ہر زمانے میں نیز حضور پر نور ﷺ کا ہر ذرے کے لئے ہر زمانے میں رحمت ہونا حضور پر نور ﷺ کے پردہ فرما جانے کے بعد بھی حیات فی القبر پر ولایت کرتی ہیں، نیز حدیث رسول ﷺ مذکورہ بالا بھی حیات فی القبر پر ولایت کرتی ہے

﴿طریقہ محمدیہ کے مصنف رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

الولاية لا تنقطع بالموت كما ان النبوة لا تنقطع بالموت .

(۷) جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت رحلت فرمانے کی وجہ سے منقطع نہیں ہوتی اسی طرح اولیاء اللہ کی ولایت بھی انتقال سے منقطع نہیں ہوتی۔

(۸) عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصلوة علی یوم الجمعة فانہ مشہود یشہدہ الملائکۃ وان احدا یصلی علی الاعرضت علی صلاحہ حتی یفرغ منها قال قلت وبعد الموت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل

اجساد الانبیاء فنبی اللہ حتی یرزق . رواہ ابن ماجہ . لم مشکوٰۃ فصل جمعہ ۱۱۳

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔ رحمتِ دو عالم ﷺ نے فرمایا مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ جمعہ کا دن مشہود ہے اس دن فرشتے حاضر

ہوتے ہیں، بیشک درود پڑھنے والے کا درود مجھ پر اس کے فراغت تک پیش کیا جاتا ہے، راوی کہتے ہیں میں نے کہا (یا رسول اللہ ﷺ) جب آپ ﷺ پر وہ فرماینگے (تو درود کس پر بھیجیں) حضور پر نور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے، سو اللہ کا نبی اپنے مزار میں زندہ ہے، نیز اللہ جل جلالہ (اپنے نبی ﷺ کو قبر میں) رزق عطا فرماتا ہے۔ اے حبیب کوئین سرور دو عالم ﷺ کے امتوں حدیث مذکورہ میں الفاظ (حی)۔ زندہ ہے، یوزقی، رزق دیا جاتا ہے، غرضت مجھ پر پیش ہوتی ہیں) اس بات کی دلیل ہیں، کہ حضور پر نور ﷺ روضہ اطہر میں زندہ ہیں۔

﴿حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں﴾

(۹) عن اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان من افضل ایامکم يوم الجمعة فيه خلق آدم (علیہ السلام) وفيه قبض وفيه النفخة الاولى وفيه النفخة الثانية وفيه الصعقة فاکثروا علی من الصلوة فيه فان صلوتکم معروضة علی قالوا یا رسول اللہ ﷺ وكيف تعرض صلوتنا علیک وقد ارمت قال یقولون بلیت قال ان اللہ تعالیٰ حرم علی الارض اجساد الانبیاء

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا دنوں میں بہترین دن جمعہ کا ہے، اسی روز (حضرت) آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے، اسی دن ان کا وصال ہوا اسی دن پہلا اور دوسرا صور پھونکا جائیگا، سو اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ آپ پر ہمارا درود کیسے پیش ہوگا، جبکہ آپ کا جسم اطہر تو رمیم (گلی ہڈی) ہو چکا ہوگا تو حضور پر نور ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء (کرام) کا جسم کھالینا حرام کر دیا ہے (زمین انبیاء کے اجسام کو کھانا نہیں سکتی) رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ والدارمی والبیہقی فی الدعوات الکبیر۔ مشکوٰۃ فصل ۲ جمعہ ۱۱۲

میرے عزیز سنی مسلمان بھائیو۔۔۔ دونوں احادیث مبارکہ کے الفاظ پر غور کرو (عرضت) معروضة علی (ان اللہ حرم) (فبسی اللہ حی) (یوزقی) (بعد الموت) کی تردید (ارمت) کی تردید۔ یہ تمام سیغے و جملے اس بات کی دلیل ہیں۔ کہ حضور پر نور ﷺ قبر اطہر میں زندہ ہیں۔

﴿حضرت علامہ امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں﴾

(۱۰) قد قال علمائنا لافرق بين موته وحياته ۞ في مشاهدته لامتة معرفته باحوالهم

ونياتهم وعزائمهم وخواطرهم وذلك جلی عندہ لا خفاء به

مدخل ابن الحاج المکی لم مواهب الامام القسطلانی

علماء متقدمین نے فرمایا ہے کہ حضور پر نور ۞ کی حیات طیبہ اور مماتہ (پردہ فرمایا) میں کوئی فرق نہیں۔ حضور پر نور ۞ جس طرح پہلے اپنی امت کا مشاہدہ فرماتے تھے آج بھی اسی طرح مشاہدہ فرماتے ہیں۔ نیز جس طرح ظاہری حیات طیبہ میں امت کے احوال، نیقوں، عزائم، خواطر، سے پہلے واقف تھے آج بھی واقف ہیں

☆ اے ساطع النور ۞ شافع یوم النور ۞ روح عالم ۞ فیاض عالم ۞ رحمت عالم ۞ وسیلہ عالم ۞ زینت عالم ۞ ناصر عالم ۞ جامع حسنات ۞ امام الانبیاء ۞ سید المرسلین ۞ جان اسلام ۞ صدر الانام ۞ ہادی امم ۞ کعبہ حاجات ۞ مقصود کونین ۞ خواجہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیو، مندرجہ بالا احوالوں سے ثابت ہوا کہ ہمارے نبی جناب سیدنا محمد رسول اللہ ۞ اپنے روضہ اطہر میں حیات ہیں۔ تیزی بھی ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات اور اولیاء اللہ کے کرامات رحلت فرمانے کی وجہ سے منقطع نہیں ہوتے۔

﴿مُرُ دُوں کو دور و نزدیک سے پکارنے کا جواز﴾

قرآن وحدیث واقوال علماء کی روشنی میں

اٹھارویں بحث اہل قبور کو پکارنا اور انکا سنا قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں، (حضرت شعیب علیہ السلام) کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(۱) (قوله تعالیٰ حکایۃ عن شعیب علیہ السلام) وَقَالَ الصَّلَاةُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَئِنْ

اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَخَاسِرُونَ ۝ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جثثین ۝

(ای بارکین علی الركب میتین) (الی قوله تعالیٰ) وَقَالَ يَنْقُومُ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَتِي

وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ آسَىٰ عَلَىٰ قَوْمٍ كَافِرِينَ ۝ (مطابق: «صادی» جلد ۲، پارہ ۹، آیت (90 91 92 93))

اور کہا ان سرداروں نے جو کافر تھے اپنی قوم سے اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو بیشک تم

نقصان اٹھایوالے ہو جائو گے پھر انہیں زلزلے نے پکڑا تو صبح تڑکے گھروں میں اونہے
(مرکزہ کے بل) پڑے ہوئے تھے، اور کہا (شعیب نے) اے میری قوم بیشک میں نے
اپنے رب کے پیغامات تم تک پہنچا دیئے ہیں اور میں نے تمہیں نصیحت کی تھی۔ سو کس طرح
(کیونکر) کافروں پر (انکی جہاں و بلاکت پر) افسوس کروں۔

۱۔ مندرجہ بالا آیت سے خدا الہی الاموات (مردوں کو پکارنا) ثابت ہوا۔

حضرت صالح علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے اللہ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے۔۔

(۲) (قوله تعالى حكاية عن صالح عليه السلام) قَالُوا يَا صَالِحُ اِنَّا بِمَا تَعْدُوْنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ
الْمُرْسَلِينَ ۝ فَاحْذَرُهُمُ الرَّحْمَةُ فَاَصْبَحُوا فِي ۝ ذَارِهِمْ جَائِمِينَ ۝ (بارکین علی الركب
مبتین) فتولی (اعرض صالح) عَنْهُمْ ۝ وَقَالَ يَاقَوْمُ لَقَدْ اَنْفَلْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ
وَلَكِنْ لَا تَحِبُّونَ النَّصِيحَ ۝ اِی بعد ان هلكوا ی ما تو۔ کما مخاطب النبی ﷺ الکفار من
قتلی بدر حین القوا فی القلب فقال عمر رضی اللہ عنہ یارسول اللہ ﷺ کیف تکلم اقواما
قد جفوا فقال ﷺ ما انتم باسمع لسا قول منهم ولكن لا یجیبون (جلالین و صاوی
جلد ۲ پارہ ۸۔ سورۃ اعراف رکوع ۷، ۱۰۱ ص ۸۳)

بولے (وہ سرکش) اے صالح اگر تو رسولوں میں سے ہے تو لے آہم پر وہ عذاب جس کا تو نے
ہم سے وعدہ کیا ہے سو پکڑا انہیں عذاب (زلزلوں کے جھکوں) نے تو صبح تڑکے وہ اپنے
گھروں میں اونہے (منہ کے بل) مرے پڑے تھے۔ تو صالح (علیہ السلام) نے ان سے
منہ پھیر لیا۔ اور کہا اے میری قوم میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا۔ (نیز) تمہیں
نصیحت کی۔ مگر تم نصیحت کرنے والوں کو پسند ہی نہیں کرتے۔

۱۔ (یعنی جب قوم ثمود ہلاک ہوئی تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان مرے ہوئے
ثمودیوں سے مذکورہ خطاب کیا) علامہ صاوی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ بعینہ ایسا (خطاب
واقفہ ہے) کہ طرح جنگ بدر میں اختتام جنگ پر حضور پر نور ﷺ اس گڑھے کے کنارے
پر تشریف لے گئے۔

جہاں سرداران قریش کو ڈالا گیا تھا (اور ایک ایک سردار کا نام لیکر، اے عقبہ اے ابو جہل، اے شیبہ
(نہا) آواز دی (تم لوگ اپنے نبی ﷺ) کے کیسے بڑے رشتہ دار تھے، تم نے جھٹلایا اور رسول

نے ہماری تصدیق کی، تم نے مجھے نکالا، اوروں نے ٹھکانا دیا، تم نے قتال کیا اور دوسروں نے مدد کی، تم اگر اپنے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرتے، تو اللہ تعالیٰ تمہیں شاد کرتا (اب جب تم نے اللہ کا عذاب دیکھ لیا تو مسلمان ہونے کی آرزو کرنے لگے) ہم نے تو اللہ کا (ہم سے کیا ہوا) وعدہ حق پایا (حضرت) عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ (ﷺ) آپ بے جان لوگوں سے خطاب فرما رہے ہیں (ارشاد ہوا) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے میرے کلام کو وہ تم سے زیادہ سن رہے ہیں، مگر جواب نہیں دے سکتے۔

﴿عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے﴾

(۳) باب ماجاء فی التشہد من عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
قال علمنا رسول اللہ ﷺ اذا قعدنا فی الركعتین ان نقول التحیات لله والصلوة والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمت اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا اله الا اللہ واشہدان محمد اعبده ورسوله. قال وفی الباب عن ابن عمر و جابر و ابی موسیٰ وعائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین قال ابو عیسیٰ حدیث ابن مسعود قد روى عنه من غیر وجه وهو صحیح حدیث عن النبی ﷺ فی التشہد والعمل علیہ عند اکثر اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ ومن بعدهم من التابعین وهو قول السفیان وذهب الشافعی الی حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ. ترمذی جلد ۱، ۲۸۱

❦

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ معلم کائنات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تعلیم دی کہ جب ہم دو رکعت کے بعد قعدہ میں بیٹھیں تو یوں کہیں
(التحیات لله والصلوة والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمت اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا اله الا اللہ واشہدان محمد اعبده ورسوله)

یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسناد کثیرہ کیساتھ مروی ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت جابر، حضرت ابوموسیٰ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم

اجمعین سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ تشہد کے باب میں رسول اکرم ﷺ سے جتنی احادیث وارد ہوئیں ہیں سب میں صحیح حدیث ہے۔

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام وتابعین و تبع تابعین کا اسی حدیث کے مطابق عمل رہا اسی پر عمل کرتے تھے۔

۱۔۔۔۔۔ اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے صحابہ کرام رضوان

اللہ علیہم اجمعین کو (التحیات میں) السلام علیک ایہا النبی، کے ساتھ (اپنے نبی ﷺ کو) پکارنے کی تعلیم دی، اس نداء میں جو ضمیر (ک) استعمال ہو چکا ہے، وہ واحد مذکر حاضر کا ہے (جس کا معنی یہ ہوا) (یا رسول اللہ ﷺ) تجھ پر سلام ہو (یا) حرف نداء ہے (یعنی ایسا حرف ہے جو عربی لغت) اور علم نحو کے اعتبار سے دور و نزدیک سب کے لئے آتا ہے۔ نیز یہ ندا قیامت تک ہوگی۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ یہ ندا حضور پر نور ﷺ کی حیات دنیوی و حیات اخروی دونوں کو شامل ہے، تو جس طرح حضور پر نور ﷺ دنیا میں (دنیاوی زندگی) کے ساتھ حیات تھے اور اس حرف (حرف ندایا) کیساتھ انہیں پکارنا جائز تھا۔ اسی طرح رحلت فرما جانے کے بعد بھی حضور پر نور ﷺ کو اس حرف (حرف ندایا) کیساتھ پکارنا جائز ہے۔

ثابت ہوا کہ۔ اہل قبور کو پکارنا جائز ہے۔

یہ تعامل صحابہ بھی ہے اور تعامل تابعین و تبع تابعین بھی۔ ذیل میں دلائل ملاحظہ فرمائیں

(۱) ویقصد معانیہ مرادة له انه ينشئها تحية وسلاما منه نمازی قعدہ میں حضور پر نور ﷺ پر جب (السلام علیک ایہا النبی) پڑھے تو نیت یہ ہو کہ میں اپنے آقا ﷺ پر نیا سلام و تحیہ پیش کر رہا ہوں۔

(۱) إمام الفلاح ۱۷۰، (۲) تنویر الابصار، والدر المختار، (۳) والشمی جلد ۱، باب صفت الصلوة ۳۳۲، (۴) والہندیہ جلد ۱، ص ۹۸، (۵) وزلیعی الكنز جلد ۱ صفت الصلوة۔

تجسّم، یہ ارادہ نہ ہو کہ معراج میں پڑھے گئے سلام کو دہرا رہا ہوں (بلکہ اس رات کی فرض شدہ نمازیں جس طرح اپنے اپنے اوقات میں پڑھی جاتی ہیں اسی طرح یہ ندا (پکار) و سلام بھی نیای ہے) اس طرح پکارنا نہ کوئی صحابی دور تھا یا قریب تابعین و تبع امت دور تھے یا قریب سے ثابت ہے تو جو لوگ رسول اکرم ﷺ یا اولیاء اللہ دور ہوں یا قریب کے پکارنے کو شرک کہتے ہیں، حقیقت میں اپنے آپ کو مشرک کہتے ہیں۔

﴿ناصر عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں﴾

(۳) (قوله ﷺ) اذا ضل احدكم شيئا او اراد عونا وهو بارض ليس بها انيس فليقل

يَا عِبَادَ اللَّهِ اَعِيْنُوْنِيْ فَاِنَّ لِلَّهِ عِبَادًا لَا يَزِيْرُهُمْ (الطبرانی)

(۱) قال بعض العلماء هذا حديث حسن

(۲) جامع الدرر (۳) ثم الوسيلة الجلیلة

(۴) زوائد البزار لابن حجر

(۵) ثم سماع البعيد (۱۰۶) (۶) ورواه البزار عن ابن عباس مرفوعا

(۷) وقال الحافظ ابو الحسن في مجمع الزوائد رجاله ثقات

(۸) ورواه ابن شعبة عن ابن عباس

(۹) ورواه ابن السني عن ابن مسعود

(۱۰) وذكروا هذا الحديث

(اے امتیو) اگر تم میں کسی کی کوئی چیز (گھریا جنگل میں کہیں بھی) گم ہو جائے یا (تم میں

سے) کوئی (شخص) کسی سے امداد طلب کرنا چاہے (جبکہ) وہ امداد طلب کرنے والا ایسے مقام

میں ہو جہاں (امداد کرنے والا) کوئی نظر نہ آتا ہو، سوائے چاہیے، کہ یوں (پکار کر) کہے

اَعِيْنُوْنِيْ يَا عِبَادَ اللَّهِ

اے اللہ جل جلالہ کے بندو میری امداد کرو (تو انکی امداد کیجائیگی) کیونکہ اللہ قادر مطلق جل

جلالہ کے ایسے بندے موجود ہیں (جو فریادی کی دستگیری فرماتے ہیں اگرچہ پکارنے والے

کو) نظر نہیں آتے (۱) اس حدیث کے راوی ثقہ (نہایت مضبوط) ہیں۔

فی حصن الحصین دلیل علی انه صحیح لانه التزام الصحیح فی هذا الكتاب (۱۱)

والمرفقات (۱۲) ثم سماع البعيد ۱۰۹ (۱۳) وروح البیان جلد ۲ ص ۱۰۱

(۲) علماء فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ حصن حصین میں اس حدیث کا مذکور ہوتا ہی اس کے

حج ہونے کی دلیل ہے۔

میرے عزیز مسلمان بھائیو - حدیث مذکورہ بالا میں لفظ (عباد) مطلق ہے۔
جو تمام (انبیاء کرام و شہداء و صالحین و اولیاء اللہ) کو شامل ہے زندہ ہوں (نجات دنیاوی)
یا رطت فرمائے ہوں (المطلق بجری علی اطلاقہ) سو ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ صالحین زندہ
ہوں یا رطت فرمائے ہوں انہیں (دستگیری کیلئے) پکارنا جائز ہے۔

﴿مُحِبِّیْ اَمْتُ صَلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں﴾

(حضور پر نور ﷺ نے صحابی کو یہ وظیفہ سکھایا۔ اے صحابی اللہ تعالیٰ سے یوں دعا مانگو)
(۱) اللھم انی استلک واتوجہ الیک بنیک نبی الرحمة یا محمد ﷺ
انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللھم فشفعہ فی
(۱) اخرجه النسائی (۲) و، ترمذی (۳) و، ابن ماجہ (۴) و، ابن خزیمہ
(۵) و، طبرانی (۶) والحاکم

(۷) و البیہقی عن سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۸) ثم مشکوٰۃ۔

یا اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف تیرے نبی (ﷺ) کے وسیلہ و برکت سے متوجہ
ہوتا ہوں (اس رسول کی برکت سے) جو رحمتوں اور برکتوں والا نبی ہے۔ یا مُحَمَّدُ ﷺ میں
آپ کے وسیلہ سے اپنے پروردگار جل جلالہ کی طرف اس حاجت کی برکوری کے لئے متوجہ
ہوتا ہوں۔ تاکہ اللہ جل جلالہ میری حاجت کو بر لائے (پوری کر دے) یا اللہ جل جلالہ نبی
محترم ﷺ کی شفاعت (سغارش) میرے حق میں قبول فرما۔

ﷺ۔ اللہ جل جلالہ کے نبی محترم ﷺ نے صحابی کو اللہ کی بارگاہ میں دعا (کی قبولیت
کا انداز) یہ سکھایا کہ تم میرے وسیلے سے دعا مانگو اور یوں کہو، یا مُحَمَّدُ ﷺ (الی آخرہ)
یا مُحَمَّدُ ﷺ۔ کہنا حضور پر نور ﷺ کی زندگی مبارک کے ہر حال کو شامل ہے چاہے دنیا کی
زندگی ہو یا عالم برزخ کی۔ سو ثابت ہوا کہ حضور پر نور ﷺ کو اب بھی یا محمد۔ یا رسول اللہ ﷺ
پکارنا جائز ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ﴿﴾

(۶) عن قتادة رضي الله تعالى عنه قال ذكرنا انس بن مالك رضي الله عنه عن ابي طلحة ان النبي ﷺ مريوم بدر باربعة وعشرين رجلا من صناديد قريش فقد فوافي طوى من اطواء بدر خبيث مخيث وكان اذا ظهر على قوم اقام على عرصة ثلاثة ليل فلما كان بدر اليوم الثالث امر برحلة فشد عليها رحلها واتبعه اصحابه (رضي الله عنهم اجمعين) حتى قام على شفة الركي فجعل يناديهم باسمائهم واسماء ابائهم يافلان بن فلان يافلان بن فلان ايسر كم انكم اطعم الله ورسوله فاننا وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فهل وجدتم ما وعد ربكم حقا فقال عمر (رضي الله عنه) يا رسول الله ﷺ اتكلم اجسادا لارواح لها فقال النبي ﷺ والذي نفسي بيده ما انتم باسمع لما قول منهم وفي رواية ما انتم باسمع منهم ولكن لا يجيبون متفق عليه. مشکوة باب حكم الاسراء ۳۳۵، ۳۳۷ باختلاف المطابع.

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ ہم سے انس بن مالک نے ابو طلحہ کے ذریعہ ذکر کیا کہ حضور پر نور ﷺ نے بدر کے دن چوبیس صنادید (قوم کے سردار) یعنی سرداران قریش کے بارے میں حکم دیا (کہ ان مشرکوں کی نعشوں کو بدر کے گندے کنوئیں میں ڈال دی جائیں) تو وہ بدر کے کنوئیں میں سے ایک گندے اور پلید کنوئیں میں ڈال دیئے گئے (نبی کریم ﷺ کی عادت مبارک تھی)

کہ جب حضور پر نور ﷺ کسی قوم پر غلبہ آتے تھے تو میدان جنگ میں تین راتیں قیام فرماتے جب بدر میں تیسرا دن ہوا تو حضور پر نور ﷺ نے اپنی سواری کے متعلق حکم فرمایا تو اس پر پالان باندھ دیا گیا پھر حضور پر نور ﷺ چلے اور صحابہ حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے گئے یہاں تک کہ حضور ﷺ کنوئیں کے کنارے کھڑے ہو گئے تو ان (مشرکوں سرداران قریش) کو انکے باپ داداؤں کے نام سے پکارنے لگے۔ اے فلاں ابن فلاں اور فلاں ابن فلاں کیا تم کو اب یہ پسند ہے کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی ہوتی ہم نے تو وہ حق پایا جو وعدہ ہم سے ہمارے رب نے کیا تھا۔ تو تم نے بھی وہ حق پایا جو وعدہ تم

سے تمہارے رب نے کیا تھا۔

تو حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ان جسموں سے کلام فرما رہے ہیں جن میں جان نہیں، تو حضور پر نور ﷺ نے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں مجھ محمد (ﷺ) کی جان ہے میرے کلام (فرمان) کو تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سن سکتے، اور ایک روایت میں یوں ہے کہ تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سن سکتے۔ لیکن وہ جواب نہیں دیتے۔ اس حدیث سے بھی مردوں کا مطلقاً مننا ثابت ہوا۔ نیز مطلقاً مردوں کو پکارنا ثابت ہوا۔ اگر مردوں کو پکارنا شرک ہوتا۔ تو حضور ﷺ ان مردوں کو نام لے لیکر کیوں پکارتے۔

﴿معتبر علماء اسلام کے اقوال کی روشنی میں اموات کو پکارنے کا ثبوت﴾

(۱) ثم تنهض متوجها الى القبر الشريف بغاية الادب مستدبر القبلة محاذيا للرأس النبى ﷺ وجهه الكريم ملاحظا نظره السعيد اليك وسماع كلامك وردده عليك لاما وتأمينه على دعائك وتقول

السلام عليك ياسيدى يا رسول الله صلى الله عليك وسلم

السلام عليك يانبنى الله صلى الله عليك وسلم

ورحمة الله وبركاته

اشهد انك رسول الله صلى الله عليك وسلم

قد بلغت الرسالة.

كذا فى المحيط. فى آخر فصل تعليم اعمال الحج. ثم الهندية زيارة قبر النبى ﷺ جلد ۲، ۲۸۴

(مدینۃ منورہ پہنچ کر جہاں مبارک کے سامنے) کعبہ شریف کی طرف پشت کر کے حضور پر نور ﷺ کے چہرہ مبارک کے سامنے نہایت ادب کیساتھ کھڑا ہو جائے (اس یقین محکم کیساتھ) کہ حضور پر نور ﷺ تیری گنتگوہ سن رہے ہیں، نیز یہ کہ رحمت عالم ﷺ اپنے چشم مبارک سے تجھ کو ملاحظہ فرما رہے ہیں نیز تیرے درود و سلام کو سماعت فرما رہے ہیں اور سلام کا جواب دے رہے ہیں، اور تیری دعا پر آمین بھی کہہ رہے ہیں، سو تو نہایت ادب و احترام سے عرض کر۔

السلام عليك ياسيدى يا رسول الله صلى الله عليك وسلم

السلام عليك يانبنى الله صلى الله عليك وسلم

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ کہنے اللہ تعالیٰ

کے پیغامات (احکامات۔ اوامر و نواہی) ہم تک پہنچائے۔

﴿فقہاء احناف لکھتے ہیں﴾

(۲) ویتحول قدر ذراع حتیٰ یحاذی راس الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایضا ویقول (حضور پر نور ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے بعد)

وہاں سے ایک گز کے مقدار آگے بڑے یہاں تک کہ سیدنا امیر المؤمنین ابو بکر صدیق ؓ کے چہرہ (مبارک) کے سامنے کھڑا ہو اور یوں عرض کرے

السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ (ﷺ)

السلام علیک یا صاحب رسول اللہ فی الغار

السلام علیک یا رفیقہ فی الاسفار

السلام علیک یا امینہ علی الاسرار جزاک اللہ عنا.....

یا خلیفہ رسول اللہ ﷺ آپ پر سلام ہو،

یا صاحب رسول اللہ فی الغار آپ پر سلام ہو،

سفر و حضر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھی آپ پر سلام ہو،

رسول اکرم ﷺ کے رازدراں آپ پر سلام ہو،

اللہ جل جلالہ آپ کو ہماری جانب سے بہترین جزاء عطا فرمائے، (آمین)

﴿فقہاء احناف لکھتے ہیں﴾

(۳) ثم یتحول حتیٰ یحاذی قبر عمر ؓ فیقول

سیدنا امیر المؤمنین ابو بکر صدیق ؓ پر سلام پڑھنے کے بعد سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق ؓ

پر سلام پڑھنے کے لئے کچھ آگے بڑھے۔ اور یوں سلام عرض کرے۔

السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا امِیرَ الْمُؤْمِنِینَ

السلام علیک یا مظهر الاسلام

السلام علیک یا مکیسر الاضنام

جزاک اللہ عنا افضل الجزاء

اے امیر المؤمنینؑ آپ کو سلام ہو
 اے اسلام کے ظاہر کرنے والے آپ کو سلام ہو۔
 اے بتوں کو توڑنے والے آپ کو سلام ہو۔
 اللہ آپ کو ہماری جانب سے بہترین جزا عطا فرمائے
 کذا فی السراج الوہاج ہدیۃ جلد مناسک زیارۃ القبر النبیؐ ص (۲۸۵) والمراتی ص (۳۵۰)

﴿فقہاء احناف لکھتے ہیں﴾

(۴) اَللّٰہُمَّ یَرْجِعْ قَدْرَ نَصْفِ ذِرَاعٍ فِیْکَیْ
 پھر وہاں سے۔ آدھے گز کے مقدار۔ واپس لوٹ آئے۔ اور یوں عرض کرے۔
 السلام علیکم یا ضحییٰ رسول اللہؐ ورفیقہ ووزیرہ ومشیرہ والمعاونین لہ
 علی القيام فی الدین والقائمین بعدہ بمصالح المسلمین جزاک اللہ عنا احسن
 الجزاء وجناکما تنوّل بکما الی رسول اللہؐ لشفع لنا ولیسئل ربنا ان یتقبل
 سعینا ویحینا علی ملۃ یمیتنا علیہا ویحشرنا فی زمردتہ،

اے رسول اللہؐ کے (قدموں میں) رہنے والوں کے ساتھیوں، انکے وزیروں، میرے آقاؐ
 کے مشیر و یوں اسلام کے قیام میں انکی مدد کرنے والوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال
 کے بعد مسلمانوں کی اصلاح کرنے والوں، تم پر سلام ہو اللہ تعالیٰ تمہیں ہماری جانب سے
 بہترین اجر عطا فرمائے۔ ہم آپ (دونوں خلفاء راشدین کے آستانہ عالیہ میں) حاضر ہیں،

ہم حضور پر نورؐ کی بارگاہ اقدس میں آپ دونوں کو وسیلہ پیش کرتے ہیں۔
 تاکہ حضور پر نورؐ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیں۔ نیز یہ کہ حضور پر نورؐ

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی (بلا و بعیہ سے یہاں
 آنے کی مشقت) قبول فرمائے۔ اور ہمیں ملت (ابراہیمی) پر ہی زندہ رکھے۔ اور ہمیں اسی
 ملت پر موت عطا فرمائے، اور بروز حشر ہمیں انہی کے زمرے (جماعت) میں رکھے۔
 ثم یدعوا لنفسہ ولوالدینہ وللمن اوصاہ ولجمیع المسلمین

پھر اپنے لئے اور اپنے والدین اور جنہوں نے اسے دعا کے لئے کہا ہے انکے لئے اور جمیع

مسلمانوں کے لئے دعا مانگے۔

ثم يقف عند رأس رسول الله ﷺ كالاول ويقول اللهم انك قلت وقولك الحق ولو اتهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما ۝ سورة نساء آیت (۶۳)

پھر رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کے سامنے انہی آداب و احترام و تعظیم کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے (سر جھکائے نیچی نگاہیں کی ہوئیں یا ادب) کھڑا ہو جائے، اور اللہ جل جلالہ سے دعا مانگتے ہوئے، یوں عرض گزار ہو۔ اے پروردگار۔ تیرا فرمان حق ہے (یہ آیت پڑھ لے) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝ سورة نساء آیت (۶۳)

اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں (اور) آپ کے پاس آئیں (اے محبوب ﷺ) آپ عالم دنیا میں ہوں یا عالم برزخ میں یا حشر کے میدان میں (پھر وہ لوگ) اللہ سے (اپنی گناہوں) کی مغفرت (بخشش) طلب کریں، اور رسول (ﷺ) انکی سفارش کریں تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور نہایت مہربان پائیں گے (اسکے بعد جو دعائیں قبول ہیں تعلیق مترجم) (جاء وک) یہ جملہ حضور پر نور ﷺ کی حیات طیبہ کے ہر حال کو شامل ہے دنیاوی زندگی ہو یا عالم برزخ کی، ہر حال کو شامل۔

کذا فی السراج الوہاج۔ ہندیہ مناسک زیارۃ قبر النبی ﷺ ۲۸۵

ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء اللہ کو (یا) حرف ندا کے ساتھ پکارنا جائز ہے

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

﴿پیر بابا سید علی ترمذی رحمت اللہ علیہ ایک نظر میں﴾

(۱) نام - علی (۲) نسبت - محمد (۳) قوم - سید
(۴) خاندان - ترمذی (۵) مشہور لقب - پیر بابا (۶) عقیدہ - اہلسنت حنفی

(۷) طریقہ قادریہ چشتیہ (۸) علمی قابلیت - تمام درسی علوم کے ماہر۔
مفتی اسلام پابند شریعت منظر سلامت و خلیفہ
(۹) پیدائش ۹۰۸ھ بمطابق ۱۵۰۰ء
وصال ۹۹۱ھ بمطابق ۱۵۸۳ء

(۱۰) مزار پر انوار - پاکستان صوبہ سرحد - وادی سوات - بونیر - شہر پیر بابا - پشاور
سلسلہ قادریہ میں آپ بارہ واسطوں سے سیدنا غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی
رحمت اللہ علیہ تک پہنچتے ہیں۔

☆۔۔۔ شاہ خراسان حضرت پیر بابا رحمت اللہ علیہ کا شمار نو سو ۹۰۰ھ کے ان مشائخ کبار
میں ہوتا ہے جنہوں نے اہل سرحد کو خصوصاً اور اہل کائنات کو عموماً اپنے انفاس قدسیہ اور
روحانی و علمی و تربیتی و اخلاقی فیض سے نوازا۔ ہزاروں گم گشتگاں کو راہ حق پر لگایا۔
پیر بابا رحمت اللہ علیہ یہ وہ عظیم روحانی و علمی پیشوا ہیں جنہوں نے انسان کا رشتہ محبت
خالق حقیقی سے جوڑا۔

پانچ چھ صدیاں گزرنے کے باوجود آج بھی سینکڑوں لاکھوں کی تعداد میں زائرین مرد و خواتین
فرد افراد قافلوں کی صورت میں اس مرکز تجلیات پر حاضری دیتے ہیں۔

پیر بابا رحمت اللہ علیہ عمر بھر طہیروں اور پیری مریدی میں جن گمراہیوں کو رواج دیا گیا تھا
کے فتنوں کے مقابلے میں برسرِ پیکار رہے، اس لئے پیر بابا بیعت طریقت میں نہایت احتیاط
سے کام لیتے تھے، آپ کے مرید زیادہ تر عالم یا حفاظ کرام ہوتے تھے، کیونکہ علم کے بغیر
شیطان کے بہکاوے میں آنا ممکن ہے پیر بابا رحمت اللہ علیہ کے مریدان طریقت کی تعداد
صرف میں ہے جبکہ عوام الناس سے شریعت پر بیعت لیتے تھے جنگی تعداد لاکھوں ہے۔
(بابا عبدالرشید رحمت اللہ علیہ "لقب" اخون درویشہ بابا علیہ الرحمۃ)۔۔۔

☆۔۔۔ میں نے حضرت سید علی ترمذی رحمت اللہ علیہ کا مختصر سا تذکرہ اس لئے کیا تاکہ
ادوارِ جان مفتی اعظم سرحد رحمت اللہ علیہ نے آگے جو بحث فرمائی ہے وہ بآسانی سمجھ
آسکے۔ (مترجم عبدالعلیم القادری)

﴿شفاء السقام کے مصنف فرماتے ہیں﴾

(۳) انه لو قيل له بناء على قولك هذا لانصلي الجنابة عليك بعد موتك لانا لاندري هل مت انت على الكفر او الايمان وانت مقر بذلك على الغير فلا يسلم ذلك لنفسه فان لم يرض بذلك لنفسه فلا يتجاري على من غمره الله تعالى برضاه
بر مضمون. شفاء السقام (۲۳۳)

(۴) انه اذا ذاك يحجره الى الشك في صحبته الصحابة بان يقول من اين علمتم ان الصحابة ماتوا على الاسلام فان اقر بموجب هذه المقالة. قلنا له يا خاسر الدين ويا عدو خاصة المسلمين هم نجوم الاسلام. شفاء السقام (۲۳۴)

(جب وہابی یہ کہے کہ ہمیں کیا معلوم، کہ یہ شخص مسلمان مرا ہے یا کافر، تو کیونکر اس کے مزار کی زیارت کیلئے جایا جائے) میں کہتا ہوں (اے وہابی) اگر یہی بات ہے، تو پھر تیرے مرنے کے بعد ہم تیرا نماز جنازہ کیونکر پڑھیں کیونکہ ہمیں کیا معلوم، کہ تو مسلمان مرا یا کافر جب کہ تو اپنے لئے کبھی بھی اس بات کے لئے تیار نہ ہوگا، میں کہتا ہوں، کہ جب تو اپنے لئے اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ تو جو بزرگ اللہ تعالیٰ کی آغوش رحمت میں ہیں۔ ان بزرگوں کے بارے میں ایسی گستاخی کیوں کرتا ہے۔

صاحب شفاء السقام لکھتے ہیں، جب (وہابی) اولیاء کرام کی گستاخی کرتے کرتے یہاں تک پہنچتا ہے تو پھر (ایک دن) وہ یہ کہنے میں بھی عار محسوس نہیں کریگا، اور کہے گا کہ تجھے کیا معلوم کہ صحابہ کرام حالت اسلام پر وفات ہوئے ہیں، جب وہ اس مقالہ (بات) تک پہنچ جائے تو ہم اسے کہیں گے اے مسلمانوں کے دشمن اور اے وہ جس کا دین (اس طرح گفتگو کرنے سے) برباد ہوا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو اسلام کے (محکمے ہوئے) ستارے ہیں۔

﴿صاحب تنویر الابصار لکھتے ہیں﴾

(۵) وما ظہر من المیت من کلمات الکفر فی حال مرنہ یغفرو یماعمل معہ معاملۃ الموتی المسلمین حملا لہ علی انہ فی حال زوال عقلہ ولذا اختار بعضهم زوال عقلہ قبل موته. ذکرہ الکمال تنویر الابصار جلد ۱، جنائر (۵۹۷)

اگر قریب المرگ سے حالت نزع میں کلمات کفر صادر ہو جائیں تو وہ (عند اللہ) معاف ہیں کیونکہ اس سے یہ کلمات ایسی حالت میں صادر ہوئے جو بخود ہی (بیہوشی) کا عالم ہے۔ بعض فقہاء نے یہ قول اختیار کیا ہے کہ موت سے پہلے ہی اسکے عقل کے زائل ہونے کا حکم دیا جائے گا، لہذا اسکے ساتھ (غسل، کفن، نماز جنازہ، دفن وغیرہ) میں وہی معاملہ کریں گے جو عام مسلمانوں کے ساتھ کرتے ہیں۔

میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں۔ عزیز مسلمان بھائیو! اگر کسی عام مسلمان سے بھی حالت نزع میں کلمات کفر صادر ہوئے تو وہ بھی بیہوشی (عالم بخود ہی، زوال عقل) کی وجہ سے (عند اللہ) معاف ہیں، تو جس سے بحمدہ تعالیٰ یہ کلمات صادر ہی نہ ہوں اسکے ایمان و اسلام میں کس طرح شک یہ جائے۔ اولیاء اللہ کے بارے میں ایسا سوچنے والا اپنے ایمان کی خیر منائے حضور پر نور ﷺ کے فرمان عالی کے مطابق،

(۶) ان الاصحاب مصباح الدين بشهادة سيد المرسلين ﷺ فقد التزمت نفسك الشك في بقائهم على اكمل الحالات بعد الموت فقد حرمت بركة انوارهم واسرارهم. وفاتك عن الخيرات اعظم فوت.

حضور پر نور ﷺ کے فرمان عالی کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دین کے درخشاں ستارے ہیں (اے صحابہ کرامؓ کے دشمن) تو نے ان نفوس قدسیہ کے بارے میں غلط گمان کر کے اپنے آپ کو شکوک و شبہات میں ڈال دیا۔ سو تو انکے انوار و اسرار کی برکات سے محروم ہو ا حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ وہ نفوس قدسیہ ہیں، کہ انتقال کے بعد انکے حالات (عالم برزخ میں) بطریق اولیٰ کامل و اکمل ہو جاتے ہیں (ينتقلون من دار الفناء الى دار البقاء، کہ وہ توفانی گھر کو چھوڑ کر باقی گھر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں)

(اے دشمن صحابہ کرامؓ) تو اس گستاخی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عظیم مہربانیوں سے محروم ہوا۔
سہ الہم۔ (ای سوال الوهابیہ) کلامی فی غیر ہذہ العصابة المرضیة
جوابہم (ای جواب الوهابیہ) فانہ لافرق فان الصحابة سادات الاولیاء واعاظمہم بلامریة (اگر وہابی کہے کہ میرے اعتراض سے صحابہ مراد نہیں بلکہ میری مراد دوسرے اولیاء اللہ وغیرہ ہیں)

جواب (ہم کہتے ہیں اسے دشمن صحابہ) اگر تیری مراد اولیاء اللہ ہوں، تو کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اولیاء اللہ نہیں؟ بلاریب (بغیر کسی شک و شبہ کے) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام کے تمام اولیاء اللہ ہیں بلکہ اولیاء اللہ کے سردار ہیں، سو تیرے اعتراض میں لامحالہ صحابہ کرام بھی شامل ہو گئے۔

﴿صاحب شفاء السقام لکھتے ہیں﴾

(۷) بانه رساجره الى الكفر العياذ بالله تعالى بان يصرح في حق الانبياء عليهم السلام بتلك العبارة الشنيعة فما افصح ذلك الحبيث و اقل حيائه۔ شفاء السقام (۲۳۳)
(وہابی کا یہ شک و شبہ اولیاء کے بارے میں کہ تجھے کیا معلوم کہ یہ مسلمان وفات ہوئے یا نہیں یہ شک اس وہابی کو) حد کفر تک لیجاتا ہے، کیونکہ اس کا یہ خیال فاسد اسے انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا کر دیتی ہوئی (وہابی) کتابت اخبیث و بے حیا ہے کہ اس نے اللہ جل جلالہ کے قول کو بھی جھٹلایا۔

(۸) انه يكذب قوله تعالى: يَنْبِئُ اللَّهُ الَّذِينَ هُمْ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ (كلمة التوحيد) في الآخرة الدنيا وفي الآخرة۔ سورة ابراهيم۔ آیت (27)

(اس کاذب وہابی نے) اللہ تعالیٰ کے اس قول کو جھٹلایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ بیشک اللہ ایمان والوں کو (دنیا و قبر و آخرت کی زندگی میں) قول ثابت (کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پر ثابت (قدم) رکھتا ہے (وہابی نے) اس سے انکار کیا سو یہ وہابی اپنے قول سے ہی کافر ہو گیا۔

(۹) قوله تعالى: اَعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ

(جنت) پر ہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے

مسلمان بھائیو۔ جنت پر ہیزگاروں کیلئے۔ اور اولیاء اللہ سارے کے سارے متقی پر ہیزگار ہیں، بمع پیر بابا سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے، تو ماننا پڑے گا کہ یہ پہلے مسلمان ہیں پھر پر ہیزگار، و اولیاء اللہ، اگر بفرض محال اہل سنت و جماعت میں سے اولیاء اللہ کو متقی و پر ہیزگار نہ مانا جائے۔ تو کیا فرقہ وہابیہ دائمی جہنمیہ کافرہ کو متقی و پر ہیزگار مانے، نعوذ باللہ، ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے یہ دشمن اللہ کے دوست اولیاء بن سکیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(۱۰) اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۝

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

پارہ ۱۱۔ سورۃ یونس۔ آیت (62.63.64)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ خبردار۔ اللہ کے ولیوں پر نہ خوف ہے نہ وہ بھی غمگین ہونگے (یہ متقی) وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان لایا اور پرہیزگاری (اختیار) کی۔ انہیں دنیا و آخرت کی زندگی میں خوشخبری ہو۔ اللہ کے کلمات کو تبدیل نہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔
☆۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر کوئی خوف نہیں نہ انکے لئے کوئی غم۔ نیز اللہ تعالیٰ تو انہیں خوشخبریاں سنارہا ہے، اور وہابی انکار کرتا ہے، اس انکار و تکذیب کے بنا وہابی کافر ہے صاحب شفاء سقام کے مصنف فرماتے ہیں کہ اس وہابی کا یہ کہنا کہ تمہیں کیا معلوم کہ یہ ولی ایمان کے ساتھ گذرا، یا (نعوذ باللہ) بدون ایمان کے۔ صاحب شفاء اس قول کا مزید رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں

(۱۱) يَكْذِبُ صَرِيْحًا اَمْرُهٗ ﷺ (فی الحديث الصحيحة الصريحة المنقولة فى الصحاح

الستة وغيرها) بزيارة القبور على العموم من المسلمين ولم يقل لا تزور الامن تحققت

موتہ علی الاسلام۔ شفاء السقام ۲۳۳

اس کا رد اس حدیث صحیحہ جو صحاح ستہ میں موجود ہے، کے لئے کافی ہے،

(جس میں رسول اللہ ﷺ نے امت سے فرمایا کہ میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع

کرتا تھا) (جاؤ) قبروں کی زیارت کرو) اس حکم میں عموم ہے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی

قبروں کی زیارت کا حکم دیا یہ نہیں فرمایا کہ (اسکا جنازہ نہ دھو کر دفن کے بعد اس) تحقیق کرو کہ

اسکی موت اسلام پر واقع ہوئی یا نہیں۔

﴿صاحبِ شرح عقائد لکھتے ہیں﴾

(۱۲) اجماع الامت من عصر النبی ﷺ الی یومنا هذا بالصلوة علی من مات من اهل القبلة من غیر توبة والدعاء والاستغفار لهم مع العلم بارتکابهم الكبائر بعد الاتفاق علی ان ذلك لا يجوز لغير المؤمن۔ شرح عقائد۔ ورمضان
افندی۔ ۲۴۱

عہدِ مصطفوی ﷺ سے لیکر آج تک جمیع امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو اہل قبلہ بغیر توبہ واستغفار کے وفات پا جائے، اور اس بات کا علم بھی ہو کہ مرنے والا مسلمان گناہِ کبیرہ کا مرتکب تھا۔ پھر بھی باتفاق جمیع امت اس پر نماز جنازہ پڑھیں گے، نمازِ جنازہ مؤمن کے سواء کسی اور پر جائز نہیں، ان تمام مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ اللہ کے ولیوں کے مزارات کی حاضری جائز ہے، اس یقین کے ساتھ کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں۔

”سو“ وہابی کا قول مردود ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

انیسویں بحث

﴿ زیارتہ القبر و توسل بذواتِ فاضلہ ﴾

قرآن وحدیث ومعتبر علماء کرام کے اقوال کی روشنی میں زیارتہ القبر اور ذواتِ فاضلہ انبیاء کرام علیہم السلام واولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین پر توسل کے بیان میں ہے۔

﴿ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴾

وَلَوْ أَنَّهُمْ أَذْطَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝ پارہ ۵. سورۃ نساء. آیت (۶۴)

اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں (اور) آپ کے پاس آئیں (اے محبوب ﷺ) آپ عالم دنیا میں ہوں یا عالم برزخ میں یا حشر کے میدان میں (پھر وہ لوگ) اللہ سے (اپنے گناہوں) کی مغفرت (بخش) طلب کریں۔ اور رسول (ﷺ) بھی (انکی سفارش کریں تو ضرور اللہ کوتوبہ قبول کرنے والا اور نہایت مہربان پائیں گے۔

﴿ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴾

(۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اور اسکی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

﴿ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ ﴾

قصیدہ نعمانیہ میں فرماتے ہیں

أَنْتَ الَّذِي لَمَّا تَوَسَّلَ آدَمُ مِنْ ذَلَّتْ بِكَ فَارَزَ وَهُوَ أَبَاكَ
آپکی ذات بابرکات وہ ہے کہ (سیدنا) آدم علیہ السلام نے آپکا وسیلہ لیا تو وہ کامیاب ہوئے۔ حالانکہ وہ آپکے بدامجد ہیں۔

﴿ صاحب شفاء القام فرماتے ہیں ﴾

ومن ابی محمد المکی و ابی الیث السمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما وغیرہم

ان آدم (علیہ السلام) عند معصیة قال اللهم بحق محمد ﷺ اغفر لی خطیئتی
 ویسروی وتقبل توبتی۔ فقال له الله تعالیٰ متى عرفت محمداً فقال رأیت فی کل
 موضع من الجنة (لا اله الا الله محمد رسول الله ﷺ) ویسروی (محمد عبدی
 ورسولی) فعلمت انه اکرم خلقک علیک۔ فتاب الله تعالیٰ علیہ وغفر له۔ وهذا
 تاویل قوله تعالیٰ۔ فتلقى آدم من ربه کلمات فتاب علیہ وفي روایت اخرى۔ فقال
 آدم علیہ السلام لما خلقتنی فرفعت رأسی الی عرشک فاذا فیہ مکتوب (لا اله
 الا الله محمد رسول الله ﷺ)۔ فعلمت انه لیس احد اعظم قدرا عندک ممن جعلت
 اسمہ مع اسمک فاوحی الله تعالیٰ الیه وعزتی وجلالی۔ انه لآخر النبین (ﷺ)
 من ذریعتک ولولاه ما خلقتک۔ شفاء القاضی عیاض جلد (۱) من الفصل الاول
 من الباب الثالث۔ ۶۶۔ ۶۷

ابو محمد اور ابوالیث السمرقندی رحمت اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و
 السلام جب امتحان ربانی میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور پر نور
 ﷺ کا وسیلہ پیش کیا اور کہایا اللہ میرے (اس امتحان کو آسان فرما) میری توبہ قبول فرما۔
 اللہ جل جلالہ نے فرمایا کہ تو نے محمد (ﷺ) کو کب پہچانا۔ عرض کیا یا اللہ جنت میں ہر طرف
 لا اله الا الله محمد رسول الله لکھا ہوا پایا۔

☆۔ ایک روایت میں ہے کہ جنت میں ہر طرف لکھا ہوا ہے محمد (ﷺ) میرے بندے اور
 رسول ہیں، میں نے جان لیا، کہ جناب (محمد رسول الله ﷺ) تیرے نہایت محبوب و اقرب
 (قریب تر) سب سے زیادہ عزت والے بندے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور
 بخشش کی نوید سنائی۔

یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تاویل ہے فتلقى آدم من ربه کلمات فتاب علیہ.....
 ☆۔ دوسری روایت میں یوں ہے (اللہ تعالیٰ کے استفسار) پر سیدنا آدم علیہ السلام نے
 عرض کیا مولا جب تو نے مجھے پیدا کیا تھا میں نے عرش کو دیکھا تو وہاں لکھا ہوا تھا لا اله الا الله
 محمد رسول الله تو میں نے جان لیا کہ تیرے نزدیک از روئے درجات و جاہ و قربت
 و محبوبیت کے اس ذات سے بڑھ کر اور کوئی ایسا نہیں جسے یہ اعزاز و مرتبہ حاصل ہو (رفعت
 مرتبہ کی دلیل یہ ہے) کہ یارب تو نے اسکا نام نامی اسم گرامی اپنے نام (مبارک) کے ساتھ

لکھا ہے۔ تو خالق کائنات جل جلالہ نے ارشاد فرمایا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم (یہ میرے وہ محبوب) ہیں جو آخری نبی (ﷺ) ہونگے۔ نیز یہ تیری ذریت (اولاد) سے ہونگے۔ (اے آدم علیہ السلام) اگر ان کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔

﴿سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں﴾

(۷) عن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لما افتقر آدم علیہ السلام الخطیئة قال یارب اسئلک بحق محمد ﷺ ان تغفر لی قال اللہ تعالیٰ یا آدم (علیہ السلام) کیف عرفت محمداً (ﷺ) ولم اخلقه قال یارب انک لما خلقتنی رفعت رأسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوباً.

لا اله الا الله محمد رسول الله (ﷺ) فعلمت انک لم تصف الی اسمک الا احب الخلق الیک فقال اللہ تعالیٰ صدقت یا آدم (علیہ السلام) انه احب الخلق الی واذ اسألت بحقه غفرت لک ولولاه ما خلقتک۔ رواه البیهقی فی کتابہ دلائل النبوة باسناد صحیح، ورواه الحاکم وصححه والطبرانی، وانشان العیون.

☆۔۔۔۔۔ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے (گندم کا دانہ کھایا) تو ان الفاظ کیساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی،

یارب اسئلک بحق محمد (ﷺ) ان تغفر لی

اے میرے رب میں جناب سیدنا محمد (ﷺ) کے وسیلہ سے تجھ سے دعا کرتا ہوں (مجھے معاف فرما) حکم ہوا (اے آدم علیہ السلام) ابھی تو میں نے محمد (ﷺ) کو پیدا نہیں کیا تو نے کیسے پہچانا۔ عرض کیا۔ یارب العلمین جب تو نے میرے جسم میں روح پھونکی اور میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ عرش پر لا اله الا الله محمد رسول الله (ﷺ) لکھا ہوا ہے، میں نے جان لیا، کہ اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے پہلے ہی جس ذات کا نام نامی اپنے نام کیساتھ لکھا ہے، وہ ذات یقیناً مجھ سے اور تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ محبوب و مقرب ہے، حکم ہوا کہ جو تو کہتا ہے حق و سچ ہے تو اسکا وسیلہ لے کر مجھ سے معافی مانگتا ہے، اس لئے (جسکا تو نے وسیلہ لیا اس کے وسیلہ سے میں نے) تجھے معاف کیا۔ بخش دیا۔

رواه الطبرانی، والبیہقی، وابو نعیم وابن عساکر، ورواه الانوار المحمدیہ، وانشان العیون.

امام مالکؒ نے خلیفہ منصور کو آداب زیارت سکھائے

(۸) والی هذا توسل اشار الامام مالک للخليفة الثاني من بنی العباس وهو المنصور جد الخلفاء العباسية وذلك انه لما حج المنصور المذکور وزار قبر النبی ﷺ سأل الامام مالک وهو بالمسجد النبوی وقال له يا ابا عبد الله استقبل القبلة وادعوا ام استقبل رسول الله ﷺ فقال مالک ولم تصرف وجهک عنه وهو وسيلتک ووسيلة ابيک آدم ﷺ الى الله تعالى بل استقبله واستشع به ليشفع الله فيک قال الله تعالى

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا جِيمًا پارہ ۵۔ سورۃ نساء آیت (۶۴)

منصور، خلیفہ بنو عباس (جدائی) خاندان عباسیہ، جب حج بیت اللہ شریف سے فارغ ہو کر (مدینہ منورہ حضور پر نورؐ کے روضہ کی حاضری کیلئے پہنچا اور مسجد نبویؐ میں داخل ہوا دیکھا کہ امام وقت حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ موجود ہیں (تو خلیفہ بنو عباس، منصور نے حضرت امام مالکؒ سے پوچھا (اے امام وقت ابو عبد اللہ امام مالک) یہ بتائیے کہ (حضور پر نور ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کے بعد جب دعا مانگوں تو حضور پر نور ﷺ کی جانب منہ کر کے دعا مانگوں یا قبلہ رخ ہو کر۔ تو حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے منصور، رسول اکرم ﷺ کی جانب منہ کر کے دعا مانگو، کیونکہ

یہ تو وہ ذات اقدس ہیں، کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ رحمن و رحیم میں حضور پر نور ﷺ کا وسیلہ پیش کیا تو اللہ تعالیٰ نے بخشش فرمادی، یہ ذات انکی بخشش کا ذریعہ اور وسیلہ بنا، اور تیرا بھی وسیلہ ہیں، لہذا اسے کارودہ عالم ﷺ ہی کی طرف منہ کر کے دعائیں مانگو اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی سفارش اللہ کی بارگاہ میں پیش کرو، اللہ تعالیٰ سرکارِ دو عالم ﷺ کی سفارش تیرے حق میں قبول فرمائے گا، کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے، اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں (اے محبوب ﷺ) آپ عالم دنیا میں ہوں یا عالم برزخ میں یا شہر کے میدان میں اور یہ لوگ آپکے پاس آئیں پھر (وہ لوگ) اللہ سے (پہنچے) ناہوں کی منفعت (بخشش) طلب کریں، اور رسول (ﷺ) بھی (انکی سفارش کریں تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور نہایت مہربان پائیں گے۔

یہ روایت صحیح اور اسکے راوی ثقہ ہیں، اس روایت کے راویوں میں نہ کوئی کذاب ہے نہ کوئی وضاع اور نہ کوئی مطعون، نیز اس روایت میں ابن تیمیہ (علیہ ماعلیہ) کا رد ہے، وہ دعا کرتے وقت (روضہ الطہر کے قریب کھڑے ہوئے مسلمان کا) حضور پر نور ﷺ کی جانب منہ کر کے دعا مانگنے کو جائز نہیں کہتا اور یہی نسبت امام مالکؒ کی طرف بھی کرتا ہے۔

علامہ یوسف النہائیؒ نے فرمایا کہ ابن تیمیہ کا قول مردود ہے (حوالجات ملاحظہ فرمائیں)

(۱) ذکرہ القاضي عياض في الشفاء السقام الصحيح (۲) والامام السبكي في الشفاء السقام (۳) والسيد السهمودي في خلاصة الوفاء (۴) والعلامة القسطلاني في المواهب لدنيه (۵) والعلامة ابن حجر في تحفة الروار (۶) والجواهر المنظم وقال في الجواهر المنظم رواية ذالك عن الامام جاء بالسند الصحيح الذي لا مطعون فيه وقال الزرقاني في شرح المواهب ورواه ابن فهد باسناد جيد ورواه القاضي في الشفاء باسناد صحيح رجاله ثقات ليس في اسناد وضاع ولا كذاب ومراده بذالك الرد علي (ابن تيميه) من لم يصدق روايته ذالك عن الامام مالک ونسب له كراهية الى الامام استقبال القبر ففسد الكراهة الى الامام مالک مردودة شواهد الحق ۷۷، ۷۸

﴿امام اعظم ابوحنيفه رضی اللہ تعالیٰ﴾

قصیدہ نعمانیہ میں فرماتے ہیں

وَبِكَ الْخَلِيلُ دَعَا فَعَادَتْ نَارُهُ ۚ
سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے (جب انہیں غمزدہ آگ میں ڈالا تھا) آپ کے اس نور کی برکت و وسیلہ سے جو انکی پیشانی میں چمک رہا تھا دعا کی۔ تو وہ آگ ان پر آپ کے وسیلہ سے گل گلزار بن گئی۔

وَدَعَاكَ أَيُّوبُ لِضُرِّ مَسْمِهِ ۚ
جب سیدنا ایوب علیہ السلام نے اپنی بیماری اور تکلیف میں آپ کے وسیلہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا عطا فرمائی اور انکی (جسمانی تکلیف) رفع ہو گئی۔

وَكَذَلِكَ مُوسَىٰ لَمْ يَزَلْ مُتَوَسِّلًا ۚ
اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے تمام معاملات میں آپ کا وسیلہ لیتے رہے اور میدان محشر میں بھی آپ کی پناہ طلب کر چکے۔

☆۔ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی، کہ جو شخص محمد (ﷺ) کا منکر مرے گا، وہ جہنمی ہوگا،

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا محمد (ﷺ) کون ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وہ تمام مخلوق سے بلند تر اعلیٰ و ارفع ہے، آسمان و زمین کو پیدا کرنے سے پہلے میں نے اسکا نام اپنے نام کیساتھ لکھا ہے جب تک وہ اور اسکی امت جنت میں نہ جائیں کوئی جنت میں نہ جائے گا، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، یا اللہ وہ کون ہے؟ اور اسکے امتی کون ہیں، حکم ہوا، وہ اللہ کی تعریف کرنے والے (بلندیوں پر) چڑھتے (بلندیوں سے) اترتے (اللہ کی) حمد و ثنا کہنے والے، طاعت الہی میں ہر وقت کمر بستہ، خلاف حق پر غالب، دن کو روزہ رکھنے والے، رات کو ذکر الہی میں جاگنے والے، ان کا تھوڑا عمل بھی مقبول ہوگا، ان کو توحید (لا الہ الا اللہ) کے سبب بہشت میں داخل کروں گا، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، یا اللہ مجھے اس نبی (ﷺ) کی امت میں داخل فرما حکم ہوا کہ وہ تیرے بعد پیدا ہوگا، البتہ دارالجلال میں تجھے اس سے ملاؤں گا۔ رواہ ابو نعیم فی الحلیہ

☆۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ جو بلا ریب تابعی ہیں اور امام مذہب ہیں۔ انکا کلام بھی حدیث ہے امام اعظمؒ کے کلام سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی حضور پر نور ﷺ کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا۔

﴿وسيلة بذوات فاضله﴾

وسیلہ بذواتِ فاضلہ سنتِ رسول ﷺ و سنت صحابہ و سنت تابعین ہے یہی متقدمین و متاخرین کا عقیدہ رہا ہے



﴿حوالہ جات مندرجہ ذیل ہیں﴾

(د) متفق في كتابه - دلائل النبوة باسناد صحيح (٢) ورواه الحاكم (٣) والطبراني (٤) انسانا يعين - الشفاء المقام -
نفاضة الوقت - المواهب اللدنية - تحفة الزوار لابن أبي الحجر - الجوهر المظم - قال الزرقاني في شرح المواهب
شواهد الحق - الجامع الكبير - مشکوة (٢٣٩) - حمى الاشيا (٣٤) - الترمذي (٥١٥) - مدارك جلد ١ - ٤٣٢ -
شامى جلد ٥ - ٢٥٣ - الحصن الحصين ١٥ - خزنة الاسرار دعاء ١٣٣ - وقلوبى برهنة - عمدة الرعاية - ٢٨ - شامى
جلد ٣ - مراقى الفلاح ١١ - شرح الوقاية ٣ - مراقى الفلاح ٢٥٠ -

﴿بارگاہ الہی میں رسول اللہ ﷺ کا﴾

دوسرے انبیاء کرام کو وسیلہ بنانا
نبی اکرم ﷺ خود بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء سابقین کا وسیلہ پیش کرتے تھے۔
علامہ یوسف نبھائی فرماتے ہیں

(۱) توسل النبی ﷺ واصحابه وسلف الامة وخلفها فانهم جميعهم كانوا يتوسلون
نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ اور سلف صالحین (دعاؤں میں بارگاہ خداوندی میں ذوات
فاضلہ کا) وسیلہ پیش کرتے تھے۔ (شواہد الحق۔ ۷۶۔)

(۲) ☆۔ فقد كان من دعائه ﷺ اللهم اني اسئلك بحق السائلين عليك..

وهذا التوسل صريح لاشك فيه وكان يعلم هذا الدعاء اصحابه وبأمرهم بالاتباع
نبی کریم ﷺ دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں یوں عرض گزار ہوتے یا اللہ
میں (انبیاء اور وہ) جو تجھ سے مانگتے ہیں کے وسیلہ سے دعا مانگتا ہوں۔ علامہ یوسف نبھائی
فرماتے ہیں۔ یہ صریح توسل ہے (جس میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں) نیز نبی کریم
ﷺ اپنے صحابہ کو اس طرح دعا مانگنے کی تعلیم دیتے تھے۔ (شواہد الحق۔ ۷۶۔)
سیدنا ابی سعید الخدریؓ فرماتے ہیں ﴿

(۳) فقد روى ابن ماجه باسناد صحيح عن ابى سعيد الخدرى قال قال رسول الله ﷺ
من خرج من بيته الى الصلوة فقال اللهم اني اسئلك بحق السائلين عليك واسئلك
بحق ممشاى هذا اليك فاني لم اخرج اسرا ولا باطر ولا رياء ولا سمعة خرجت اتقاء
سخطك وابتغاء مرضاتك فاسئلك ان تعيدني من النار وان تغفر لي ذنوبي فانه
لا يغفر الذنوب الا انت اقبل الله عليه بوجهه واستغفر له سبعون الف ملك.
ابن ماجه. وجلال الدين سيوطي في الجامع الكبير. وابن السني باسناد صحيح عن بلال المؤذن
الصحابي. والمحافظ ابو نعيم في عمل اليوم والليلة من ابى سعيد الخدرى. والبيهقي في كتاب

☆۔۔ سیدنا ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا جو شخص گھر سے نماز پڑھنے نکلا اور (یوں کہا)

یا اللہ۔ میں تجھ سے ان لوگوں کی برکت و سیلہ سے مانگتا ہوں جو تجھ سے مانگتے تھے اور (تیری بارگاہ کی طرف میرے) قدم جو تیری عبادت کے لئے اٹھ رہے ہیں (اسکی برکت سے) میرے گناہ معاف فرما دے کیونکہ تیرے سواء کوئی بخشنے والا نہیں ہے یا اللہ! یہ قدم شر، تکبر، ریا، دکھلاوا، نام و نمود کیلئے نہیں نکلے، بلکہ تیرے غیض و غضب کے خوف، اور تیری رضا حاصل کرنے کیلئے نکلے ہیں مجھے معاف فرما (نیز وہ بندہ کہتا ہے) یا اللہ! یہ قدم شر، تکبر، ریا، دکھلاوا، نام و نمود کیلئے نہیں نکلے، بلکہ تیرے غیض و غضب سے بچنے اور تیری رضا حاصل کرنے کیلئے نکلے ہیں، مجھے معاف فرما (حضور پر نور ﷺ نے فرمایا کہ) اللہ تعالیٰ (اپنے لطفِ خفی کیساتھ) اس پر نظرِ رحمت فرماتا ہے، نیز ستر ہزار (70) فرشتے اس کیلئے (اللہ تعالیٰ غفور الرحیم سے) اسکی بخشش کی دعائیں مانگتے ہیں، اس حدیث کو چھ (6) معتبر کتابوں نے نقل کیا ہے۔ اس حدیث میں (بِحَقِّ السَّائِلِينَ) سے وسیلہ بذواتِ فاضلہ ثابت ہوا۔

﴿محمد بن عمر بن علیؑ فرماتے ہیں﴾

(۴) وَمِمَّا جَاءَ عَنْهُ ﷺ مِنَ التَّوَسُّلِ. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَلِيٍّ قَالَ لَمَّا مَاتَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اسَدٍ وَالِدَةُ عَلِيٍّ مَرْضِعَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ اضْطَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ فِي لَحْدِهَا وَدَعَى بِقَوْلِهِ (ﷺ) اللَّهُ الَّذِي يَحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ. اغْفِرْ لَامِي فَاطِمَةَ بِنْتَ اسَدٍ وَوَسِّعْ عَلَيْهَا مَدْخُلَهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالْأَنْبِيَاءِ (عَلَيْهِمُ السَّلَامُ) رواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط (فی حدیث طویل)

وَمِنْ جَبَانٍ وَالحاكم وصححه عن انس وابن شبة عن جابر وابن عبد البر عن ابن عباس وابو نعیم فی الحلیة عن انس ذکر ذلك كله الحافظ السيوطی فی الجامع الكبير. وروی الطبرانی نحوه بسند جيد. شواهد الحق. ۷۶

حضرت محمد بن عمر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں حضرت علی کی والدہ فاطمہ بنت اسد وفات پا گئیں یہ خاتون حضور پر نور ﷺ کی رضاعی والدہ بھی تھیں (جب قبر تیار ہوئی) تو حضور پر نور ﷺ انکی قبر میں (اتر کر) لیٹ گئے اور بارگاہِ خداوندی میں یوں دُستِ بدعا

ہوئے، اللہ وہ جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور ہمیشہ زندہ ہے اسکے لئے موت نہیں یا اللہ میری والدہ فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور اسکی قبر کو کشادہ فرما، اپنے نبی (محمد ﷺ) کے حق سے مایوس نہ ہوں (وسیلہ) سے جو مجھ سے پہلے تھے بیشک تو ہی رحمت والا ہے

﴿حضرت امیہ بن خالد بن عبد اللہ بن اسیدؓ فرماتے ہیں﴾

(۵) عن امیة بن خالد بن عبد الله بن اسيد عن النبی ﷺ انه كان يستفتح بصعاليك المهاجرين رواه في السنة مشكوة باب الفضل الفقراء فصل ۲ ص (۴۳۹) الاستغاث هو الاستصار لمعات حضرت امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پر نور ﷺ فقراء مہاجرین کی برکت سے (اللہ تعالیٰ) سے مدد طلب کرتے تھے۔

﴿عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں﴾

(۶) وكانت الصحابة يستمدون به في عهدهم روى عن عثمان بن حنيف رضي الله عنه ان رجلا ضرير البصر اتى النبي ﷺ فقال ادع الله ان يعافيني قال ان شئت صبرت فهو خير لك قال فادعه قال فامر به ان يتوضأ يحسن الوضوء ويدع بعد الدعاء اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِنُقْضَى اللَّهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ . فِي رَوَايَةِ ففعل فبرء وفي بعض الروايات يا نبي الرحمة (صلی اللہ علیہ وسلم)

قال الترمذی حسن صحيح كما في شرح المنية للبرهان الحلبي ثم حموى الاشياء ص (۳۷) والترمذی (۵۱۵) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے زمانے میں نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے (اللہ تعالیٰ کی) امداد طلب کرتے تھے۔ صحابی رسول ﷺ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا صحابی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور آپ سے بینائی کے لئے دعا کرنے کی درخواست کی تو حضور پر نور ﷺ نے فرمایا۔ اگر تم چاہو تو میں اس دعا کو مؤخر کر دوں اور یہ صورت تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور اگر چاہو تو دعا کرتا ہوں۔ نابینا صحابی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ دعا فرمائیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھو۔ اور پھر یہ دعا پڑھو۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي قَدْ

تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ اللَّهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ

یا اللہ میں تجھ سے نبی رحمت ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں
یا محمد (ﷺ) بیشک میں نے آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اپنی حاجت میں توجہ
کی ہے تاکہ وہ پوری ہو جائے۔ اے اللہ آپ ﷺ کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما
سنن ابن ماجہ۔ باب ماجاء فی سلوة الحاج۔ حدیث ۱۳۷۵۔

ابن ماجہ فرماتے ہیں، قال ابو اسحاق؛ هذا حديث صحيح، امام ترمذی نے بھی اس حدیث
کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ امام بخاری نے بھی اپنی تاریخ میں اسے روایت کیا ہے حضرت عثمان
بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

فوالله ماتفرقنا ولا طال بنا الحديث حتى دخل الرجل وقد ابصر كانه لم يكن به ضرر۔
اللہ کی قسم نہ ہم مجلس سے اٹھے تھے اور نہ ہی ابھی زیادہ وقت گزرا تھا کہ وہ آدمی مجلس میں
داخل ہوا، حالانکہ وہ بینا تھا، گویا کہ اسے کوئی بیماری ہی نہ تھی۔

مسند احمد جلد ۳ - ۱۳۸ - صحیح ابن خزیمہ جلد ۲ - ۲۲۵ - مستدرک امام حاکم مع تنقیص - جلد ۱ - ۵۱۹ - ۵۲۶ - عمل الیوم
وایلیہ از امام نسائی صفحہ ۶۸ - الترغیب والترہیب جلد ۱ - ۴۷۳ - مجمع الزوائد جلد ۲ - ۳۸۴۔

﴿صاحبِ طبرانی معجم کبیر میں لکھتے ہیں﴾

(۷) انه كان رجل له حاجة عند عثمان رضى الله عنه وكان يختلف اليه و عثمان رضى
الله لا يلتفت اليه فلقى عثمان بن حنيف رضى الله عنه فشكى اليه ذلك فقال توضاء
ثم انت المسجد فصل فيه ركعتين ثم قل اللهم انى اسئلك واتوجه اليك بنبيك
محمد ﷺ نبي الرحمة يا محمد انى اتوجه بك الى ربك لتقضى حاجتى اللهم
فشفعه فى. ففعل ذلك الرجل كذلك ثم اتى باب عثمان بن عفان رضى الله عنه
فجاءه البواب واخذ بيده وادخله سالى عن ان بن عفان
رضى الله عنه واجلسه عثمان رضى الله عنه

علی بساطہ و سأل منه الحاجة وقضى له حاجته وقال ما كانت لك حاجة
فاذكرها. فسر ذلك الرجل وخرج من عنده ولقى عثمان بن حنيف رضى الله عنه
وقال جنزك الله خ العلك قلت لعثمان بن عفان رضى الله عنه فى حاجتى فقال

والله ما كلمته الا اني رأيت رسول الله ﷺ اذا جأته رجل ضريروا استمده به لبصاره
بصره فقال له رسول الله ﷺ مثل قلت لك فعلمت منه ان التوسل به ﷺ يوجب قضاء
الحاجات... رواه الطبراني في المعجم الكبير ثم الجوهر المظم.

امير المؤمنين حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک حاجت مند کو سیدنا عثمان
رضی اللہ عنہ سے حاجت تھی،

مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (مصرفیات کی وجہ سے) انکی طرف التفات نہ فرماتے۔
ایک مرتبہ اسکی ملاقات حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور صورت حال
سے آگاہ کیا۔ تو حضرت عثمان بن حنیف نے کہا کہ تو وضوء کرو مسجد میں دو رکعت نفل پڑھ
پھر یہ (دعا) پڑھ یا اللہ میں تجھ سے تیرے نبی جناب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ جو رحمت والے
نبی ہیں کے وسیلہ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف تیرے طرف رحمتوں والے نبی ﷺ کے
ساتھ متوجہ ہوتا ہوں، یا محمد ﷺ (یا رسول اللہ) میں آپکے ساتھ آپکے رب کی طرف متوجہ
ہوتا ہوں، تاکہ اللہ میرا یہ کام پورا فرمادے یا اللہ آپ ﷺ کی سفارش میرے حق میں قبول
فرما۔ اس نے ایسا ہی کیا، اسکے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر حاضر ہوا تو
دربان اسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گیا حضرت نے اسے اپنے
پاس بٹھایا اور اسکی حاجت معلوم کر کے پوری فرمادی۔ نیز فرمایا کہ تجھے جب بھی کوئی
ضرورت پیش آئے مجھے بتا دیا کرو، وہ نہایت مسرت و شادمانی کیساتھ وہاں سے لوٹا، اسکی ملاقات
دوبارہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ہوئی، ان سے کہا شائد آپ نے امیر المؤمنين
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے میری حاجت کی برآری کی سفارش کی اللہ تعالیٰ آپکو اسکا
اجر عطا فرمائے۔ جناب عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم میں نے حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ سے تیری حاجت کی برآری کیلئے کوئی سفارش نہیں کی،

ہاں آپکی حاجت برآری (حاجت پورا ہونے) کا سبب یہ ہے کہ (میں نے ایک دن) ایک
شخص جو صریح البصر (جسکی بینائی ضائع ہو چکی تھی) کو دیکھا جو حضور پر نور ﷺ سے نظر درست ہونے
کی درخواست کر رہا تھا، تو حضور پر نور ﷺ نے اسے یہی دعا سکھائی جو میں نے آپکو سکھائی،
راوی کہتا ہے، کہ میں جان گیا کہ اگر بارگاہ خداوندی میں حضور ﷺ کا وسیلہ پیش کیا جائے
تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت بر لاتا ہے۔

﴿علامہ ابن حجر المکی جوہر المنظم میں لکھتے ہیں﴾

(۸) قال العلامة ابن حجر المکی رحمة الله عليه في جوهر المنظم وروى بعض الحفاظ عن ابي سعيد السمعاني انه عن علي بن ابي طالب رضى الله عنه انهم بعد دفنه ﷺ بثلاثة ايام جاءهم اعرابي فرمى بنفسه على القبر الشريف على صاحبه ﷺ وحشى ترابه على راسه وقال يا رسول الله ﷺ قلت فسمعنا قولك ووعيت من الله ما وعينا منك وكان فيما نزل الله تعالى عليك قوله تعالى

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا لِلَّهِ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدَ اللَّهُ تَوَّابًا رَحِيمًا وقد ظلمت نفسي وجئتك فاستغفر لي ربى فتودى من القبر الشريف انه قد غفر لك وجاء مثل ذلك عن علي رضى الله عنه عن طريق آخر فهو يؤيد رواية السمعاني الدرر السنية في ردالوهابية للمفتى الشيخ بالمسجد الحرام السيد احمد بن زيني دحلان في ردالوهابية (۲۳) مدارك جلد ۱ (۲۳۲)

علامہ ابن حجر مکی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض حفاظ احادیث نے حضرت ابی سعید سمعانی سے روایت کی ہے اور انہوں نے حضرت علی سے روایت کی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور پر نور ﷺ کو اس دنیا سے رحلت فرمائے ہوئے صرف تین دن گزرے کہ ایک اعرابی حضور پر نور ﷺ کے روضہ اطہر پر حاضر ہوا اور روضہ رسول ﷺ سے پٹ گیا روضہ اطہر کی مٹی لیکر سر پڑانے لگا عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ جل جلالہ نے جو کچھ آپ کو عطا فرمایا وہ ہم نے بھی لیا (قبول کیا) اس میں یہ بات بھی ہے کہ جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے (محبوب ﷺ) تیرے پاس آجائیں اور اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کریں۔ اور رسول اللہ ﷺ بھی انکی شفاعت فرمادیں تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا بہت مہربان پائیں گے، یا رسول اللہ ﷺ میں نے بھی اپنے آپ پر ظلم کیا ہے اور آپ کے دربار اقدس میں حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ سے سفارش حاصل کر سکوں یا رسول اللہ ﷺ نظر کرم فرمائیے اور میری سفارش فرمائیں (اعرابی کے ان کلمات میں سوز تھا تپ تھی ابھی وہ یہ کلمات ادا کر ہی رہا تھا کہ) روضہ اطہر سے صدا آتی ہے (اے پیارے امتی جاؤ) تیری مغفرت ہو گئی۔ حضرت علیؑ سے دوسری سند کے ساتھ اسی طرح منقول ہے، سو وہ حضرت سمعانیؒ کے اس روایت کی تائید ہے

﴿حضرت امام ابن حجر المکیؒ لکھتے ہیں﴾

(۹) وَفِي الْجَوْهَرِ الْمُنَظَّمِ أَيْضًا نِ اعْرَابِيَا وَقَفَ عَلَى الْقَبْرِ الشَّرِيفِ وَقَالَ اللَّهُمَّ هَذَا حَبِيبُكَ وَأَنَا عَبْدُكَ وَالشَّيْطَانُ عَدُوْكَ فَأَنْ غَفَرْتَ لِي سِرْحَنِيكَ وَفَازَ عَبْدُكَ وَغَضِبَ عَدُوْكَ وَأَنْ لَمْ تَغْفِرْ لِي غَضِبَ حَبِيبُكَ وَتَرْضَى عَدُوْكَ وَتَهْلِكَ عَبْدُكَ أَنْتَ يَا رَبَّ أَكْرَمَ مَنْ أَنْ تَغْضِبَ حَبِيبُكَ وَتَرْضَى عَدُوْكَ وَتَهْلِكَ عَبْدُكَ اللَّهُمَّ أَنْ الْعَرَبَ إِذَا مَاتَ فِيهِمْ سَيِّدًا عَتَقُوا عَلَى قَبْرِهِ وَأَنْ هَذَا سَيِّدُ الْعُلَمَاءِ فَاعْتَقَى عَلَى قَبْرِهِ يَا رَحِمَ الرَّاحِمِينَ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ الْحَاضِرِينَ يَا أَخَا الْعَرَبِ أَنْ اللَّهُ قَدْ غَفَرَ لَكَ بِحَسَنِ هَذَا

السؤال (۹) الدرر السنية فی رد الوهابیہ (۲۳) وشواهد الحق (۸۱)

حضرت امام ابن حجر المکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ ایک اعرابی (وصال رسول ﷺ کے بعد) روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہوا، اور یوں دعا کرنے لگا، یا اللہ جل جلالہ یہ تیرے حبیب ﷺ ہیں اور میں تیرا بندہ ہوں اور شیطن تیرا دشمن ہے اگر تو مجھے بخش دے گا، تو تیرا محبوب ﷺ خوش ہو جائے گا اور تیرا بندہ کامیاب ہو جائے گا، اور تیرا دشمن (شیطن سخت) پریشان ہو جائے گا اور اگر تو نے مجھے نہ بخشا تو تیرے حبیب ﷺ پریشان اور تیرا دشمن خوش ہو جائے گا اور تیرا بندہ ہلاک ہو جائے گا، یا اللہ تو کریم ہے (بہت زیادہ کرم فرمانے والا ہے مجھے یقین کامل ہے) کہ تو اپنے حبیب ﷺ کو ناراض نہ فرماؤ گا۔ اور نہ دشمن کو خوش کریگا، اور نہ اپنے بندے کو ہلاک کرے گا۔

یا اللہ، عرب (کے رہنے والوں کا دستور ہے) کہ جب انکا سردار وفات پا جائے تو (یہ لوگ) انکی قبر پر غلاموں کو آزاد کرتے ہیں (یا اللہ یہ عرب کا دستور و رواج ہے کہ اپنے سردار کی وفات پر اپنے غلاموں کو آزاد کرتے ہیں) میں تیرا بندہ ہوں اور یہ (تیرے حبیب ﷺ) پوری کائنات کے سردار ہیں، تو یا اللہ جل جلالہ یا رحم الراحمین تو مجھے انکے (روضہ اطہر پر آزاد فرما دے، وہ مسلمان جو حضور پر نور ﷺ کے روضہ اطہر پر حاضر تھے میں سے کچھ) حاضرین نے کہا، اے بھائی تو نے جس اچھے انداز سے سوال کیا ہے (تیرے اس انداز محبت) و حسن سوال کے بنا اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا ہے۔

﴿سیدنا حسن بصری رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

(۱۰) ثم قال في المواهب وعن الحسن البصري قال وقف حاتم الاصم على قبر نبيك ﷺ فقال يارب انزورنا قبر نبيك ﷺ فلا تردنا خائبين فنودي يا هذا ما اذناك في زيارة قبر حبيبنا الا وقد قبلناك فارجع انت ومن معك من الزوار مغفور لكم، شواهد الحق (۸۲)

☆۔۔ کہ حاتم اصم جب نبی کریم ﷺ کے مزار اقدس پر حاضر ہوا تو عرض کیا یا اللہ ہم نے تیرے محبوب ﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت کی سو ہمیں نامراد نہ لو نا۔ (غیب سے) نداء آئی اے (زائر) ہم نے کسی کو (اپنے پیارے حبیب ﷺ کے مزار پر حاضری میں تکلیف نہیں دی) تیرا آنا (اور تیری دعائیں میرے نزدیک) قبول ہیں، تیرا اور تمام زائرین کا آنا قبول ہے (اب اپنے گھروں کو) لو (تمہیں خوشخبری ہو) کہ میں نے سب کو بخش دیا ہے۔

﴿علامہ نبہانی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

(۱۱) وقال ابن ابي فديك سمعت بعض من ادرکت من العلماء والصلحاء يقول ان من وقف عند قبر النبي ﷺ فقال هذه الآية (ان الله وملائكته يصلون على النبي ﷺ يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما) وقال صلى الله عليه وسلم يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما ۝ وقال صلى الله عليه وسلم يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما ۝ رواه البيهقي (۵) مواهب ثم شواهد الحق (۸۲)

حضرت فدیك رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے علماء و صلحاء سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی رسول اکرم ﷺ کے روضہ اطہر پر حاضر ہو اور یہ آیت کریمہ ان الله وملائكته يصلون على النبي ﷺ يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما ۝ پڑھے اور پھر ستر (۷۰) مرتبہ یہ درود و سلام پڑھے، صلی اللہ علیک یا رسول اللہ ﷺ

تو ایک فرشتہ اسے پکارتا ہے اے فلاں اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے ۔ اور اسکی تمام حاجات پوری کردی جاتی ہیں۔

صلی اللہ علیک یا رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ ﷺ

صلی اللہ علیک یا رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ ﷺ

اثباتِ توسلِ بذواتِ فاضلہ بعد الوفاۃ

علماء کرام کے اقوال کی روشنی میں

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

(۱) وقال السبکی يحسن التوسل بالنبي ﷺ الى ربه تعالى ولم ينكره احد من السلف والخلف (رحمهم الله تعالى) الا ابن تيمية فابتدع ما لم يقله عالم قبله (۱۵) ونازع العلامة ابن امير حاج في دعوى الخصوصية واطال الكلام على ذلك في الفصل الثالث عشر في آخر شرحه على المنية فراجع، شامی جلد (۵) کراہیہ ص (۲۵۳) علامہ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں (کہ دعاؤں میں) بارگاہ الہی میں نبی کریم ﷺ کا وسیلہ پیش کرنا مستحسن (بہتر ہے) نہ تو صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے وسیلہ کا انکار کیا اور نہ ہی قرون ثلاثہ میں کسی عالم دین نے وسیلہ کا انکار کیا، سوائے ابن تیمیہ گمراہ کے (ابن تیمیہ ہی وہ گمراہ شخص ہے) جس نے (وسیلہ سے انکار کر کے) دین (مصطفیٰ ﷺ) میں بدعتِ سنّیہ ایجاد کی (حالانکہ صحابہ کرام کے دور سے لیکر ابن تیمیہ تک) کسی عالم نے (وسیلہ) سے انکار نہیں کیا۔

بلکہ حضرت علامہ ابن امیر حاج رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ توسل حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس و دیگر (انبیاء کرام و اولیاء و شہداء) کیساتھ جائز ہے۔
﴿صاحب الخزینۃ الاسرار لکھتے ہیں﴾

(۲) وان يتوسل الى الله تعالى بانبيائه (الخ) والصالحين من عباده. الحصن الحصين (۱۵) و خزينة الاسرار. دعا (۱۴۳) و فتاویٰ برہنہ اذکار. جلد ۱ (۳۲۱) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام کی ذوات کیساتھ توسل کرے۔

(۳) المتوسل المتقرب بمعنی نزدیکی جستن و وسیلہ خواستن. وفيه امثال لقوله تعالى. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ ووردت الاحاديث على جواز التوسل وبالأعمال الصالحة والذوات الفاضلة (۱۵) عمدة الرعاية جلد ۱ مقدمة (۴۸)

متوسل اسم فاعل کا سیغہ ہے جس کا معنی ہے مقرب، نزدیکی ڈھونڈنے والا۔ وسیلہ تلاش کرنا صاحب شرح وقایہ نے رسول اکرم ﷺ کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کر کے اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ بھی کیا ہے اور ٹل بھی۔ جس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ (کے عذابوں) سے ڈرو اور اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرو (قبولیت اعمال و مشکلات کی آسانی اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے بچنے دنیا و آخرت کی نعمتوں کے حصول کیلئے) اعمال صالحہ کا وسیلہ یا ذوات فاضلہ کا وسیلہ بارگاہ رب العلمین میں پیش کرنے کے جواز پر کثیر احادیث (صحیحہ) وارد ہیں۔

﴿حضرت علامہ شامی مقدمہ شامی میں لکھتے ہیں﴾

(۴) والی اسئلہ تعالیٰ متوسلا الیہ بسببہ المکرم ﷺ وباهل طاعة من کل ذی مقام علی عظیم وبقدرتنا الامام الاعظم ان یسهل علی ذلک من انعامہ شامی جلد ۱ مقدمہ (۲) اللہ تعالیٰ میری اس تصنیف کو اپنے پیارے حبیب عزت و جہت والے فیض کی خبریں دینے والے ﷺ اور وہ ذوات قدسیہ جو عند اللہ وجہ و صاحبان عظمت ہیں خصوصاً وہ امام جو (امت مصطفیٰ ﷺ) کے مقتدا ہیں کے وسیلہ سے مجھ پر آسان فرما دے اپنی انعام خاص کے ساتھ۔

﴿صاحب مراقی الفلاح لکھتے ہیں﴾

(۵) وَاللّٰهُ الْكَرِیْمُ اَسْأَلُ وَبِحَبِیْبِهِ الْمُصْطَفٰی (ﷺ) اَتَوْسَّلُ اَنْ یَّنْفَعَ بِهِ جَمِیْعَ الْاُمَمَةِ . مراقی الفلاح مقدمہ (۱۱)

اور اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ (جو تمام مخلوقات میں چنیدہ و پسندیدہ ہیں) کے توسل سے اللہ کریم سے سوال کرتا ہوں کہ اللہ کریم میری اس کتاب مراقی الفلاح کو رسول کریم ﷺ کی جمع امت کے لئے نافع بنا دے۔

﴿صاحب شرح وقایہ اللہ تعالیٰ سے یوں دعا مانگتے ہیں﴾

(۶) وبعء فیقول العبد المتوسل الی اللہ تعالیٰ باقوی الذریعة حمد وثناء کے بعد بندہ فقیر مضبوط ترین وسیلہ (جناب محمد رسول اللہ ﷺ و اعمال صالحہ) کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے حضور (دست سوال دراز کر کے) کہتا ہے۔

﴿فقہاء احناف لکھتے ہیں﴾

(۷) وجئنا کما نتوسل بکما الی رسول اللہ ﷺ لیشفع لنا ویستال ربنا ان یتقبل سعینا ویحیینا علی ملتہ ویمیتنا علیہا ویحشرنا فی زمرتہ ثم یدعو لنفسہ ولوالد یدہ وللمن اوصاہ بالدعاء ولجميع المسلمين ثم یقف عند رأسہ ﷺ کا الاول ویقول اللہم انک قلت وقولک حق (ولوانہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا للہ واستغفر لہم الرسول لوجد اللہ توابا رحیما) وجئنا بک سامعین قولک طائعين امرک مستشفعین بنبیک الیک اللہم ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان، عالمگیری جلد ۱ (۲۷۰) ومراقی الفلاح والطحاوی آخر الحج (۴۵۰)

(فقہاء لکھتے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق، پھر سیدنا عمر فاروق، رضوان اللہ علیہما پر سلام پڑھنے کے بعد ایک مرتبہ پھر سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر فاروق رضوان اللہ علیہما کے مزارات کے درمیاں کھڑے ہو کر یوں عرض کرے، یا ابوبکر صدیق ویا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ دونوں پر سلام ہو) اور ہم آپ دونوں کو حضور پر نور ﷺ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ ہماری شفاعت فرمائیں، اور ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے ہماری یہ سعی (دور و دراز سے یہاں تک آنے کی مشقت) قبول فرمائے، اور ہمیں آپ ﷺ کی ملت پر زندہ رکھے اور آپ ہی کی ملت پر موت عطا فرمائے، اور اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت کے دن آپ ہی کے زمرے (جماعت) میں اٹھائے، پھر اپنے لئے اور اپنے والدین اور جس نے اسے دعا کے لئے کہا ہے اور والدین کیلئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے۔ پھر پہلے کی طرح حضور پر نور ﷺ کے چہرہ مبارک کے سامنے کھڑا ہو جائے، اور کہے

یا اللہ جل جلالہ تو نے فرمایا ہے۔ اور (ہمارا ایمان ہے کہ) تیرا قول ہی سچا ہے (اور وہ یہ ہے) اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں اور (اے محبوب ﷺ) آپ کے پاس آجائیں تو اللہ سے مغفرت طلب کریں اور رسول بھی انکی سفارش کریں تو ضرور پائیں گے اللہ کو نہایت بخشنے والا مہربان،

یا اللہ ہم تیری قدرت کاملہ ورحمت خاصہ کیساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہیں

یا اللہ ہم نے تیرے کلام کو سنا اور اطاعت کی، اور تیری بارگاہ میں رسول اکرم ﷺ کی سفارش پیش کرتے ہیں یا اللہ ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان کیساتھ گزرے۔

﴿اہل قبور کے مزارات کی زیارت سے نفع (فیض) ملتا ہے﴾

(۱) قال الامام الشافعی ان قبر الامام موسیٰ الکاظم تریاق معرب لاجابة الدعوات حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارک کی زیارت سرعت کیساتھ دعاؤں کی قبولیت کا سبب ہے اور یہ آزمودہ ہے۔

امام احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں

(۲) ونقل عن بعض المشائخ ان الشيخ معروف الکرخي والشيخ الاعظم

سیدنا عبد القادر جیلانی تصرفہما فی القبور کتصرفہما فی الحیوة۔ احیاء العلوم امام احمد غزالی فرماتے ہیں کہ معروف کرخی اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما (کو جو تصرفات اللہ تعالیٰ نے دنیا میں عطا فرمائے تھے) اور دنیا کی زندگی میں (ان تصرفات میں) جانب اللہ سے بندوں کی مشکلات حل فرماتے تھے) وہی تصرفات (من جانب اللہ) قبر میں بھی ہیں (اور مخلوقات خداوند جل جلالہ کی مشکل کشائی فرماتے ہیں)

﴿حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

(۳) واما اتخاذ المسجد بجوار نبی ﷺ او عبد صالح والصلاة فيه عند قبره لانتعظيمة

او التوجه نحو القبر بل لحصول مدد منه وتكميل العبادة ببركة مجاورة ارواحهم

الطاهرة فلا حرج في ذلك ، نقله الشيخ الدهلوي في شرح المشكوة.

انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مزارات کے قرب و جوار میں مسجدیں اس لئے بنائی جائیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے صاحب مزار کی تعظیم کے لئے نہیں بلکہ صرف اس نیت سے کہ انکا قرب اور انکی ارواح مقدسہ کا ہمہ وقت یہاں موجود ہونے (کی برکت، سے زائر کی نماز قبول ہو) یہاں نماز پڑھنا قبولیت نماز و مشکلات کے حل کیلئے) ان اولیاء کرام کی مدد کے حصول کیلئے ہو تو پھر مزارات کے قرب و جوار میں مساجد کے بنانے میں کوئی حرج نہیں۔

میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں کہ اس صورت میں نہ تو کوئی اشکال ہے اور نہ کوئی شرک۔

﴿شامی جلد اول بحث زیارت القبور﴾

میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کیساتھ ابن تیمیہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں (۴) ورده (ای رد منع الزيارة) الغزالی بوضوح الفرق فان ماعد المساجد الثلاثة مستوية في الفضل فلا فائدة في الرحلة اليها) واما الاولياء فانهم متفاوتون في القرب من الله تعالى ونفع الزائرين بحسب معارفهم واسرارهم. رد المحتار.

(کہ ابن تیمیہ نے لا تُشَدُّ رحال الا الي ثلاث مساجد مسجد الحرام والمسجد الاقصى ومسجدی هذا۔ کو دلیل بنا کر قبور کی زیارت سے منع لکھا)

(سوا کے جواب یہ ہے) کہ ان تین مساجد کے علاوہ مساجد نماز کے اجر و ثواب کی حیثیت سے یکساں ہیں سو جب اجر و ثواب میں مساجد ان تین مساجد کے علاوہ یکساں ہیں تو پھر دوسری مساجد کی طرف سفر کرنا یہ نیت کر کے کہ ثواب زیادہ ملے گا (محض وقت کا ضیاع ہے کیونکہ مسجد الحرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے، اور بیت المقدس و مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے جبکہ باقی مساجد میں یکساں تو پھر سفر بیکار ہے) علامہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آئمہ میں سے کسی کو (اہل قبور کی زیارت سے منع کرتے ہوئے نہ پایا) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فرق کو واضح فرمادیا۔

کہ اولیاء اللہ تقرب الی اللہ اور زائرین کو نفع پہنچانے میں مختلف درجات رکھتے ہیں۔ اپنے اسرار (جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے ہیں) اور معرفت (الہی جل جلالہ کی حیثیت سے زائرین کو نفع پہنچاتے ہیں) سوا حدیث کو زیارت قبور پر قیاس کرنا (بڑی جہالت ہے) کیونکہ اس حدیث میں مساجد کا ذکر صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

﴿عارف باللہ شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

(۵) ذکر العارف باللہ تعالیٰ الشیخ عبدالوہاب الشعرانی فی کتابہ الجواهر والدرر ان بعض مشائخہ ذکر لہ ان اللہ تعالیٰ یوکل بقبر الولی ملکا یقضي حوائج الناس کما وقع للامام الشافعی والسیدۃ النفیسة) وسیدی احمد البدوی (یعنی فی انقاذ الاسیر من من اسره من بلاد الفرنج) وتارة یخرج الولی من قبره بنفسه ویقضي حوائج الناس لان للاولیاء الانطلاق فی البرزخ والسير لارواحهم.

نفحات القرب (۲۲۳)

مجھ سے میرے مشائخ نے ذکر فرمایا ہے، کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کرام کے مزارات پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیتا ہے، جو زائرین کی حاجات (بإذن اللہ) پوری کرتا ہے۔ جیسے کہ یہ واقعات امام شافعی، سیدہ نفیسہ، سیدی احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہم کے مزارات کی زیارتوں سے رونما ہوئے (اور زائرین نے ملاحظہ کئے) اور کبھی کبھار اولیاء اللہ اپنے مزارات سے نکل کر مشکل میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کی مشکلات کو (بإذن اللہ) حل فرما دیتے ہیں، کیونکہ اولیاء اللہ کا اپنے مزارات سے کہیں جانا اور انکی ارواح کا عالم کبھی سیر کرنا ثابت ہے۔

﴿حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مزار اقدس کی زیارت سے نفع﴾

حضرت علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر المکی نے اپنی کتاب قرع اللیب میں باقاعدہ ایک باب میں الگ فصل باندھا، اور یوں لکھا۔ پینتیسویں فصل، آئمہ کرام کے ادب کے بیان میں، اور اسی فصل میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق تحریر فرمایا۔

(۶) قال العلامة الشيخ شهاب الدين احمد بن حجر المكي الفصل الخامس والثلاثون في تأدب الأئمة مع ابي حنيفة (رضي الله تعالى عنه) في مماته كما هو في حياته وان قبره يزار لقضاء الحوائج. اعلم انه لم يزل ذو الحاجات يزورون قبره ويتوسلون عنده في قضائهم ويرون النجح في ذلك. قرع اللیب (۱۰)

کہ امام اعظمؒ کا ادب و احترام اسی طرح کیا جائے گا جس طرح انکی حیات میں کیا جاتا تھا، اور زائرین انکے مزارات کی زیارت اس لئے کرتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ انکی برکت سے) انکی حاجات بر لائے (اور یہ بات بھی) ذہن نشیں رہے کہ اہل حوائج ان (بزرگوں اولیاء کرام و مجتہدین کے مزارات کی زیارت) اس لئے کرتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ) انکے وسیلہ سے انکی حاجات بر لائے، اور زائرین نے اپنی کامیابی بھی دیکھی۔

﴿مفسر قرآن، صاحب روح البیان فرماتے ہیں﴾

(۷) لدعاء اماكن يظن فيها الاجابة مثلاً عند رؤية الكعبة وعلى الصفاء والمروة وغيرهما وخرب استجابة الدعاء عند قبور الصالحين بشروط معروفة عند اهلها

اللهم افص علينا ببركات الصالحين - روح البیان جلد ۱ (۲۰۳۱) قطف الارشاد (۳۲)

(من جانب اللہ) کچھ امکان (جگہیں) ایسی ہیں جہاں دعاؤں کی قبولیت یقینی ہے، جیسے کعبہ شریف پر نظر پڑھنے کیوقت، صفا، اور مردہ پر، نیز مزاراتِ اولیاء، بشرطیکہ زائرین ان تمام شروط کو ملحوظ نظر رکھیں جو فقہاء کرام نے بیان فرمائی ہیں پھر جو دعائیں صاحب مزار (کے قریب مانگے) انشاء اللہ وہ دعا (عند اللہ قبول ہیں) یا اللہ ہم پر ان اولیاء و صالحین کرام کے وسیلہ سے اپنی رحمتیں نازل فرما۔ (آمین یا رب العلمین بجاہ سید المرسلین۔ مترجم)

﴿امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار سے﴾

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو فیض ملا

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے کمالِ ارادت و محبت تھی۔ (۸) و مسماروی من تأدب الشافعی مع الامام ابی حنیفہ انه قال الشافعی انی لا تبرک بابی حنیفہ واجیء الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین و سئلت اللہ تعالیٰ عند قبرہ فتقضی لی سریعاً۔ شامی جلد ۱۔ مقدمہ (۵۷، ۳۹)

ادب کا اتنا پاس تھا کہ امام شافعی فرماتے ہیں، کہ مجھے جب بھی کوئی مشکل پیش آتی ہے تو میں امام اعظم کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر دو رکعت نفل پڑھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا مانگتا ہوں تو اللہ تعالیٰ میری دعا کو بہت جلد شرف قبولیت عطا فرماتا ہے۔

﴿صاحب لمعات رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

(۹) من یستمد بہ فی حیاتہ یستمد بہ بعد مماتہ لمعات جلد ۱۔ زیارة القبور (۹۳۳) جن سے (انکی) زندگی میں امداد حاصل کی جاتی تھی وفات کے بعد بھی ان سے امداد لی جاسکتی ہے۔

﴿علامہ سروجی رحمۃ اللہ علیہ شارح ہدایہ﴾

باب صفة الصلوة میں فرماتے ہیں

(۱۰) کان بکار بن قتیبہ ابن اسد القاضی المصری من البکانین وقارئین لکتاب اللہ تعالیٰ وقبرہ مشہور بالقراضة بمصر یزار وی تبرک بہ ویقال ان الدعاء عند قبرہ یتستجاب۔ الفوائد البہیہ (۲۶)

حضرت بکار بن قتیبہ بن اسد قاضی مصری (سب روز) قرآن کریم کی تلاوت کر نیوالے
(خشت ربانی میں) رونے والے ولی کامل تھے۔ انکا مزار شریف مصر قراضہ میں ہے۔
انکے مزار سے برکت حاصل کی جاتی ہے اور انکے مزار شریف کے پاس مانگی ہوئی دعا
بہت جلد قبول ہوتی ہے۔

﴿صاحب بدائع کے مزار سے نفع﴾

(۱۱) ابوبکر بن مسعود بن احمد علاء الدین ملک العلماء الکاسانی صاحب
البدائع شرح تحفة الفقهاء ذفن ظاہر الحلب عند قبر زوجته فاطمة بنت صاحب
التحفة الفقهية العالمية والدعاء عند قبرهما مستجاب۔ الفوائد البهية (۲۶)
ابوبکر بن مسعود بن احمد علاء الدین کاسانی جنہوں نے تحفۃ الفقہاء کی شرح لکھی (اس شرح
کا نام) البدائع ہے (حضرت کا جب وصال ہوا) تو انہیں ظاہر الحلب (جگہ کا نام ہے) میں
اپنی زوجہ فاطمہ جو خود اچھی فقیہ عالمہ تھی اور انکے والد تحفۃ (نامی کتاب کے) مصنف تھے
انکی قبر کے قریب دفنائے گئے دونوں کے مزارات مرجع خلایق ہیں اور وہاں مانگی ہوئی دعا
قبول ہوتی ہے

﴿ابن قدیمؒ فرماتے ہیں﴾

(۱۲) قال ابن القديم سمعت ضياء الدين الحنفي حضرت الکاسانی عند موتہ
فشرع فی قراءة سورة ابراهيم حتى بلغ قوله تعالى يثبت الله الذين آمنوا بالقول
الثابت (الآية) فخرجت روحه ودفن عند قبر زوجته داخل مقام الخليل
بظاہر الحلب والدعاء عند قبرهما مستجاب ويعرف عند الزوار فی حلب بقبر
المراة وزوجها۔ (۱۵) الفوائد البهية (۲۷)

ابن قدیمؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ضیاء الدین حنفی کاسانیؒ کے پاس حاضر ہوا سکرات
کا عالم تھا تو میں نے دیکھا کہ حضرت اس وقت سورۃ ابراہیم کی تلاوت فرما رہے ہیں،
جب وہ اس آیت پر پہنچے (یثبت اللہ الذین۔ الی آخرہ) تو انکی روح فطس غصری سے
پرواز کر گئی، انہیں مقام الخلیل ظاہر الحلب میں اپنی زوجہ کی قبر کے پاس دفنایا گیا۔ دونوں
کے مزارات مرجع خلایق ہیں ان مزارات کے پاس مانگی ہوئی دعا قبول ہوتی ہے نیز یہ
کہ دونوں کے مزارات شہر حلب میں قبر المراة والزوج کے نام سے مشہور ہیں۔

وفات کے بعد حاتم طائی کی سخاوت

(۱۳) روی محرز مولیٰ ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال مر نر من الشمس بقبر حاتم فنزلوا قریباً منہ فقام الیہ رجل یقال لہ ابو الخیری وجعل یرکض برجلہ قبرہ ویقول اقرنا فقال لہ بعضهم ویلک یدعوک اتعرض لرجل قدمات قال ان طیاریز عم انه مانزل به احد الا قرأہ ثم اجنہم الیل فناوما فقام ابو الخیری فرعاً و هو یقول واد راحلتہ فقالوا لہ ما لک قال اتانی حاتم فی النوم وعقرنا قتی بالسیف وانا نظرت الیہا ثم انشدنی شعراً حفظتہ یقول فیہ

☆ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا غلام محرز فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ جب ہمارا قافلہ حاتم طائی کے قبر کے قریب پہنچا تو ہم نے وہیں پڑاؤ ڈالا تو ابو الخیری اٹھا اور حاتم طائی کی قبر کو پاؤں سے ٹکڑ کر ماری اور کہا (اے حاتم طائی اٹھئے) اور ہماری مہمان نوازی کیجئے، تو ساتھیوں میں سے کسی نے کہا (اے ابو الخیری) تو ایسے آدمی سے مہمان نوازی کیلئے کہہ رہا ہے جو وفات پا چکا ہے، تو ابو الخیری نے کہا قبیلہ بنی طے کے لوگوں (سے میں نے سنا ہے) وہ کہتے ہیں کہ اگر حاتم طائی کی قبر کے پاس کوئی آکر پڑاؤ ڈال دے تو حاتم طائی اپنے مہمانوں کی ضیافت فرماتے ہیں، جب رات ہوئی اور گھپ اندھیرا چھا گیا، سب سو گئے اچانک ابو الخیری خواب سے ڈر کر بیدار ہوئے، اور زور زور سے چیخنے لگے ہائے میری اونٹنی ہائے میری اونٹنی، ساتھی بھی بیدار ہوئے پوچھا ابو الخیری کیا بات ہے، ابو الخیری نے خواب بیان کرنا شروع کیا (ساتھیو) جب میں سویا تو میں نے خواب میں حاتم طائی کو دیکھا کہ وہ ہاتھ میں تلوار لئے آئے اور میری اونٹنی کی ٹانگیں زخمی کیں۔ اور اس نے اشعار پڑھے جو مجھے ابھی تک یاد ہیں۔

- (۱) یا ابوالخیری وانت امرء ظلوم العشیرة شتامہا
- (۲) اتیت بصحبک تبغی القرى لذی حفرة قد صدت ہامہا
- (۳) تبغی لی الذم عند المیت وحولک طی وانعامہا
- (۴) فان لنشبع اضیافنا ونأسی المطی فنعامہا

[ترجمہ] اے ابو الخیری تم اپنے قبیلہ کے ایک ظالم و شاتم انسان ہو تم اپنے ساتھیوں کو میرے پاس لائے ہو اور ضیافت طلب کرتے ہو، ایسی قبر والے کے پاس جس قبر کے اوپر

کا حصہ بھی (انسانوں نے) بند کر دیا ہے، کیا تم مجھے شرمندہ کرنا چاہتے ہو حالانکہ تمہارے قرب و جوار میں بنی طے قبیلہ کے لوگ ہیں جن کے پاس (کھانے پینے کے اشیاء اور ذبح کرنے کیلئے) چوپائے بھی موجود ہیں (تم نے ہمارا امتحان لیا ہے) سو ہم اپنے مہمانوں کو پیٹ بھر کھانا کھلائیں گے۔

ابوالخیری (جب اپنی اونٹنی کے پاس گئے) دیکھا کہ اسکی اونٹنی کی تینوں ٹانگیں زخمی ہیں، تو انہوں نے اسے رات کو ہی ذبح کیا اور گوشت پکا کر کھالیا ساتھیوں نے کہا کہ (واقعی حاتم طائی کتنا اچھا مہمان نواز تھا) زندگی میں بھی ہماری مہمان نوازی کرتا تھا اور وفات کے بعد بھی ہمیں خوب کھلایا (جب صبح ہوئی اور کوچ کا وقت ہوا) تو ساتھیوں میں سے ایک ساتھی نے ابوالخیری کو اپنا ردیف بنایا (اپنے ساتھ پیچھے بٹھایا) اور چل دئے۔ چلتے چلتے انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا جو اونٹنی پر سوار اور اپنے ساتھ ایک اونٹ بھی کھینچتے ہوئے (تیزی کیساتھ انکی طرف) بڑھ رہا ہے، جب قریب پہنچا تو کہنے لگا تم میں ابوالخیری کون ہے، ابوالخیری نے (فورا) کہا ابوالخیری میں ہوں، آنے والے نے کہا یہ اونٹ لیجئے، میں عدی حاتم طائی کا بیٹا ہوں رات کو میں نے والد کو خواب میں دیکھا وہ آئے اور مجھے کہا (بیٹا) رات کو میری قبر کے پاس مہمان آئے اور دعوت طلب کی تو میں نے ابوالخیری کی اونٹنی ضیافت میں کھلا دی، تم جاؤ اسے اونٹ دے آؤ، سو میں تجھے یہ اونٹ دینے آیا ہوں لویہ اونٹ تیری سواری کیلئے ہے جو چاہو (اب یہ تیری ملکیت ہے)

﴿ابن دارة غطفانی نے اپنے اشعار میں بھی اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے﴾

ابو ک ابوسفانته الخير لم يزل
لدا ن شب حتى مات في الخير راغبا
وكان له اذ ذاك حيا مصاحبا
ولم يقر قبر قبله الدهر راكبا
به تضر الامثال في الشعر ميتا
قراى قبره الاضياف اذ نزلوا به

نسخة العرب (۷۵) [ترجمہ]

اے عدی بن حاتم تیرا والد جوانی سے لیکر موت تک ہمیشہ صاحب خیر رہا۔ تیرا والد ایسا عظیم شخص تھا کہ اس نے مرنے کے بعد بھی آنے والے مہمانوں کی ضیافت کی، اس

ضیافت کی شعراء بھی اپنے اشعار میں ذکر کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ وفات کے بعد بھی امداد فرماتے ہیں نیز حاتم طائی کی سخاوت جو اسکی زندگی میں مشہور تھی اور مرنے کے بعد بھی اسکی سخاوت و مہمان نوازی مشہور ہے، ایک تخی کی سخاوت و مہمان نوازی کا یہ عالم ہے تو اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی سخاوت کا کیا عالم ہوگا۔ انکا لنگر تو ہمہ وقت چلتا ہے۔ (جسے شک ہو وہ داتا علی بھویری، اور حضرت بابا سید وغوث، سیدنا عبدالغفور بابا، سراج الاولیاء رحمت اللہ علیہا کے مزارات شریف پر جا کر ملاحظہ فرمائیں۔ مترجم)

لنگر داتا میں حاضر امیر و غریب ہے

عرس کے موقعہ پہ دائم حَلِیبُ حَلِیبُ ہے
دربارِ سَیِّدُ وَغُوث میں لنگر ہے صبحِ شام

مشہور فی العالم ہے بغداد ہی کا نام

از تہذیب فکر محمد عبدالعلیم القادری مترجم کتاب حذا

سَیِّدُ وَغُوث سے میری مراد سیدنا سراج الاولیاء بابا عبدالغفور القادری

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنکا مزار اقدس سید و شریف سوات میں

مرکز انوار و تجلیات، و مرجع خلائق ہے

آرزو کرتا ہوں تجھ سے یا غفور المذنبین

شیخ عبدالغفور سراج اولیاء کی واسطے (مترجم)

﴿ایکویس بحث وہابیوں کے اقوال کے جوابات﴾

اعتراض۔ وہابیوں کا کہنا ہے کہ اللہ سے بلا واسطہ (ڈارک) مانگو اپنی دعاؤں میں یوں مت کہو کہ یا نبی اللہ ﷺ یا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ہمارے لئے بارگاہ خداوندی میں (ہمارے) ان حوائج و مشکلات کے حل کیلئے) سفارش کریں، یا یوں کہنا کہ اے اللہ تعالیٰ کے نبی یا ولی تم اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے مانگو ایسا کہنا صحیح نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ہم اس کے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

﴿جوابات حاضر خدمت میں﴾

وہابیوں کا یہ کہنا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے یہ قول کئی وجوہ کے بنا مردود ہے۔
بنی اسرائیل میں جب ایک شخص نے اپنے چچا زاد بھائی کو قتل کیا اور مقدمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لے گئے، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اپنی قوم سے کہدو، وہ گائے ذبح کر دیو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

(۱) وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً ۖ (الی قولہ)

قَالُوا اذْءُ لَنَا رَبِّكَ يُبَيِّنُ لَنَا مَا هِيَ ۖ (الی قولہ)

قَالُوا اذْءُ لَنَا رَبِّكَ يُبَيِّنُ لَنَا مَا لَوْنُهَا (الی قولہ)

قَالُوا اذْءُ لَنَا رَبِّكَ يُبَيِّنُ لَنَا مَا هِيَ ۖ إِنَّ الْبَقَرَتِ شَبَّهَ عَلَيْنَا ۖ بارہ ۱۔ سورۃ بقرہ رکوع ۸/۸

(پیارے محبوب ﷺ یاد کیجئے) اس وقت کو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو (قوم پھر حاضر ہوئی) کہنے لگی (یا موسیٰ علیہ السلام) آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمیں گائے کا رنگ بتا دے (وہ قوم پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی) اور کہنے لگی (یا موسیٰ علیہ السلام) آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ اس گائے کا رنگ کیسا ہے (وہ قوم پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی) اور کہنے لگی (یا موسیٰ علیہ السلام) آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ اس گائے (کی عمر کتنی ہے) کیونکہ (اس رنگ کی) کئی گائے پائیں گئیں (سو ہم) اس گائے کے معاملہ میں) شبہ میں پڑ گئے ہیں۔

﴿اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے﴾

(۲) وَادْفَنُتُمْ يَمُوسَىٰ لَن نُّصِيبَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَّا رَبَّكَ يَخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِئُ
الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا. پارہ (۱) رکوع ۸/۱۸

اور جب کہا تم (بنی اسرائیل) نے (موسیٰ علیہ السلام سے) یا موسیٰ ہم ایک ہی طرح کے
کھانے پر صبر نہیں کر سکتے ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ نکالے ہمارے
لئے اس میں سے جو زمین اگاتی ہے۔ (جیسے) ساگ۔ لکڑی۔ پیاز۔ وغیرہ۔

﴿اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے﴾

(۳) وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَمُوسَىٰ ادْعُ لَنَّا رَبَّكَ بِمَا عٰهَدَ عِنْدَكَ

اور جب ان پر (اللہ کا) عذاب آتا، کہتے یا موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے لئے اس عہد و پیمان
کے مطابق اپنے رب سے دعا کیجئے جو عہد و پیمان تیرے رب نے تجھ سے کیا ہے۔

☆ میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء کرام علیہم السلام سے یوں
عرض کرنا کہ آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مانگیں یا یوں کہنا کہ یا اللہ انبیاء کرام علیہم
السلام کے وسیلہ سے ہمارے مشکلات ہم سے دور فرما، بالکل جائز و ثابت بالقرآن ہے

نَفْسِ اسْلَام

WWW.NAFSEISLAM.COM

﴿بائیسویں بحث اسناد مجازی کے جواز کا ثبوت اور اسکی مثالیں﴾
 بائیسویں بحث اسناد مجازی کے جواز میں ہے۔ مثلاً کوئی کہے یا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ
 آپ میرا یہ کام کر دیں، یا یوں کہا یا پیر با با (سیدی علی ترمذی پیر خراساں) آپ میری یہ
 فلاں مشکل حل فرمادیں۔

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اہلسنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی مسلمان
 یوں کہے آپ میرا یہ کام کر دیں۔ یا یوں کہا یا پیر با با (سیدی علی ترمذی پیر خراساں) آپ
 میری یہ فلاں مشکل حل فرمادیں۔ آیا اس طرح کہنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب۔ یا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ آپ میرا یہ کام کر دیں، یا یوں کہا یا پیر با با
 (سیدی علی ترمذی پیر خراساں) آپ میری فلاں مشکل حل فرمادیں، اس طرح کہنا شرعاً
 جائز ہے کیونکہ یہ اسناد مجازی ہے، اسناد مجازی ہی مراد لینا واجب ہے، ان الفاظ سے اسناد
 حقیقی مراد لینا محال ہے۔ دلائل مندرجہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) ولا بد للمجاز من (مانعة من الحقيقة) لفظية او معنوية (الى قوله) كصدور الكلام
 من الموحد (ای المؤمن) مختصر المعانی (۵۲) المحقق. مطول (۱۰۹)
 مثل اشاب الصغير. وافنى الكبير (کر الغداة ومرار العشی) فان صدور هذا الكلام من
 الموحد (المذكور) قرينة معنوية (مانعة من الحقيقة دالة) علی اسناد اشاب وافنى
 علی کر الغداة ومرار العشی مجاز. مختصر المعانی (۹۵)

(جہاں مجاز لیا جائے) تو وہاں ایسے قرینے کا پایا جانا ضروری ہے جو لفظاً و معنماً دونوں طرح حقیقت
 کے پائے جانے سے مانع ہو، جیسے (بعض باتوں کا) مسلمانوں کی زبانوں سے نکلنا۔
 جیسے (کوئی کہے) اس نے چھوٹے کو جوان کر دیا (یا یوں کہے) فلاں نے بڑے کو فتا کر دیا (چونکہ
 فتا کرنا اور بچے کو بڑا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے کہ اسی کی قدرت کاملہ سے بچہ نشو و نما پاتا ہے
 اور اللہ تعالیٰ نے جسے فتا کرنا ہونا کر دیتا ہے، اب یہ کلمات مسلمان کی زبان سے نکلے ہیں
 تو ماننا پڑے گا) کہ یہاں اسناد مجازی ہے اور یہاں ایسا قرینہ پایا جا رہا ہے جو حقیقت کے نہ
 پائے جانے پر دلالت کرتا ہے، نیز یہ ان صیغوں (اشاب، اور، افنى) کو ہم کر الغداة (صبح

بار بار آیا) وَمَرَّ الْعِشِيُّ (شام کا وقت گزر گیا) جیسے کلمات کی طرف منسوب کریں گے، کیونکہ نہ تو صبح کا وقت خود بار بار آتا ہے اور نہ شام کا وقت خود گزرتا ہے بلکہ (صبح کے وقت کا بار بار آنا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور شام کے وقت کا گزرنے کا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ تو یہ کلمات جب مسلمان کی زبان سے اداء ہوئے تو کیا وہ دین سے خارج ہوگا، نہیں، بلکہ) یہاں بھی اسناد مجازی ماننا پڑے گا۔

☆----- میں (مفتی شائستہ گل کہتا ہوں کہ) علم اصول کے ان قواعد سے خوب ظاہر رہتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان یوں کہے یا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ آپ میرا یہ کام کر دیں، یا یوں کہے یا پیر بابا (سیدی علی ترمذی پیر خراساں) آپ میری فلاں مشکل حل فرما دیں تو یہ کہنا بھی جائز ہے کیونکہ یہاں بھی اسناد مجازی ہے اور اسناد مجازی لینا ہی واجب ہے اسناد حقیقی لینا محال ہے۔

(۲) مذکورہ عبارت میں جو صیغے اوپر بیان ہوئے
نمبر (۱) اَشَابَ الصَّغِيرَ (اس نے بچے کو بڑا کیا)

نمبر (۲) أَفْنَى الْكَبِيرَ (اس نے بڑے کو فنا کیا)
(۳) كَرَّرَ الْعَدَّ (صبح کا وقت بار بار لوٹ آیا)

(۴) مَرَّ الْعِشِيُّ (شام کا وقت گزر گیا)

(۵) اِذَا رُبَّ الرِّبْعِ الْفَلَّ (موسم بہار نے سبزیاں اگائیں)

اسی طرح کے کلمات صحیح اگر کسی مسلمان کی زبان سے اداء ہوئے تو اس پر کفر و شرک کا حکم نہ کریں گے بلکہ تمام علماء اصول نے لکھا ہے کہ یہاں اسناد مجازی ہی مراد لیا جائیگا کیونکہ نہ تو موسم بہار سبزیاں اگاتا ہے اور نہ کوئی بچے کو بڑا کر سکتا ہے اور نہ کوئی کسی کو فنا کر سکتا ہے نہ ہی صبح کا وقت خود بار بار آ سکتا ہے اور نہ ہی شام کا وقت خود گزرتا ہے۔

بچے کو بڑا کرنا شام کے وقت کا گزرنے کا وقت کا بار بار آنا موسم بہار (دو گھنٹہ واسطے میں) سبزیوں کا اگانا یہ تمام صفات اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں تو اگر کوئی مسلمان یوں کہہ دے تب بھی وہ مسلمان ہی ہے نہ کہ مشرک، کیونکہ ان کلمات کی نسبت زمانے کی طرف نہیں بلکہ حقیقت میں یہ نسبت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔ تو اسے کیا کہا جائیگا۔ اے سائل، اسے اسناد مجازی کہا جاتا ہے۔

میں مزید وضاحت کروں کہ ایسے الفاظ کہنے سے کوئی مسلمان کافر و مشرک و بدعتی نہیں ہوتا جیسے کہ آپ نے اوپر دئے گئے دلائل ملاحظہ فرمائے۔ سواب اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص کلمات مندرجہ بالا کہنے والے مسلمان کو کافر مشرک و بدعتی کہے گا۔ وہ خود بدعتی گمراہ کافر و مشرک ہو جائے گا، کافر سے اگر یہ الفاظ صادر ہو جائیں تو وہ تو ویسے بھی کافر ہے مزید برآں وہ دھری مبطل دہریہ ہے (مطلوب۔ ۱۰۹)

پھر یہ کافر اللہ تعالیٰ کی ذات کو نہیں جانتا، جاہل باللہ مؤثر قادر (مختصر المعانی ۵۳) کیونکہ وہ کافر ان کلمات کو زمانے کی طرف ہی منسوب کریگا یہاں وہ اسناد حقیقی ہی مراد لے گا یہی اس کا عقیدہ ہے، سو اس پر کفر و دہریہ ہونے کا اطلاق ہوگا، میں نے علم معانی و اصول کی کتابوں کا خلاصہ پیش کیا جسے مزید طلب ہو وہ (۱) تلخیص (۲) مطول (۳) مختصر المعانی (۴) دسوقی، نامی کتابوں کا مطالعہ فرمائے لیکن افسوس کہ وہابی جاہل ہے اسے اصول و فنون کا ادراک نہیں۔

﴿حضرت علامہ تاج الدین سبکی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

(۳) قال التاج الدين السبكي ولا يقصد الناس بسؤال الاولياء ذلك قبل الموت وبعده نسبتهم الى الخلق والايجاد والاستقلال بالافعال فان هذا لا يقصده مسلم بل لا يخطر ببال احد من العوام فضلا عن غيرهم (ای عن العلماء) دلائل. فصرف (الوهابية) الكلام (ای هذا الكلام الصادر من اهل السنة والجماعة) اليه (ای الى الخلق والايجاد والاستقلال بجعله اسنادا حقيقيا)

ومنعه (ای منع هذا القول بكونه شرکا) من باب التلبیس فی الدین والتشویش علی العوام وکیف یحکم بلکفر علی من اعتقد ثبوت التصرف لہم فی حیاتہم وبعده موتہم حیث کان مرجع ذلك الى قدرة الله تعالى خلقا وایجادا کیف وکتب جمهور المسلمین طا فحة به وانه جائز البتة حتی کاد ان یلحق بالضروریات بل بالبدیہات. نفحات القرب. (۱۷)

(مسلمان جب بھی اولیاء کرام سے مانگتے ہیں) وہ اولیاء کرام کو بالذات وبالاعمل والاستقلال نہیں سمجھتے (اولیاء سے بالذات مانگنا) یہ خیال کبھی کوئی عام مسلمان نہیں کرتا (کیونکہ بالذات

دینے والا اللہ کی ذات ہے، یوں ہی وہ اللہ بالفعل وبالاستقلال عطا کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی بھی بالذات بالفعل وبالاستقلال عطا کرنے والا نہیں (رہے علماء ربانین) کہ وہ باذن اللہ کشف والہام وکشفہ کے ذریعہ اولیاء اللہ زندہ یا صاحب مزار ہوں کے مراتب ودرجات کو جانتے ہیں) سو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں،

مگر وہابیہ نے اس قول (جو ابھی اوپر بیان کیا گیا) کو اسنادِ حقیقی کی طرف منسوب کر کے شرک کہا (جب کہ ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر ان باتوں کا اسنادِ حقیقی اللہ تعالیٰ کے سواء کسی اور کی طرف ہو تو شرک ہوگا مگر یہاں تو اسنادِ مجازی ہے پھر شرک کیسے)

وہابیوں کا یہ قول تلبیس فی الدین ہے، دین میں اسنادِ مجازی ہے پھر شرک کیسے (وہابیوں کا یہ قول تلبیس فی الدین ہے) (دین میں اپنی جانب سے باتیں گھڑنا، باطل کو حق اور حق کو باطل سے ملانا) اور عوام الناس میں دین کے بارے میں شکوک و شبحت پیدا کرنے والی باتیں ہیں۔ (۲) مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ کے تصرفات چاہے انکی حیات میں ہوں یا رحلت کے بعد ہوں یہ تصرفات اللہ جل جلالہ ہی کی عطا کردہ ہیں پھر مسلمانوں پر کفر و شرک کا حکم لگانا کس طرح جائز ہوگا۔

(۳) جمہور مسلمانوں کی کتابوں میں موجود و مکتوب ہے کہ اس طرح کہنا جائز ہے، اور یہ امر واقع ہے اس (طرح کہ اسنادِ مجازی ہو) تو اسکے جواز میں کوئی شک و شبہ نہیں، بلکہ یہ ضروریات و بدیہیات کے ساتھ ملحق ہیں۔

(۴) وما یقع من بعض العوام من قولہم یا سیدی فلان مثلاً ان قضیت لی کذا او شفیت لی مریضی فلک علی کذا۔

(فالجواب) فہو من الجہل بکیفیۃ الطلب ولكن لا یعد ذلک کفراً لانہم لا یقصدون بذلک الایجاد من الولی وانما یجعلونہ فی نیاتہم وسیلۃ الی مولاہم (۴) حیث کان المتوسل بہ فی اعتقادہم من اہل القرب والمحبة للمخالق۔

عوام الناس میں سے بعض یوں کہہ دیتے ہیں یا سیدی فلاں، میرا یہ کام کر دے یا یوں کہہ دے، اگر میرا (فلاں بھائی وغیرہ) کو تو نے صحت بخشی تو مجھ پر تیرے لئے فلاں شی (دینا) لازم ہے، سوا اس کا،

جواب یہ ہے! کہ سائل کے مانگنے کے اس انداز کو اسکی لاعلمی پر محمول کریں گے، اے

اسکی لاعلمی کی بنا کافر نہ گردانیں گے، کیونکہ وہ مسلمان جس سے اس طرح کے کلمات صادر ہوئے ہیں وہ اس شی کے دینے یا مشکل کو حل کرنے میں اس ولی کو مستقل بالذات نہیں سمجھتا بلکہ اسکی نیت میں صرف اتنا ہی ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہے اور میری ان مشکلات کے حل اور بیمار کے شفا یاب ہونے کا ایک وسیلہ ہیں (اسکے سواء اسکی نیت میں اور کچھ نہیں ہوتا) کیونکہ سائل جو ان نفوس قدسیہ کیساتھ متوسل الی اللہ ہے، یہی سمجھتا ہے کہ یہ وہ ذوات قدسیہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کا قرب و محبت حاصل ہے۔ سو اس صورت میں الفاظ مذکورہ کہنے سے وہ مسلمان ہرگز کافر و مشرک نہ ہوا۔

(۵) الاتری انہم یکررون فی اثناء کلامہم یا صاحب الطاہر عند ربک اطلب لی من مولاک یفعل ربی کذا فان ذالک دلیل منہم علی انفراد اللہ بالفعل و علی انہ لاشئ للولی الاتجرد السبب۔

مزید برآں وہ سائل جب بھی (زبان کھولتا ہے) تو بار بار (اسکی زبان پر یہ الفاظ ہوتے ہیں) اے ”ذات قدسیہ“ اللہ کریم سے میرے حق میں سوال کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرا فلاں کام درست فرمادے (میرا فلاں مشکل حل فرمادے) سو یہ الفاظ اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ولی کو صرف ایک سبب (وسیلہ) سمجھتا ہے اور ان کاموں کا ہونا، کرنا، مشکل کا حل کرنا، بالفعل اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے سواء کوئی مستقل بالذات نہیں، جو ان مشکلات کو بالفعل حل کرے، ولی اللہ حل مشکلات کا سبب ہے ثابت ہوا کہ اگر کسی مسلمان سے اس طرح کے کلمات صادر بھی ہوئے تو وہ کافر و مشرک نہیں۔

﴿علامہ یوسف نبہانیؒ فرماتے ہیں﴾

(۶) انہ لا یرد المتوسل بہ لان القرب المحبوب لا یرد فیما طلب فہو من باب قوله علیہ السلام رب رجل اشعث اغبر ذی ضمیرین لو اقسام علی اللہ لأبوء سواہ الحق (۵۶) چھٹی دلیل یہ ہے (کہ سائل و متوسل نے جس ولی کا وسیلہ لیا ہے) وہ اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ اور محبوب ہے اور مقرب و محبوب جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مانگے تو اللہ تعالیٰ اسکا مانگا ہوا سوال رد نہیں فرماتا جیسے کہ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا ہے کہ (اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ بندے ایسے ہوں گے) جنکے (سر کے) بال پھڑکے ہوئے ہوں

گے (جسم پر، کپڑوں پر) مٹی پڑی ہوگی۔ خنثیت الہی سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رونے والے ہونگے ایسے لوگ (اللہ تعالیٰ کے فقراء و اولیاء) اگر (کسی کام کے ہونے کی) قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ (اس کام کو ضرور پورا فرماتا ہے) اور انکو حائث ہونے نہیں دیتا (حائث ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی کام کے ہونے یا کرنے کی قسم کھائے اور وہ کام نہ کیا تو اب وہ فقہاء کی اصطلاح میں حائث کہلاتا ہے، اس کا کفارہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو کسی غلام کو آزاد کر دے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا تین روزے رکھے، اللہ تعالیٰ کے فقراء یہ پرانندہ حال والے جن کے دل دین کے چراغ میں اگر کسی شئی کے ہونے کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اس کام کو اس لئے پورا فرماتا ہے کہ میرا یہ بندہ صالح حائث بھی نہ ہو اور لوگوں پر واضح ہو جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے اور ولی اللہ ہیں۔ مترجم)

(۷) ولانری زائر امسلما ولو عامیا یتوہم فضلا من ان یعتقد ان للہ شریکا من خلقہ فمہما اعتقد الزائر من علو درجۃ المزور فلا یعتقد فیہ الا انہ عبد مقرب للہ تعالیٰ یسأل اللہ تعالیٰ کما یسأل الزائر.

ساتویں دلیل یہ ہے کہ ہم نے آج تک کسی زائر کو نہیں دیکھا کہ وہ اللہ کے ولی کو اللہ تعالیٰ کا شریک جانے بلکہ زائر، یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ (مُزَوَّر) جس کی زیارت کی گئی (صاحب مزار، یازندہ بحیات دنیاوی) کو اللہ تعالیٰ نے مراتب علیا (بلند مراتب پر) فائز کیا ہے نیز وہ اتنا ہی اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نہایت مقرب و محبوب بندہ ہے۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے جس طرح زائر سوال کرتا ہے۔



(۸) وان المزور اطہر منہ روحا و صافی نفسا بما اعطاه اللہ تعالیٰ من الکمال الانسانی وان کان العوام لا یستطیعون التعبير عما تکنہ صدورہم من حسن العقیدۃ و کمال الایمان الہمہم اللہ تعالیٰ - تطہیر القوائد من دس الاعتقاد۔ ۷۱

آٹھویں دلیل یہ ہے کہ صاحب مزار۔ زائر سے از روئے نفس و روح کے زیادہ طیب و طاہر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کمال انسانیت عطا فرمایا ہے، رہے عوام الناس تو اگرچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حسن عقیدت اور کمال ایمان عطا فرمایا ہے مگر جو کچھ انکے سینوں میں موجود ہے (اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے ساتھ حسن عقیدت و ایمان کامل) وہ اس (حسن عقیدت کو

الفاظ کی) صورت میں آشکار نہیں کر سکتے۔

(۹) والمجاز العقلي في القرآن كثير قوله تعالى، وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا اسناد الزيادة وهي فعل الله تعالى اسندت الى الآيات لكونها سببا لها.
مختصر المعاني مجاز (۵۹) مطول مجاز (۱۰۷)

مجاز عقلی اسنادی قرآن کریم میں کثیر ہیں، مثلاً، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا (جب ان پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو انکا ایمان اور قوی ہو جاتا ہے) یہاں ایمان کی قوت کیلئے آیات مبارکہ کو سبب بتایا گیا۔
حالانکہ ایمان کی قوت کا فعل اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے پھر بھی اسناد آیات کی جانب ہے۔
معلوم ہوا کہ اسناد عقلی مجازی جائز ہے۔



(۱۰) قوله تعالى. يذبح ابنائهم (الآية) نسبة الذبح الذي هو فعل الجيش اسناد الى
فرعون لانه سبب امر. مختصر المعاني (۵۹) مطول (۱۰۷)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ذبح کیا اسنے انکے بیٹوں کو، یہاں ذبح کی نسبت فرعون کی طرف کی گئی حالانکہ بنی اسرائیل کے بیٹوں کو فرعون کے سپاہی ذبح کر رہے تھے، یہ اسناد فرعون کی طرف اس بنا پر ہے کہ (بنی اسرائیل کے بچوں کو) ذبح کرنے کا حکم چونکہ فرعون نے دیا تھا لہذا ذبح کرنے کا سبب فرعون کا) امر ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿

(۱۱) قوله تعالى. ينزع عنهما لباسهما (الآية)

نسب نزع لباس عن آدم وحواء عليهما السلام وهو فعل الله تعالى حقيقةً الى
ابليس لان سببه الاكل من الشجرة وسبب الاكل وسوسة ومقاسمة بانه لهما من
الناصحين. مختصر المعاني مجاز (۵۹) ومطول (۱۰۷)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ شیطن نے ان دونوں کا لباس اتروادیا، چونکہ شیطن کے وسوسہ سے وہ شجرہ ممنوعہ کھایا گیا جس سے منع کیا گیا تھا شیطن نے اس شجرہ کے کھانے سے ان کی زندگیوں کے بڑھ جانے کی قسمیں کھا کر انہیں یقین دلایا تھا، شیطن نے ان سے (یہ بھی کہا تھا کہ) میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں (شجرہ ممنوعہ کا کھانا تھا کہ دونوں لباس سے عاری ہو گئے) لباس سے عاری کرانے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے شیطن کو طرف کی، حالانکہ لباس پہنانا

لباس سے عاری کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ میں شامل ہے جیسے (کہ حدیث قدسی ہے)
 ہم لباس سے عاری تھے سو میں نے تمہیں لباس پہنایا تم بھوکے تھے میں نے تمہیں کھلایا
 مگر یہاں لباس سے عاری کرانے کی نسبت شیطن کی طرف کی گئی سو یہ نسبت مجازی ہے
 ﴿اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے﴾

(۱۲) يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا (الآیۃ) سورہ مزمل،

نِسْبُ الْفِعْلِ إِلَى الزَّمَانِ وَهُوَ فِعْلُ اللَّهِ تَعَالَى حَقِيقَةً. مختصر المعانی (۵۹) ومطول (۱۰۸)
 اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وہ دن (قیامت کا ہولناک دن) بچوں کو بوڑھا کر دیگا۔ (اسکی
 ہولناکیوں کو دیکھ کر جوان، بچے بھی بوڑھے ہو جائیں گے) یہاں اللہ تعالیٰ نے بچوں کو بوڑھا
 کرنے کی نسبت زمانے کی طرف کر دی حالانکہ بچوں کو (جوان کرنا) بوڑھا کرنا یہ اللہ تعالیٰ
 کا کام ہے۔ پھر بھی نسبت زمانے کی طرف ہے

﴿اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے﴾

(۱۳) وَآخَرَجَتْ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا (الآیۃ)

نِسْبُ الْإِخْرَاجِ إِلَى مَكَانٍ وَهُوَ فِعْلُ اللَّهِ تَعَالَى حَقِيقَةً. مختصر المعانی (۵۹) ومطول (۱۰۸)
 (اور جب) زمین اپنا بوجھ (خزانے) نکال باہر کرے گی۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے بوجھ نکالنے کی
 نسبت زمین کی طرف کی ہے حالانکہ خزانے نکالنے کا فعل اللہ تعالیٰ کا ہے یہ اللہ تعالیٰ
 کی قدرت میں شامل ہے۔ پھر بھی نسبت زمین کی طرف ہے۔

﴿اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے﴾

(۱۴) يَا هَامَانَ ابْنِ لِي صَرَحًا (الآیۃ)

اے ہامان۔ میرے لئے مکانِ رفیع بنا
 فَإِنَّ الْبِنَاءَ فِعْلُ الْعَمَلَةِ وَهَامَانُ سَبَّ امْرَأَةٍ. مختصر المعانی (۵۹) ومطول (۱۰۸)
 بنگلہ بنانا معماروں کا کام ہے نہ کہ ہامان نے بنگلہ بنانا تھا (بنگلہ بنانے) کے لئے ہامان
 کا تو صرف حکم کرنا تھا پھر بھی ان لوگوں نے بنگلہ بنانے کی نسبت ہامان کی طرف کی۔

﴿ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴾

أَصْلُو تَكَ تَأْمُرُكَ

(۱۵)

کیا تیری نماز تجھے حکم دیتی ہے۔

مختصر المعانی (۵۹) و مطول (۱۰۸)

یہاں حکم کرنے کی نسبت نماز کی طرف کی گئی حالانکہ حکم کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ کیونکہ امر حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

﴿ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴾

كَمْثَلِ حَبَّةِ أَنْبَثَتْ سَبْعَ سَنَابِلِ (الآیۃ)

(۱۶)

اللہ تعالیٰ ایک نیکی پر سو نیکیوں کا اجر عطا فرمائے گا۔ جس طرح کہ اگاتی ہے ایک دانہ سات سٹوں کو اور ہر سٹے میں سو دانے ہوتے ہیں۔

یہاں اگانے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے دانے کی طرف کی حالانکہ اگانے والا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے

﴿ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴾

فَلَا يَخْرُجُ مِنْ جَنَّاتٍ (الآیۃ)

(۱۷)

(اے آدم و حوا) نہ نکالے شیطن تمہیں جنت سے

وَالْإِخْرَاجُ فِعْلُ اللَّهِ تَعَالَى وَالْإِبْلِيسُ سَبَبٌ. مطول (۱۰۸)

یہاں اخراج (نکالنے) کی نسبت اللہ تعالیٰ نے شیطن کی طرف کی حالانکہ اخراج (کے کسی کو نکالنا) اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور ابلیس اخراج کا سبب ہے پھر بھی اخراج کی نسبت شیطن کی طرف ہے۔

﴿ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴾

(۱۸) وَأَذْكُرُ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ (الی قولہ) فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا

(الی قولہ) قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا ۝ (۱۶) سورة مريم (۱۹) (۲۰)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (اے پیارے محبوب ﷺ) اور یاد کیجئے مریم کی کتاب میں، جب وہ الگ ہو گئی اپنے گھر والوں سے ایک مکان میں جو مشرق کی جانب تھا، پس بنایا اس نے

لوگوں کی طرف سے ایک پردہ، پھر ہم نے اس کی طرف اپنی روح (جبریلؑ) کو بھیجا پس وہ ظاہر ہوا اسکے سامنے ایک کامل انسان کی شکل و صورت میں مریم بولی میں اللہ رحمن کیساتھ تجھ سے پناہ مانگتی ہوں اگر تو پرہیزگار ہے جبریلؑ نے کہا میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔

غور فرمائیں! کہ بیٹا عطا کرنے کی نسبت جبریلؑ کی طرف ہے حالانکہ اولاد عطا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

معلوم ہوا کہ یہاں نسبت مجازی ہے۔

﴿اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے﴾

(۱۹) قوله تعالى: (حكاية عيسى عليه السلام) أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ. أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ إِلَّا كَمَثَلِ الْوَابِرِصِّ وَأُخِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ (الآية بارہ ۳، آل عمران آیت ۴۹)



حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احوال بیان کرتے ہوئے اللہ کریم جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے (عیسیٰ علیہ السلام) نے فرمایا میں پیدا کرتا ہوں تمہارے لئے پرندہ اس میں پھونکتا ہوں سو ہو جائے گا وہ (اڑتا ہوا) پرندہ۔ اللہ کے حکم سے

(۲) اور میں ٹھیک کرتا ہوں مادر زاد اندھوں کو

(۳) اور میں ٹھیک کرتا ہوں کوزھ کے بیماروں کو

(۴) اور میں زندہ کرتا ہوں مردوں، کو اللہ کے حکم سے۔

دیکھئے اس آیت مبارک میں اَنْفُخُ (میں پھونکتا ہوں) اُبْرِئُ (میں ٹھیک کرتا ہوں) اُحْيِی (میں زندہ کرتا ہوں) یہ سارے صیغے واحد متکلم کے ہیں، تمام صیغوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ کرنے مریضوں کو ٹھیک کرنے مادر زاد اندھوں کو ٹھیک کرنے کوزھ کے بیماروں کو صحت یاب کرنے کی نسبت اپنی طرف کر رہے ہیں جبکہ یہ مذکورہ صفات تمام کے تمام اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہاں بھی یہ ساری نسبتیں مجازی ہیں۔

﴿ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴾

(۲۰) فَمَارَبَحْتَ تِجَارَتُهُمْ (ای ماریحوا فی تجارتہم) مختصر المعانی (۶۱)

فَلَمَّا كَانَتْ التِّجَارَةُ سَبَبًا لِرُبْحِ أَسِيدِ إِلَيْهَا مَجَازًا. دوستی. (۶۱)

پس فائدہ نہ دیا انکو انکی تجارت نے۔ مراد یہ ہے کہ ان تاجروں کو فائدہ نہ ہوا کیونکہ تجارت از خود فائدہ نہیں دیتی۔ معلوم ہوا کہ تجارت ربح (فائدہ اٹھانے کا سبب ہے) یہاں بھی اسناد مجازی ہے۔

﴿ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴾

(۲۱) وَلَمَّا وُفِّعَ عَلَيْهِمْ الرِّجْزُ قَالُوا يُؤْمِسُ أَذْغُ لَنَّا رَبَّكَ بِمَا عَاهَدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ

كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۚ (پارہ ۱۹ اعراف، آیت ۳۴)
اور جب بنی اسرائیل پر عذاب نازل ہوا تو کہنے لگے اے موسیٰ (علیہ السلام) اپنے رب سے ہمارے لئے (اس عذاب کے ٹٹنے) کی دعا کیجئے اس عہد کے سبب (برکت سے) جو اللہ نے آپ سے کیا ہے۔ اگر آپ ہم سے اس عذاب کو ہٹا دیں گے تو ہم ضرور ضرور آپ پر ایمان لائیں گے۔ اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے۔

اس آیت میں بنی اسرائیل کے ان الفاظ پر غور فرمائیں کہتے ہیں (لئن کشفْتَ) اگر آپ ہم سے عذاب کوٹال دیں گے حالانکہ عذاب کا رفع کرنا (اٹھانا) اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے تو یہاں عذاب کے اٹھانے کی نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب مجازی ہے

﴿ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴾

(۲۲) خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا. سورۃ توبہ، آیت (۱۰۳)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ (اے پیارے محبوب ﷺ) انکے مالوں میں سے زکوٰۃ لو اس مال زکوٰۃ کے ساتھ انہیں پاک کرو اور انہیں خوب پاک کرو۔

اس آیت کریمہ میں (تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ) اے محبوب ﷺ آپ انکو پاک طیب و طاہر فرمادیں حالانکہ گناہوں سے پاک کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے تو یہاں حضور پر نور ﷺ کی طرف نسبت مجازی ہے۔

﴿اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے﴾

(۲۳) اِنَّا مُنَجِّوْكَ وَاَهْلَكَ الْاَمْرُ اَتَاكَ كَاَنْتَ مِنَ الْغَابِرِيْنَ ط پارہ ۲۰۔ عنکبوت۔ رکوع۔ ۴/۱۶
 اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے
 (فرشتوں نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہا اے نوح) ہم آپکو اور آپکے اہل (ماننے والوں
 کو) نجات دیں گے (اس طوفان سے بچائیں گے) سوائے آپ کی زوجہ کے کہ وہ جانے
 والوں میں سے ہے۔

یہاں (انا منجوک) کا جملہ غور طلب ہے کہ فرشتوں نے کہا کہ ہم آپ اور آپکے ماننے
 والوں کو نجات دیں گے حالانکہ نجات دینے والا اللہ کریم کی ذات ہے۔ سو معلوم ہوا کہ
 یہ نسبت مجازی ہے۔

﴿اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے﴾

(۲۴) اِنَّا مُهْلِكُوْا اَهْلَ هَذِهِ الْقَرْيَةِ . الْاٰیۃ . پارہ (۲۰) سورة عنکبوت . آیت (31)



اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (فرشتوں نے کہا) کہ ہم ضرور ضرور اس بستی والوں کو ہلاک کریں گے
 اس آیت کریمہ میں (اِنَّا مُهْلِكُوْا) میں (اہل قریہ) کو ہلاک کرنے کی نسبت فرشتوں نے اپنی
 طرف کی ہے حالانکہ ہلاک کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔



میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں کہ قرآن کریم کی آیات بینات و اصول فقہ سے ثابت
 ہوا کہ اگر کوئی مسلمان یہ کہے، یا غوث اعظم و شکیبہ میری یہ فلاں مشکل حل فرمادیں، یا یوں
 کہا، یا پیر بابا (شیخ علی ترمذی پیر خراساں) میرا فلاں کام کر دیں، سو اس طرح کہنا شرعاً جائز
 ہے، کیونکہ یہ اسناد مجازی ہے، اسناد مجازی مراد لینا ہی واجب ہے، ان الفاظ سے اسناد حقیقی
 مراد لینا محال ہے۔

حضور پر نور ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کا ثبوت

و مانعین کی تردید

تین سو بحث

رسول کریم ﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت کیلئے سفر کرنے کا ثبوت اور مانعین کا رد
تمام علماء اس بات پر متفق ہیں، کہ ابن تیمیہ علیہ ماعلیہ کا قول (زیارت روضہ رسول ﷺ
کے بارے) میں مردود ہے، ابن تیمیہ کا یہ قول کہ
(۱) رسول اکرم ﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت کرنا حرام ہے۔
(۲) رسول اکرم ﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت کیلئے سفر کرنا حرام ہے۔
(۳) ابن تیمیہ علیہ ماعلیہ کہتا ہے، کہ اگر کسی مسلمان نے اپنی زوجہ کو تین طلاق مغلظ
دیں تو یہ واقع نہیں ہوتیں۔ (نعوذ باللہ من اقوال الوهابیۃ الضالۃ المضلۃ، مترجم)
شیخ یوسف بن اسماعیل النجافی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن حجر کے کلام کو ترجیح دی ہے
اور ابن تیمیہ کا رد کیا ہے۔

(۱) قلما یخلو کتاب منها من شذوذه فی مسائل یخالف بہا مذاہب المسلمین و
یشنع علی علماء الاسلام ولا سیما الاولیاء العارفین کالشیخ الاکبر سیدی محی
الدین فقد کفرہ و اخرجہ من الدین ،
مع ان جمہور الامة اتفقوا علی انہ من اکابر الاولیاء و سموہ سلطان الاولیاء و اظن
بل اتیقن ان السبب الوحید لعدم انتفاء الناس بکتب ابن تیمیہ و علمہ مع
جلالۃ قدرہ شذوذه فی تلک المسائل و اعتراضہ علی هؤلاء الاکابر و ما شبہت
الابکنوز مملوۃ من الجواهر النفیسة و لکنہ امر صورۃ من بدعہ و مخالفتہ للامة
بحیات قاتلات فہنی تمنع الناس من الاقبال علما و الانتفاع بہا .

مواہب لدینۃ مقصد عاشر فصل ثانی مصنفہ ابن حجر عسقلانی . ثم عجالہ بر سادولہ (۱۷)

(۲) وقد افراط ابن تیمیہ من الحنابلۃ حیث حرم السفر لزیارۃ النبی ﷺ کما افراط
غیرہ حیث قال کون الزیارة قربة معلومة من الدین بالضرورة و جاحدہ محکوم علیہ
بالکفر و لعل الثانی اقرب الی الصواب لان تحریم ما جمیع العلماء فیہ
بالاستحباب یكون کفرا لانه فوق تحریم المباح المتفق علیہ فی هذا الباب .

شرح القاری للشفاء . ثم رسالہ عجالہ بر سالہ دولہ (۲۱)

(علامہ یوسف النجاشی و علامہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں)

کہ ابن تیمیہ کے قلم میں ایسا زور (گند) تھا کہ اسکے قلم سے کوئی عالم کوئی ولی اللہ نہ بچ سکا، خصوصاً اولیاء کرام کی تو بہت مخالفت کی جیسے حضرت شیخ اکبر سیدی محی الدین رحمۃ اللہ علیہ، جو بالاتفاق ولی اللہ تھے، بلکہ جمہور علماء اس پر متفق ہیں، کہ سیدی محی الدین (رحمت اللہ علیہ) اکابر اولیاء میں سے تھے، اور انہیں سلطان اولیاء کے نام سے ہمیشہ یاد کرتے ہیں، مگر ابن تیمیہ (علیہ ماعلیہ) نے اس ولی کامل کو بھی نہ بخشا بلکہ انہیں بھی کافر و بے دین کہا اور لکھا (نعوذ باللہ)

مذہب اربعہ (کے آئمہ) سے مسائل میں مخالفت کی، ابن تیمیہ باوجودیکہ بڑے عالم تھے مگر (اپنے قلم سے مسلمانوں پر کفر و شرک کے حکم صادر کرنے علماء و اولیاء اللہ کو کافر و مشرک گرداننے کی وجہ سے) مسلمانوں نے انکی کتابوں کی طرف التفات نہ کیا، جبکہ یہ علماء و اولیاء اللہ (جنگے سینے) بلاریب اللہ تعالیٰ کے (اسرار و رموز) کے نفیس و عمدہ موتیوں سے بھرے ہوئے ہیں، لیکن (ابن تیمیہ نے اپنے قلم اور اپنی بدعات و مخالفت اولیاء و علماء سے ان نفوس قدسیہ کے بارے میں ایسے خرافات لکھے اور زبان سے کہے) کہ انکی مثال اس زہریلے سانپ کی طرح ہے جو خزانے کے ارد گرد بیٹھ جائے اور کسی کو اس خزانہ سے مستفیض نہ ہونے دے، اس نے بھی اسی طرح سانپ بن کر مسلمانوں کو ان نفوس قدسیہ کے پاس زیارت کے لئے آنے اور رفع حاصل کرنے سے منع کرنے کی ناکام کوشش کی۔

صاحب شرح القاری لکھتے ہیں

ابن تیمیہ علیہ ماعلیہ نے حنابلہ پر بہتان لگایا ہے اور بہت زیادتی کی ہے (یہ کہہ کر کہ) (کہ میں حنبلی ہوں اور پھر یہ لکھا) کہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کے لئے جانا حرام ہے، یہ حنابلہ پر بہت زیادتی ہے (اس لئے کہ انہوں نے ایسی گستاخی نہیں کی) جبکہ ایک طاغفہ (گروہ) نے بھی افراط و تفریط سے کام لیا اور انہوں نے کہا کہ روضہ رسول ﷺ کی زیارت دین کے ان قربات معلومہ ضروریہ میں سے ہے (یعنی وہ عبادات جن کا اداء کرنا ضروری ہے) اور اس سے انکار کرنے والے پر کفر کا فتویٰ صادر کیا ہے سو یہ قول

بھی افراط فی الدین ہے لیکن دونوں اقوال میں (ابن تیمیہ کا قول حرمت، دوسرے طبقہ کا قول قربات معلوم ضروریہ اور منکر پر کفر کا فتویٰ) ان دونوں طرح کے افراط و تفریط میں قول ثانی پھر بھی اقرب الی الصواب ہے (حق کے قریب ہے) کیونکہ جس کام کو علماء اسلام نے مستحب کہا ہے سو اسے حرام کہنا کفر ہے۔ جیسے کہ علماء اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ اگر اسلام میں کوئی شی مباح بھی ہو اور کوئی اسے (بلا دلیل) حرام کہے تو یہ بھی کفر ہے تو مستحب امر کو حرام کہنا اس سے بڑھ کر ہے (یعنی مباح کو حرام کہنے والا اگر کافر ہے تو مستحب کو حرام کہنے والا بطریق اولیٰ کافر ہوگا)۔

آگے لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ اور اس کا تلمیذ خاص ابن قیم بن عبدالحادی نے ان مسائل اور دیگر مسائل میں چونکہ اجماع امت کی مخالفت کی ہے سو وہ مذہب حنبلی سے بھی خارج ہو گیا۔

نیز ابن تیمیہ نے نہ تو کسی عالم و فقیہ و صوفی کو چھوڑا اور نہ کسی عالم علم کلام کو اور نہ حضرت اشعریؒ کو اور نہ جناب ماتریدیؒ کو بخشا (تمام علماء و اصفیاء پر کفر و شرک کے فتوے صادر کئے) خذله اللہ تعالیٰ

﴿حضرت علامہ شہاب الدین الخفاجی الحنفی﴾

شرح شفاء میں لکھتے ہیں

کہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا لعن اللہ قومًا اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد (اللہ کی لعنت ہو اس قوم پر جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کے قبور کو مسجدیں بنا ڈالا) کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

(۳) واعلم ان هذا الحديث هو الذي دعى ابن تيمية ومن تبعه كابن القيم الى مقالته الشنيعة التي كفروه بها وصنف فيها السبكي مصنفًا مستقلًا. وهي منة من زيارة قبر النبي ﷺ وشد الرحال اليه وهو كما قيل لمهبط الوحي حقابر حل السجب. وعند المرتجى ينتهي الطلب فتوهم انه حمي جانب التوحيد بخرافات لا ينبغي ذكرها. فانها لا تصدر عن عاقل فضلا عن فاضل.....

شرح شفاء للخفاجی. ثم رساله عجاله برساله دوله (۲۱)

ابن تیمیہ اور اسکے متبعین جیسے ابن قیم نے اس حدیث شریف کو (رسول اللہ ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت نہ کرنے کے دلائل میں پیش کر کے علماء اسلام و مسلمانوں پر کفر کے فتوے صادر کئے اور اپنے مقالوں میں نہایت خرافات لکھے) جسکی وجہ سے علماء اسلام نے اسے (اور اسکے متبعین کو) کافر کہا، بلکہ امام سبکی رحمت اللہ علیہ نے تو رسول اللہ ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کرنے کے جواز و ثواب، اور مانعین کے رد میں مستقل رسالہ لکھا ہے، اور شد الرحال کی بہترین توضیح کی ہے،

رسول اللہ ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت ایک تو اس وجہ سے بھی کی جاتی ہے کہ یہ وہ مقام رفیع ہے جہاں وحی الہی نازل ہوا کرتی تھی۔ نیز یہ وہ مقام اقدس ہے کہ جس کی طرف صحابہ و تابعین و اولیاء کاملین نے رحلت سفر باندھا۔ نیز یہ وہ مقام مقدس ہے کہ جس نے اس مقام پر جو دعائیں مانگیں شرف قبولیت ملی،

مگر ابن تیمیہ اور اسکے متبعین نے رسول اللہ ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کو منع اور شرک کہہ کر یہ سمجھا کہ میں نے (شائد بزعم فاسد) توحید کو بچایا (نعوذ باللہ) اس باب میں ابن تیمیہ علیہ ما علیہ نے ایسے ایسے خرافات لکھے ہیں جنہیں بیان کرنا میں مناسب بھی نہیں سمجھتا، باوجود علم کے دعویٰ کے ابن تیمیہ سے ایسی خرافات صادر ہوئیں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) جب کہ ایسی خرافات کے وقوع کا کسی (عام) عاقل سے بھی امید نہیں کی جاسکتی۔

﴿حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمت اللہ علیہ﴾

شد الرحال والی حدیث کی تشریح و توضیح کرنے کے بعد لکھتے ہیں

(۴) فبطل بذلك قول من منع بشد الرحال الى زيارة القبر الشريف وغيره من القبور الصالحين والله اعلم . . . فتح الباری ثم رسالہ عجالہ بر سادولہ (۲۱)

(میری اس تشریح کے بعد) جو شخص نبی کریم ﷺ اور بزرگان دین کے مزارات کی طرف سفر کرنے سے روکتے ہیں (یا روکنے کی بات کرتے ہیں) میری اس توضیح کے بعد انکا قول باطل ہو گیا۔

شرح مواہب میں لکھتے ہیں

(۵) ولکن هذا الرجل (یعنی ابن تیمیہ) ابتدع له مذهبا وهو عدم تعظیم القبور وانها انما تزار للترحم والاعتبار بشرط ان لا يشد اليها رحل. فصار كل ما خالفه عنده كالصائل لا يبالي بما يدفعه. فاذا لم يجد له شبهة واهية يدفعه بها بزعمة. انتقل الى دعوى انه كذب على من نسب اليه مجازفة وعدم نصفه وقد انصف من قال فيه علمه اكبر من عقله۔ شرح مواہب للدينى ثم عجلاله برسا دولہ (۳۰)

ابن تیمیہ ایسا (گمراہ) شخص ہے کہ اس نے ایک نیا دین گھڑ لیا ہے (اسکے دین میں) اہل قبور کی تعظیم معدوم ہے، حالانکہ اہل قبور کی زیارت تو محض اس لئے کی جاتی ہے کہ (چونکہ مسلمانوں کی قبریں جنت کے باغوں میں سے باغات ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول کے مقامات ہیں تو یہاں آکر) مسلمان زائر، رحمت الہی کا طلب گار ہوتا ہے، نیز یہ مقامات عبرت ہیں (زائر، عبرت حاصل کرے کہ جب یہ مسلمان اور بزرگان دین اس فانی دنیا کو چھوڑ کر جاسکتے ہیں تو میں نے بھی ایک دن جانا ہی ہے عبرت حاصل کر کے اپنے اعمال کو درست کر لے)

(جبکہ ابن تیمیہ) لا تشدد الروح حال کی شرط لگاتا ہے، تو اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی حملہ آور حملہ کرتا ہے، اور سمت مخالف سے مخالفت میں کچھ بھی آئے یہ اسکی پرواہ ہی نہیں کرتا یہاں تک کہ جب اسکے زعم میں کوئی شبہ و اہیہ نہ پایا جائے جسکے ساتھ وہ سمت مخالف کا دفاع کر سکے تو پھر اپنے دعویٰ کی طرف راجع ہوتا ہے، اور یقین کرتا ہے کہ میرا دعویٰ غلط ہے جھوٹ پڑی ہے اور میں نے انصاف نہیں کیا (پھر بھی وہ جھوٹا انسان اتنا بٹ دھرم ہے کہ اسکی پرواہ ہی نہیں کرتا) کسی نے سچ کہا ہے کہ ابن تیمیہ (علیہ ماعلیہ) وہ شخص ناسمجھ تھا جسکا علم اسکی عقل سے زیادہ تھا (یعنی اللہ نے علم تو دیا مگر عقل اس سے چھین لی اسی ناسمجھی اور عقل نہ ہونے کی بنا وہ مسلمانوں پر بے جا کفر و شرک کے فتوے صادر کرتا تھا)

﴿ علامہ ابن زین العابدین شامی فرماتے ہیں ﴾

(۶) وزيارة قبره رحمۃ اللہ علیہ مندوبة ای باجماع المسلمين ومانسب الى الحافظ ابن تيمية الحنبلي من انه يقول بالنهي عنها فقد قال بعض العلماء انه لا اصل له وانما يقول بالنهي عن شد الرحال الى غير المساجد فلا يخالف فيها كزيارة سائر القبور ومع هذا فقد رد كلامه كثير من العلماء وللإمام السبكي فيه تاليف منيف. شامی جلد ۲، اخر الحج (۲۷۹)۔

نبی محترم کے روضہ اطہر کی زیارت کرنا باجماع مسلمین مستحب ہے (کسی مسلمان عالم نے مخالفت نہیں کی سوائے ابن تیمیہ کے) اور اس مخالفت کی نسبت ابن تیمیہ ہی کی طرف ہے (سرکارِ دو عالم رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ اطہر کی زیارت سے روکنا کفر و شرک کہنا) سواس (گمراہ کی بات ایک تو قابل التفات ہی نہیں دوسرا یہ کہ) اسکے اس (دعوے) کی کوئی اصل نہیں۔ رہی اسکی یہ دلیل کہ (حضور رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ لا تشد الرحال الا الى ثلاثة مساجد۔ نہ باندھے جائیں کجاوے مگر تین مساجد کی طرف) ابن تیمیہ کا اس مقام پر اس حدیث کو دلیل بنانا (اسکی جہالت پر دلالت کرتا ہے اس لیے کہ اس حدیث میں زیارة قبور کا ذکر تک نہیں بلکہ مساجد ثلاثہ کا ذکر ہے تو اس حدیث کو قبور کی زیارت یا حضور پر نور رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ اقدس کی زیارت سے منع کی دلیل بنانا جہالت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ مترجم)

زیارت قبور سے کسی مسلمان عالم دین نے منع نہیں کیا کیونکہ نفس زیارت القبور میں کوئی مخالفت ہے ہی نہیں۔ بہت سارے علماء نے اسکی (ان خرافات کی وجہ سے سخت مخالفت کی ہے) اور اسکے اقوال کی تردید کی ہے۔ بلکہ حضرت علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اسکے رد میں مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے۔

میں کہتا ہوں

اقول ليت شعري قول بعض العلماء انه لا اصل له (الى آخره) غلط فاحش لا ترى الى من كان بمسافة السفر لا يكون له طريق الى الزيارة سوى شد الرحال. فهذا ممنوع عنده من الزيارة فيكون آخر كلام هذا البعض منافي لاول كلامه. فظهر انه يقول (ابن تيمية) بمنع زيارة البعيد من المدينة. وشد الرحال.

مجھے افسوس ہے کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ (ابن تیمیہ کی طرف جو بات منسوب ہے شد الرحال والی) اس کی کوئی اصل نہیں غلط ہے، حالانکہ اسکے اقوال میں سے شد الرحال والی بات ثابت ہے، رہا شد الرحال الی زیارت القبور (کجاوے باندھنا زیارت قبور کیلئے) سوا اسکے بغیر تو کوئی چارہ نہیں، کیونکہ جب زائر اور صاحب مزار میں فاصلہ ہو (اور یہ مسلمان جانا چاہتا ہو) تو (میں کہتا ہوں کہ یہ مسلمان بغیر) شد الرحال کے کیسے جائے گا، چونکہ اس کا کلام کہ زیارت قبور کیلئے شد الرحال منع ہے اب اگر اسکے قیوعین علماء یہ کہیں کہ وہ شد الرحال الی القبور کا کہنے والا نہیں) تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کا کلام ثانی کلام اول کے منافی ہے (جبکہ آج تک اس کا اپنے کلام سے انکار ثابت نہیں) تو لا محالہ ماننا پڑیگا کہ ابن تیمیہ مدینہ منورہ سے دور رہنے والوں کے لئے اب بھی شد الرحال کا قائل ہے (جبکہ ہم نے اس بات کو باطل ثابت کر کے اسکے قول کو مردود ٹھرایا ہے)

﴿ حضرت علامہ زرقانی ﴾

شرح مواہب میں لکھتے ہیں

(۷) قال ابن تیمیہ ومالک من اعظم الائمة کراهیة لذلك (ای لزیارة قبر النبی ﷺ) یقال له جی ای کتاب نص علی کراهیة فانه نص فی روایة ابن وهب عنه وهو اجل اصحابه انه یقف للدعاء و اقل مراتب الطلب الاستحباب وجزم به الحافظ ابوالحسن القابسی (رحمة الله علیه) وابوبکر بن عبدالرحمن وغيرهما من ائمة مذهب مالک. وجزم به العلامة خلیل بن اسحاق فی منسکة افما یمستحی هذا الرجل من تکذیبہ بمالک یحط بعلمه انه صار کل ما خالف ما ابتدعه بفاسد عقله کالصائل لا یمالی بما یدفعه. فاذا لم یجد له شبهة واهیة یدفعه بها بزعمه. انتقل الی دعوی انه کذب علی من نسب الیه مجازفة وعدم نصفة وقد انصف من قال فیہ علمه اکبر من عقله شرح المواہب للذہبی ثم رساله عجاله برساده له (۳۰).....

ابن تیمیہ نے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ (پر الزام لگایا ہے) کہ مذہب کے اتنے بڑے امام نے نبی کریم ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کیلئے (شد الرحال کو) مکروہ (ناپسند) کہا ہے، ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ وہ کوئی دلیل یا کتاب ہے جس میں امام مالک رحمۃ

اللہ علیہ نے (نبی کریم ﷺ) کے روضہ اقدس کی زیارت کیلئے شدالرحال کو مکروہ یا منع لکھا ہو بلکہ ہم دلیل پیش کرتے ہیں کہ) حضرت ابن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معتمد خاص (وہ ساتھی جو امام مالک کے جلیل القدر ساتھیوں میں سے ہیں) وہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضور پر نور ﷺ) کے روضہ اقدس کے پاس (کھڑے ہو کر دعا مانگتے تھے۔ کم مراتب والا (اپنے) حوائج (اعلیٰ مرتبہ والے سے طلب کرتا ہے) مالکی مذہب کے ائمہ حضرت حافظ ابوالحسن القاسمی حضرت ابوبکر بن عبدالرحمن وغیرہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے، حضرت علامہ خلیل ابن اسحاق نے بھی اپنی مذکر (کتاب) میں اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ تو کیا اس شخص ابن تیمیہ کو حیا و شرم نہیں آتی، جس نے ایسا جھوٹ بولا جسے اس کا علم بھی احاطہ نہیں کر سکتا۔

اس شخص (ابن تیمیہ) نے بزعیم فاسد جو مخالفت کی ہے حقیقتاً یہ دین میں ایک نئی بدعت ہے تو اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی حملہ آور حملہ کرتا ہے، اور سمت مخالف سے مخالفت میں کچھ بھی آئے یہ اسکی پرواہ ہی نہیں کرتا یہاں تک کہ جب اسکے زعم میں کوئی دلیل نہ پائی جائے جسکے ساتھ وہ سمت مخالف سے دفاع کر سکے تو پھر اپنے دعویٰ کی طرف راجع ہوتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ میرا دعویٰ غلط ہے جھوٹ پڑی ہے اور میں نے انصاف نہیں کیا (پھر بھی وہ جھوٹ انسان اتنا ہٹ دھرم ہے کہ اسکی پرواہ ہی نہیں کرتا) کسی نے سچ کہا ہے،

کہ ابن تیمیہ علیہ ماعلیہ وہ شخص نا سمجھ تھا جسکا علم اسکی عقل سے زیادہ تھا (یعنی اللہ نے علم تو دیا مگر عقل اس سے چھین لی اسی نا سمجھی اور عقل نہ ہونے کی بنا وہ مسلمانوں پر بے جا کفر و شرک کے فتوے صادر کرتا تھا)

﴿روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کے مسئلہ میں امام مالک رضی اللہ عنہ﴾

کے قول کی تحریف معنوی

ابن تیمیہ کہتا ہے کہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے۔

عن مالک انه كره ان يقول زرت قبر النبي ﷺ اس طرح کہنا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کی ایسا کہنا مکروہ (ناپسندیدہ) ہے۔

﴿امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ﴾
 وقد اجاب عند المحققون من اصحابہ بانہ مکروہ ادباً لا اصل للزيارة فانها من الفضل
 الاعمال واجل القربات الموصلة الى ذی الجلال وان مشروعتها محل اجماع
 بلا نزاع والله تعالى الهادي الى الصواب. قسطلانی فتح الباری. ثم رساله عجالة بر سادوله (۲۰)



امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے جواکبر و محققین ہیں، انہوں نے امام مالک
 رضی اللہ عنہ کے اس قول کی توضیح کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ امام مالک کا یہ فرمانا کہ یوں
 نہ کہو کہ میں نے حضور ﷺ کی قبر کی زیارت کی (اس پر غور کیا جائے تو اس میں جو لفظ ہے
 قبر کی زیارت کی) اس طرح کہنے کو امام مالک نے ناپسند فرمایا (یعنی یوں نہ کہو کہ میں
 نے حضور ﷺ کی قبر کی زیارت کی بلکہ یوں کہو کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے روضہ انور کی
 زیارت کی) اس آستانہ عالی شان کا ادب سکھانے کیلئے امام مالک رضی اللہ عنہ نے کلمات
 مذکورہ بالا فرمائے، نہ کہ روضہ اطہر کی زیارت سے منع فرمایا (کیونکہ رسول کریم ﷺ کے
 روضہ اقدس کی زیارت تو افضل الاعمال (تمام اعمال میں افضل) اور اجل القربات (اللہ جل
 جلالہ کی قربت کا ذریعہ) ہے۔

نیز یہ تو ایسا مسئلہ ہے کہ اس کی مشروعیت پر تمام علماء اسلام کا اجماع ہے،
 اللہ تعالیٰ ہی حق تک پہنچانے والا ہے (وہی اللہ موصول الی المَطْلُوب ہے)
 (۳) نبی کریم ﷺ روضہ اطہر میں حیات ہیں، لہذا مقام ادب یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ
 میں نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی، ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بوجہ حیات النبی ﷺ
 کے یوں کہنا خلاف ادب ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کی، امام مالک
 کے اس قول کا مطلب بھی یہی ہے، البتہ ابن تیمیہ نے غلط سمجھا اللہ اسے عقل دے
 رسالہ عجالة بر سادوله (۲۲)

﴿دعا کی وقت روضہ اطہر شریف کی جانب منہ کرنے کا ثبوت﴾

[و مانعین کی تردید]

چوبیسویں بحث

دعا کے وقت روضہ اطہر کی جانب منہ کرنے کے جواز کا ثبوت اور مانعین کا ردِ بلیغ۔

(۱) قال ابن الهمام الحنفی ان استقبال القبر الشریف افضل من استقبال القبلة
واما ما نقل عن الامام ابی حنیفہ ان استقبال القبلة افضل فمرود و بیمار و اہ الامام
بنفسہ فی مسندہ عن ابن عمر انہ قال من السنة استقبال القبر المکرم وجعل الظہر
للقبلة. فتح القدیر جلد (۱) ثم رسالہ عجالہ بر سادولہ (۲۳)

حضرت علامہ ابن ہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (مدینہ طیبہ میں حاضر ہو کر مواجہ شریف
کے سامنے) دعا مانگتے وقت قبلہ شریف کھم بجائے روضہ اطہر کے سامنے منہ کرنا افضل ہے
اور وہ روایت جو امام اعظم کی جانب منسوب کر کے نقل کی گئی ہے جس میں کہا گیا ہے
کہ امام اعظم نے فرمایا ہے کہ دعا مانگتے وقت قبلہ شریف کی طرف منہ کرنا افضل ہے یہ
روایت ہی غلط ہے (یہ امام اعظمؒ پر بہتان ہے) بلکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے تو اپنی
مسند میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، کہ حضرت عبداللہ ابن
عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، کہ روضہ رسول ﷺ کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ دعا کی وقت
بجائے قبلہ شریف کے روضہ اطہر کی طرف منہ کرے اور قبلہ شریف کی جانب پشت ہو۔

﴿علامہ زرقانی نے دعا کی وقت ائمہ اربعہ کے اقوال سے ثابت کیا ہے﴾
کہ دعا کی وقت نبی کریم ﷺ کے روضہ اطہر و اقدس کی جانب منہ کر کے دعا مانگی جائے۔
نیز لکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے وہ
صحیح نہیں (کیونکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی روایت جو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما
کے حوالہ سے ہے آپ نے ملاحظہ فرمائی)

(۲) اذلم ينقله عن الامام احمد من اهل مذهبه بل كتبهم طافة باستحباب التوسل
(بماہل القبور) ونقل المخالف غير معتبر فايك ان تغرب بذلك. شرح المواہب

نیز احناف میں سے کسی نے اس قول کو نقل نہیں کیا بلکہ احناف کی کتابیں اہل قبور کے توسل کے ثبوت سے بھری ہوئیں ہیں، لہذا مخالفین کا قول معتبر نہیں خیال کرنا کہیں مخالف کا قول سچے دھوکے میں نہ ڈال دے۔ رسالہ عجالہ بر مسادولہ (۲۲)

☆۔۔۔ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والوں میں سے ایک راوی ابن حمید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ (۳) روى القاضى عياض بسنده الى ابن حميد احد رواة مالک قال نظر ابو جعفر امير المؤمنين مالک کافى مسجد رسول الله ﷺ فقال مالک يا امير المؤمنين لا ترفع صوتک فى هذا المسجد فالله ادب قوما فقال (لا ترفعوا اصواتکم) ومد قوما فقال (الذين يغضون اصواتهم) وذم قوما فقال (ينادونک) وان حرمتہ ميتا کحرمتہ حيا۔ فاستکان له ابو جعفر۔ وقال يا ابا عبد الله استقبل القبلة وادعوا۔ ام استقبل رسول الله ﷺ فقال ولم تصرف وجهک عنه وهو وسيلتک ووسيلة ابيک ادم على نبينا وعليه الصلوة والسلام الى الله تعالى يوم القيامة۔ بل استقبله واستشفع به فيشفعه الله تعالى۔ شفاء۔ قاضی عیاض۔

امام مالک رضی اللہ عنہ مسجد نبوی شریف میں (تشریف فرما تھے کہ اچانک) امیر المؤمنین ابو جعفر منصور نے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کی طرف التفات کی (دیکھا) سو حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے ابو جعفر منصور سے فرمایا اے امیر المؤمنین مسجد نبوی شریف میں اپنی آواز پست کر، بلند نہ کرنا (یہ جائے ادب ہے) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو (اس مقام علیاکا) ادب سکھاتے ہوئے فرمایا ہے (لا ترفعوا اصواتکم) (میرے محبوب ﷺ کے دربار میں) اپنی آوازوں کو پست رکھو (اور جو لوگ سرکارِ دو عالم ﷺ کے دربارِ گوہر میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ انکی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے) (الَّذِينَ يَغُضُّونَ اصْوَاتَهُمْ) وہ لوگ جو (میرے محبوب دو عالم ﷺ کے دربارِ گوہر میں) اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں (اور جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو جیسے ایک دوسرے کو پکارا جاتا ہے اس انداز سے پکارا تو اللہ تعالیٰ نے اس طرح پکارنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا) (يُنَادُونَکَ) اے پیارے محبوب ﷺ (جو لوگ) (آپ کو اس طرح) پکارتے ہیں (جس طرح وہ ایک دوسرے کو پکارتے ہیں

ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے)

(جو احباب ان آیات کو مکمل دیکھنا چاہتے ہیں وہ سورہ الحجرات میں اسی سورۃ کے ابتدائی آیات کا مطالعہ فرمائیں۔ مترجم)

(اے امیر المؤمنین ابو جعفر) حضور پر نور ﷺ کی عزت و ادب و احترام اسی طرح کیا جاتا ہے جس طرح حضور پر نور ﷺ کی عزت و احترام (دنیا کی) زندگی میں کیا جاتا تھا، سو امیر المؤمنین ابو جعفر منصور حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہوئے، اور عرض کیا (امام مالک کے ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے نام نہ لیا بلکہ کنیت سے پکارتے ہوئے یوں کہا) یا ابا عبد اللہ (یہ امام مالک رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) کیا دعا مانگتے وقت میں قبلہ شریف کی جانب منہ کر کے دعا مانگوں یا حضور پر نور ﷺ کی جانب منہ کر کے دعا مانگوں،

تو حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے امیر المؤمنین کیا آپ اس ذات اقدس سے منہ پھیرنا چاہتے ہیں جو (بارگاہ، خداوندی میں) تیرا بھی وسیلہ ہیں اور سیدنا آدم علیہ السلام کے بھی وسیلہ ہیں (بلکہ قیامت تک جمع امت کیلئے بارگاہ خداوندی میں وسیلہ ہیں سو دعا مانگتے وقت اس عظمت والے نبی محترم ﷺ سے چہرہ کسی دوسری طرف جانب کیونکر پھیرا جاسکتا ہے) بلکہ تو رحمت عالم ﷺ کی جانب ہی منہ کر اور بارگاہ خداوندی میں حضور پر نور ﷺ کا وسیلہ پیش کر، رب کائنات ﷻ سرور کائنات ﷻ کی شفاعت تیرے حق میں قبول فرمائے گا۔

﴿حضرت علامہ شہاب خفاجی حنفی فرماتے ہیں﴾

(۴) وفيه رد على ما قاله ابن تيمية من ان استقبال القبر الشريف في الدعاء عند الزيارة امر منكر لم يقل به احد ولم يرو الا في اوردھا المصنف قاضى عياض هذا (اي في الشفاء) ولله در المصنف حيث اوردھا بسند صحيح. وذكر انه تلقى عن علة من ثقة مشايخه فقول ابن تيمية انها امر منكر كذب محض ومجازفة من ترهاته وقوله لم يقل لم يرو اباطل فان مذهب مالک واحمد والشافعي (والامام الاعظم كما مر) استحباب الاستقبال القبر الشريف في السلام والدعاء وهو مسطر في كتبهم. شرح الشفاء لم رساله عماله بهر سادوله (۲۴)

ابن تیمیہ نے جو کہا ہے کہ دعائے نکتہ وقت رسول اللہ ﷺ کی جانب منہ کر کے دعا کرنا غلط ہے اس (مردود کا) یہ کہنا غلط ہے، اس بات کو آج تک علماء اسلام میں کسی نے نہیں کہا (سوائے اس مردود کے) اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی اس (مردود) نے افتراء باندھا (جبکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو کیا ان کے شاگردوں معتقدین محبین میں سے کسی نے ایسی گستاخی نہیں کی الحمد للہ) اس پورے واقعہ کو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ثقہ روایت (منضوط راویوں سے) روایت کیا ہے

سو ثابت ہوا کہ ابن تیمیہ (خود بھی مردود) اور قول بھی مردود ہے، اور پرلے درجے کا جھوٹا ہے، بلکہ دیگر خباثتوں کی طرح یہ بھی اسکی ایک عجب خباثت ہے، اور ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ اس باب میں کسی کا کوئی قول یا روایت موجود نہیں، اس کا یہ کہنا باطل ہے، کیونکہ ائمہ اربعہ کے نزدیک حضور پر نور ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کیلئے سفر کرنا جائز اور صلوة و سلام پیش کرتے وقت نیز دعائے نکتہ کے وقت حضور پر نور ﷺ کے روضہ اطہر کی جانب منہ کرنا مستحب ہے، یہ چاروں ائمہ کے کتب میں موجود ہے۔

علامة الوهابية. القول بكون العرش مكان الله تعالى هو مردود و كفر عند جميع اهل السنة والجماعة.

ابن تیمیہ جو وہابیوں کا پیشوا ہے نے یہ بھی کہا ہے کہ عرش مکان الہی ہے (نعوذ باللہ) ابن تیمیہ کا یہ قول اہل سنت و جماعت کے نزدیک مردود و کفر ہے۔

معلوم ہوا کہ ائمہ اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ سرکارِ مدینہ پر نور ﷺ پر صلوة و سلام پیش کرنے کے بعد دعائے نکتہ وقت قبلہ شریف کی طرف پشت کر کے دعائے نکتہ چاہئے۔ مانعین کا قول مردود ہے۔

وقت دعا ہے چہرہ تیرا محبوب ﷺ کی جانب

قول ائمہ ہے اب تو ہو مسرور اے صاحب (سزیم)

﴿انبیاء کرام واولیاء کے تبرکات کا ثبوت﴾

قرآن وحدیث کی روشنی میں

انبیاء کرام واولیاء اللہ کے تبرکات کا ثبوت قرآن کریم واحادیث صحیحہ ومعبر علماء کرام کے اقوال کی روشنی میں اللہ تعالیٰ ﷻ حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ قرآن کریم میں ذکر فرماتا ہے۔

(۱) جب یوسف علیہ السلام کو والد محترم (حضرت یعقوب علیہ السلام) کی بینائی جو محبت یوسف میں چلی گئی تھی کاعلم ہوا تو یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے کہا)

اَذْهَبُوا بِقُمُصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰی وَجْهِ اَبِيْ يٰٓاْتْ بَصِيْرًا (الیٰ قوله تعالیٰ)

فَلَمَّا نَ جَاءَ النُّبَشِيْرُ اَلْقَاهُ عَلٰی وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا (۱۳) سورۃ یوسف رکوع ۱۰/۸

(میرے بھائیو) میری یہ قمیص لیجا کر باجان کے چہرہ (مبارک) پر ڈال دو بینائی (انشاء اللہ اس قمیص کی برکت سے) واپس آجائے گی (الیٰ قوله تعالیٰ) سو جب آیا خوشخبری دینے والا

ڈالا اسے وہ قمیص (حضرت یعقوب علیہ السلام) کے چہرہ (مبارک) پر تو بینائی (اسی وقت) واپس آگئی، غور فرمائیں، کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے کرتہ مبارک کی برکت سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس لوٹ آئی، معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے تبرکات میں شفاء بھی ہے۔

﴿حضرت جلال الدین سیوطی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

وهو قميص ابراهيم عليه السلام الذي لبسه حين القى في النار كان في عنقه في الجب وهو من الجنة امر جبرائيل بارساله له وقال ان فيه ريحها ولا يلقي على مبتلى الا عوفي. جلالین (۱۹۸)

یہ کرتہ جنت سے آیا تھا (پہلی مرتبہ جب حضرت) ابراہیم علیہ السلام کو نارِ نمرود میں ڈالا گیا تو یہی قمیص حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنائی گئی۔ پھر جب یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا گیا تو حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے میں ڈالی گئی۔ پھر جبرائیل امین علیہ السلام کو حکم ہوا کہ (یوسف علیہ السلام سے کہا جائے) کہ یہ کرتہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس بھیجا جائے۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ اس کرتے میں جنت کی خوشبو بھی تھی۔ نیز جس مریض

پڑائی جاتی (باذن اللہ) اس قمیص کی برکت سے شفا یاب ہو جاتا۔

(۲) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ

الْمُوسَىٰ وَآلَ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ بِرَاحَةَ ۲. سورة بقرہ. رکوع ۱۶/۳۲

(حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے حالات ابتر ہوتے چلے گئے اکثریت بت پرستی و سرکشی میں مبتلا ہو گئی، یہاں تک کہ ان پر عمالقہ مسلط ہو گئے (جو قوم جالوت سے مشہور تھے) اللہ تعالیٰ نے شمویل علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی، بنی اسرائیل نے کہا کہ اگر آپ نبی ہیں تو ہم پر ایک بادشاہ مقرر کیجئے تاکہ ہم قوم عمالقہ سے جہاد کریں کیونکہ انہوں نے ہمیں اپنے وطن سے نکالا ہماری اولاد کو قتل کیا حضرت شمویل علیہ السلام نے ان پر طالوت کو بادشاہ مقرر کیا، انکے تقرر پر بنی اسرائیل سخت پاہوئے اور حضرت شمویل سے کہا کہ یہ تو ایک غریب آدمی ہے نیز سلطنت تو یہود بن یعقوب کی اولاد میں چلی آرہی ہے یہ شخص نہ تو امیر ہے اور نہ یہود بن یعقوب کی اولاد میں سے ہیں تو یہ ہمارا بادشاہ کیسے بن سکتا ہے، اب بنی اسرائیل حضرت شمویل علیہ السلام سے مطالبہ کرنے لگے کہ اگر یہ ہمارا بادشاہ ہے تو ہمیں اسکی بادشاہی کی کوئی نشانی دیجئے،

(آیت کا ترجمہ پڑھیں) اور (حضرت شمویل علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے) فرمایا (اسکی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس تابوت آئے گا، اس میں تمہارے لئے رب کی جانب سے دلوں کا چین (اطمینان) ہے، اور (اس میں) موسیٰ (علیہ السلام) اور ہارون (علیہ السلام) کے ترکہ میں سے کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں۔ فرشتے اسے اٹھا لائیں گے۔

(یہ تابوت (صندوق) شمشاد کی لکڑی کا بنا ہوا تھا جسکی لمبائی تین ہاتھ اور چھوڑائی دو ہاتھ تھی۔ اس میں مختلف انواع و اقسام کے تبرکات موجود تھے۔ نیز اس میں توریت شریف کے الواح کا کچھ حصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نعلین شریفین۔ اور آپکے کپڑے آپکا عصا اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ شریف، اور کچھ من (من و سلویٰ جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا تھا) یہ تبرکات موجود تھے۔ موسیٰ علیہ السلام جنگوں کے مواقع پر اسی تابوت کو آگے رکھتے جس سے بنی اسرائیل کو اطمینان اور دشمنوں پر اسکی برکت سے فتح حاصل ہوتی نیز جب بنی اسرائیل کو

کوئی مشکل پیش آتی تو انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے تبرکات سے بھرے ہوئے اس صندوق کو سامنے رکھ کر دعائیں کرتے اللہ تعالیٰ انکی مشکل حل فرماتا۔ خازن۔ و معالم جلد (۱) مدارک جلد (۱) جلالین۔ وغیرہم۔ (تعلیق محمد عبدالعلیم القادری کان اللہ لہ)

ارشاد ربانی ہے

(۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْلُوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشُّهُرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ ۚ بَارَهُ (۶) رکوع ۱۵/۱

اے ایمان والو! شعائر اللہ کی بھرتی نہ کرو (نیز) اور حرمت والے مہینے اور جو جانور (حرم شریف کی طرف اس لئے ہانکے جائیں کہ وہ وہاں ذبح کیے جائیں) اور (وہ جانور) جنکے گلوں میں بار ڈالے جائیں (تاکہ لوگ پہچان لیں کہ یہ حدود حرم میں دس ذی الحج کو اللہ کے نام پر ذبح کیے جائیں گے)

آیات مذکورہ بالا سے تبرکات کی تعظیم و حرمت معلوم ہوئی۔ نیز تبرکات سے بیماروں کو شفاء ملتی ہے دشمنوں پر تبرکات کی برکت سے فتح ملتی ہے۔ یہ تبرکات شعائر اللہ ہیں۔ اور شعائر اللہ کی تعظیم شرعاً واجب ہے۔

﴿حضور پر نور ﷺ کے موئے مبارک سے بیماروں کو شفاء ملی﴾

(۱) عن عثمان بن عبد اللہ بن مہوب ؓ قال ارسلنی اہلی الى سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا بقدر من ماء وکان اذا اصاب الانسان عین او شیء بعث الیہا مخضیہ فاخرجت من شعر رسول اللہ ﷺ وکانَتْ تُمسِکُہُ ففی جُلُجُلٍ من فضة فَخَضَخَتْہُ لہ فشرِب منه قال فاطلعت فی الجُلُجُل فرأیت شعرات حمراء .
رواہ البخاری جلد ۱ ثم مشکوٰۃ الطب والرقی (۳۹۰)

حضرت عثمان بن عبد اللہ بن مہوب ؓ سے روایت ہے کہ مجھے گھر والوں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پانی کا پیالہ دے کر بھیجا، (مدینہ طیبہ میں اگر کسی کو نظر لگ جاتی یا کوئی شخص بیمار ہوتا) تو لوگ حضرت ام سلمہ کے پاس لگن بھیجتے تھے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کا موئے مبارک (بال) نکالتیں، انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے موئے مبارک

کو چاندی کی گٹھی میں رکھا ہوا تھا، اس (بہاریا سے نظر بدیا کوئی عارضہ ہوتا کیلئے) رسول اکرم ﷺ کے موئے مبارک کو (مع اس کچی کے) پانی میں گھول دیتی، اس سے انہوں نے پیا (اور شفا یاب ہو گئے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے اس کچی میں جھانکا تو چند سرخ بال مبارک دیکھے۔

اسی معنی پر مندرجہ ذیل احادیث بھی منقول ہیں

(۲) حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے بخاری۔ ثم مشکوٰۃ۔ ترجمہ۔ (۲۸۲)

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بخاری و مسلم۔ ثم مشکوٰۃ۔ باب الحلق۔ (۲۳۲)

(۴) حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے بخاری۔ جلد (۱) وضوء۔ (۲۹)

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بخاری۔ جلد (۱) وضوء۔ (۲۹)

﴿ شارح عینی نے فرمایا ﴾

كانوا يتبركون ويستشفعون من بركتها فيشربون الماء فيحصل لهم الشفاء. عینی البخاری صحابہ کرام (وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین) اس موئے مبارک سے تبرک حاصل کرتے تھے اور اسکی برکت سے شفا پاتے (اس طرح کہ وہ موئے مبارک پانی میں گھول دیا جاتا) اور وہ اس پانی کو پیتے تو (اللہ تعالیٰ موئے مبارک کی برکت سے) انہیں شفاء عطا فرماتا۔

﴿ حضور پر نور ﷺ کے ہاتھ مبارک سے ﴾

صحابہ کرام تبرک حاصل کرتے

(۱) عن انس رضي الله عنه قال كان رسول الله ﷺ اذا صلى الغداة جاء خدم المدينة بانيتهم فما يوتى باناء الا غمس يده فيه وربما جانه في الغداة الباردة فيغمس يده فيها. رواه مسلم جلد (۲) ص (۲۵۶)

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ جب فجر کی نماز ادا فرماتے تو مدینہ طیبہ (کے رہنے والے) خدام برتنوں سمیت حاضر خدمت ہوتے تو حضور پر نور ﷺ اس پانی میں برکت کیلئے ہاتھ مبارک ڈال دیتے اور کبھی کبھار تو سخت سردی میں (خدام تبرک کے حصول کیلئے اپنے برتن حاضر کرتے تب بھی حضور پر نور ﷺ اپنا دست اقدس اس میں ڈال دیتے۔

﴿علامہ نووی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

کہ اس حدیث شریف سے چند اشیاء ثابت ہوئیں۔

(۱) نبی کریم ﷺ اور صالحین کے آثار سے تبرک کا حصول۔

(۲) تبرک کے حصول (کایہ انداز) کہ حضور ﷺ پانی کے برتن میں ہاتھ مبارک ڈالتے تھے صحابہ کرام ہر موسم میں حضور پر نور ﷺ کے ہاتھ مبارک سے تبرک حاصل کرتے تھے۔

(۳) نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک سے تبرک کا حصول۔

(۴) صحابہ کرام موئے مبارک کی ایسی عزت و تکریم کرتے جو کسی اور بال کی نہ ہوتی،

صحابہ کرام موئے مبارک (کی زیارت اس انداز سے کرتے) کہ (محبت رسول ﷺ میں ڈوبے ہوئے موئے مبارک کی زیارت کیلئے) ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش تو کرتے مگر موئے مبارک ایک دوسرے کی جانب نہ بڑھاتے (جس طرح پانی پیتے وقت پیالہ ایک دوسرے کی جانب بڑھایا جاتا ہے) نووی۔ المسلم جلد ۲۔ (۲۵۶)

﴿نبی کریم ﷺ کے لباس مبارک سے شفاء﴾

(۱) عن ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قال رسول اللہ ﷺ حین توفیت بنتہ علیہ السلام فاذا فرغن (من الغسل) فاذا نسی فلما فرغنا اذناہ فاعطانا حقوہ فقال اشعرنہا ایہا۔ رواہ البخاری بسنة اساتید۔ جلد ۱۔ جنازہ (۱۳۹) و (۱۴۰)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت (زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنت رسول اللہ ﷺ وفات ہوئیں (اور ہم غسل دینے لگیں) تو حضور پر نور ﷺ نے (ہم سے) فرمایا کہ جب تم (زینب کو) غسل دے چکو، تو مجھے بتا دینا، سو جب ہم (حضرت زینب رضی اللہ عنہا) کو غسل دینے سے فارغ ہوئیں تو ہم نے حضور پر نور ﷺ کو اطلاع دی، تو حضور پر نور ﷺ نے ہمیں اپنا تہبند عنایت فرمایا، اور فرمایا اسی میں کفنا دو۔

اللهم صل علی محمد وآلہ وعترتہ بسلام کل معلوم لک
اللهم صل علی محمد وآلہ وعترتہ بسلام کل معلوم لک

﴿علامہ عینی لکھتے ہیں﴾

(۲) هُوَ أَصْلُ فِي التَّبَرُّكِ بِأَثَارِ الصَّالِحِينَ .

کہ یہ حدیث شریف انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام واولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے آثار کے ساتھ تبرک کے حصول کیلئے اصل ہے (پختہ دلیل ہے) عینی البخاری وفتح الباری و نووی و مرقات و لمعات و مدارج النبوة .

﴿حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں﴾

(۳) قَالَتْ اسْمَاءُ هَذِهِ جِبَّةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ (الْحِیْ قَوْلُهَا) فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضَى نَسْتَشْفِي بِهَا. رواه مسلم جلد ۲ لباس (۱۹۱)

(۴) علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آثار صالحین اور انکے لباس سے تبرک حاصل کرنا مستحب ہے حدیث مذکورہ اسکی قوی دلیل ہے۔ نووی المسلم جلد ۲۔ لباس (۱۹۱)

﴿حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں﴾

(۵) عَنْ سَهْلٍ أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ النَّبِيَّ ﷺ بِسُرْدَةٍ مَنَسُوجَةٍ فِيهَا حَاشِيَتَاهُ تَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ قَالُوا الشَّمْلَةُ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ نَسَجْتَهَا بِيَدِي فَجِئْتُ لَا كِسُو كَهَا فَاخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْتَاجًا لِيَهَا فَخَرَجَ الْيَنَاءُ وَانْهَازَ رَهْ فَحَسَنَهَا فَلَانَ فَقَالَ أَكْسَنِيهَا مَا أَحْسَنَهَا فَقَالَ الْقَوْمُ مَا أَحْسَنْتَ لِبَسَهَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْتَاجًا لِيَهَا ثُمَّ سَأَلْتُهُ وَعَلِمْتُ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ قَالَ إِنِّي وَاللَّهِ مَا سَأَلْتُهُ لِأَلْبِسَهُ إِنَّمَا سَأَلْتُهُ لَتَكُونَ كَفَنِي قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهُ.

بخاری جلد اول (۱۷۰)

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت حضور پر نور ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور ایک بنی ہوئی حاشیہ دار چادر نبی کریم ﷺ کے لئے تحفہ لائی (انہوں نے ساتھیوں سے کہا) تم جانتے ہو (کہ) بردہ کیا ہے، لوگوں نے کہا شملہ حضرت سہل نے کہا ہاں شملہ (جب لوگ سمجھ گئے کہ بردہ کیا ہے تو حضرت سہل نے آگے واقعہ ذکر فرمایا) کہ (یا رسول اللہ ﷺ یہ شملہ) میں نے اپنے ہاتھوں سے بنا ہے میں چاہتی ہوں کہ آپ اس چادر کو پہنیں، نبی کریم ﷺ کو اسکی ضرورت تھی (تشریف لے گئے اور) اسی چادر کا تہبند (باندھ کر) باہر تشریف لائے (ایک صحابی حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

عرض گزار ہوئے (سبحان اللہ) کیا عمدہ چادر (مبارک) ہے (یا رسول اللہ ﷺ) یہ مجھے عنایت فرمائیں صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین نے) کہا (اے عبدالرحمن بن عوف) تم نے اچھا نہ کیا تم جانتے ہو کہ حضور ﷺ کو چادر کی ضرورت تھی، اور پہن لی، نیز تمہیں یہ بھی (اچھی طرح) علم ہے کہ حضور پر نور ﷺ کسی سائل کے سوال کو رد نہیں فرماتے (عبدالرحمن بن عوف) نے کہا اللہ جل جلالہ کی قسم (اے صحابہ کرام) میں نے یہ شملہ مبارک اس لئے نہیں مانگا کہ میں اسے (اپنے استعمال میں) لاؤں پہنوں، بلکہ (میرا مقصد وحید یہ ہے) کہ (جب میں اس دارفانی سے کوچ کر جاؤں) تو یہی شملہ (جو حضور پر نور ﷺ کے جسم اطہر سے مس ہوا) میرا کفن بن جائے، حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (حضرت عبدالرحمن بن عوف جب وفات ہوئے تو اسی چادر (مبارک میں) کفنائے گئے۔

﴿حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں﴾

(۶) عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان عبد اللہ بن ابی لماتوفی جاء ابنہ الی النبی ﷺ فقال اعطنی قمیصک اکفنه فیہ وصل علیہ واستغفر لہ فاعطاه قمیصہ فقال اذننی اصلی علیہ فاذنہ فلما اراد ان یصلی علیہ جذبہ عمر فقال ألیس اللہ نہاک ان تصلی علی المنافقین فقال انا بین خیرتین قال (استغفر لہم اولا تستغفر لہم ان تستغفر لہم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لہم) فصلی علیہ فنزلت (ولا تصلی علی احد منهم مات ابدًا ولا تقم علی قبرہ) بخاری جلد اول صفحہ (۱۶۹)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) جب مر گیا، اس کا بیٹا (عبداللہ جو اسلام قبول کر چکا تھا) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، کہنے لگا (یا رسول اللہ ﷺ) اپنی قمیص مبارک عنایت کیجئے (نیز میرے والد کی) نماز جنازہ پڑھائیں اسکے لئے دعا کیجئے نبی کریم ﷺ نے اپنی قمیص اسکو دے دی (کیونکہ عبداللہ ابن ابی نے اپنی قمیص حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دی تھی حضور ﷺ نے اسکا بدلہ اتارا) اور فرمایا کہ (جنازہ تیار ہو جائے تو مجھ کو بتا دینا) (جب جنازہ تیار ہوا تو) عبداللہ نے (حضور پر نور ﷺ کو) اطلاع دی حضور پر نور ﷺ نے (اس پر جنازہ) پڑھنے کا ارادہ فرمایا (کہ حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو (اس منافق پر نماز جنازہ نہ پڑھانے کی) کوشش کی اور عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ ﷺ کیا اللہ جل جلالہ نے آپکو منافقوں پر نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا

حضور پر نور ﷺ نے فرمایا مجھ کو یہ اختیار دیا ہے (اللہ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے) کہ میں (منافقین) کے لئے (آپ) بخشش کی دعا کریں یا نہ کریں۔ اگر آپ ستر بار (بھی) دعا کریں جب بھی اللہ انکو نہیں بخشے گا۔ حضور پر نور ﷺ نے اس پر نماز پڑھی پھر سورۃ برأت کی یہ آیت نازل ہوئی۔ منافقین میں سے کوئی بھی مر جائے اس پر نماز (جنازہ) نہ پڑھے۔ نہ اسکی قبر پر کھڑا ہو۔

Nafse Islam



نفس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM

﴿تبرکات کا ثبوت علماء کرام کے اقوال کی روشنی میں﴾

حضرت اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

کہ جب نبی کریم ﷺ نے خلق فرمایا، اور حلق حضرت معمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، تو حضور پر نور ﷺ نے آدھے پال مبارک حضرت ابوطحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطاء فرمائے اور آدھے تمام صحابہ کرام میں تقسیم فرمائے، صحابہ کرام ان سے تبرک حاصل کرتے تھے اور (جب دشمن کے مقابلے کیلئے جانا ہوتا) تو حضور پر نور ﷺ کے موئے مبارک کو ساتھ رکھتے اللہ تعالیٰ انہیں دشمنوں پر فتح عطا فرماتا۔

﴿اسرار محمدیہ کے مصنف لکھتے ہیں﴾

کہ اگر موئے مصطفوی ﷺ کسی گنہگار کی قبر پر رکھ دیا جائے تو قبر والے کو موئے مبارک کی برکت سے قبر کے عذاب سے نجات مل جاتی ہے۔ یہی حکم حضور پر نور ﷺ کے عصاء مبارک و دیگر تبرکات کا ہے۔

نیز لکھتے ہیں کہ اگر یہی تبرکات کسی مسلمان کے گھر میں ہوں یا کسی گاؤں میں ہوں تو اس گھر یا گاؤں میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے (کوئی ناگہانی) آفت نہیں آئیگی۔
نیز زم زم شریف کا بھی یہ حکم ہے۔ کہ اگر زم زم شریف سے کفن دھو لیا جائے یا غلاف کعبہ شریف میں کفن دیا جائے تو ان تبرکات کی برکت (سے وہ مسلمان) قبر کے عذاب سے (انشاء اللہ و تعالیٰ) محفوظ رہے گا۔

نیز قرآن کریم کو اگر کاغذ پر لکھ کر مرحوم کے ہاتھ پر رکھ دیا جائے تو (اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مسلمان کو قرآن کریم کے ان) اوراق کی برکتوں سے بخش دے۔

﴿مصنف روح البیان﴾

(وَلَا تَقُمْ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا) کے تحت لکھتے ہیں

سوال؟ جناب والا نبی کریم ﷺ کے تبرکات میں سے چھری جو بطور تبرک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اولاد اور دیگر بادشاہوں کے خزانوں میں تسلسل چلی آرہی تھی، ہم نے دیکھا کہ ان تبرکات کے باوجود انکی کوئی امداد نہ ہوئی جب کہ ایک گاؤں والوں کے پاس حضور ﷺ کا جھنڈا بھی موجود ہے مگر پھر بھی وہ مشکلات میں مبتلا ہوتے ہیں۔

جواب ایہ آفتیں ان پران تبرکات کی بھرتی کی وجہ سے آتیں ہیں، جیسے کہ حرمین شریفین میں کبھی طاعون نہیں آیا مگر جب لوگوں نے حرمین طہیین کی بے حرمتی کی تو وہاں کے لوگ طاعون میں مبتلا کر دیئے گئے۔

روح البیان جلد (۱) سورۃ توبہ۔ آیت (وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا) کے تحت ص (۹۳۲)

﴿ علامہ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں ﴾

مؤمن ہی مدینہ شریف جاتا ہے

(۲) فکان کل ثابت الایمان منشرح الصدر به یرحل الی المدینة ثم بعد ذلک فی کل وقت الی زماننا زیارة قبر النبی ﷺ والتبرک بمشاهد آثارہ ﷺ واثار الصحابه الکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فلا یتاہا المؤمن هذا کلام القاضی عیاض . نووی المسلم جلد (۱) ص (۸۳)

جسکا ایمان کامل و پختہ ہوا (جسکا سینہ اللہ تعالیٰ نے کشادہ کیا ہو) وسینہ محبت رسول ﷺ سے سرشار ہو) وہ مؤمن مسلمان مدینہ طیبہ (زادھا اللہ شرفھا) کی حاضری دیتا ہے، ہر زمانہ میں (صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین یعنی خیر القرون کے زمانہ سے لیکر) ہمارے زمانے تک (مسلمان) حضور پر نور ﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت کرتے ہیں اور حضور پر نور ﷺ و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار (تبرکات مبارک) سے برکت حاصل کرتے ہیں (ان باتوں کا اظہار) مؤمن سے ہی ہو سکتا ہے۔

﴿ علامہ صاویؒ لکھتے ہیں ﴾

کہ اولیاء اللہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جو اللہ جل جلالہ کے حضور پہنچنے کے لئے اسباب عادیہ ہیں (۳) (مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ حِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَإِنَّ

أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ آیت 41۔ سورۃ عنکبوت پارہ ۲۰)

ای اصناما یرجون نفعھا (جلالین)

هذا وجه الشبه اتخذوا اصناما يعبدونها (الی قوله) وحمل المفسر (لفاظ) الاولیاء علی الاصنام مخرج لاولیاء بمعنی المتوسلین فی خدمۃ ربہم فان اتخذاہم بمعنی التبرک بہم والاتسجاء لہم والتعلق باذیالہم مامور بہ و ہم اسباب عادیۃ تنزل

الرحمة والبركات عندهم لابهيم (اے لاسبب ايجادهم وحلقهم بقريئة قوله اسباب عادية) خلافاً لمن (ای الوهابية) جهل وعائد وزعم ان التبرك بهم شرك. صاوى جلد ۳. عنكبوت (۱۹۷)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے سواء اورں (بتوں) کو دوست (مالک و ناصر و مددگار و معبود) بنائے ہیں، کی مثال (ایسی ہے جیسے) مکڑی، مکڑی نے گھر بنایا (جالے کا، کہ وہ بارش و سردی گرمی گردوغبار کسی چیز سے حفاظت کرنے والا گھر نہیں) اگر وہ جانتے ہوتے۔

(بتوں کی مثال بھی ایسی ہی ہے، کہ وہ اپنی عبادت کرنے والوں کو نہ تو دنیا میں کچھ نفع پہنچا سکتے ہیں، اور نہ آخرت میں، نہ انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکتے ہیں، نہ کچھ ضرر پہنچا سکتے ہیں)

(علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) کہ مشرکین ان بتوں سے نفع کی امید کرتے ہیں (علامہ صاوی لکھتے ہیں کہ مفسر قرآن حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ) نے (کہا کہ اس آیت میں اولیاء) سے بت مراد ہیں (اس سے اللہ تعالیٰ کے اولیاء کرام مراد نہیں لیے جاسکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کرام) تو وہ ہیں جو شب و روز اللہ جل جلالہ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں (وہ کسی سے نہیں کہتے کہ تم ہماری عبادت کرو، بلکہ وہ تو خود بھی اور آنے والوں کو اللہ جل جلالہ کی عبادت کی ترغیب و تلقین کرتے تھے، کرتے ہیں) (رہا) انکی حیات اور وفات کے بعد انے تبرک کا حصول انکو اللہ جل جلالہ کی بارگاہ اقدس میں وسیلہ بنانا، انکا دامن گیر ہونا، یہ تمام وہ امور ہیں جنکا (خود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وابتغوا الیہ الوسیلہ فرما کر) مأمور بنایا ہے (یعنی مسلمانوں کو اس کا امر دیا گیا ہے کہ تم اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور یہ نفوس قدسیہ و اعمال صالحہ بہترین وسیلہ ہیں)

نیز یہ اولیاء کرام اللہ کی بارگاہ تک پہنچنے کے اسباب عادیہ ہیں۔

(ہاں وہابیہ) جو جاہل اور منکر ہیں وہ (اولیاء کو بارگاہ الہی میں وسیلہ ماننا تو درکنار) انکے ساتھ تبرک کے حصول کو بھی شرک کہتے ہیں (نعوذ باللہ من جہل الوہابیین الضالین والمصلین۔ مترجم) ☆----- میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں۔

چونکہ وسیلہ بذوات فاضلہ (انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) قرآن و احادیث و فقہاء امت سے ثابت ہے سو جو شخص وسیلہ و تبرکات انبیاء کرام علیہم

السلام و تبرکات اولیاء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو شرک کہے تو وہ خود شرک ہو گیا

﴿صاحب یعنی ابخاری لکھتے ہیں﴾

(۴) وان من اراد الصلوة فی مساجد الصالحین والتبرک بها متطوعا بذالک فمباح
یعنی ابخاری جلد (۳) شد الرحال (۶۸۳)

صاحب یعنی لکھتے ہیں۔ کہ اگر کوئی (مسلمان زائر) اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین
(کے مزارات کے قرب و جوار میں بنی ہوئی) مسجد میں نماز اس نیت سے پڑھے کہ برکت
حاصل ہو (انکی برکت سے میری یہ نماز قبول بارگاہ ربانی ہو۔ صرف یہی نیت ہو) تو یہ
امر مباح ہے۔

(۵) ولو اخذ شعر النبی ﷺ ممن عنده واعطاه هدية عظيمة لاعلى وجه البيع
والشراء لا باس به. سراجیہ بیوع جلد (۳) ص (۱۵۲)

فتاویٰ سراجیہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص حضور پر نور ﷺ کے موئے شریف کسی سے لے
اور اس مسلمان کو (تحفہ) میں ہدیہ عظیم دے دے تو کوئی حرج نہیں بشرطیکہ خرید و فروخت کی نیت
نہ ہو (کیونکہ یہ اللہ کے نبی ﷺ و علیہ التحیۃ والثناء کے تبرکات میں سے ہے اور تبرکات کی
بیع و شراء نہیں)

تبرک توں حاصل دولت دنیا و دین۔۔۔ تبرک ولی دایا تبرک از رحمت للعلمین (مترجم)

WWW.NAFSEISLAM.COM

﴿قضاء عمری کا ثبوت﴾

چھیسیویں بحث قضاء عمری کا ثبوت قرآن کریم کی روشنی میں ہے
(۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اقِمْو الصَّلَاةَ. نماز قائم کرو

اس حکم میں اداء وقضاء تمام نمازیں شامل ہو گئیں۔ کیونکہ جن دلائل سے اداء ثابت۔ اسی سے قضاء بھی ثابت۔ قضاء عمری میں قضاء نمازوں کو اداء کرنا پڑھتا ہے لہذا قضاء عمری اس آیت مبارک سے ثابت ہو گئی۔

﴿قضاء عمری کے اقسام﴾

قضاء عمری کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) یقینی (۲) ظنی (۳) وہمی

القضاء يجب بما يجب به الاداء على المذهب الصحيح
صحیح مذہب کے مطابق جن دلائل سے اداء ثابت، انہی دلائل سے قضاء ثابت۔
بحر الرائق. جلد ۲ (۲۸۷) الراجح. طحاوی (۲۶۳) درمختار جلد ۱ (۲۸۷)
عند المحققين..

فقہاء کے اقوال و اصطلاحات

(۱) قال عامة المشائخ. حسامی. و مولوی. امر. صفحہ (۱۹۰)

(۲) ان عندنا النص الموجب للاداء وهو قوله تعالى اقيموا الصلوة بعينه دال على وجوب القضاء لاحاجة الى نص جديد (نور الانوار. امر. ۳۴)

(۳) فان نص القضاء مظهر لوجوب القضاء بالنص الثابت لامثبت. مولوی. امر. (۱۹۴)

(۴) عند المحققين. درمختار (الراجح) بحر الرائق.

صاحب بحر الرائق فرماتے ہیں، یہی رائج قول ہے۔

صاحب درمختار لکھتے ہیں، محققین کے نزدیک یہی (حق و اصوب ہے)

صاحب حسامی لکھتے ہیں، اکثر فقہاء کا یہی قول ہے۔

صاحب نور الانوار لکھتے ہیں، کہ ہمارے پاس اداء کے وجوب کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم اقيموا الصلوة موجود ہے جو اداء کے وجوب پر دلالت کرتا ہے تو یہی حکم قضاء کے وجوب پر بھی دلالت کرتا ہے ہمیں نص جدید کی ضرورت نہیں۔

صاحب کتاب ”مولوی“ لکھتے ہیں، نص قضاء، وجوب قضاء کا نص ثابت کیساتھ مظہر ہے نہ کہ مثبت۔

میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں کہ آیت مذکورہ قضاء عمری کے تمام اقسام کیلئے دلیل ہے (۲) قضاء عمری شرائط ارکان، واجبات، سنن، مستحبات، و فضیلت وقت کے ساتھ کامل نماز ہے اور جس نماز میں اشیاء مذکورہ پائیں جائیں۔ تو یقیناً وہ عبادت مأمور بھا ہے (اسکا حکم دیا گیا ہے)

اسکے دلائل مندرجہ ذیل ہیں

(۱) يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ - (بقرة) اے لوگو اللہ کی عبادت کرو

(۲) وَإِنَّ هَذَا رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَأَعْبُدُوهُ - آل عمران

اور بیشک یہ میرا اور تمہارا رب ہے سو اس کی عبادت کرو۔

آیات بالا سے قضاء عمری ثابت ہوگئی۔

(۳) تیسری دلیل یہ ہے۔

قضاء عمری فرائض، واجبات، سنن، و مستحبات کے ساتھ صلوٰۃ کاملہ ہے اور جس نماز میں

اشیاء مذکورہ پائی جائیں وہ صلوٰۃ حسنہ مأمور بھا ہے۔

(دلائل ملاحظہ فرمائیں)

(۱) مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرًا مِثَالِهَا.

جس نے ایک نیکی کی اسے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔

(۳) اقم الصلوٰۃ طرفی النہار و زلفا من اللیل ان الحسنات یذهبہن السیات۔ سورہ نور

نماز قائم کرو دن کے اطراف میں (فجر، ظہر، عصر) اور رات کے ساعات میں (مغرب و عشاء)

بیشک نیکی گناہوں کو لیجاتی (مٹاتی) ہے۔

آیات مذکورہ بالا میں دو فوائد ذکر کئے گئے ایک ثواب کثیر۔ دوسرا نمازوں میں اگر نقصانات واقع ہوں گا ”عفو“۔ یعنی نمازوں میں تاخیر کے وقوع سے جو گناہ لازم ہوا ”کا عفو“۔

﴿قضاء عمری کا ثبوت احادیث صحیحہ کی روشنی میں﴾

وہ احادیث مبارکہ جو قضاء عمری کے اثبات میں ہیں۔

(۱) وہ احادیث مبارکہ جن میں جبریل امین علیہ السلام کا امامت کرنا۔ (جہاں اداء میں امامت کے ثبوت کیلئے ہے وہاں یہی حدیث قضاء نمازوں میں امامت کے ثبوت کے لیے کافی ہے)

بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ،

ان احادیث سے جہاں اوقات نماز کا علم ہوا وہیں نماز کی ادائیگی کا علم، اداء کا علم، قضاء کا علم، بنا بر مذہب (۲) بنا بر صحیح (۳) بنا بر قول راجح۔

(۲) احادیث خندق (یعنی خندق کے موقع پر مدینہ طیبہ میں مشرکین نے حضور ﷺ و صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس انداز سے عبوس کیا کہ حضور ﷺ و صحابہ چار نمازیں اداء نہ کر سکے، حدیث آگے آرہی ہے جو کئی اجلہ صحابہ کرام (جیسے سیدنا علی، سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا ابی سعید الخدری، سیدنا جابر رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے

میری کتاب (جس کا نام البرہان النفس الامری) ہے اس میں میں نے ان تمام احادیث مبارکہ کو ذکر دیا ہے اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ یہاں بنا بر اختصار میں صرف ایک ہی حدیث تحریر کروں گا۔ نیز میں نے اپنی اس کتاب میں تمام دلائل وحوالہ جات ماہ و ماہیہ ذکر کر دیے ہیں، اس کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں﴾

(۳) عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان المشرکین شغلوا رسول اللہ ﷺ عن اربع صلوات يوم الخندق حتى ذهب من الليل ماشاء شالله فامر بلالا فاذن ثم اقام فصلى الظهر ثم امر فاذن ثم اقام فصلى العصر ثم امر فاذن ثم اقام فصلى المغرب ثم امر فاذن ثم اقام فصلى العشاء۔

اخرجه ابو داود والنسائی، وابو يعلى الموصلى، والبيهقى، نصب الرأية، جلد ۱، فوايت، ۱۹۹

عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ مشرکین نے شندق کے دن حضور پر نور ﷺ و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو (اتنا) مشغول (و مجبور کیا) کہ حضور پر نور ﷺ و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے چار نمازیں رہ گئیں یہاں تک کہ رات کا (بھی ایک) حصہ بمشیت الہی گزر گیا (یہ وہ زمانہ تھا کہ جس دور میں نماز خوف پڑھنے کا حکم نہ آیا تھا) سو حضور پر نور ﷺ نے بلالؓ کو حکم فرمایا (کہ اذان دی جائے) سو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی۔ پھر اقامت کہی گئی (حضور پر نور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے) ظہر کی نماز ادا کی،

پھر حضور پر نور ﷺ نے (حضرت) بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا (کہ اذان دی جائے) سو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی۔ پھر اقامت کہی گئی

(حضور پر نور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے) عصر کی نماز ادا کی، پھر حضور پر نور ﷺ نے (حضرت) بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا (کہ اذان دی جائے) سو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی۔ پھر اقامت کہی گئی (حضور پر نور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے) مغرب کی نماز ادا کی،

پھر حضور پر نور ﷺ نے (حضرت) بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا (کہ اذان دی جائے) سو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی۔ پھر اقامت کہی گئی

(حضور پر نور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے) عشاء کی نماز ادا کی، (حدیث مذکورہ بالا سے ثابت ہوا کہ قضاء نمازوں کی ادائیگی کیلئے اذان دینا اقامت کہنا، جماعت کے ساتھ اداء کرنا ثابت و جائز ہے)

صحابہ کرامؓ وتابعینؓ وائمہ مجتہدینؓ

رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال کی روشنی میں قضاء عمری کا ثبوت

(۱) وفي العتابة عن ابي نصر فيمن يقضى صلوٰة عمره من غير ان فاته شئ يريد الاحتياط فان كان لاجل النقصان والكراهة فحسن وان لم يكن لذلك لا يفعل والصحيح انه يجوز. الا بعد صلوٰة الفجر والعصر وقد فعل ذلك كثير من السلف كذا في المضمورات .

ثم الهندية . جلد ۱ . باب قضاء الفوائت ص (۱۷۳) وقاضی خان جلد اول . قضاء المتروکات (۵۶) وتارخانية قضاء الفوائت ثم الشامی جلد ۱ . نوافل . (۴۶۹) طحاوی المراقی (۲۶۸)

غتابیہ (نامی کتاب) میں حضرت ابوالنضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ اگر کسی (مسلمان) کبھی کوئی نماز فوت ہو جائے، تو اسے صرف اس وقت تک مقصر نہ کہے، جب تک کہ اس نے اس کو قضا کر لیا ہو۔

نَفْسِ اِسْلَام

WWW.NAFSEISLAM.COM

(سلف) میں سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ انکے تلامذہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سب ہی شامل ہیں، سو ثابت ہوا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور انکے تلامذہ نے بھی قضاء عمری پڑھی ☆۔ میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انکے تلامذہ کی قضاء عمری پڑھنے کے ثبوت کیلئے یہ ایک حدیث بھی کافی ہے۔ اس پر درمختار جلد (۳) شہادت۔ ص (۴۲۶) مجموعہ رسائل الشامی جلد (۱) تنبیہ الولاة والحکام (۳۶۳) عینی الکنز جلد ۳ (شہادت۔ ۳۳) نے تصریح فرمائی ہے۔

(۲) قال رسول الله ﷺ خير القرون قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے پھر ان لوگوں کا زمانہ جو ان سے پیوست ہوں، پھر ان لوگوں کا زمانہ جو ان سے پیوست ہوں۔
﴿سلف صالحین کا فعل قوی حجت و دلیل ہے﴾

(۱) فَعِلُ السَّلَفِ مِنْ أَقْوَى الْحُجَجِ . زبلی، جلد ۱ (اذان) ص (۹۳) سلف صالحین کا فعل (جو کام ان سے صادر ہوا ہو وہ کام مسلمانوں کیلئے) قوی دلیل ہے۔

(۲) كُلُّ خَيْرٍ فِي اتِّبَاعِ مَنْ سَلَفَ . گزرے ہوئے (مسلمانوں) کی تابعداری کرنے میں ہی خیر (بہتری) ہے۔

شامی جلد (۱) اوقات (۲۸۸) اتحاف المرید شرح جوہرۃ التوحید۔ (۱۴۳) (۳) وقال ابن مسعود رضي الله تعالى عنه من كان مستنًا فليستن بمن قد مات رواه ابو داود. رزین. مشکوٰۃ. اعتصام. (ص ۱۴۲)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، جو شخص چاہتا ہے (کہ میں) کس طریقے کی پیروی کروں تو اسے چاہیے کہ وہ ان (بزرگوں کے) طریقوں کو اختیار کرے جو وفات شدہ ہیں فقہاء نے قضاء عمری کے ثبوت میں سلف صالحین کے فعل سے ہی استدلال کیا ہے جیسے کہ آپ نے مذکورہ بالا آٹھ کتابوں کے حوالوں کو ملاحظہ فرمایا۔

﴿امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قضاء عمری کا ثبوت﴾

حضرت علامہ فقیہ ابوالیث السمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

(۱) قال ابو حنیفة (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان من قضی خمس صلوات فریضة مع الوتر فی وقت الظهر فی اخر جمعة رمضان بجماعة واذان لاولها واقامة للکل وبدونها للوتر وبضم السورة مع الفاتحة فی کلها وضم الركعة الرابعة وثلاث قعدات فی المغرب والوتر فقد کان جبر لنقصانات المؤدیات ولتاخیرات الفوائت الموجبة للعقاب .



عیون الفقیہ ابی الیث السمرقندی ثم مجمع الفتاوی . باب المرتد . وشرح السیر الکبیر للسرخسی . وشرح المجمع لصاحب الكنز . ثم رسالة لمولانا السندی الشاه منصورى (۴۸) وبمعناه فتاوی محمد بن الفضل ثم منية المفتی ، ثم رسالة لمولانا السندی (۴۷) وامال الفتاوی ثم البحر جلد ۱ . نوافل (۴۱) وفوائت (۸۰) ودر مختار . ورد المختار . جلد ۱ . نوافل (۴۶۹)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

کہ رمضان کا آخری جمعہ (جمعة الوداع) آئے تو جس نے پانچوں اوقات کی نمازیں جمع و جمع کے اس دن پڑھ لیں تو یہ اس مسلمان کیلئے اسکی نمازوں میں رہ جانے والی کمی کو اور فوت شدہ نمازوں کو تاخیر سے (اداء کی گئی ہوں) اس تاخیر کی وجہ سے اس کیلئے جو سزا (عند اللہ) واجب ہو گئی ہو (بفضلہ تعالیٰ اور اس قضاء عمری کے پڑھنے کی برکت سے مغفرت کی امید قوی ہے (قضاء عمری کس طرح ادا کریں؟ ادائیگی کا طریقہ مندرجہ ذیل ہے)

(۱) ہر نماز کیلئے اذان دے۔ (۲) بقیہ نمازوں کیلئے صرف تکبیر کہے۔

(۳) ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے ساتھ ہی سورۃ ملا لے۔

(۴) مغرب کی نماز میں جب قاعدۂ اخیرہ پڑھ لے تو کھڑے ہو کر چوتھی رکعت ملا لے اور چوتھی رکعت کے بعد پھر قاعدہ کرے، اور التحیات مکمل پڑھ کر سلام پھیر لے۔

(۵) وتروں میں بھی بعینہ یہی طریقہ اختیار کر لے (جو مغرب کی قضاء نماز کے طریقہ میں سمجھا دیا گیا)

﴿ علماء احناف کے اقوال کی روشنی میں قضاء عمری کا ثبوت ﴾

فقیہ ابواللیث المجتہد السمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

(۳) قال الفقیہ ابواللیث المجتہد السمرقندی اذا جاء يوم الجمعة الاخيرة من شهر رمضان ينبغي للمسلم ان يطهر بدنه تطهيرا بمالعة ثم يودی الجمعة وبعد الفراغ من ذلك يصلي خمس صلوات يتدأمن وقت الصبح الى العشاء مع الوتر ويخير في اداء تلك الصلوات بين الاداء بالانفراد او الجماعة لكن الاداء بالجماعة اولی تيسيرا على الناس ويكون ذلك جبيرة منه لمافات من الصلوات في عمره بالجماعة .

عیون لفقیه ابی الیث السمرقندی جلد ۱ . جمعة ثم مجمع الفتاوی بحث المسائل المتفرقة (اوراق القلمیة ص ۳۰۹)

فقیہ ابواللیث المجتہد السمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں جمعة الوداع کے دن مسلمانوں کو چاہئے کہ اس دن (غسل) کر کے بدن اچھی طرح پاک و صاف کر لے جمعة الوداع کی نماز اداء کرے، فراغت کے بعد پانچ نمازیں اداء کرے (من وقت الصبح الى العشاء) فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء، وتر (جو مسلمان قضاء عمری پڑھے) اسے اختیار ہے چاہے اکیلے پڑھے یا جماعت کے ساتھ، لیکن جماعت سے پڑھنا بہتر ہے۔ کیونکہ اس میں تمام مسلمانوں کے لئے آسانی ہے (نیز جماعت سے پڑھنے میں یہ برکت ہے)

کہ اگر زندگی میں اس سے کبھی جماعت کے ساتھ نماز نہ گئی ہو تو اس جماعت میں شریک ہونے کی برکت سے (اسکی وہ کمی بھی پوری ہو جائیگی یہ ایسا ہوگا جیسے زخموں پر) پٹی ہو

﴿ مفتی اعظم سرحد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ﴾

میں (مفتی شائستہ گلؒ) نے اس کتاب (مجمع الفتاویٰ) کا حضرت علامہ قاضی درکنون صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں انکی لائبریری میں مطالعہ کیا، پھر انکی رحلت کے بعد (بہ مقام زیارت کلی کا صاحب) حضرت کے صاحبزادہ محترم قاضی عصمت اللہ صاحب کی موجودگی میں دو مرتبہ مطالعہ کیا،

نیز اسی معنی پر (یعنی قدر مختلف الفاظ کیساتھ) مندرجہ ذیل کتابوں میں یہ مسئلہ موجود ہے
(ملاحظہ فرمائیں)

شمسی المختصر، ثم حاشیہ فصیح الدین لشرح الوفاة، ثم کلام الضروري (ص ۲۵) و تحفة المواعظ، جمعه
لجعوب جرجی، (۷۲) ثم جامع الفوائد (۳۶) و فتاویٰ الحجة للإمام قاضی خان کمالہ الکبیری (۵۳۹) ثم جامع
الفوائد، فوات (۸۹) بنقله فتوح الاوراد، و روح البیان جلد. الجزء السابع (۳۴)



﴿آخر الظہر بمع جمعہ کاثوت احادیث کی روشنی میں﴾

ستائیسویں بحث۔

احادیث کی روشنی میں جمعہ کے بعد آخر الظہر پڑھنے کا اثبات

(۱) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من فاتته الركعتان فليصل اربعاً وفي رواية الظهر. اخرجه البيهقي. مشكوة. جمعه قبيل صلوة الخوف. ومما يتعلق بالفوائد الحكمی وهو ما لا يوجد في الجمعة شرط من شروطها (ای انتفی الشرط اتفاقاً او اختلافاً كما يدل عليه العبادات الآتية) فان منها المصير (عند الامام الاعظم فقط. الی قوله) و اختلفوا فی حد المصير اختلافاً كثيراً قلما اتفاقاً وقوعه فی بلد ولهذا قالوا فی کل موضع وقع الشك فی جواز الجمعة (ای فی فراغ الذمة من فرض الوقت ينبغي ان يصلوا بعد الجمعة اربع ركعات ينوون الظهر. مركات آخر الجمعة)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس سے (نماز جمعہ کے دو رکعت (فرض) رہ جائیں (حقیقتاً یا حکماً) تو ظہر کی چار رکعتیں پڑھ لے، اور ایک روایت میں تو صراحۃً ظہر (کے وقت کا نام لیا گیا ہے)
(فوات حکمی کیا ہے)

(فوات حکمی کی وضاحت) فوات حکمی یہ ہے کہ جمعہ کے (نماز کی ادائیگی) کے جو شرائط ہیں اگر اس میں ایک شرط بھی نہ پائی جائے

(تو یقیناً جمعہ کی نماز اداء نہ ہوگی کیونکہ یہ قاعدہ ہے اذافات الشرط فوات المشروط، جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے جمعہ کی شرائط میں سے اگر ایک شرط

بھی نہ پائی جائے تو جمعہ کی نماز نہ ہوگی) جیسے جمعہ کی نماز کی ادائیگی کی صحت کی شرائط میں ایک شرط (امام اعظم کے نزدیک) مصر (شہر) ہے۔

اور شہر (کچھ حدود کے تعین میں) علماء کا اختلاف ہے (کہ کتنا بڑا ہو اس میں کیا کیا ہو۔ وغیرہ) (اب جب شہر کئی حدود کے تعین میں اختلاف پایا گیا تو اس بنا پر) علماء لکھتے ہیں، کہ جہاں جمعہ کی نماز (کی شرائط میں کمی کے باعث) جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے جواز اور غیر جواز میں شک واقع ہو جائے تو اسے چاہیے (یعنی واجب ہے) کہ وہ ظہر کی نیت سے چار رکعات نماز پڑھ لے۔

(مفتی اعظم سرحد رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت - مترجم)

مندرجہ بالا عبارت میں دو اشیاء کا ذکر قابل غور ہے۔

(۱) نوات حکمی کی تعریف کرنا۔

(۲) ولہذا قالوا۔

نوات حکمی کی تعریف اور ولہذا قالوا سے خوب ظاہر و بین ہوا کہ نوات حکمی دو حالتوں سے خالی نہیں۔

(۱) صورة انتفاء شرط اتفاقاً۔

(۲) صورة انتفاء شرط اختلافاً۔

سو ان دونوں صورتوں کو مدنظر رکھ کر (ان صورتوں کے تناظر میں)

مندرجہ بالا حدیث سے وجہ استدلال کی چار صورتیں ہو گئیں۔

(۱) وجہ اول یہ ہے، ائمہ اربعہ کے مذاہب کے مطابق جمعہ کی نماز کی ادائیگی کیلئے طے شدہ شرائط میں سے اگر ایک شرط بھی مفقود ہو تو اس گاؤں میں جمعہ کی نماز (اگر پڑھی جائے تو) اداء نہ ہوگی۔

مثلاً۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ان شرائط میں سے ایک شرط مصر (شہر کا ہونا) ہے (اگر شرط مصر مفقود ہو، تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جمعہ کی نماز نہ ہوگی، تو ظہر کی چار رکعات پڑھ لے۔ مترجم)

(۲) امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کے مذاہب کے مطابق شرائط جمعہ میں سے ایک یہ ہے، کہ اس گاؤں میں (کم از کم) چالیس آدمی رہتے ہوں۔

بحوالہ برجنڈی۔ جلد-1۔ جمعہ ص۔ (۱۶۸) والہو اکرام۔ جلد (1) جمعہ۔ (98) والقسطلانی۔ جمعہ۔
(۳) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق مسجد (کبیرہ قدیمی) بڑی اور پرانی
جامع مسجد موجود ہو، وہاں سوق (بازار) ہونا لازمی ہے، اگر وہاں اشیاء مذکورہ نہ ہوں تو اس گاؤں
میں جمعہ کی نماز اداء نہ ہوگی قسطلانی۔ باب الجمعة۔

یہ ہے فوات شرط اتفاقاً۔

معلوم ہوا کہ جمعہ کی شرائط میں سے کسی شرط کے فوت ہونے سے جمعہ کی نماز (اولاً تو
اداء نہ ہوگی اور اگر بالفرض پڑھ لی تو) اسکے ساتھ آخر الظہر پڑھنا ضروری ہوا۔

دوسری وجہ یہ ہے

کہ جمعہ کی شرائط کافوات (منقود ہونا) جیسے کہ، جس گاؤں میں احناف کے نزد شرائط
میں سے ”مصر“ کا مفقود ہونا۔ (مفقود کا معنی ہے کسی چیز کا نہ پایا جانا، مترجم)
☆۔ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک (جامع مسجد، مسجد عتیق، و بازار) کا ہونا لازم
امام شافعی و امام احمد بن حنبل رضوان اللہ علیہم کے نزدیک چالیس آدمیوں کا ہونا جو اس
گاؤں میں دائر رہتے ہوں۔

اس صورت میں جمعہ کی ادائیگی کی شرائط کافوات اختلافاً آیا ہے۔

سو خوب ظاہر ہوا کہ ایسے گاؤں میں جہاں شرائط کافوات اختلافاً ہو جمعہ کی نماز کے ساتھ
چار رکعات آخر الظہر کی نیت سے پڑھنا حدیث مذکورہ بالا، و شرائط کافوات اختلافاً، سے ثابت ہوا۔

تیسری وجہ یہ ہے

کہ جس گاؤں میں امام مالک و امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے متعین کردہ شرائط پائی جائیں
مگر امام اعظم کے متعین کردہ شرائط میں سے ایک شرط مفقود ہو (مثلاً) مصر ہونا۔
لہذا انتفاء شرط پایا گیا تو جمعہ کے ساتھ وہاں چار رکعات آخر الظہر کے پڑھنے ثابت ہو گئے

چوتھی وجہ یہ ہے

چونکہ احناف کی شرائط میں سے مصر کا ہونا شرط ہے (مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیں)
المصر ما لا یسع اکبر مساجده اہلہ المکلفون و المصر موضع یکون فیہ امام و قاض
یقیم الحدود و ینفذ الاحکام و یکون فیہا سکک و اسواق و لہارساتیق۔
شامی جلد (1) جمعہ و کبری جمعہ و فتح القدیر جلد (1) جمعہ۔ و بحر الرائق جمعہ جلد (1)

(مصر کی تعریف عند الاحناف)

اتنی بڑی جامع مسجد ہو کہ جو مسلمان مکلف ہیں (جن پر نمازیں فرض ہیں) اتنے کثیر ہوں کہ اس مسجد میں نہ سما سکیں۔ (کثرت و ازدحام کی وجہ سے اس میں آنہ سکیں) نیز شہر اس مقام کو کہا جاتا ہے۔ کہ جس میں امام و قاضی موجود ہو (قاضی سے مراد اس زمانے کے لحاظ سے عدالت ہے، یا ایسا مفتی وقت موجود ہو جو لوگوں کے فیصلے کرتا ہو) اور وہ (اسلامی قوانین کے تحت) حدود قائم کرتا ہو۔

اگر شرائط مذکورہ بالا میں سے ایک بھی شرط نہ پائی جائے۔ تو یقیناً پھر اختلاف مذاہب موجود، سو ثابت ہوا کہ وہاں جمعہ کیساتھ چار رکعات آخر الظہر کی نیت سے پڑھی جائیں۔

﴿پانچویں وجہ﴾

کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلا ریب تابعی ہے۔ اور تابعی کا قول بھی جمہور علماء کے مذہب کے مطابق حدیث ہوا کرتی ہے۔

الحديث عند جمهور المحدثين قول وفعل وتقرير رسول الله ﷺ والصحابة والتابعين. مقدمة المشكوة للشيخ عبدالحق محدث دہلوی ومقدمة الترمذی

لسيد الشريف الجرجاني وشرح شرح النخبة للعلی القاری.

جمہور محدثین کی اصطلاح میں رسول اللہ ﷺ اور صحابیؓ اور تابعیؓ کے قول وفعل وتقرير کو حدیث کہتے ہیں۔

حدیث قولی وہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے کوئی حدیث قولاً ثابت ہو۔

حدیث فعلی وہ ہے۔ کہ رسول اکرم ﷺ سے کوئی حدیث فعلاً ثابت ہو۔

حدیث تقریری، وہ ہے۔ کہ رسول اکرم ﷺ کے سامنے کسی صحابی نے کوئی کام کیا یا کوئی بات کی اور حضور پر نور ﷺ نے اس پر سکوت اختیار فرمایا تو یہ حدیث تقریری کہلاتی ہے۔

﴿پھر حدیث کی تین قسمیں ہیں﴾

حدیث مرفوع۔ حدیث موقوف۔ حدیث مقطوع

(1) حدیث مرفوع وہ ہے کہ جس کا رفع حضور پر نور ﷺ تک ہو۔

(2) حدیث موقوف وہ ہے کہ جس کا رفع صحابی تک ہو۔

(3) حدیث مقطوع وہ ہے کہ جس کا رفع تابعی تک ہو۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ تابعی کا قول فعل، تقریر بھی حدیث ہے اور امام اعظم بلا ریب تابعی ہیں ان کا قول حدیث ہے (توجہ مع آخر الظہر پڑھنے پر امام اعظم کی حدیث ملاحظہ فرمائیں)

﴿امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں﴾

ثم فی کل موضع وقع الشک فی جواز الجمعة لوقوع الشک فی المصر او غیرہ
واقام اهلہ الجمعة ینبغی ان یصلوا بعد الجمعة اربع رکعات ینووا بها الظہر حتی
لولم تقع الجمعة موقعها ینخرج عن عہدة فرض الوقت بیقین

کذا فی الکافی وھکذا فی المحيط۔ ہندیہ جلد (1) ص (203) و کبیری (600) ومنحة الخالق (143)
وشامی جلد 1 ص (756)

مصر یا دوسری شرط کے مفقود ہونے کی بنا اگر جمعہ کی نماز کی ادائیگی میں شک واقع ہو
جائے (شک کے وقوع کے باوجود اگر وہاں کے مسلمان) جمعہ قائم کر دیں تو انہیں چاہئے
کہ جمعہ کی نماز کے بعد چار رکعات ظہر کی نیت سے پڑھ لیں، تاکہ اگر جمعہ کی نماز واقع
نہ ہوئی تو ظہر کی چار رکعات پڑھنے کا یہ فائدہ ہو جائے گا کہ وہ یقین کے ساتھ اس ذمہ
سے فارغ ہو جائے گا۔ جو اسکے ذمے تھا، یعنی جمعہ کے فرض اپنی جگہ پر واقع نہیں ہوئے
اور آخر الظہر کے چار رکعات پڑھ لئے تو عہدہ وقت سے یقیناً فارغ ہوا۔

نیز۔ ظاہر الروایۃ کے بہت سارے مسائل حاکم شہید نے جمع فرمائے ہیں۔
شامی جلد (1) رسم المقتی (48)

مذہب کے نقل کرنے میں مکافی (نامی کتاب) معتد ہے۔ شامی جلد (1) رسم المقتی (47)

(یعنی یہ وہ کتاب ہے جس میں مذہب کے اقوال لائے گئے ہیں اور اس کتاب پر سب
کا قوی اعتماد ہے)

لما بتلی اهل مرو باقامة جمعيتين مع اختلاف العلماء في جوازهما امرائهم باداء الاربع بعد الجمعة حتما احتياطا و اختلفوا في نيتها قيل الاحوط ان يقول نويت اخر ظهر ادر كنت وقته ولم اصله بعد وقال الحسن اختياري ان يصلي الظهر بهذه النية ثم يصلي اربعانية السنة.

قنية . جمعة . (49) ثم البنایة حاشیة الهدایة . جمعة . جلد 1 (ص 1016) ثم ازالة الاوهام (59) جب مرو (جگہ کا نام ہے) کے رہنے والے مسلمانوں کو جمعہ کی نماز دو مقامات پر پڑھنے میں مبتلا کر دیا گیا (یعنی وہاں کے رہنے والوں کو دو مقامات پر جمعہ ادا کرنے کو کہا گیا کہ اس علاقہ میں دو مقامات پر جمعہ پڑھایا جائے)

(جب) علماء کے مابین ایک ہی علاقہ میں دو جگہ جمعہ کی نماز کے جواز وغیر جواز کا اختلاف ہوا تو وہاں کے علماء نے جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے بعد چار رکعات ظہر احتیاطی لازماً پڑھنے کو کہا پھر جب ظہر احتیاطی کی نیت میں اختلاف واقع ہوا تو (علماء) نے کہا کہ احوط (بہتر) یہ ہے کہ ظہر احتیاطی پڑھنے والا یوں نیت کرے
عربی میں (نَوَيْتُ الْاِخْرَظْظَهْرَ اَذْرَكْتُ وَقْتَهُ وَلَمْ اُصَلِّهِ بَعْدَهُ)

ظہر احتیاطی کی نیت

نیت کرتا ہوں میں چار رکعت اخر ظہر کی واسطے اللہ تعالیٰ کے منہ طرف خانہ کعبہ شریف کے "اللہ اکبر" (نیت کے الفاظ زبان سے اداء کرے تو بہتر ہے۔ نہیں تو دل میں ارادہ کر لے کیونکہ نیت دل کے ارادے کا نام ہے، البتہ دونوں کو جمع کرنا افضل ہے۔

وہ الفاظ یہ ہیں، نیت کرتا ہوں چار رکعات ظہر کی سب میں پچھلی ظہر کی جب کا وقت میں نے پایا اور نہ پڑھی۔

(حضرت امام حسن ابن زیاد امام اعظم کے شاگرد ہیں) فرماتے ہیں، کہ میرا اختیار کردہ، پسندیدہ (قول) یہ ہے (کہ جمعہ کی نماز سے فراغت کے بعد) ظہر احتیاطی اس نیت سے پڑھے (جو ذکر ہوا) اسکے بعد چار رکعت سنت جمعہ پڑھ لے۔

﴿امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے﴾

شاگردوں کا حلیہ بیان

وقد اقسام تلامیذ الامام الاعظم ایمانا غلاظاً ماقلنا فی مسئلة قولہ الا وهو روايتنا عن الامام (ملخصاً) والوالجیة. والحاوی القدسی. ثم شامی جلد (1) قبیل رسم المفتی (46) امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں نے سخت قسمیں کھائیں (اللہ کی قسم) ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ ہم نے اپنے امام (اعظم) سیدنا نعمان بن ثابت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیا۔

میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں کہ مذکورہ بالا تمام احادیث و عبارات سے ثابت ہو گیا۔ کہ جہاں شرائط مذکورہ میں سے کسی شرط کے مفقود ہونے کا احتمال ہو۔ وہاں ظہر احتیاطی پڑھنا ضروری ہے۔

﴿آخر الظہر کا اثبات علماء احناف کے اقوال کی روشنی میں﴾

جمعہ کے دن آخر الظہر (ظہر احتیاطی) پڑھنا ظاہر الروایۃ ہے۔

ثم فی کل موضع وقع الشک فی جواز الجمعة لوقوع الشک فی المصر او غیرہ و اقام اہلہ الجمعة ینبغی ان یصلوا بعد الجمعة اربع رکعات وینووا بہا الظہر حتی لولم تقع الجمعة موقعها ینخرج عن عہدة فرض الوقت بیقین کذا فی الکافی وھکذا فی المحيط. ہندیۃ جلد (1) ص (203) و کبیری (600) و منحة الخالق. (143) و شامی جلد 1 ص (756)



مصر یا دوسری شرط کے مفقود ہونے سے بنا اگر جمعہ کی نماز کی ادائیگی میں شک واقع ہو جائے (شک کے وقوع کے باوجود اگر وہاں کے مسلمان) جمعہ قائم کر دیں تو انہیں چاہیے کہ جمعہ کی نماز کے بعد چہار رکعات ظہر کی نیت سے پڑھ لیں، تاکہ اگر جمعہ کی نماز واقع نہ ہوئی تو ظہر کی چہار رکعات پڑھنے کا یہ فائدہ ہو جائے گا کہ وہ یقین کے ساتھ اس ذمہ سے عہدہ براء ہو جائے گا۔ جو اسکے ذمہ تھا۔

(1) حاکم کی کتاب (کافی) مذہب کے نقل کرنے میں معتمد ہے۔ شامی رسم المفتی جلد (1) ص (48)

(۲) اگر فتویٰ مختلف فیہ ہو تو ترجیح ظاہر الروایہ کو دی جائیگی بحر الرائق ثم شامی جلد ۱ رسم المفتی ۶۷
(۳) اگر کسی نے فتویٰ دیا اور وہ فتویٰ ظاہر الروایہ کے خلاف ہو تو باطل ہے (یعنی وہ فتویٰ ہی باطل ہے) جب تک اسکی تصحیح نہ ہو۔ بحر الرائق ثم شامی جلد ۱ رسم المفتی ۶۷
جمعہ کی نماز کے بعد آخر الظہر چار رکعت (ظہر احتیاطی) پڑھنا متون میں منقول ہے۔
مثلاً مکمل شہید کی کتاب کافی۔ (۲) الاشبہ والنظائر۔ (۳) مواہب الرحمن باب الجمعہ

مزید تفصیل کیلئے میری کتاب [الادلة الشرعية] ملاحظہ فرمائیں۔

مزید برآں، جمعہ کی نماز کے بعد آخر الظہر (ظہر احتیاطی) پڑھنا مجتہدین کا قول ہے
جیسے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حسن بن زیاد، کے دلائل آپ نے ملاحظہ فرمائے
اب علامہ قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ملاحظہ فرمائیں۔

والاحتیاط فی القرئ ان یصلی السنة اربعاً ثم یصلی الظہر اربعاً ثم رکعتین سنة
الوقت، هو الصحیح المختار۔ فتاویٰ الحجۃ القاضی خان، ثم الکبیری جمعه (600) ومنحة الخالق
جلد ۲ (143) صغیری۔ ومجموعة سلطانی جمعة و الفتاویٰ الخیری (۲۱) وشامی جلد ۱ (543) ونقلوه عن
الکافی والمحیط۔ والقنیة وفتح القدیر۔ جلد 1 (158) وبرجندی جلد 1 ص (183)

دیہاتوں میں احوط یہ ہے احتیاط اسی میں ہے
کہ پہلے چار رکعات سنت جمعہ پڑھے (پھر دو رکعات فرض جمعہ پڑھے) اسکے بعد جمعہ کے
چہار رکعات سنت کی نیت سے پڑھے۔ پھر چہار رکعات ظہر احتیاطی پڑھے۔ پھر دو رکعات پڑھے
(1) یہ قول صحیح بھی ہے (2) اور مختار بھی ہے۔

(4) جمعہ کی نماز کے بعد آخر الظہر (نماز ظہر احتیاطی) پڑھنا (متون کے بعد) شروح
نے بھی نقل کیا ہے۔ مثلاً۔ فتح القدیر، کبیری، صغیری، بحر الرائق، نہر الفائق، نے مصر کے مسئلہ
میں۔ نیز شارحین ہدایہ، شرح الباقانی، نے بھی نقل کیا ہے۔ نیز شرح المجمع نے بھی
اس مسئلہ کو نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

المختار ان یصلی بعد الجمعة اربعاً بنوی بہا آخر الظہر ادر کث وقته ولم اصلی وبهذا
افتیٰ شیخنا شیخ امین الدین بن عبد العال مفتی الدیار المصریہ۔

فتاویٰ المصنف الغزی التمر تاشی۔ (11)

مختار قول یہ ہے کہ جمعہ کی نماز سے فراغت کے بعد چہار رکعات آخر الظہر (نماز ظہر احتیاطی) پڑھے، آخر الظہر کی نیت کے ساتھ (نیت یوں کر لے) نیت کرتا ہوں چار رکعات ظہر کی سب میں کچھلی ظہر کی جسکا وقت میں نے پایا اور نہ پڑھی۔

ہمارے شیخ حضرت علامہ مفتی امین الدین کا یہی فتویٰ ہے (کہ ظہر احتیاطی پڑھنی چاہیے) (عام مسلمان بھائیوں کے سمجھانے کیلئے عرض کروں کہ عبارات مذکورہ بالا میں یہ لفظ بار بار آرہا ہے کہ متون یا شروح نے نقل کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عبارت مذکورہ فلاں کتاب کے متن یا شرح میں موجود ہے وہاں سے لیا گیا ہے اس نقل سے مراد اصطلاح فقہاء میں استعمال ہونے والا نقل ہے نہ کہ عوام الناس کی اصطلاح والا نقل۔ مترجم)

(5) جمعہ کی نماز کے بعد آخر الظہر (نماز ظہر احتیاطی) پڑھنا معتبر کتب فتاویٰ نے بھی نقل کیا ہے۔

مثلاً۔ فتاویٰ قاضی خان، ومحیط، وتعارف خانہ، وعالمگیری، وسرجیہ، ومضمورات، وفتاویٰ لامام الغزالی صاحب تنویر الابصار، ومجموعہ سلطانی، ومجموعہ خانی، بنقل عمدۃ الاسلام، وظہیریہ، وصیرفیہ، وفتاویٰ اہو۔
(6) جمعہ کی نماز کے بعد آخر الظہر (نماز ظہر احتیاطی) پڑھنا معتمد حواشی نے بھی نقل کیا ہے۔

مثلاً۔ حاشیہ خیر الدین الرملی، بحر ومنحۃ الخالق، ورد المحتار، وطحاوی، ودرمختار، وطحاوی مراقی، وطوالع الانوار، وچلبی شرح الوقایہ۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

❦ دیہاتوں میں جمعہ کی نماز کے بعد آخرالظہر ❦

(نماز ظہر احتیاطی) پڑھنے کا ثبوت

(۱) والاحتیاط فی القرۃ (الی قولہ) هذا هو الصحيح المختار.

دیہاتوں میں احتیاط (اسی میں ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد آخرالظہر (نماز ظہر احتیاطی) پڑھے) یہی صحیح ہے یہی مختار ہے۔

بارہ (12) کتب نے اسے نقل کیا ہے، ان سے جو الفاظ صریح ثابت ہوئے قابل غور ہیں

(1) قرۃ کے ساتھ لفظ احتیاط۔ (2) لفظ صحیح۔ (3) لفظ مختار.

(۲) لاشک فی جواز الجمعة فی البلاد والقصبات۔ فتاویٰ المحرّم الخیرۃ جمعہ جلد ۱۔ ص۔ 20

شہروں اور دیہاتوں میں جمعہ کے جواز میں شک نہیں، جائز ہے (بشرطیکہ ظہر احتیاطی پڑھی جائے)

(۳) فی الجواهر لوصلوا فی القرۃ لزّمهم اداء الظہر۔

شامی جمعہ جلد ۱ (۵۴۲) جامع الرموز جلد ۱ (۱۱۵)

اگر مسلمان دیہاتوں میں (جمعہ پڑھیں) تو ان پر واجب ہے کہ وہ ظہر کی نماز اداء کریں

(۴) وعند اصحابنا لا تجب الجمعة علی اهل القرۃ لحديث علی.

سادة المتّقين جلد ۳. جمعہ. ثم ازالة الاوهام والبحر الرائق جلد ۲. جمعہ (141) من التّجنیس. والبنزازیة جلد ۱.

جمعہ (163) ومنحة الخالق. جلد ۲. جمعہ (141)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی حدیث کے مطابق ہمارے (احناف بزرگوں نے کہا ہے)

کہ دیہات میں مسلمانوں پر جمعہ واجب نہیں۔

(۵) وشرط لادائها ای لو جوب اداء الجمعة (الی قولہ) المصر. جامع الرموز جلد ۱۔ جمعہ (115)

جمعہ کی نماز کے وجوب کی شرائط میں سے ایک شرط ”شہر“ ہونا۔ شہر کی قید سے دیہات

خارج ہو گئے)

(۶) ومنها المصر حتی لم تجب فی القرۃ. خلاصة الفتاویٰ۔ جمعہ جلد ۱ (ص۔ 165)

(نماز جمعہ کی شرائط میں سے ایک شرط شہر کا ہونا) لہذا دیہات میں جمعہ کی نماز پڑھنا

واجب نہیں۔

(۷) ولو جوبها شرائط فی المصلی الحرّیة والذکورة (الی قولہ) وشرائط فی غیر

المصلی المصر والسلطان. الخ. فتح القدیر. جمعہ جلد ۱. (257)

جمعہ کے وجوب کی شرائط میں سے ایک ”حریت“ ہے (یعنی نمازی کا آزاد ہونا) ذکورۃ (یعنی مردوں پر نماز جمعہ واجب ہے نہ کہ خواتین پر الی قولہ)
اور عید گاہ کے علاوہ جمعہ کی نماز کی ادائیگی کیلئے ایک تو مصر (شہر ہونا) دوسرا مسلم حاکم کا ہونا شرط ہے

☆۔۔۔ میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں (دو چیزیں ذہن نشین ہوں۔

- (1) ایک ہے جمعہ کے وجوب کی شرائط (یعنی جمعہ کس پر کب واجب ہوتا ہے)
- (2) جمعے کے اداء کرنے کے صحت کی شرائط (جمعہ اداء کرنا کہاں کہاں صحیح ہے اور کن کن مقامات پر جمعہ جائز نہیں)

سو مذکورہ تمام علماء احناف و کتب و متون و شروح سے یہ بات ثابت ہوگئی، کہ جمعہ کی نماز کے وجوب کے لئے (مصر ہونا، اور بادشاہ ہونا، مسلمان ہونا) جہاں شرائط مذکورہ نہ پائیں جائیں تو وہاں کے مسلمانوں پر جمعہ واجب نہیں، شرائط مذکورہ بالا کی موجودگی میں مسلمانوں پر جمعہ واجب۔

اور اگر شرائط مذکورہ میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو (نہ پائی جائے) تو ان مسلمانوں پر جمعہ کی نماز واجب نہیں۔

جیسے قریہ (دیہات) کہ وہاں بسبب نہ پائے جانے شرائط کے جمعہ کی نماز واجب نہیں مگر جائز ہے۔

کیونکہ (1) شرائط کا فقدان (جمعہ) کی نفی وجوب کو مستلزم ہے۔

(2) جمعہ کی نفی جواز کو مستلزم نہیں۔

(1) یعنی جہاں شرائط مذکورہ نہ پائے جائیں تو وہاں جمعہ کی نماز واجب نہیں)

(2) شرائط مفقود ہوں تو جمعہ واجب تو نہ ہوا، لیکن وہاں کے مسلمان اگر پڑھ لیں تو جائز ہے کیونکہ جمعہ کے وجوب کے احکام اور ہیں، اور جمعہ کے جواز کے احکام وجوب کے احکام سے الگ ہیں۔ لہذا اجر و ثواب کے حصول کیلئے جواز کافی۔

﴿اٹھائیسویں بحث دور اسقاط کا ثبوت﴾

دور اسقاط کی برکت سے میت قبر میں عذاب الہی سے نجات پاتا ہے۔

(1) ولا ينبغي ان يتساهل في هذا الامر (ای دور الاسقاط) فان به نجاة الميت من عذاب الله تعالى و غضبه .

مجموعۃ رسائل الشامی جلد ۱۔ رسالہ منہ الجلیل لاسقاط ماعلی الذمۃ من کثیر و قلیل۔ (223)

(مسلمانوں کو) چاہیے کہ وہ (دور اسقاط) میں سستی نہ کریں (بلکہ میت کے قبر میں رکھنے سے پہلے پہلے دورہ اسقاط کر لے) کیونکہ (یہ حیلہ اسقاط) میت کیلئے عذابِ قبر، و غضب الہی سے بچنے کا وسیلہ و ذریعہ ہے۔

(2) فحيلة لابراء ذمة الميت من جميع ماعليه ان يدفع (الی قوله) وهذا (ای الدور المکرر) هو المخلص في ذلك انشاء الله تعالى بمنه و کرمه . مراق الارواح، بحث الاسقاط (263) حیلہ اسقاط (در اصل یہ ہے) کہ مرحوم کے ذمہ (کو ان حقوق اللہ سے فارغ کرنا جو اسکے ذمہ تھے اور زندگی میں اداء نہ کئے ہوں) سو حیلہ اسقاط سے میت کا ذمہ ان تمام (حقوق) سے فارغ ہو جائیگا (سو چاہئے کہ ولی میت کی جانب سے صدقہ دے اسکی نجات کیلئے حیلہ اسقاط کرے) اور (یہ دور جو مکرر کیا جاتا ہے) اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے نیز اس (دور مکرر) کی برکت سے اس (میت کو عذابوں سے) نجات عطاء فرمائے گا۔

(3) الصدقة النافلة ممحاة لكثير من الذنوب المدخلة النار. فسطانی، کتاب العلم (۱۹۰) نفلی صدقہ (ایسے عظیم) گناہوں کو (بھی) مٹا دیتا ہے جو گناہ دخول نار کے سبب ہوں (یعنی وہ گناہ جن کے کرنے سے مسلمان جہنم میں داخل ہونے کا مستحق ہو جائے مگر جب وہ مسلمان نفلی صدقہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس نفلی صدقہ کی برکت سے اسے اس عذاب سے نجات عطا کر دیتا ہے۔

(4) الاطعام برؤبتدأ یصلح ماحیا للسیات . فتح القدیر، صوم جلد ۱ (۳۰۳) (مسکینوں کو) کھانا کھانا (صدقہ نفلی ہے) یہ (ان) گناہوں کو مٹا دیتی ہیں (جو گناہ اللہ تعالیٰ

کے عذابوں کو لازم کرنے والی ہیں)

(5) وقال الامام محمد ولو اعطى الورثة المصحف لفقيه واحد من غير ان يبين قيمة المصحف وتعداد ما فات منه من الصلوات والصوم وغيرهما من الواجبات صح وسقط من الميت كل حق فات عنه

ملحقات السير الكبير لمحمد ثم خلاصة الفقه ثم تحفة الصلحا ثم اعلام المؤمنين . ص ۳۳ . حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مرحوم سے جو حقوق اللہ فوت ہوئے ہوں (مثلاً) نماز، روزہ، واجبات، وغیرہ، کی تعداد متعین کئے بغیر اگر مرحوم کے ورثا کسی فقیر کو قرآن کریم کی قیمت بتائے بغیر ”قرآن کریم“ دے دیں جائز ہے (فقیر کو قرآن کریم دینے کی برکت) سے میت کے ذمے جتنے حقوق اللہ ہوں ساقط (معاف) ہو جائیں گے۔ (انشاء اللہ وتعالیٰ)

(6) وفي دعاء الاحياء للاموات وصدقتهن عنهم نفع لهم خلافا للمعتزلة .

متن شرح العقائد النسفية (۳۳۱)

(اہلسنت کے نزدیک) زندہ مسلمانوں کے صدقات اور دعائیں مرحومین کیلئے نافع ہیں (مرحومین کو نفع دیتی ہیں اسکے ذمہ اگر حقوق اللہ ہوں تو مسلمانوں کی دعاؤں اور صدقات کی برکتوں سے مرحوم کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے، یعنی اسکے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اور مرحوم کو عذابوں سے نجات مل جاتی ہے، البتہ ایک فرقہ (معتزلہ اس (قول کے) خلاف ہے (انکے نزدیک زندوں کی دعاؤں اور صدقات سے مردوں کو فائدہ نہیں ملتا)

(7) بل يتعين ذلك الوكيل ليسقط عما في ذمة الميت ، ويتخلص من العهدة

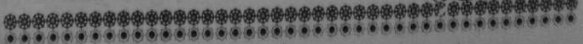
انشاء الله . مجموعة رسائل الشامي جلد ۱ . ص (222)

معین کرے وکیل (اس صدقے کیلئے وکیل متعین کیا جائے) تاکہ (وہ اس دور اسقاط کے ذریعے) میت کے ذمہ (جو فرائض و واجبات رہ گئے تھے) ساقط کرے۔

(حیلہ اسقاط کی برکت سے) انشاء اللہ وتعالیٰ وہ اپنے ذمہ سے فارغ ہو جائے گا۔

(اسکے ذمے جو بھی فرائض و واجبات رہ گئے تھے انشاء اللہ حیلہ اسقاط کی برکت سے

ہر ذمہ ہو جائے گا)



(8) ہکذا ینبغی ان یفعل وان کان الشخص محافظا علی صلواتہ احتیاطا خشية ان یکون قد وقع خلل ولم یشرع به . مجموعه رسائل الشامی جلد ۱ (212)
 (مسلمان جب فوت ہو جائے) اگرچہ وہ مسلمان (مرحوم زندگی بھر) نمازیں پڑھتا رہا ہو تب بھی اس بات کا خوف تو ہے (کہ خدا نخواستہ) اس سے نماز میں کوئی خلل واقع ہو گیا ہے اور اسے علم تک نہ ہو تو چاہیے کہ (مرحوم کیلئے) دو اسقاط کیا جائے اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس دو اسقاط کی برکت سے نجات عطا فرمائے ﴿صاحب رسائل شامی فرماتے ہیں﴾

(۹) وقد بلغنی عن بعض مشائخ عصرنا انه کان یقول بلزوم الدور هذا هو الذی ینبغی ان یعض بالنواجذ علیہ ویجعل المصیر الیه . مجموعه رسائل الشامی جلد ۱ (222)
 کہ میرے زمانے کے مشائخ (فقہاء) میں سے ایک بزرگ (فقیہ) سے مجھ تک یہ بات پہنچی، وہ فرماتے تھے کہ دور (اسقاط) لازم ہے (اللہ اللہ یہ ایسا عظیم و مفید قول ہے) کہ جسے عقل ڈاڑ سے پکڑو (یعنی مضبوطی سے عمل کرو) اور اسی قول کی طرف راجع ہونا چاہیے۔

﴿دور اسقاط کی چار قسمیں ہیں﴾

ان میں سے ایک دور مُضْمَرٌ مُجْمَلٌ مُرَوَّجٌ ہے

وجہ حصر یہ ہے۔

کہ دَوْر دو حالتوں سے خالی نہیں یا تو

(1) دَوْر مصرح ہوگا

(2) یا دَوْر مُضْمَرٌ ہوگا

پھر ہر ایک کی دو، دو قسمیں ہیں۔

(1) دَوْر مصرح مفصل

(2) دَوْر مصرح مجمل

(1) دَوْر مُضْمَرٌ مفصل

(2) دَوْر مُضْمَرٌ مجمل

﴿دور مصرح - کی توضیح﴾

- (1) مرحوم کا ولی، یا وکیل فقیر کو فدیہ دے دے۔
 - (2) وہ فقیر اس فدیہ کو قبول کرے۔
 - (3) قبول کرنے کے بعد یہ فقیر اس فدیہ کو مرحوم کے ولی یا وکیل کو واپس دے دے۔
 - (4) وہ ولی یا وکیل اس فدیہ کو قبول کر کے قبضہ شرعی کیساتھ مالک بنے۔
 - (5) وہ ولی، یا وکیل یہ فدیہ فقیر کو دوبارہ دے دے۔
 - (6) وہ ولی یا وکیل اس فدیہ کو قبول کر کے قبضہ شرعی کیساتھ مالک بنے۔
 - (7) وہ ولی، یا وکیل یہ فدیہ فقیر کو دوبارہ دے دے۔
- یہ ہے دور مصرح کی توضیح و طریقہ کار (اللہ تعالیٰ سے امید قوی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے اور اس دور مصرح کی برکتوں سے اپنے بندے کے فرائض و واجبات معاف فرمادے)

﴿دور مضمر کی توضیح﴾

دور مضمر پھر دو حالتوں سے خالی نہیں۔

(1) دور مضمر یا تو ایک واسطہ سے ہوگا۔

(2) یا دو واسطوں سے۔

اگر دور مضمر ایک واسطہ سے ہو۔ تو اس کا طریقہ یوں ہوگا۔ مثلاً

(1) مرحوم کا ولی یا وکیل فقیر کو فدیہ دیدے۔

(2) اور یہ فقیر وہ فدیہ دوسرے فقیر کو ہبہ (بخش) دے وہ فقیر اس فدیہ کا قبضہ شرعی کے ساتھ مالک بن جائے

(3) پھر وہ دوسرا فقیر میت کے ولی یا وکیل کو ہبہ کر کے مالک بنادے۔

اور اگر دور مضمر دو واسطوں سے ہو تو اس کا طریقہ کار یوں ہوگا۔ مثلاً۔

میت کا ولی یا وکیل فقیر کو فدیہ دیکر اسے مالک بنادے۔

یہ فقیر وہ فدیہ دوسرے فقیر کو ہبہ کر کے اسے مالک بنادے۔

دوسرا فقیر اس مال کا مالک بننے کے بعد تیسرے فقیر کو بہہ کر کے اسے مالک بنادے۔
تیسرا فقیر اس فدیے کا مالک بننے کے بعد اسے پھر مرحوم کے ولی یا وکیل کو بہہ کر کے مالک
بنادے اس طرح دَوْر کرتے رہیں یہاں تک کہ میت کے ذمے جتنی نمازیں روزے
واجبات و فرائض ہوں ساقط ہو جائیں (باذن اللہ و ببرکۃ حیلۃ الدور الاسقاط)

﴿آئیے دور مصرح اور دور مضمر پر﴾

فقہاء کرام کی کتابوں سے کچھ دلائل پیش کروں

(1) فحیلۃ لایبراء ذمۃ المیت عن جمیع ما علیہ ان یدفع (ذلک المقدار
للفقیر) بقصد اسقاط ما یرد عن المیت (فیسقط عن المیت بقدرہ ثم بعد قبضہ
یہبہ الفقیر للولی) او للاجنبی (ویقبضہ) لتتم الہبۃ وتملک (ثم یدفعہ)
الموہوب لہ (للفقیر) بجهة الاسقاط متبرعا بہ عن المیت (فیسقط) عن المیت
(بقدرہ) ایضا (ثم یہبہ الفقیر للولی) او للاجنبی (ویقبضہ ثم یدفعہ الولی للفقیر)
متبرعا عن المیت وھکذا یفعل مرارا (حتی یسقط ما کان) یظنہ (علی المیت من
صلوۃ وصیام) ونحوہما مما ذکرنا من الواجبات وھکذا هو المخلص فی ذلک انشاء
اللہ وتعالیٰ بمنہ وکرمہ نور الایضاح ومرقی الفلاح. (ص. 263)



میت کے ذمے جو حقوق اللہ ہیں ان سے بری الذمہ ہونے کیلئے حیلۃ (اسقاط) کا طریقہ
یہ ہے۔ کہ

(جتنی نمازیں روزے فرائض و واجبات اسکے ذمے باقی ہیں ان فرائض و واجبات کا) بلوغ
سے قبل کا عرصہ نکال کر بقیہ عمر کا) حساب لگالے اور پھر مرحوم کا ولی یا وکیل اسی حساب سے
(1) فقیر کو اس نیت کے ساتھ فدیہ دے دے

کہ اللہ تعالیٰ کے جو کچھ حقوق میت کے ذمے ہیں (اس فدیہ کی برکت سے) وہ ساقط
(ختم) ہو جائیں۔

(2) پھر وہ فقیر یہ فدیہ جکا وہ مالک بنا مرحوم کے ولی کو بہہ کر دے۔ اسے فدیہ کے مال
کا قبضہ شرعی کیساتھ مالک بنادے (یہی دور مصرح کا طریقہ ہے اسے دور مصرح کہتے ہیں

جسکی تفصیل پہلے گزر چکی)

(2) پھر وہ فقیر جو فدیہ کے مال کا مالک بنا ہے کسی اجنبی کو بہہ کر دے۔

(اجنبی سے مراد وہ شخص جسکا مرحوم سے از روئے نسب کے کوئی تعلق نہ ہو) نہ بحیثیت ذوالفروض کے اور نہ بحیثیت عصبہ کے)

اسے فدیہ کے مال کا قبضہ شرعی کیساتھ مالک بنا دے، تاکہ بہہ اور تملیک تام ہو جائے۔
(یہی دور مضمر کا طریقہ ہے اسے دور مضمر کہتے ہیں جسکی تفصیل پہلے گزر چکی)

(3) پھر مَوْهُوبُ لَہُ (یعنی مرحوم کا ولی جس نے اس فقیر کو فدیہ کا مال دیا تھا، یا اجنبی اگرچہ ابتداء وہ مَوْهُوبُ لَہُ نہ تھا، کیونکہ اس فقیر کو فدیہ مرحوم کے ولی نے دیا تھا تو مَوْهُوبُ لَہُ وہی ولی ہے)

سومَوْهُوبُ لَہُ وہ مال جسکا فقیر نے اسکو مالک بنایا وہ مَوْهُوبُ لَہُ میت پر صدقہ کرتے ہوئے یہ مال فدیہ ایک مرتبہ پھر اس فقیر کو دے دے (وہی نیت کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اس فدیہ کے ذریعے مرحوم کو بخش دے) اس مرتبہ کے اس عمل سے میت کے ذمے جو حقوق اللہ ہیں اس فدیہ کی مقدار کے لحاظ سے اتنے ہی نمازوں اور روزوں کا ذمہ پھر فارغ ہو جائے گا۔

(4) پھر وہ فقیر جو فدیہ کے مال کا مالک بنا ہے مرحوم کے ولی کو یا اجنبی شخص کو بہہ کر دے (اجنبی سے مراد وہ شخص جسکا مرحوم سے از روئے نسب کے کوئی تعلق نہ ہو) نہ بحیثیت ذوالفروض کے اور نہ بحیثیت عصبہ کے)

مرحوم کے ولی کو یا اجنبی کو فدیہ کے مال کا قبضہ شرعی کیساتھ مالک بنا دے۔ تاکہ بہہ اور تملیک تام ہو جائے۔

(5) پھر مَوْهُوبُ لَہُ (یعنی مرحوم کا ولی جس نے اس فقیر کو فدیہ کا مال دیا تھا، یا اجنبی اگرچہ ابتداء وہ مَوْهُوبُ لَہُ نہ تھا، کیونکہ اس فقیر کو فدیہ مرحوم کے ولی نے دیا تھا تو مَوْهُوبُ لَہُ وہی ولی ہے)

سومَوْهُوبُ لَہُ وہ مال جسکا فقیر نے اسکو مالک بنایا وہ مَوْهُوبُ لَہُ میت کیلئے صدقہ کرتے ہوئے یہ مال فدیہ ایک مرتبہ پھر اس فقیر کو دے دے (وہی نیت کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اس فدیہ کے ذریعے مرحوم کو بخش دے) اس مرتبہ کے اس عمل سے میت کے ذمے جو

حقوق اللہ ہیں، ایک مرتبہ پھر اس فدیہ کی مقدار کے لحاظ سے میت کا اتنے ہی نمازوں اور روزوں سے ذمہ فارغ ہو جائے گا۔

(6) یہ عمل بار بار دہراتے رہیں یہاں تک کہ مرحوم کے ولی کے یقین کے ساتھ مرحوم کے ذمے جتنے حقوق اللہ (صیام و صلوٰۃ و واجبات وغیرہم) ہوں وہ (بإذن اللہ) وبالیقین ساقط ہو جائیں۔

یہ بار بار فدیہ کا تکرار (حیلۂ اسقاط) انشاء اللہ تعالیٰ وبفضلہ وکرمہ (مرحوم کی نجات) کا ذریعہ بن جائے گا۔

﴿ذَوْرِ مَصْرَحِ مَفْصَلِ كِي تَوْضِيحِ﴾

ذَوْرِ مَصْرَحِ مَفْصَلِ ﴿اس میں حقوق اللہ کے ہر فرد، اور ہر نوع، و مقدار فدیہ کو بیان کیا جاتا ہے

﴿ذَوْرِ مَصْرَحِ مَجْمَلِ كِي تَوْضِيحِ﴾

ذَوْرِ مَصْرَحِ مَجْمَلِ ﴿اس میں حقوق اللہ کے ہر فرد، اور ہر نوع، اور ہر حق، نیز مقدار فدیہ کا بیان نہیں ہوتا

ذَوْرِ مَجْمَلِ، و مفصل کی تشریح۔ بدلیل عبارات فقہاء

و اطلاق كلام المصنف يدل على انه لو دفع الفدية مجملة الى الفقير الواحد قبل الدفن من غير تفصيل كل نوع من حقوق الله تعالى جازو لهذا لم يشترط المصنف العدد والمقدار وبه اخذ بعض العلماء (جواهر النفيس ص 28)

(جواہر النفیس کے مصنف فرماتے ہیں) کہ درہم الکیس (نامی کتاب کے مصنف) کا کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اگر فدیہ مجملہ (مرحوم کیلئے جو فدیہ بطور اسقاط دیا جائے اور فدیہ کی مقدار ظاہر و متعین نہ ہو) نیز حقوق اللہ کی تفصیل بھی بیان نہ ہو تب بھی ذَوْرِ جَاَزِ ہے، اس بنا پر مصنف نے تعدد حقوق اللہ اور فدیہ کی مقدار کے تعین کی شرط نہیں لگائی۔

افضلیت بحیثیت عمل:

ذَوْرِ مَجْمَلِ پر علماء کا عمل رہا ہے۔ البتہ ذَوْرِ مَفْصَلِ افضل ہے۔ نیز ذَوْرِ مَفْصَلِ پر جمہور علماء کا عمل رہا ہے۔ (اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور ذَوْرِ مَجْمَلِ ہو یا مفصل کی برکت سے (مردہ) اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے نجات پاتا ہے)

﴿دَوْر کے انواع اربعہ کے جواز کا بیان﴾

خصوصیت کیساتھ دَوْرِ مضرِ مجملِ مروج کے جواز کا بیان

ان علاقوں (صوبہ سرحد، بلوچستان، افغانستان، سندھ، پنجاب، کشمیر) میں دَوْرِ مضرِ مجملِ مروج ہے۔
اس کی چار قسمیں ہیں۔

صاحبِ درمختار، و طحاوی فرماتے ہیں
اور فدیہ کمی مقدار کے تعین کی شرط نہیں لگائی۔

افضلیت بحیثیتِ عمل۔

دَوْرِ مجملِ پر علماء کا عمل رہا ہے، البتہ دَوْرِ مفصلِ افضل ہے، نیز دَوْرِ مفصلِ پر جمہور علماء کا عمل رہا ہے
(اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور دَوْرِ مجملِ ہو یا مفصل کی برکت سے (مرحومہ) اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے نجات پاتا ہے)

(1) فما یفعل الآن من تدویر الکفارة بین الحاضرین و کل یقول للآخر و هبت
هذه الدرهم لاسقاط ما علی فلان من الصیام و الصلوة و غیرهما و یقبلها الآخر
صحیح. طحاوی. الدر المختار.

آج کل (مسلمانوں) میں دَوْرِ (اسقاط) کا عمل جاری ہے (یہ تدویر، دَوْرِ حقیقت میں مرحوم
کے گناہوں کا) کفارہ ہے (اور طریقہ یہ اختیار کیئے ہوئے ہیں کہ ان میں ایک) دوسرے
سے کہتا ہے، میں نے یہ درہم تجھے ہبہ کئے

دوسرا کہتا ہے، میں نے قبول کئے، یہ عمل صحیح (جائز) ہے (مسلمان یہ عمل اس لئے کرتے
ہیں تاکہ اسکے ذریعے مرحوم کے ذمے جتنی نمازیں روزے وغیرہ ہیں وہ معاف ہو جائیں)
☆----- میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں کہ جب دَوْرِ مضرِ مجملِ مروج کا جواز ثابت

ہو تو دَوْر کے دوسرے اقسام کا جائز ہونا بھی ثابت ہوا۔

(2) ویجوز اعطاء فدیة صلوة و صیام ایام و نحوهما لو احد من الفقراء (جملة)

نمازوں روزوں و دیگر فرائض و واجبات کا فدیہ اگر ایک ہی فقیر کو دے دیا جائے تو جائز ہے

نور الابصار، ومراقی الفلاح (263) والفتاویٰ الحجة لقاضی خان، ثم ہندیہ جلد ۱، فوائت (175) وکبریٰ فوائت (583) وجوہرۃ جلد ۱، (143) وسراجیہ جلد ۱، (98) والمضمرات ثم جواهر النقیس (30) وبحر الرائق، ومنحة الخالق، فوائت (98) والقُدوری، والفتاح صوم جلد ۱ (87)

(علماء فقہ حنفی کے نزدیک جو قول) منصوص علیہ ہے

والمنصوص علیہ فی المذہب وعلیہ العمل ان یجمع الوارث عشرة رجال لیس فیہم غنی ولا عبد ولا صبی ولا مجنون (الی قولہ) مما تعارفہ الناس ونص علیہ اهل المذہب ان الواجب اذا کثر ادا و صرة (212)

(علماء فقہ حنفی کے نزدیک جو قول) منصوص علیہ ہے، اور اسی پر علماء کا عمل ہے (وہ یہ ہے) (کہ میت کا ولی دس آدمیوں (فقیروں) کو جمع کرے) (ایسے آدمیوں کو کہ جن میں غنی نہ ہو کوئی غلام و بچہ نہ ہو) (ان دس آدمیوں میں) کوئی پاگل نہ ہو (اور مرحوم کے ذمے حقوق اللہ بھی کثیر ہوں) تو پھر پیسوں کی وہ تھیلی (ان دس فقراء میں) بار بار پھیرنا ضروری ہے، یہی (فی زمانہ لوگوں) میں متعارف بھی ہے اور اہل مذہب (علماء کا) اسی پر نص بھی ہے۔ ﴿فقراء میں تھیلی کے بار بار پھیرنے کے دلائل ملاحظہ فرمائیں﴾

(1) لادارة الصرة طرائق، مجموعہ رسائل شامی (212)

صرة (وہ تھیلی جس میں مرحوم کے حیلہ اسقاط کا ندیہ رکھا ہوا ہے) پھیرنے کیلئے کئی طرق ہیں

(2) اخرج الدور، مجموعہ رسائل شامی (223)

(اگر مرحوم کے ذمے حقوق اللہ کثیر ہوں اور ندیہ کی رقم قلیل ہو تو پھر دُور کو (مسلسل) چلائیں) تاکہ کئی ادوار کی وجہ سے یہ قلیل ندیہ ان کثیر حقوق کے اسقاط کیلئے کفایت کرے۔ باذن اللہ

(3) ان یوکل وکالة دوریة، مجموعہ رسائل شامی (221)

(اگر مرحوم کے ذمے حقوق اللہ کثیر ہوں اور ندیہ کی رقم قلیل ہو تو پھر دُور کیلئے) کسی (فقیر کو) وکیل بنادے (وہ فقیر دوسرے فقیر کو مرحوم کے ذمے حقوق اللہ کے سقوط کیلئے یہ ندیہ دیتے ہوئے وکیل بنادے یہ دُور تسلسل سے ہوتا رہے یہاں تک کہ وہ حقوق مرحوم کے ذمے سے ساقط ہو جائیں امید قوی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے اور ندیہ کے دُور سے مرحوم کے ذمے جو حقوق ہیں وہ ساقط ہو جائیں)

(4) وبعید الدور . مجموعه رسائل شامی (223) (عاد، بعد، غدا، کسی شی کا بار بار لوٹ کر آنا)
(اگر مرحوم کے ذمے حقوق اللہ کثیر ہوں اور فدیہ کی رقم قلیل ہو تو پھر) دَور کو (مسل) چلائیں
(تاکہ کئی ادوار کی وجہ سے یہ قلیل فدیہ ان کثیر حقوق کے اسقاط کیلئے کفایت کرے۔ باذن اللہ)

(5) فلیقصد الی الدور . مجموعه رسائل شامی (223)

(اگر مرحوم کے ذمے حقوق اللہ کثیر ہوں اور فدیہ کی رقم قلیل ہو تو پھر مرحوم کا ولی) دَور کا
پختہ ارادہ کرے (یعنی اس قلیل فدیہ کا کئی فقیروں میں بار بار پھیرنے کا یا ایک فقیر کو دے
کر مالک بنائے وہ فقیر پھر ولی کو فدیہ دیکر قبضہ شرعی کیساتھ مالک بنائے۔ پھر ولی اس فقیر
کو فدیہ کی رقم دے یہ تسلسل جاری رکھیں تاکہ کئی ادوار کی وجہ سے یہ قلیل فدیہ ان کثیر
حقوق کے اسقاط کیلئے کفایت کرے۔ باذن اللہ)

(6) فَبِالدَّوْر . مجموعه رسائل شامی (223)

(اگر مرحوم کے ذمے حقوق اللہ کثیر ہوں اور فدیہ کی رقم قلیل ہو تو اب یہ حقوق کس طرح ساقط ہوں؟
صاحب شامی لکھتے ہیں کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ یہ حقوق کثیرہ ساقط ہو جائیں دو (مسل)
کیساتھ (یعنی اس قلیل فدیہ کو کئی فقیروں میں بار بار پھیرے یا ایک فقیر کو دیکر مالک بنائے وہ
فقیر پھر ولی کو فدیہ دیکر قبضہ شرعی کیساتھ مالک بنائے، پھر ولی اس فقیر کو فدیہ کی رقم دے یہ
تسلسل جاری رکھیں تاکہ کئی ادوار کی وجہ سے یہ قلیل فدیہ ان کثیر حقوق کے اسقاط کیلئے
کفایت کرے۔ باذن اللہ)

(7) فلیقصد مـیرھا . مجموعه رسائل شامی (97)

(اگر مرحوم کے ذمے حقوق اللہ کثیر ہوں اور فدیہ کی رقم قلیل ہو تو پھر اس فدیہ کا) دَور کرنے
والا دَور کا پختہ ارادہ کرے (یعنی اس قلیل فدیہ کا کئی فقیروں میں بار بار پھیرنے کا یا ایک فقیر
کو دے کر مالک بنائے وہ فقیر پھر ولی کو فدیہ دیکر قبضہ شرعی کیساتھ مالک بنائے، پھر ولی اس
فقیر کو فدیہ کی رقم دے یہ تسلسل جاری رکھیں تاکہ کئی ادوار کی وجہ سے یہ قلیل فدیہ ان
کثیر حقوق کے اسقاط کیلئے کفایت کرے۔ باذن اللہ)

(8) فیدور المقسط بنفسه وارثا وغیرہ اویو کل غیرہ۔ مجموعہ رسائل شامی (97)

(اگر مرحوم کے ذمے حقوق اللہ کثیر ہوں اور فدیہ کی رقم قلیل ہو تو پھر جو مسلمان اس مرحوم کے ذمے ان حقوق کثیرہ کو) ساقط کرنے والا ہو (چاہے وہ ساقط کرنے والا مرحوم کا وارث ہو یا کوئی دوسرا) (مسلمان ہو وہ اس قلیل فدیہ کا) دَور کرے (یا وہ مسقط۔ حقوق کو مرحوم کے ذمے سے ساقط کرنے والا۔ چاہے مرحوم کا وارث ہو یا کوئی بھی مسلمان ہو وہ اس عمل سقوط ”دَور اسقاط“ پر) کسی (بھی مسلمان) کو وکیل بنائے۔

(تاکہ یہ قلیل فدیہ کئی فقیروں میں بار بار پھیرے یا ایک فقیر کو دے کر مالک بنائے وہ فقیر پھر حقوق کے ساقط کرنے والے کو فدیہ دیکر قبضہ شرعی کیساتھ مالک بنائے، پھر ساقط کرنے والا (خود وارث ہو یا کوئی مسلمان یا وکیل) اس فقیر کو فدیہ کی رقم دے یہ تسلسل جاری رکھیں تاکہ کئی ادوار کی وجہ سے یہ قلیل فدیہ ان کثیر حقوق کے اسقاط کیلئے کفایت کرے۔



(9) فحیثئذ تصیر فدیة عشر سنین مودة فی دور واحد۔ مجموعہ رسائل شامی (223)

(اگر مرحوم کے ذمے حقوق اللہ کثیر ہوں اور فدیہ کی رقم قلیل ہو پھر اس قلیل فدیہ کو کئی فقیروں میں بار بار پھیرا گیا یا ایک فقیر کو دے کر مالک بنایا اس فقیر نے پھر ولی کو فدیہ دیکر قبضہ شرعی کیساتھ مالک بنایا، پھر ولی نے اس فقیر کو فدیہ کی رقم دے دی یا کئی فقراء نے ایک دوسرے کو بیہ کرتے ہوئے یہ تسلسل جاری رکھا۔ تو تسلسل دَور کا ایک مرتبہ بھی (بازن اللہ تعالیٰ) اس مرحوم کے دس سال کیلئے کفایت کریگا (سبحان اللہ اگر دَور کے ایک مرتبہ سے مرحوم کے دس سال کے وہ حقوق جو اس کے ذمے ہیں ساقط ہو جاتے ہیں تو پھر جب کئی مرتبہ دَور نہ کر کیا جائے تو کتنے سالوں کے حقوق سے مرحوم کا ذمہ فارغ ہوگا)



(10) واذا کان الولی جاهلا فلا بد حیثئذ (ای حین الدور) من توکیل من

یدرک ذلک کله من اهل العلم والصلاح۔ مجموعہ رسائل شامی (223)

(صاحب شانی لکھتے ہیں) کہ (مرحوم کا ولی مرحوم کے ذمے حقوق اللہ جو مرحوم کے ذمے ہیں کثیر ہیں اور یہ چاہتا ہے کہ ان حقوق سے مرحوم کا ذمہ فارغ ہو جائے مگر ولی کو

(دور اسقاط کا طریقہ) نہیں آتا تو (اس وقت ولی کیلئے) لازم ہے کہ (وہ دَور کیلئے) صاحبان علم و دانش کو (جو) دور اسقاط کے تمام طرق کو جانتے ہوں کو وکیل بنائے (تاکہ وہ صاحبان علم و دانش اس عمل ”دور اسقاط“ کو جاری کریں وہ علماء مسلسل دَور کریں تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم اور دور اسقاط کی برکتوں سے مرحوم کے ذمے جو حقوق ہیں کو ساقط کر دے)

(11) فتکون الوکالة لاحد اهل العلم العارفين بذلک (ای بالدور) مجموعہ رسائل شامی (223)

(صاحب شامی لکھتے ہیں) کہ (مرحوم کے ذمے اگر حقوق اللہ کثیر ہوں اور ولی چاہتا ہے کہ ان حقوق سے مرحوم کا ذمہ فارغ ہو جائے اور ولی) صاحبان علم و دانش میں سے کسی کو وکیل بنائے (تاکہ وہ بہتر انداز سے مرحوم کے ذمے کو حقوق اللہ سے فارغ کر سکیں) تو ولی کا صاحبان علم و دانش میں سے کسی ایک کو وکیل بنانا صحیح ہے اور یہ وکالت درست ہے



میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں، کہ عبارات مذکورہ میں (لفظ) دَور : بار بار ذکر ہوا، لفظ دَور عبارات مذکورہ میں مطلق ہے (اور قاعدہ ہے المطلق یجری علی اطلاقہ۔ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے) اس قاعدہ کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ دَور (دَور) کے تمام اقسام کو شامل ہے۔ چاہے

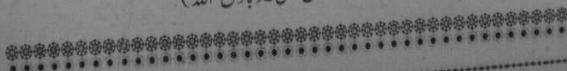
وہ۔ دَورِ مصرح مفصل ہو۔

یا وہ۔ دَورِ مصرح مجمل ہو۔

یا وہ۔ دَورِ مُضْمَر مفصل ہو۔

یا وہ۔ دَورِ مُضْمَر مجمل ہو۔

چونکہ ہمارے زمانہ میں خصوصاً ان علاقوں (صوبہ سرحد، بلوچستان، افغانستان، سندھ، کشمیر وغیرہ) میں دورِ مضمر مجمل مروج ہے۔ اور مندرجہ بالا تمام دلائل و براہین سے ثابت ہوا کہ دورِ مضمر مجمل جائز ہے سو مسلمان دورِ مضمر مجمل کے عامل رہیں کہ اس میں مسلمانوں کیلئے بھی آسانی اور مرحوم کے مغفرت کا سماں بھی۔ (بإذن اللہ)



دور اسقاط کا ثبوت قرآن کریم

کئی آیات کی روشنی میں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(1) مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ (الآیۃ) سورۃ النساء پارہ 4

(اللہ حکم دیتا ہے تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں۔

بچے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔

☆۔۔ پھر اگر صرف لڑکیاں ہوں، دو سے زیادہ، تو ان کے لئے ہے جو کچھ تم نے چھوڑا،

دو تہائی (حصہ)

☆۔ اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لئے (ترکہ میں سے پورے مال کا) آدھا (حصہ) ہے

☆۔ اور (اگر مرحوم کے والدین زندہ ہوں) تو ہر ایک کو ترکہ میں سے چھٹا (حصہ) ہے۔

بشرطیکہ مرحوم کے لئے اولاد (موجود) ہو۔

☆۔۔۔ پھر اگر مرحوم کی اولاد نہ ہو (صرف) ماں باپ ہوں تو (مرحوم کی) والدہ کو تہائی (حصہ)

ملے گا)

☆۔۔ پھر اگر مرحوم کے کئی بہن بھائی ہوں، تو ماں کا چھٹا (حصہ) ہے۔ (تعلیق۔ مترجم)

☆۔۔ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ

اس وصیت (کو پورا کرنے) کے بعد جو (مرحوم) کر گیا ہے۔

آیت مذکورہ میں دور اسقاط کے ثبوت کیلئے لفظ وَصِيَّةِ ہی میری دلیل ہے

کیونکہ لفظ ”وَصِيَّةِ“ مطلق ہے، اس وصیت میں دور (کیا تھا وصیت کو پورا کرنا)

اور دور (کے بغیر میت کی وصیت پورا کرنا) دونوں حالتوں کو شامل ہے، کیونکہ لفظ وَصِيَّةِ کسی قید

کیا تھا متعین نہیں بلکہ مطلق ہے، علم اصول کا قاعدہ ہے (المطلق بجری علی اطلاقه) مطلق

اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے، کیونکہ مطلق کا جو بھی فرد پایا جائے وہ اپنے اطلاق پر ایسا قائم

رہتا ہے جیسے منصوص علیہ۔ چونکہ دور بھی لفظ وَصِيَّةِ کا ایک فرد ہے۔ سو جب

دور کے بغیر کے وصیت کا پورا کرنا ثابت تو دور کیا تھا بھی وصیت پورا کرنا ثابت ہوا۔ سو

اگر کسی کا منکر ہو تو ایسا ہے جیسا وہ، فرض نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا دوسرا حکام دین کا منکر
 کیونکہ قرآن کی تصریح قرآن وحدیث میں نہیں ہے۔ جیسے قرآن کریم میں ایمان لانے
 کا ذکر ہے، اعمال کا ذکر ہے (مگر ایمان کن کن ذوات قدسیہ پر لانا لازم نیز کن کن اشیاء
 پر ایمان لانا لازم ہر فرد کا الگ الگ ذکر نہیں) (ان افراد کا ذکر پھر احادیث مبارکہ میں ملتا ہے)
 سو وہ شخص جو دُور کا منکر ہوگا، وہ لفظ: وَصِيَّةٌ کے ایک فرد کا منکر ہوگا، سو منکر اپنی
 انکار کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔

ثابت ہوا کہ ”وَصِيَّةٌ“ دُور مُضْمَرِ مجمل ہے۔ جو بجمہ تعالیٰ رائج ہے۔

دوسری دلیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِيَنَّ بِهَا أَوْ ذَيْنَ . الْآيَةِ . سورة نساء
 مرحوم کی وصیت کو پورا کیا جائے اور (اگر اس پر قرضہ ہو تو) قرضہ (اداء کیا جائے اسکے بعد
 ذوالفروض، عصبہ وغیرہ کے حصص قرآن وحدیث کے بیان کردہ اصول کے مطابق اداء
 کیے جائیں) آیت مذکورہ میں لفظ وصیت ہی میری دلیل ہے جسکی پوری بحث اوپر گذر گئی

تیسری دلیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ ذَيْنَ . الْآيَةِ . سورة نساء
 آیت مذکورہ میں لفظ وصیت ہی میری دلیل ہے جسکی پوری بحث اوپر گذر گئی۔

چوتھی دلیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ ذَيْنَ . الْآيَةِ . سورة نساء
 آیت مذکورہ میں لفظ وصیت ہی میری دلیل ہے جسکی پوری بحث اوپر گذر گئی۔
 پانچویں، چھٹی، ساتویں، آٹھویں، دلیل ان ہی مذکورہ آیات میں لفظ (ذَيْنَ) ہے۔

﴿دور اسقاط کا ثبوت بِالْأَحَادِيثِ الْقَوْلِيَّةِ وَالْفِعْلِيَّةِ﴾

(1) عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال لا يصوم احد ولكن يطعم عنه.

رواه النسائی، وعینی البخاری ثم حاشیة البخاری صوم (262) ومجموعة رسائل الشامی جلد 1 (313) ومجمع الانهار صوم (242) والاثار جلد 1 (141) والسنن الكبرى ثم جوهر النقی جلد 4 والذیلعی جلد 2 (463) ودراية (177)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اگر کسی سے فرض روزہ رہ گیا ہو اور وفات پا جائے تو مسلمان مرحوم کی جانب سے) روزہ نہ رکھیں بلکہ (اسکے ایصالِ ثواب کے لئے مسکینوں کو) کھانا کھلا دے۔

وجہ استدلال اس حدیث میں (ولكن يطعم) کے الفاظ ہیں۔

ولكن يطعم مطلق ہے (سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ اسکی جانب سے کھلا دے، یہ مطلق ہے کیونکہ کونسا کھانا کھلائیں کتنا کھلائیں کب کھلائیں کتنے آدمیوں کو کھلائیں کس وقت کھلائیں وغیرہ ذلک) دور کے بعد کھلائیں یا دور سے پہلے، معلوم ہوا یہ مطلق ہے سو یہ دور اور غیر دور دونوں حالتوں کو شامل، نیز میت کی جانب سے کوئی بھی کھلا دے چاہے میت کا ولی ہو، یا کھلانے والا کوئی اجنبی ہو، یا متبرع ہو (میت کی جانب سے کھلانے والا صرف صدقہ کرنے والا ہو، تاکہ مرحوم کو ثواب پہنچے، اس طرح صدقہ کرنے والے کو متبرع کہتے ہیں) یا ولی کسی سے قرض لے کر فقیروں مسکینوں کو میت کی جانب سے کھلائے، یا میت کا ولی کسی سے عاریتاً لیکر کھلائے، "ولكن يطعم" کے الفاظ سب کو شامل ہیں۔

فائدہ۔ اس حدیث سے نماز کا نذیہ صراحۃً ثابت ہوا۔ سو جس نے اس سے قیاساً یا استحساناً اثبات کیا ہے سو وہ بھی ہمارے لئے مفید ہے کیونکہ یہ دوسرے درجہ کی دلیل ہے۔

﴿عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے﴾

(2) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن رسول اللہ ﷺ قال من مات وعليه صيام شهر رمضان فليطعم مكان يوم مسكينا. رواه الترمذی وقال الصحيح انه

موقوف علی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ مشکوٰۃ۔ صوم قضاء (194)
 حضرت نافع حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول
 اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص وفات پا جائے (اس حال میں) کہ اس پر (اسکے ذمہ) رمضان
 کے روزے رہ جائیں، سو (اسکے ولی کو چاہیے کہ اسکی جانب سے فدیہ کے طور پر) ایک
 مسکین کو کھانا کھلا دے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی لکھا اور فرمایا، صحیح یہ ہے کہ حدیث مذکور حضرت عبداللہ
 ابن عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔

وجہ استدلال اس حدیث سے (فلیطعم) کے الفاظ ہیں۔
 (فلیطعم) مطلق ہے، مطلق اپنے تمام افراد کو شامل ہوتا ہے۔ اور ان افراد میں ایک فرد۔
 دَوْر مَضْمُونِ مجمل ہے، جو کچھ تعالیٰ ہمارے ہاں طریقہ مروج ہے، اسی پر عمل ہے۔
 مندرجہ بالا دلائل میں فقیر نے احادیث قولیہ پیش کی ہیں اب احادیث فعلیہ ملاحظہ فرمائیں



☆۔۔ (2) جاء الصحابي الى النبي ﷺ فقال هلكت اهلكت فقال كيف قال
 جامعت امرأتی فی نہار رمضان فقال فعلیک اعتاق رقبة فقال رقتی هذه وليس لی
 غیرها فقال (ﷺ) صم شهرین متتابعین فقال ليس لی طاقة صوم واحد جامعت مع
 امرأتی فكيف اصوم شهرین فقال اعط طعام ستین مسکینا فقال ليس لی طاقة
 انابنفسه مسکین فقال اعطنی صاعاً من تمر لافک به رقتک فقال واللہ ليس عندی
 صاع تمر فقال ﷺ يا عثمان اعط لذلك الرجل صاعاً من تمر ففعل عثمان بن عفان
 کما امر النبي ﷺ اعطی لذلك الرجل فقال له النبي ﷺ اعطنی هذا الصاع من
 التمر من فدية صوم واحد ففعل وقيل النبي ﷺ فکذلک ستین مرة بالایجاب
 والقبول فقال ﷺ قد فک رقتک بهذه الحيلة واعط الصاع مسکینا فقال واللہ
 ليس المسکین افضل منی فتبسم النبي ﷺ واعطی له الصاع. فتاویٰ املح.



☆۔۔ ایک صحابی حضور پر نور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں ہلاک

ہوا اور (اپنی زوجہ کو) ہلاک کیا۔

☆۔۔ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا، کیسے صحابیؓ نے عرض کیا، میں نے اپنی زوجہ سے رمضان کے مہینہ میں دن کو جماعت کی۔

☆۔۔ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا (اس کا کفارہ یہ ہے) کہ تو ایک غلام آزاد کر۔

☆ صحابیؓ نے عرض کیا سرکار میری گردن تو یہ ہے اسکے علاوہ میرے پاس کوئی گردن نہیں

☆۔۔ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا (اگر تیرے پاس کسی غلام کو آزاد کرنے کے لئے کچھ نہیں

تو پھر) دو مہینے کے مسلسل روزے رکھو۔

☆۔۔ صحابیؓ نے عرض کیا مجھ میں ایک روزہ رکھنے کی طاقت نہ تھی (صبر نہ کر سکا اور عمل

مذکور صادر ہوا) تو دو مہینے کے مسلسل روزے کیسے رکھ سکوں گا۔

☆۔۔ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا۔ (پھر) ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔

☆۔۔ صحابیؓ نے عرض کیا۔ (یا رسول اللہ ﷺ) میں خود مسکین ہوں اتنی طاقت نہیں (کہ ساٹھ

مسکینوں کو کھانا کھلا دوں)

☆۔۔ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا۔ (پھر یوں کرو کہ) ایک صاع (ساڑے چار کلو) کھجور مجھے

دو تاکہ اسکے ساتھ (ندیہ دیکر) تیری گردن آزاد کر دوں۔

☆۔۔ صحابیؓ نے عرض کیا (یا رسول اللہ ﷺ) میرے پاس ایک صاع (بھی) نہیں (جو آپ کی

خدمت میں پیش کر سکوں)

☆ حضور پر نور ﷺ نے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ سے) فرمایا اے ایک صاع کھجور دیدو

☆۔۔ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے اے ایک صاع کھجور دی۔

☆۔۔ حضور پر نور ﷺ نے اس سے فرمایا۔ ایک روزے کے بدلے یہ ایک صاع کھجور مجھے

دے دو۔

☆۔۔ صحابیؓ نے ایک صاع کھجور حضور پر نور ﷺ کو دے دیا۔

☆۔۔ حضور پر نور ﷺ نے قبول فرمائے۔

☆۔۔ حضور پر نور ﷺ نے وہ کھجور اس صحابی کو واپس دے دیں۔

☆۔۔ پھر صحابیؓ سے فرمایا (اب یہ) کھجور مجھے دے دو۔

☆۔۔ صحابیؓ نے وہ کھجور پھر رسول اللہ ﷺ کو دے دیں۔

☆۔۔ اس طرح دُور ہوتا رہا۔

☆۔۔ یہاں تک کہ ساٹھ مرتبہ ایجاب و قبول ہوتا رہا (ایجاب و قبول، ایک کا دینا دوسرے کا قبول کرنا)

☆۔۔ (جب ساٹھ مرتبہ دُور پورا ہوا)

☆۔۔ تو حضور پر نور ﷺ نے اس سے فرمایا۔

☆۔۔ بیشک اس حیلہ کیساتھ تیری گردن آزاد ہوگئی۔

☆۔۔ (اب جاؤ اور) کھجور کا یہ ایک صاع کسی مسکین کو دے دو۔

☆۔۔ (وہ صحابیؓ پھر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ ﷺ) اللہ کی قسم مجھ سے زیادہ مسکین کوئی نہیں

(اس بات سے حضور پر نور ﷺ غوب محفوظ ہوئے) تبسم فرمایا اور وہ صاع اسی کو عطا فرمایا

☆۔۔ میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں، حدیث مذکورہ بالا سے دو باتیں ثابت ہوتیں



(1) اختیاراتِ مصطفیٰ ﷺ

(2) دُور۔ جو الحمد للہ ہمارے ہاں رائج ہے۔

اللهم صل على النبي المختار صلى الله عليه وسلم

اللهم صل على النبي المختار صلى الله عليه وسلم

اللهم صل على النبي المختار صلى الله عليه وسلم

اللهم صل على النبي المختار صلى الله عليه وسلم

اللهم صل على النبي المختار صلى الله عليه وسلم

﴿ذُور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ سے بھی ثابت ہے﴾

(4) قال المؤرخ صاحب الفتوح محمد بن عمر الواقدي اخبرنا ابو عاصم عن ابن جريج عن ابن شهاب عن ابي مسلمة عن ابي موسى الاشعري قال فعل عمر رضي الله عنه تداور جزء القرآن من مالي لا (الي) عم يتساء لون :

في عشرين رجلا بعد صلوة الجنابة لامرأة ملقبة بحبيبة زوجة قلاب (وفي نسخة يلاب) فتاوى السمرقندي ثم المنهاج الواضح. ودرة البررة للغزالي. محمد بن عمر الواقدي رحمت الله عليه (عظيم)

مورخ ومؤلف (الفتوح) فرماتے ہیں، ہمیں ابو عاصم نے خبر دی، وہ ابن جریج سے روایت کرتے ہیں وہ ابن شہاب سے وہ ابوسلمہ سے وہ ابوموسیٰ اشعری سے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ ایک خاتون حبیبہ جو قلاب یا ملاب (بشک راوی) کی زوجہ تھی (وفات ہوئی) تو انکی نماز جنازہ سے فارغ ہو کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیس آدمیوں کے درمیاں (یعنی بیس آدمیوں کو بٹھا کر) قرآن کریم (کے جو اجزاء موجود تھے جو مختلف اشیاء پر لکھے گئے تھے، جو اجزاء میسر آئے، ان اجزاء مبارک کو لیکر) ذور فرمایا (اس وقت جو اجزاء مبارک میسر آئے یہ تھے) مَالِي لَا. سے لیکر. عم يتساء لون. تک (انہی کو لیکر ذور فرمایا)

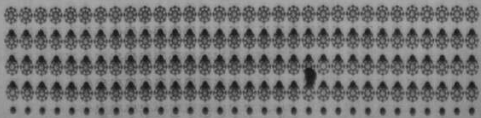
اس حدیث سے چند اشیاء ثابت ہوئیں۔

(1) ذور۔ بعد الجنابة۔

(2) ذور میں قرآن کریم کا شامل کرنا۔

(3) ذور میں چند افراد کا بیٹھنا۔

الحمد للہ آج بھی مسلمانوں میں یہ عمل رائج ہے۔



﴿حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان﴾

(5) حدثنا العباس بن سفيان عن ابي عليّة عن ابن عون عن محمد عن عبد الله بن عمر قال قال ايها المسلمون اجعلوا القرآن وسيلة لنجاة الموتى فتحلقوا (اي واداروه) وقولوا (اي في الدعاء) اللهم اغفر لهذا الميت بحرمة القرآن المجيد.

حضرت عباس بن سفيان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوعلیہ سے وہ ابن عون سے وہ محمد سے وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اے مسلمانوں مرحومین کی نجات کے لئے قرآن کریم کو وسیلہ بناؤ، سو حلقہ بناؤ (یعنی دُور کرو) اور (اللہ تعالیٰ سے مرحوم کیلئے دعا مانگتے ہوئے یوں) کہو یا اللہ قرآن مجید کی عزت و حرمت کا واسطہ اس مرحوم کو مغفرت نصیب فرما۔

﴿القرآن شافع للمؤمنين حياتا وبعد ممات﴾

(6) وثبت بهذا السند (الآتی) ایضا خبرنا سعد عن ايوب عن جميع عن عبدالرحمن عن ابي بكرة انه اوجد دوران القرآن عمرو القرآن شافع للمؤمنين حياتا وبعد ممات الفتاوى السمرقندية لابی الليث. ثم منهاج الواضح (264)

آنے والی سند سے بھی دور ثابت ہوا۔

ہمیں خبر دی سعد نے وہ ایوب سے وہ جمیع سے وہ عبدالرحمن وہ ابوبکرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے قرآن کریم کے دور (کا طریقہ) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پایا ہے قرآن کریم مسلمانوں کی حیات میں بھی شفاعت کرنے والا ہے اور وفات کے بعد بھی اس سند سے بھی دور ثابت ہوا۔

﴿دُور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں﴾

(7) وشاع فعله (ای فعل الدور) فی زمان خلافة عثمان وقال الامام السمرقندی ثم اشتهر فی خلافة هارون. الفتاوى السمرقندية لابی الليث ثم منهاج الواضح. (264)

دُور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں عام ہوا، امام سمرقندی فرماتے ہیں پھر ہارون الرشید کے دور خلافت میں بہت شہرت پا گیا۔

﴿امام محمد رحمۃ اللہ علیہ دوسرے طبقہ کے مجتہد و دُور﴾

(8) قال الامام محمد اسهل طريقته ان يبيع الوارث على الفقير مصحفا صحيحا قابلا للقرأة بغين فاحش ثم يهب الفقير ثم فثم حتى يستتم لعل الله تعالى يجعله فدية في مقابلة الصوم والصلوة والزكاة والمنذورات . كتاب الحيل لمحمد ثم درة البررة للغزالي ثم منهاج الواضح . (268)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ (دور اسقاط کا) آسان طریقہ یہ ہے کہ (مرحوم) کا وارث ایسا مصحف جو صحیح الاوراق ہو، قابل تلاوت ہو، (یعنی حروف واضح ہوں) فقیر کو مالی قیمت کیساتھ فروخت کر دے، پھر وہ فقیر اس نسخہ کو (میت کے وارث یا اجنبی کو) بخش دے (وارث یا اجنبی کو قبضہ شرعی کیساتھ مالک بنا دے) اسی طرح ایک دوسرے کو مسلسل بہہ کرتے رہیں، حتیٰ کہ (مرحوم) کی جتنی نمازیں روزے زکوٰۃ اور مانے ہوئے نذور اسکے ذمے رہ گئے ہوں اسکے لئے دُور مکمل ہو جائے (اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے امید قوی ہے کہ اس حیلہ (دور اسقاط) کو مرحوم کی نمازوں روزوں زکوٰۃ اور مانے ہوئے نذور (جو اسکے ذمہ رہ گئے ہوں) کے بدلے فدیہ بنا لے۔

میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں کہ ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جو طبقہ ثانیہ کے مجتہد ہیں، اس نے دُور اسقاط کو صرف تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کو دُور اسقاط کا آسان طریقہ بھی سکھا دیا۔

﴿دُور اسقاط کے بارے میں معتبر علماء کرام کے اقوال﴾

(1) المنصوص عليه في المذهب وعليه العمل ان يجمع الوارث عشرة رجال ليس فيهم غني ولا صبي ولا مجنون (الى قوله) ومما تعارفه الناس ونص عليه اهل المذهب ان الواجب اذا اكثر الواجب ادارا وصرة مشتملة على نقود او غيرها كجواهر او حلى وبنوا الامر على اعتبار القيمة ولادارة الصرة طرائق . مجموعة رسائل . جلد 1 (211.212)

جو بات مذہب میں منصوص علیہ ہے اور اسی پر عمل ہے، وہ یہ ہے کہ میت کا وارث ایسے دس آدمیوں کو جمع کر لے جن میں غنی، نابالغ، و مجنون (پاگل) نہ ہو (الی قولہ) وہ قول جس پر اہل مذہب کی تصریح موجود ہے اور مسلمانوں میں مشہور ہے، کہ جب (مرحوم) کے ذمے واجبات (فرائض۔ نمازیں، روزے، نذور، وغیرہ) کثیر ہوں تو پھر وہ تھپلا جس میں نقدیات

موجود ہوں مثلاً۔ جواہرات، یازیورات وغیرہ تو اس تھیلے (کا آپس میں بار بار دُور کریں)
 (اس تھیلے میں جو کچھ ہے) علماء کرام نے اسکی قیمت کا اعتبار کیا (یعنی اکسین جتنا کچھ ہے
 اس سے فدیہ کا حساب لگا کر دُور کریں تاکہ میت کے ذمہ جتنے فرائض وغیرہ ہیں اسکے
 لئے وہ دُور کفایت کرے) نیز صرة (تھیلہ) پھرنے کے کئی طریقے ہیں۔

﴿علامہ شامی علیہ الرحمة لکھتے ہیں﴾

(2) والمنصوص فی کلامہم متونا وشروحا وحواش ان المیت لولم یتترک شیئا
 یفعل لہ ذلک (ای الدور) الوارث من مالہ انشاء، فان لم یکن للوارث مال
 یتوہب من الغیر او یتقرر یدفعہ للفقیر ثم یتوہبہ من الفقیر و
 ہکذا۔ مجموعۃ رسائل الشامی جلد ۱۔ (212)

علماء کرام کے قول میں جس قول پر متون، و شروح، و حواشی میں تصریح کی گئی ہے۔ یہ
 ہے کہ (اگر) میت نے ترکہ میں کچھ بھی نہ چھوڑا ہو، سو اگر وارث چاہے تو اپنے مال میں
 سے اسکے لئے (دُور اسقاط) کرے، اور اگر میت کے وارث کے پاس مال نہ ہو (جس
 سے وہ میت کے فرائض وغیرہ کا فدیہ ادا کر سکے) تو کسی سے یا تو بطور ہبہ یا بطور قرض رقم
 لے لے، تاکہ وہ (وارث یہ مال) فقیر کو (میت کے فدیہ) میں دے، پھر وہ وارث کو ہبہ
 کر دے (بخش دے اور قبضہ شرعی کیساتھ وارث کو مالک بنادے پھر وارث اس فقیر کو مال
 ہبہ کر دے فقیر قبول کر لے وہ فقیر یہ مال پھر وارث کو ہبہ کر دے) اس طرح (دُور کرتے
 رہیں تاکہ میت کے ذمے جو فرائض و واجبات ہیں اسکے ذمے سے ساقط ہو جائیں)

﴿فقہاء لکھتے ہیں﴾

(3) وان كانت الصلوة كثيرة والحنطة قليلة ثم يعطى ثلاثة اصواع عن صلوة يوم
 وليلة مع الوتر، مثلاً الى الفقير ثم يدفعها الفقير الى الوارث ثم يدفعها الوارث الى
 الفقير ثم يدفعها الفقير الى الوارث ہکذا یفعل مرارا حتی یتوہب الصلوة ونحوها



کبیری فوائد، (583) والتتارخانیہ، ثم مختصر، ثم جواهر النفیس (30) وبرہانہ
 جلد ۱ (332) ولملتقط، ثم الاشباہ فن، 5، حیلہ (414) وشرح ہدیۃ ابن العماد عن

والدہ معزیا الی احکام الجنائز. ثم منحة الخالق. فوائت جلد ۲ (97) وجامع الرموز. صوم (162)

اگر وارث میت کے فدیہ میں گندم دینا چاہتا ہے (مگر فدیہ میں دیا جانے والا) گندم کم ہے اور (مرحوم کے ذمے حقوق اللہ مثلاً) نمازیں وغیرہ کثیر ہیں، تو وہ (وارث میت کے فدیہ میں) تین صاع (ساڑے تیرہ کلو) ایک دن کی نمازوں بمع وتر کے بدلے فقیر کو دیدے۔

(ہر نماز کے بدلے سوا دو کلو گندم کا فدیہ بنا وہ فقیر یہ فدیہ قبول کر لے) پھر فقیر وہ فدیہ وارث کو بہہ کرے (وارث کو قبضہ شرعی کیساتھ مالک بنادے) پھر وہ وارث یہ فدیہ فقیر کو دے پھر وہ فقیر وارث کو بہہ کر دے (وارث کو قبضہ شرعی کیساتھ مالک بنادے) اسی طرح کئی مرتبہ دُور کر لے حتیٰ کہ (یہ فدیہ ان) نمازوں و واجبات و زکوٰۃ و ندور کی) کفایت کرے۔

﴿میت کی جانب سے ولی کی تبرع﴾

(4) ان تبرع الولی بالاسقاط یجوز.

اگر ولی نے (میت کے ذمے حقوق اللہ کے) اسقاط کیلئے تبرعاً (اپنی جانب سے فدیہ دیا) جائز ہے۔ حوالے ملاحظہ فرمائیں

- (1) فتاویٰ الحجۃ للقاضی خان (2) ثم الهندیة. فوائت جلد ۱ (170) (3) وکبری. (583) (4) والمراقی (263)
- (5) وشمسی جلد ۱ (292) (6) و مجموعۃ رسائل الشامی جلد ۱ (210 تا 219) (7) والفتاح صوم (178) (8) واللباب جلد ۱ (143) (9) وجوہۃ (43) (10) وجامع الرموز جلد. صوم (162) (11) والملتقی ثم مجمع الانہر صوم (243)
- (12) وبتار خانہ (13) ثم کبری (583) (14) وبتوریہ (492) (15) وعبین الہدایۃ جلد ۲ (1253) (16) والملقط ثم الجواهر (17)
- (17) وبرہنہ جلد ۲ (336) (18) وبتوریہ جلد ۲ (260) (19) وقاضی خان (186) (20) ومالایہ مند (108)

(5) ویجوز تبرع الاجنبی بہ.

(میت پر حقوق اللہ ہوں اسکے اسقاط کیلئے اگر) اجنبی تبرعاً (فدیہ بصورت دُور) دینا چاہے تو جائز ہے۔ حوالے ملاحظہ فرمائیں

- (1) المراقی (363) (2) والطحاوی (262) (3) شامی جلد ۱ (492) (4) وعبین الہدایۃ (1252) (5) وبرہنہ جلد ۱ (221)
- (6) ومنحة الخالق جلد ۲. صوم (97)



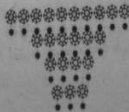
﴿خطبہ دورِ اسقاط﴾

اردو، زبان میں

مرحوم یا مرحومہ کے ورثاء مرحوم یا مرحومہ کے بلوغ سے لیکر وفات تک اسکی عمر کا حساب لگا کر اس حساب سے اسکے ذمہ روزہ اور نمازوں کا حساب لگا کر فدیہ نکال لیں برکت کے حصول کیلئے قرآن کریم بھی ساتھ رکھ لیں اور کسی فقیر کو دے دیں اور اگر فدیہ اس کے روزوں اور نمازوں سے کم پڑھ رہا ہو تو بہتر ہے کہ جنازہ پڑھ کر چند علماء صلحاء دائرہ بنا کر بیٹھ جائیں، مرحوم یا مرحومہ کے ورثاء تہماً یا اجنبی تہماً یہ فدیہ جسے دے وہ مندرجہ ذیل الفاظ کہے

***** خطبہ مندرجہ ذیل ہے ۔

فرائض و واجبات، اور نذروں کے کفارات بلکہ جمیع حقوق اللہ جو مرحوم یا مرحومہ کے ذمہ واجب الادا تھے، امید قوی ہے کہ اس مرحوم یا مرحومہ نے وہ اداء کئے ہونگے، مگر عذر یا نسیان کے سبب بعض رہ گئے ہونگے، اب ان حقوق کے اداء کرنے سے یہ مرحوم یا مرحومہ بسبب رحلت کے عاجز ہے، سو یہ کلامِ پاک جس کی قیمت بے انتہاء اور برکت بہت زیادہ ہے اور یہ مال و متاع بغیر ظروف کے ان حقوق کے عوض میں جن کے بدلے میں حضور پر نور ﷺ نے فدیہ مقرر و متعین کیا ہے، میں نے بطور حیلۂ اسقاط قبول کیا، پھر وہ دوسرے کو بخشے، دوسرا عالم اسے قبول کرے پھر تیسرے کو بخشے وہ قبول کر کے چوتھے کو بخشے اس طرح دور کرتے رہیں، حتیٰ کہ مرحوم یا مرحومہ کے ذمے سے حقوق اللہ ساقط ہو جائیں۔ (بإذن اللہ تعالیٰ) (تعلیق مترجم)



خطبہ دورِ اسقاط

پشتوزبان میں

دَفَرَانِضُو دَوَاجِبَاتُو دَنْدُورَاتُو دَکْفَارَاتُو بَلْکَہُ جَمِیعُ حُقُوقِ دَبَارِیْ تَعَالٰی جَہُ
وَاجِبُ الْاَدَاءِ وَوِیَہُ زِمَہُ دَدِیْ حَاضِرُ مُتَوَفٰی یَا مُتَوَفَاۃً بَانَدِیْ بِنَائِیْرِیْ دَشَانْ
دَمُسَلَمَانْ سَرَہُ جَہُ اَکْثَرَبَہُ نِیْ اَدَا کِہِیْ وَیْ اَوْبَغْضَہُ بَہُ تَرِیْنَہُ فُوتْ شِوِیْ
وَیْ پَہُ سَبَبْ دَعْدَرْ اَوْ نِسیَانْ سَرَہُ، اُوَسْ دِیْ دَا اَدَا دَہْغَیْ مَافَاتُو خِنِ
عَاجِزَہُ دِیْ پَہُ سَبَبْ دَمَرِکْ سَرَہُ دَا کَلَامُ اللّٰہُ جَہُ قِیَمَتْ نِیْ بِلَا اِنْتِہَاۃِ دِیْ
اَوْبَرِکَتْ نِیْ دُیْرِ زِیَاثْ دِیْ اَوْدَامَالْ مَتَاعْ بَغِیْرُ دَدِیْ ظُرُوفْ نَہُ پَہُ بَدَلَہُ
دَہْغَہُ حُقُوقُو کِہِیْ جَہُ شَارِعْ ﷺ پِکِہِیْ فِدِیَہُ مُقَرَّرْ کِہِیْ دَہُ مَایَہُ حِیْلَہُ
دَا سِقَاطْ سَرَہُ قَبُولَہُ کِہِیْ وَہُ مَاتَا سُوْتَہُ بَخِلَیْ دَہُ

۱۵

خطبہ ویونکرے بہ نئے بل تہ اوبخی اوہغہ بہ نئے بل تہ، یعنی جہ غومرہ
کسان دور اسقاط تہ ناست وی ہغوی بہ نئے یوبل تہ اوبخی،



(بشکریہ مولانا فضل واحد صاحب نقشبندی قادری۔ ناظم اعلیٰ
دارالعلوم محمدیہ حنفیہ سنیہ، لنڈی شاہ متہ مردان)
بتعاون مولانا محمد عبدالغفور قادری ایم اے اسلامیات کراچی
یونیورسٹی

تعلیق مترجم۔ محمد عبدالعلیم قادری کان اللہ لہ۔ شیخ الحدیث و
ناظم اعلیٰ: دارالعلوم قادریہ سبحانیہ شاہ فیصل کالونی ۵ کراچی (۲۵)

﴿میت کے ایصالِ ثواب کیلئے صدقہ نفلی کے جواز کا ثبوت﴾

اثیسویں بحث:



میت کو دفنانے کے بعد پہلی رات مرحوم کیلئے صدقہ کرنا

(1) وَفِي شَرْعَةِ الْإِسْلَامِ أَنْ يَتَصَدَّقَ وَلِيُّ الْمَيِّتِ لَهُ قَبْلَ مَضِيِّ اللَّيْلَةِ الْأُولَى بِشَيْءٍ مِمَّا تَسَّرَ لَهُ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ شَيْئًا فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ يَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَآيَةَ الْكُرْسِيِّ مَرَّةً وَسُورَةَ التَّكْوِينِ عَشْرَ مَرَّاتٍ. شرح شرعة الاسلام. (568) ومطالعه تم برہنہ جلد ۱ (363) والطحاوی جنانہ (373) والتجنیس والمزید تم مجموعہ سلطانی جنازہ (69) وجواہر النفیس (138)



میت کا ولی مرحوم کیلئے جو کچھ میسر آئے پہلی رات گزرنے سے پہلے ہی صدقہ کرے اور اگر (ولی کے پاس صدقہ کرنے کیلئے کچھ نہ ہو تو وہ مرحوم کے ایصالِ ثواب کیلئے) دو رکعت نفل (اس انداز سے) پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ (پھر) آیت الکرسی ایک مرتبہ اور (اسکے بعد) سورہ تکوین دس مرتبہ پڑھ لے (اور اس کا ثواب مرحوم کو بخش دے۔ اللہ غفور الرحیم ہے)

(3) وَيَسْتَحِبُّ أَنْ يَتَصَدَّقَ عَلَى الْمَيِّتِ بَعْدَ الدَّفْنِ إِلَى سَبْعَةِ أَيَّامٍ كُلَّ يَوْمٍ بِشَيْءٍ مِمَّا تَسَّرَ... شرح الاسلام وشرحہا (529) وطحاوی جنانہ (372) واشعة الممعات (434) ومطالعه تم برہنہ جلد ۱ (363) وشامی جلد ۱ (630) وفتح القدیر جلد ۳ خطر (465) وکبری (658) والجاح الحاجۃ لعبد الغنی ثم آفتاب انوار صداقت (438) والمرفقات.



میت کو دفنانے کے بعد میت کے (ایصالِ ثواب کیلئے مسلسل) سات رات جو کچھ میسر ہو صدقہ کرنا مستحب ہے۔

(3) اخرج الامام احمد في الزهد و ابو نعیم فی الحلیۃ عن طائوس قال ان الموتی یفتنون فی قبورهم سبعا فکانوا یستحبون ان یطعم عنهم تلك الايام. شرح الصدور حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل قبور (قبر میں دفن ہونے کے بعد) سات دنوں تک آزمائشوں میں مبتلا کر دیئے جاتے ہیں سو اہل اسلام نے (اس امر کو) مستحب جانا ہے کہ مرحومین کے ایصالِ ثواب کیلئے سات روز (مکینوں کو) کھانا کھلا دیا جائے۔

﴿مرحومین کے ایصالِ ثواب کیلئے صدقہ نفلی کا ثبوت﴾

مرحوم کو جب دفنایا جائے تو پہلے دن مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے صدقہ کرنا، سوئم، ساتویں، نیز چہلم، برسی، عرس، ہج گیارویں شریف، سب جائز۔ دلائل مندرجہ ذیل ہیں،

(1) وفی دعا الاحیاء للاموات وصدقتهم عنهم نفع لهم خلافا للمعتزلة.

العقائد النسفیة. وشرحها (123) ورمضان افندی (213) والمراقی والطحطاوی (341) وزاد اللیب. تنعیم (78) وشرح القاری للفقہ الاکبر (158) وتمہید ابی الشکور السالمی القول الرابع (165.166) وفتح القدیر جلد 1. (404)

☆ زندوں کی دعاؤں سے مرحومین کو فائدہ ملتا ہے البتہ (فرقہ باطلہ) معتزلہ اسکے خلاف ہے

(2) الصدقة النافلة ممحاة لكثير من الذنوب المدخلة النار.

قسطلانی شرح بخاری کتاب العلم جلد 1. (190)

☆ --- وہ گناہ جو جہنم میں لیجانے والے ہیں صدقہ نافلہ ان گناہوں کو مٹانے والا ہے۔

(3) الاطعام بر مبتدأ يصلح ما حيا للسينات. فتح القدیر صوم جلد 1. (404)

(مساکین کو) کھانا کھلانا (بہترین) نیکی ہے نیز یہ (گناہوں کے) مٹانے کی صلاحیت رکھتا ہے

(4) من اعتق عبده عن ابیه المیت فالاجر للمیت ان شاء الله وکذا الصدقات والدعوات لابویہ وکل مؤمن یكون الاجر لهم من غیر ان ینقص من اجر الابن شیء علی

الصحیح من مذهب جمهور العلماء. (ملخصاً) وحبانیة. ثم المضممرات ثم الدر المختار. وعلامة

عبدالبروفاضی القضاة السروخی والقاضی سعد الدین ثم الشامی جلد 5 (79)

(اگر کسی مسلمان کا والدوفات پا جائے اور بیٹا والد روح کے ایصالِ ثواب کیلئے) ایک

غلام آزاد کر دے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کا ثواب بنا بر قول صحیح، والد مرحوم (روح کو پہنچ جائے

گا) جمہور علماء کا مذہب ہے، کہ بیٹا اگر (غلام آزاد کرنے کے علاوہ) اور کوئی شی صدقہ کرے

یا والدین کیلئے دعا (مغفرت) کر لے یا تمام مسلمانوں کیلئے دعا کر لے (مرحومین) کو بھی اجر ملے

گا، اور اسی صدقہ و دعا کا اجرا سے بھی بغیر کسی کمی کے ملے گا، (انشاء اللہ و تعالیٰ)

مرنے سے پہلے اپنے لئے صدقہ کرنے کی وصیت کرنا

(1) سئل ابوالقاسم عن رجل دفع الى ابنته خمسين درهما قال ان مت فاعمرى قبرى وخمسة دراهم لك واشترى بالباقي حنطة فتصدقى بها قال اما الخمسة لها فلا يجوز وينظر الى القبر الذى امرت بعمارتہ ان كان يحتاج الى عمارته للتحصين عمرت بقدر ذلك اما الزيادة على ذلك يعنى التزيين فالوصية باطلة ويتصدق بالباقي على الفقراء. خلاصة الفتاوى وصايا. جلد ۲. (433)

حضرت ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا (کہ اگر ایک شخص اپنی بیٹی کو پچاس دراهم دے) (اور وصیت کرتے ہوئے اپنی بیٹی سے) کہے کہ جب میں وفات ہو جاؤں تو میری قبر بنوالو (ان پچاس دراهم میں سے) پانچ دراهم تیرے ہیں، اور بقیہ دراهم کا گندم خرید کر صدقہ کر دینا (حضرت امام ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ)

نے فرمایا کہ وہ پانچ دراهم تو اس لڑکی کے ہیں، اسکے لئے (بقیہ دراهم کہیں اور خرچ کرنا) جائز نہیں (بلکہ اب وہ والد کی) قبر کے بنانے کی طرف متوجہ ہو جائے جسکے بنانے کو اسے حکم دیا گیا تھا، اگر قبر کی مضبوطی مطلوب ہے تو برائے مضبوطی بنالے اسکے سواء تزیین وغیرہ کیلئے ہو تو وصیت باطل ہوگی (قبر کی مضبوطی سے جو مال بچ گیا ہے) وہ فقرا میں تقسیم کر لے (2) رجل اوصى بان يتصدق بثلاث ماله فللوصى ان يجعل ماعلى الغاصب صدقة عليه اذا كان فقيرا ولو صرفه الى اولاده الكبار جاز وكذا يدفع الى امرأته ولا يدفع اولاده الصغار. الخلاصة الفتاوى. وصاية جلد ۲ (438)

صاحب خلاصۃ الفتاوی لکھتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ (میری وفات کے بعد میرے مال کا تہائی حصہ خیرات کر دیا جائے تو) (اگر مال کی کیفیت یہ ہو کہ کچھ حصہ کسی غاصب نے غصب کیا ہو) (سو وہی کو چاہئے کہ اگر غاصب فقیر ہو تو وہی وہ (مقدار) غاصب کو صدقہ کر دے اور اگر وہی نے (تہائی مال جسکے لئے مرحوم کی وصیت تھی کہ اسے صدقہ کر دیا جائے) مرحوم کی اولاد کو دے دی وہ اولاد جو بڑی ہو (بالغ ہوں سمجھ دار ہوں) یا مرحوم کی زوجہ کو دے دے (تب بھی جائز ہے) مگر مرحوم کی نابالغ اولاد کو نہ دے۔

مرحومین کو صدقات کا فائدہ پہنچتا ہے

احادیث کی روشنی میں

(2) عن عاصم ابن کلیب عن ابیہ عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول الله ﷺ فی جنازة فلما رجع استقبله داعی امرأته فاجاب، ووجی بالطعام فوضع یدہ ووضع القوم ایدیہم فاکلوا ورسول الله ﷺ یلوک اللقمة فی فیہ ثم قال انی اجد لحم شاة اخذت بغير اذن اهلها فسللت المرأة تقول یا رسول الله ﷺ انی ارسلت الی النقیع اشتري شاة فلم توجد فارسلت الی جارلی قد اشتري شاة یرسل بها الی بثمانی فلما یجد. فارسلت الی امرأته فارسلت بها الی فقال رسول الله ﷺ اطعمیہ الاساری.

رواہ الامام احمد بسند صحیح و ابو داود، والبیہقی فی دلائل النبوة و انجاح الحاجة (438) و مشکوٰۃ معجزات (544) و طحطاوی المراقی جنازہ (374) و کبیری جنازہ (658) و مرقات، ثم انوار آفتاب صداقت. (438)



عاصم بن کلیب اپنے والد سے وہ ایک انصاری (صحابی سیر رضی اللہ عنہم) سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک دن) ہم (صحابہ) حضور پر نور ﷺ کے ساتھ (ایک صحابی) کے جنازہ کیلئے چلے (اس صحابی کے دفنانے سے فراغت کے بعد) جب حضور پر نور ﷺ (اور ہم) واپس آنے لگے، تو ایک شخص جسے مرحوم کی زوجہ نے بھیجا تھا آیا (اور مرحوم کے گھر میں کھانا تناول فرمانے کیلئے عرض گزار ہوا) سو حضور پر نور ﷺ نے اسکی دعوت قبول کی (حضور پر نور ﷺ مرحوم کے گھر قدم رنجا فرما ہوئے) کھانا سامنے لایا گیا حضور پر نور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے ہاتھ مبارک کھانے کی طرف بڑے کھانے لگے تو حضور پر نور ﷺ (صرف) چبانے لگے (نگائیں) حضور پر نور ﷺ نے فرمایا میں اس گوشت کو ایسے پاتا ہوں (محسوس کر رہا ہوں جیسے کہ) یہ گوشت اسکے مالک کی اجازت کے بغیر لایا گیا ہو۔ سو اس خاتون سے پوچھا گیا (یہ گوشت کہاں سے لایا گیا) وہ خاتون عرض

کرنے لگی یا رسول اللہ ﷺ میں نے ایک آدمی کو بیچ (بکرا منڈی) بھیجا تھا تاکہ وہ بکری خرید کر لے آئے، مگر وہاں بکری نہ مل سکی، پھر میں نے اپنے پڑوسی کے پاس آدمی بھیجا کہ اس نے (اپنے لئے) ایک بکری خریدی تھی (جانے والے آدمی سے میں نے یہ کہا) کہ (ہمسایہ) نے بکری جس قیمت پر خریدی ہے اسی قیمت پر ہمیں دے دے۔ مگر میرا ہمسایہ گھر پر موجود نہ تھا (وہ آدمی جسے میں نے بھیجا تھا واپس آیا) میں نے دوبارہ بھیجا (جا کر ہمسائے کی زبہ سے کہہ دو کہ بکری دے دیں) اس نے وہ بکری میرے پاس بھیج دی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔

﴿حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

(2) هذا الحديث بظاهره يراد على ما قدره البعض من انه يكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع.

کہ یہ حدیث ان لوگوں کا رد کر رہی ہے جو کہتے ہیں کہ پہلی رات کو اور سوئم اور ساتویں کے بعد (مرحوم کے ایصالِ ثواب کیلئے) کھانا پکا کر (فقراء کو کھلانا) مکروہ ہے۔

المرفقات شرح المشکوۃ فی ذیل هذا الحديث ثم آفتاب صداقت (438)

(3) والحمل على الظاهر واجب. مختصر المعانی قرآن وحدیث کے ظاہر پر حمل کرنا واجب ہے (تو بعض لوگوں کا کہنا غلط ہے)

(4) فهذا الحديث يدل على اباحة صنع اهل البيت الطعام والدعوة اليه.

طححاوی المراقی جنائز (374) و کبیری جنائز (658)

(حضرت عاصم بن کلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی یہ حدیث مرحوم کے اہل خانہ کی جانب سے (برائے ایصالِ ثواب) صدقہ (جسے ہمارے عرف میں خیرات کہا جاتا ہے) کرنا اور لوگوں کو اسکی طرف بلانا جائز ہے۔

(5) واما صنعة الطعام من اهل الميت للفقراء فلا بأس به لان النبي ﷺ قبل دعوة

المرأة التي مات زوجها. کنز الدقائق ص ۱۰۱ داود ابن الحارث العاصی رحمۃ اللہ علیہ (۴۳۸)



مرحوم کے اہل خانہ اگر (مرحوم کے ایصالِ ثواب کیلئے) فقیروں کیلئے کھانا پکائیں (اور فقیروں

کوئی کھلائیں تو) اس میں کوئی حرج نہیں (کوئی گناہ نہیں)

اس حدیث سے استدلال کے وجوہ مندرجہ ذیل ہیں۔



(1) مرحوم کے اہل خانہ نے مرحوم وفات کی پہلی رات صدقہ نفلی کا کھانا پکایا اور حضور پر نور ﷺ کو کھانا پکانے کی اطلاع نہیں دی (پہلے سے باقاعدہ اجازت نہیں لی) جس سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ مرحوم کی وفات کے بعد پہلی رات کو مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے کھانا پکانا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں رائج تھا۔



(2) رسول اکرم ﷺ و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خاتون کی دعوت قبول کی اور انکے گھر تشریف لے گئے، سو معلوم ہوا کہ صدقہ نفلی کا کھانا مرحوم کے ایصالِ ثواب کیلئے پکانا، کھانے کیلئے بلانا، وہاں جانا، کھانا کھانے کی دعوت قبول کرنا سب جائز ہے



(3) رسول اللہ ﷺ نے ایک لقمہ تناول فرمایا۔ (جو ثبوتِ جواز کے لئے کافی ہے)



(4) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ کھانا کھالینا اور حضور پر نور ﷺ کا انکو منع نہ کرنا ثبوتِ جواز کے لئے کافی ہے

(5) اس خاتون کا بیان کرنا کہ (یہ گوشت کس طرح حاصل کیا گیا) پھر بھی حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو منع نہ فرمایا۔ یہ نہ فرمایا کہ گوشت یا اس کا کھانا حرام ہے (لہذا اے صحابہ تم نے جتنا کھایا ہے اسے قہر کر دو) نہ حرام فرمایا نہ صحابہ کرام کو قہر کرنے کا حکم فرمایا۔

(6) رسول کریم ﷺ نے اس خاتون (صحابیہ) کو حکم فرمایا (اطعمیہ الاساری۔ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو) یہ نہ فرمایا (لا تطعمیہ احد الانہ حرام۔ کہ کسی کو نہ کھلانا کیونکہ یہ حرام ہے، جب حرام نہ فرمایا بلکہ قیدیوں کو کھلانا ثابت ہے) سو خوب ظاہر ہوا کہ صدقہ نفلی کا پکا ہوا کھانا کھانا حلال ہے حرام نہیں۔

(7) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور پر نور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

ایسی دعوتوں میں تشریف لے جایا کرتے تھے، اور ایسے کھانے کی جانب ہاتھ مبارک بڑھاتے تھے، تو ثابت ہوا کہ میت کے گھر پہلی رات برائے ایصال ثواب کھانا پکانا نیز دوسرے ایام، تیج، سوم، ساتواں، چہلم، عرس، و گیارویں، کا کھانا پکا کر کھلانا جائز ہے۔

﴿وہابیہ کے اعتراضات اور انکار دبلغ﴾

فانقلیل۔ بعض وہابیہ نے کہا کہ وہ حدیث جس میں خاتون کے ہاں دعوت کا تذکرہ ہے وہ مرحوم کی بیوی نہ تھی، کیونکہ ابو داؤد کے دوسرے نسخہ میں لفظ (امراة) منکر بغیر اضافت کے آیا ہے، لہذا اس نسخہ کی عبارت اس بات پر دلالت کرتی کہ یہ کھانا میت کے گھر نہ تھا ☆۔ میں کہتا ہوں، حضور پر نور ﷺ اور صحابہ کرام کا مزید تناول ترک کرنا علت کی وجہ سے ہوا نہ کہ حرمت کی وجہ سے، کیونکہ جب عارض لاحق ہوا تو احتیاطاً کھانا ترک کیا (احتیاط ہے نہ کہ حرمت، اگر حرمت کی وجہ ہوتی تو قیدیوں کو کھلانے کا حکم کیوں فرماتے)

قلنا بوجوہ۔ ہم مزید کئی وجوہ سے اس کا جواب دیتے ہیں۔

- (1) پہلے تو یہ سوال ہی غلط ہے کیونکہ یہ عبارت (امراة غیر المیت) کسی کتاب میں ہے ہی نہیں
- (2) دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ امراة منکر مبہم متحمل ہے، دونوں احتمالات (امراة المیت و امراة غیر المیت) کو شامل ہے، تو ایسی دلیل کی ضرورت پڑھی کہ وہابیہ کے احتمالِ باطل کا رد کیا جائے۔

اور وہ ہے نسخہ اول میں اضافت، کیونکہ قاعدہ ہے کہ نصوص میں توفیق ہو یہاں توفیق اس صورت میں ہے کہ یہ خاتون مرحوم ہی کی زوجہ ہو۔

- (3) تیسری وجہ یہ ہے، کہ امراة میں جوتوین ہے یہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ اصل عبارت یوں ہے (امراة المیت) تو ظاہر ہوا کہ مرحوم کے گھر (مرحوم کے) ایصال ثواب کیلئے کھانا پکا کر فقیروں کو کھلانا جائز ہے اور اسکے جواز پر دونوں نسخے موافق ہیں۔

- (4) چوتھی وجہ یہ ہے، کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات میں، صاحب طحاوی نے طحاوی الرانی، صاحب الکبیری نے شرح المنیہ میں، عبد الغنی النابلسی نے ابن ماجہ کی

شرح میں) اس نسخہ کی عبارت کا تذکرہ فرمایا ہے جس عبارت میں اضافت ہے، تو خوب ظاہر ہوا کہ جس نسخہ میں اضافت ہے وہی صحیح ہے اور وہ نسخہ جس میں اضافت نہیں ہے وہ اضافت والے نسخہ کی طرف راجع ہے۔



(5) پانچویں وجہ یہ ہے، کہ اشیاء اپنے نظائر سے ثابت ہوا کرتی ہیں، ان دونوں نسخوں کے اختلاف کی مثال (مقصود مذکور کے متحد ہونے پر، یعنی وہ نسخہ جس میں اضافت ہے اور وہ نسخہ جس میں اضافت نہیں دونوں کا مقصود ایک ہے، اگرچہ الفاظ بظاہر مختلف نظر آتے ہوں) یہ ہے، جیسے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول، لَمَّا يَغْدُو أَهْلُ بَيْتِ نِعْمَةٍ، تَوَيْنَ كَيْسَاتُهُ، اور دوسرے نسخہ میں (مِنْ نِعْمَةٍ) اضافت کیساتھ، دیکھا ایک نسخہ میں نِعْمَةٍ تَوَيْنَ کیساتھ موجود، جبکہ دوسرے نسخہ میں یہی لفظ اضافت کیساتھ موجود، جبکہ دونوں کا مقصود ایک ہے۔ مشکوٰۃ قبل باب المناقب از وایح النبی (583)

﴿ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان﴾

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہا کانت اذا مات المیت من اہلہا فاجتمع لذلك النساء ثم تفرقن الا اہلہا و خاصتہا امرت ببرمة من تلبينة فطبخت ثم صنعت ثریدا فصبت التلبينة علیہا قالت قلن منها فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول التلبينة مجمعة لفوا دمريض تذهب ببعض الحزن۔ رواہ البخاری کتاب الاطعمة جلد ۲ (815)

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، ہمارے خاندان میں جب کوئی وفات پاتا تو وہاں خواتین جمع ہو جاتیں (تعزیت کے بعد) واپس چلیں جاتیں، سوائے ان خواتین کے جو رشیدار ہوتیں یا خواص، تو آپ تلبینہ کا حکم فرماتیں جب ہانڈی (میں تلبینہ) تیار ہو جاتا تو آپ (رضی اللہ عنہا) اس سے ثرید بناتیں، اور اس پر تلبینہ ڈال دیتیں، حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) ان خواتین سے فرماتی، اس سے کھاؤ، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ تلبینہ بیمار کے دل کو سکون و اطمینان بخش ہے، اور کسی

قد رُغِئُوا كودور کرتا ہے۔

(تلمیح) دودھ اور آٹے سے تیار کیا ہوا حریرہ ہوتا ہے جس میں شہد بھی ملایا جاتا ہے (برمہ)
کا معنی ہانڈی - تعلیق، مترجم)

﴿مرحومین کو صدقات و خیرات کا ثواب پہنچتا ہے﴾

(1) اخراج الشیخان عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رجلا قال یا رسول اللہ ﷺ ان امی افتلت نفسہا ولم توص واظنہا لو تکلمت تصدقت افلہا اجر ان تصدقت عنہا قال نعم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری والدہ اچانک وفات پا گئی وصیت نہ کر سکی (یا رسول اللہ ﷺ) مجھے یقین ہے کہ اگر وہ بات (اسے بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ ضرور) صدقہ کرتیں (صدقہ کرنے کا حکم دیتی، یا رسول اللہ ﷺ) اگر میں انکی جانب سے صدقہ کروں، تو کیا اسکو اس (صدقے) کا ثواب ملے گا (یا نہ) تو حضور پر نور ﷺ نے فرمایا: ہاں! (تیرے صدقے کا ثواب تیری والدہ مرحومہ کو ملے گا)

(2) واخرج البخاری عن ابن عباس ان سعد بن عبادۃ توفیت امہ وهو غائب فاتی رسول اللہ ﷺ فقال یا رسول اللہ ﷺ ان امی ماتت وانا غائب فهل ینفعہا ان تصدقت عنہا قال نعم قال اشہدک ان حائطی کذا صدقة عنہا. شرح الصدور (وبخاری وصایا. ونسائی وصایا. وموطا امام مالک)



عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کی والدہ انکی غیر موجودگی میں وفات پا گئیں، سو وہ حضور پر نور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری والدہ میری غیر موجودگی میں وفات ہو گئیں ہیں، اگر میں انکے

ملے گا (یا نہ) تو حضور پر نور ﷺ نے فرمایا: ہاں! (تیرے صدقے کا ثواب تیری والدہ مرحومہ کو ملے گا)

(2) واخرج البخاری عن ابن عباس ان سعد بن عبادۃ توفیت امہ وهو غائب فاتی رسول اللہ ﷺ فقال یا رسول اللہ ﷺ ان امی ماتت وانا غائب فهل ینفعہا ان تصدقت عنہا قال نعم قال اشہدک ان حائطی کذا صدقة عنہا. شرح الصدور

دہ مرحومہ

نائب فاتمی

ینفعہا ان

کہ میرا فلاں باغ میری والدہ کی جانب سے (یعنی والدہ کیلئے) صدقہ ہے۔



(3) واخرج احمد والاربعة عن سعد بن عبادۃ انه قال يارسول الله ﷺ ان امي ماتت فاي صدقة افضل قال الماء فحفري او قال هذا لام سعد. ابو داود (زكوة) وشرح الصدور. احمد اور سنن اربعہ نے روایت کی ہے کہ حضرت سعد بن عبادۃ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میری والدہ وفات ہو گئیں (میں اپنی والدہ مرحومہ کے لئے صدقہ کرنا چاہتا ہوں) یا رسول اللہ ﷺ (کو) ناسدقہ افضل ہے، حضور پر نور ﷺ نے فرمایا ”پانی“ سو حضرت سعد بن عبادۃ نے کنواں کھودوایا، اور کہا یہ ام سعد کے (ایصالِ ثواب) کیلئے ہے۔



(4) واخرج الطبرانی عن عقبۃ بن عامر قال قال رسول الله ﷺ ان الصدقة لتطفي عن اهلها حور القبور. شرح الصدور (207)
طبرانی نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بیشک صدقہ اہل قبور سے قبر کی گرمی (آگ) بجھا دیتی ہے۔

(5) واخرج الطبرانی عن الاوسط بسند صحيح عن سعد بن عبادۃ قال قلت يارسول الله ﷺ توفيت امي ولم توص ولم تتصدق فهل ينفعها ان تصدقت عنها قال نعم ولو بكرة من شاة محرق. شرح الصدور (208)
طبرانی نے صحیح سند کیساتھ حضرت سعد بن عبادۃ سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری والدہ وصیت اور صدقہ کئے بغیر وفات ہو گئیں (یا رسول اللہ ﷺ) میرا صدقہ کرنا انکو مفید ہوگا (یا نہ) حضور پر نور ﷺ نے فرمایا ہاں (انہیں فائدہ ملے گا) اگرچہ بکری کے جلے ہوئے کھر ہی کیوں نہ ہوں۔



(6) واخرج الطبرانی فی الاوسط عن انس سمعت رسول الله ﷺ يقول مامن اهل بيت يموت ميت فيتصدقون عنه بعد موته الا اهداها جبرائيل على طبق من نور ثم يقف على شفيع القبر فيقول يا صاحب القبر العميق هذه هدية اهداها اليك اهلك فاقبلها فتدخل عليه فيفرح بها ويستبشر ويحزن جيرانه الذين لا يهدى اليهم شي. احياء العلوم. وشرح الصدور (208)



طبرانی نے اوسط میں حضرت انسؓ سے روایت کی ہے، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، حضور پر نور ﷺ نے فرمایا کہ جب بھی کوئی وفات پاتا ہے اور اسکے اہل خانہ اسکے (ایصال ثواب کیلئے) صدقہ کریں تو جبریل (امین علیہ السلام) اس (صدقہ کو) نورانی طبق (خوبصورت طشت میں رکھ کر مرحوم کی) قبر کے کنارے کھڑے ہو جاتے ہیں، اور صاحب قبر کو یوں) مخاطب کرتے ہیں (یا صاحب القبور العمیق) اے گہری قبر والے، تیرے گھر والوں نے تیرے لئے یہ تحفہ بھیجا ہے (لو) اسے قبول کر، سو مرحوم (بہت) خوش ہوتا ہے، اور دوسروں کے سامنے خوشی کا اظہار کرتا ہے (انکے تحفے تحائف دیکھ کر اور اپنے آپ کو محروم پا کر) اسکے پڑوسی غمگین ہو جاتے ہیں۔

(7) عن ابن عباسؓ ان رجلا قال لرسول الله ﷺ ان امه توفيت اينفعها ان تصدقت عنها . قال نعم . رواه البخاري ومسلم

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری والدہ وفات ہو گئیں اگر میں اپنی مرحومہ والدہ کے (ایصال ثواب کیلئے) صدقہ کروں تو کیا انہیں نفع ہوگا تو حضور پر نور ﷺ نے فرمایا ”ہاں“

(8) قال ابن عباسؓ كان رسول الله ﷺ يحث على الدعاء والصدقة والقرب المهداة للموات من اقاربهم واخوانهم يقول ان ذلك كله ينفعهم . كشف الغمه قبيل التعريبه جلد ۱ . (174)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ (صحابہ کرامؓ) کو دعا اور صدقہ کرنے (خصوصاً) مرحومین کیلئے انکے بھائیوں اور عزیز واقارب کی جانب سے تحائف بھیجنے کا ترغیب دلاتے تھے، نیز فرماتے تھے کہ یہ تمام اشیاء مرحومین کو نفع پہنچانتی ہیں (القرب المهداة) وہ عبادت جو نفلی ہو چاہے روزے ہوں یا نفلی نمازیں، یا قرآن کریم کی تلاوت، طواف بیت اللہ شریف، حج، عمرہ، دعا یعنی ہر وہ نیک عمل جو قرب الہی کا ذریعہ بنے اسکا ثواب مرحومین کو بخشو کہ یہ مرحومین کیلئے نافع ہیں۔ (تعلیق۔ مترجم)

(9) عن انس قال يا رسول الله ﷺ ان تصدق عن موتانا ونحج عنهم وندعو الهم

أَيُّصِلُ إِلَيْهِمْ قَالَ نَعَمْ إِنَّهُ يَصِلُ إِلَيْهِمْ وَأَنَّهُمْ يَفْرَحُونَ بِهِ كَمَا يَفْرَحُ أَحَدُكُمْ بِالطَّبِيقِ أَهْدَى إِلَيْهِ . كَشَفَ الْحِجَابَ (5) وَرَوَاهُ الْعَبْكُورِيُّ . ثُمَّ أَنَوَارُ أَقْنَابُ صَدَاقَتِ (454) وَمُسْنَدُ أَحْمَدَ .
 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے حضور پر نور ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم اپنے مرحومین کیلئے صدقہ، حج، اور دعا کرتے ہیں کیا اس کا (ثواب مرحومین) کو پہنچتا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ہاں، اس کا ثواب انہیں پہنچتا ہے اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے (جب کسی کے پاس) کوئی طشت ہدیہ میں بھیجی جائے (اور وہ اس ہدیہ تحفہ سے خوش ہوتا ہے اسی طرح جب تم مرحومین کے ایصالِ ثواب کیلئے صدقہ کرتے ہو تو وہ انہیں پیش کیا جاتا ہے اور وہ بھی زندوں کی طرح اس ہدیہ سے خوش ہوتے ہیں) (10) عَنْ أَبِي عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا تَصَدَّقَ أَحَدُكُمْ صَدَقَةً تَطَوَّعًا فَلْيَجْعَلْهَا عَنْ أَبِيهِ فَيَكُونُ لَهُمَا أَجْرُهُ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ . رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ أَوْسَطَ ثُمَّ شَرَحَ الصَّدُورُ (208) (122) طَبْرَانِيٌّ نَعَمْ أَبُو عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَعَى رَوَايَتِ كِي هِيَ جَبْ تَمِّ مِثْلِ كُوْنِيْ نَفْلِيْ صَدَقَةً كَرَى تَوُوهُ كَرَى اِپْنِے وَالْدِيْنِ كِيْلَيْ (يَعْنِيْ اِسْكَ ثَوَابِ اِپْنِے وَالْدِيْنِ كُوْبَخْشِے) سَوَا اِسْكَ اِجْرَا نَكَلَيْ هُوْكَ (وَالْدِيْنِ كِيْ اِرْوَا حَ كُوَا سَ صَدَقَةً كَا ثَوَابِ اِپْنِے كَا) بَخْشِے وَالَيْ كِيْ ثَوَابِ مِثْلِ كُوْنِيْ كِيْ وَاقِعْ نَهْ هُوْكَ .

(11) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الصَّدَقَةُ تَطْفِيْ غَضَبَ الرَّبِّ .

رواه احمد والترمذی . وشرح الصدور (313) وشرح العقائد النسفية (123)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے (12) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الصَّدَقَةُ تَطْفِيْ الْخَطِيئَةَ كَمَا تَطْفِيْ الْمَاءُ النَّارَ .

رواه ابن ماجه .

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتی ہے۔

(اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا۔۔۔ رو، رو کے مصطفیٰؐ نے دریا بہا دئے ہیں)

(سیدی الشاہ امام احمد رضا خانؒ افغانی ثم بریلوی، تعلیق، مترجم)



اللهم احفظنا من عذاب القبر، آمین یا رب العلمین، بجاہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم (مترجم)

﴿میت کے گھر میں تین دن تک ضیافت ممنوع ہے﴾

فان قيل: بعض لوگ کہتے ہیں کہ میت کے گھر میں تین دن تک کھانا پکانا مکروہ ہے قلنا بوجہ میں (مفتی شائستہ گل) کئی وجوہ سے اسکا جواب دیتا ہوں۔

(1) لایباح اتخاذ الضیافة عند ثلاثة ايام .

(اگر کوئی وفات ہو جائے تو مرحوم کے گھر میں تین دن تک ضیافت (مہمان نوازی کرنا) مباح نہیں

خلاصة الفتاوی جلد ۲، کراہیہ (538) کذا فی التارخانیہ (ثم الهندیہ جلد ۱، جنائز (235)



(2) ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت

مرحوم کے گھر (مہمان نوازی) ضیافت طلب کرنا مکروہ ہے

فتح القدیر، جنائز، جلد ۱ (302) و کبیری جنائز (657) وطحطاوی المراقی، جنائز (474) وشامی جنائز جلد ۱ (603)



(3) وعللوه بانه شرع فی السرور لافى الحزن وقالوا هی بدعة مستقبحة .

فتح القدیر جلد ۱ جنائز (302) و کبیری جنائز (657) وشامی جنائز جلد ۱ (603)



(علماء کرام نے مہمان نوازی کے ممانعت کی علت) یہ بیان کی ہے کہ چونکہ مہمان نوازی خوشیوں کے مواقع پر ہوا کرتی ہے نہ کہ مواقع غم میں، (اس لئے فقہاء نے ضیافت کو منع لکھا ہے)

نیز علماء نے کہا ہے کہ (مرحوم کے گھر میں تین دن تک مہمان نوازی) بدعتِ قبیحہ ہے۔ (نہ کہ انکے لئے خیرات و صدقات منع ہیں، نعوذ باللہ)

فان قيل؟ کچھ لوگ میت کے گھر میں تین دن تک کھانا پکانے کو مطلقاً ممنوع قرار دیتے ہیں اور اس پر حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث پیش کرتے ہیں۔



عن جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنا نعد (وفی رواية نری) الاجتماع الى اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحۃ۔ رواه الامام احمد وابن ماجہ کبیری (657)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میت کے گھر اجتماع اور مرحوم

کے اہل خانہ کی جانب سے کھانا تیار کرنے کو نوہ شمار کرتے ہیں۔
قلنا بوجہ۔ اس اعتراض کا ہم کئی وجوہ سے جواب دیتے ہیں۔

﴿وجہ اول یہ ہے﴾

(فقہاء اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سیدنا جریرؓ کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مرحوم کے گھر والوں سے ضیافت طلب کرنا منع، اور بدعتِ قبیحہ ہے اور ہم سارے فقہاء اسکے قائل ہیں کہ مرحوم کے گھر والوں سے ضیافت طلب کرنا منع اور بدعتِ قبیحہ ہے، صدقہ و خیرات منع نہیں، تعلیق، مترجم) وضاحت ملاحظہ فرمائیں

(1) ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من اهل الميت لانه شرع فی السرور لافى الحزن قالوا هی بدعة مستقبحة لما روی الامام احمد وابن ماجه باسناد صحيح عن جریر ابن عبد اللہ قال کنانعد الاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام من النیاحۃ
کبیری جنانز (657) وفتح القدیر جلد 1 (302) جنانز. وطحطاوی المراقی (374) والشامی جلد 1. جنانز (603)



میت کے گھر والوں سے مہمان نوازی طلب کرنا مکروہ ہے، کیونکہ مہمان نوازی خوشیوں کے مواقع پر ہوا کرتی ہے نہ کہ مواقع غم میں نیز علماء نے کہا ہے کہ (مرحوم کے گھر تین دن تک مہمان نوازی) بدعتِ قبیحہ ہے، کیونکہ امام احمد اور ابن ماجہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت جریر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے، حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میت کے گھر اجتماع اور وہاں (دعوت ضیافت کو) نوہ شمار کرتے ہیں۔

﴿دوسری وجہ یہ ہے﴾

دوسری وجہ یہ ہے کہ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مرنے والے کے گھر ضیافت کی کراہت عند الموت ہے (اس وقت مکروہ ہے جب موت طاری ہو) ای عند نزاع الروح فقط. یعنی جب نزع کا عالم ہو۔

(2) قول البزازی یکرہ اتخاذ الطعام (الی قولہ) لا یخلو عن نظر لانه لا دلیل علی

الکراہۃ الاحادیث جریر بن عبداللہ امتقدم وانما يدل على الكراهة ذلك عند الموت فقط۔ کبیری جنانز (678) وطحطاوی المراقی جنانز (374)



علامہ بزازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرحوم (کے گھروالوں) سے ضیافت طلب کرنا مکروہ ہے، بزازی کا یہ قول بھی نظر سے خالی نہیں کیونکہ انہوں نے بھی کراہت پر کوئی دلیل پیش نہ کی، رہا حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سواس سے مراد ضیافت عند الموت ہے اور وہ مکروہ ہے۔

(اس وقت مکروہ ہے جب موت طاری ہو) ای عند نزاع الروح فقط۔ یعنی جب نزع کا عالم ہو۔

تیسری وجہ یہ ہے ﴿﴾

مرحوم کے اہل خانہ کی جانب سے مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے وفات کے بعد تین دن تک صدقہ و خیرات کرنے کے جواز پر میں نے بحمدہ تعالیٰ چودہ احادیث صحیح، صحاح ستہ واز کتب، امام مالک و طبرانی، احیاء العلوم، کشف الغمہ، امام احمد، شرح الصدور، شرح العقائد النسفیہ، سے پیش ہیں۔

ظاہر ہوا کہ حضرت عبداللہ بن جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے مراد ضیافت عند الموت ہی ہے اور وہ احادیث جو (برائے ایصالِ ثواب برائے مرحوم) پر صریح ہیں، ان دونوں میں توفیق و تطبیق اسی طرح ہوگی کہ عبداللہ بن جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے مراد ضیافت عند الموت لیا جائے، کیونکہ نصوص میں اصل توفیق ہے۔ اور یہاں توفیق کی ایک ہی صورت ہے جو اوپر بیان ہوئی۔

﴿﴾ چہارم وجہ یہ ہے ﴿﴾

وجہ چہارم یہ ہے کہ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث غیر مقبول ہے جیسے کہ فقہاء کرام نے تصریح کی ہے۔

(4) علی (علاوہ ازیں) انه قد عارضه ما رواه الامام احمد بسند صحيح و ابو داود عن عاصم بن كليب عن ابيه عن رجل من الانصار (الى آخره ومرتماهم) الى قول الحلي فهذا يدل على اباحة صنع اهل الميت الطعام والدعوة۔ کبیری جنانز (658) وطحطاوی المراقی جنانز (374)

جریر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس حدیث سے معارض ہے جو حضرت امام احمدؒ نے صحیح کیساتھ اور ابو داؤد نے عاصم بن کلیب سے اور انہوں نے اپنے والد کلیب سے اور انہوں نے انصاری سے روایت کی ہے، سو معلوم ہوا کہ یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے کہ مرحوم کے گھر (مرحوم کے ایصالِ ثواب کیلئے) کھانا تیار کرنا اور (کھانے کیلئے فقراء کو) بلانا جائز ہے

﴿پانچویں وجہ یہ ہے﴾

کہ جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث غیر مقبول ہے، کیونکہ میت کے دفن کے بعد مرحوم کے ایصالِ ثواب کیلئے

(1) پہلی رات صدقہ و خیرات کرنا آٹھ کتابوں سے ثابت ہوا کہ سنت ہے۔
(کما مر مفصلاً) جیسے کہ ابھی تفصیلاً گذرا۔

(2) پہلی رات تاساتویں شب، مرحوم کے ایصالِ ثواب کیلئے صدقہ کرنا پندرہ کتابوں سے ثابت ہے کہ یہ مستحب ہے، جسکی بحث تفصیلاً گذر چکی۔

(3) کتب فقہ، و قسطلانی، و علم العقائد تقریباً اٹھارہ کتابوں سے ثابت ہوا کہ صدقہ و خیرات کرنے سے مرحوم کو نفع (فائدہ) پہنچتا ہے، انکار کرنے والا معتزلہ ہے۔

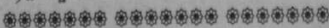
شرح العقائد النسفی۔ رمضان افندی و نیراس، و تمید ابی الشکور السالمی۔ کما مر انفاً، جسکی بحث تفصیلاً گذر چکی۔



میں نے دین اسلام کی اکتالیس کُتب سے ثابت کیا کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک مرحوم کے ایصالِ ثواب کیلئے صدقہ و خیرات کرنا (مرحوم کے گھر میں حسب استطاعت کھانا پکا کر فقیروں کو کھلانا) بعد از دفن تا سوئم جائز ہے۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اگر اس دعوتِ ضیافت کے بارے میں تسلیم کیا جائے تب تو صحیح ہے جسے ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ دعوتِ ضیافت کرنا منع ہے۔

اور اگر اس حدیث سے مراد یہ ہو کہ مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے کچھ پکا کر فقیروں کو کھلانا منع ہے تو پھر یہ حدیث اہل سنت والجماعت کے نزدیک غیر مقبول ہے۔





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



﴿دعا بعد نماز جنازہ﴾

مصنف

مفتی شائستہ گل قادری

مفتی اعظم سرحد زبدۃ العارفین حضرت علامہ حجۃ الاسلام

محمد عبدالعلیم قادری

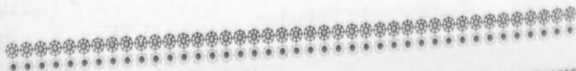
مترجم :

دارالعلوم قادریہ سبحانیہ

ناظم اعلیٰ :

ناشر مفتی اعظم سرحد اکیڈمی العالمی، شاہ فیصل کالونی 5 کراچی 25 پاکستان

فون! 03332108534



﴿نماز جنازہ کے بعد دعاء مانگنے کا ثبوت﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و متین دریں مسئلہ کہ نماز جنازہ کے بعد دعاء مانگنا شرعاً جائز ہے

یا نہ، بینوا تو جروا۔ المستغنی بادشاہ گل صاحب کیمپلور۔ خصوصاً دربار لالاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جواب۔ نماز جنازہ کے بعد دعائیہ کرمانگنا یقیناً جائز ہے یہ نبی کریم ﷺ کا امر بھی ہے اور فعل بھی

نیز یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور امت مرحومہ کا فعل بھی ہے۔

(1) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا صلیتم علی المیت فاخصلوا له الدعاء

ابوداؤد جلد ۲، جنازہ (456) وابن ماجہ جنازہ (109) ثم مشکوٰۃ صلوٰۃ الجنائز فصل ۲، (138)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم میت پر نماز پڑھو تو خلوص سے اسکے لئے دعا کرو اس حدیث سے نماز جنازہ کے بعد دعاء مانگنا ثابت ہوا جو لوگ اس دعا سے وہ دعا مراد لیتے ہیں جو نماز جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے ان کو اس حدیث کے اس جملہ (فاخصلوا له الدعاء) میں غور کرنا چاہئے۔

کیونکہ وہ دعاء جو نماز جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے وہ خالصتاً میت کے لئے کہاں ہوتی ہے، وہ تو تمام زندوں، مردوں، غائب، حاضر، مردوں، عورتوں، سب کے لئے ہوتی ہے، جبکہ حدیث کے الفاظ ہیں، کہ جب تم نماز جنازہ پڑھ لو تو مرحوم کیلئے خلوص سے دعاء مانگو، سو معلوم ہوا کہ اس دعا سے مراد جنازہ پڑھنے کے بعد کی دعا ہے (کہ جب تم نماز جنازہ پڑھ چکو تو اخلاص کیساتھ میت کے لئے دعاء مانگو)

(2) نیز (اذا صلیتم علی المیت) شرط ہے اور (فاخصلوا له الدعاء) اسکی جزا ہے۔ شرط اور جزا میں تغایر ہوتا ہے۔

(3) حدیث مبارک میں (صلیتم) ماضی کا صیغہ ہے، اور (فاخصلوا) امر کا صیغہ ہے، اور یہاں (فا) برائے تعقیب مع الوصل ہے۔ ثابت ہوا کہ نماز جنازہ پڑھ لینے کے بعد فوراً دعاء مانگنے کا حکم ہے۔

(2) عن ابن عمر قال ان سبقتمونى بالصلوة فلا تسبقونى بالدعاء له .

مسووط السرخسی جلد ۲، باب غسل المیت (67)

(ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک جنازہ میں شرکت کیلئے اسوقت پہنچے جب کہ نماز جنازہ پڑھا جا چکا تھا) تو فرمایا اگر تم نے نماز جنازہ پڑھنے میں سبقت کی تو (میت کے لئے دعا کرنے میں) سبقت نہ کرو (بلکہ آؤ ملکر دعا کریں)

نماز جنازہ کے بعد دعائنگنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے قولاً وفعلاً ثابت ہوا نیز (فلا تسبقونی) مجھ سے آگے نہ بڑھو یہ جملہ اس بات کا ثبوت ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعائنگنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل رہا، پھر (فلا تسبقونی) میں بھی (ف) برائے تعقیب مع الوصل ہے، جو بتا رہا ہے کہ دعا بعد نماز جنازہ عمل صحابہؓ ہے۔



(3) بعد از سلام بخواند اللہم لاتحرمننا اجرہ ولا تفتنا بعده واغفر لنا ولہ .

النہر الفائق، والبحر الذخائر ثم زاد الآخرة، رواہ ابوداؤد، واحمد، والترمذی، وابن ماجہ، ثم مشکوٰۃ (138) (میت پر جب نماز جنازہ پڑھ لے سلام پھیر لے تو اسکے بعد کہے) یا اللہ ہمیں اسکے اجر سے محروم نہ کر۔ اور اسکے بعد ہمیں فتنے میں نہ ڈال۔ ہمیں اور مرحوم کو بخش دے۔



(عن عبد اللہ بن ابی اوفیٰ وکان من اصحاب الشجرة فماتت ابنت له (الیٰ ان قال) ثم کبر علیہا اربعاً ثم قام بعد الرابعة قدر ما بین التکبیرین یدعوا ثم قال کان رسول اللہ

ﷺ یصنع فی الجنائز هكذا، رواہ البیہقی جلد ۴، (42) وفتح الربانی (126) وکنز العمال کتاب الجنائز



عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ جوان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے حضور پر نور ﷺ کی بیعت کی تھی (ابراہیم رضی اللہ عنہ وغیرہ کی روایت ہے کہ جب) انکی صاحبزادی وفات ہوئی (الیٰ ان قال) تو آپ نے ان پر چار تکبیریں کہیں، پھر چار تکبیروں کے بعد جتنی دیر دو تکبیروں میں فاصلہ ہوتا ہے کے مقدار کھڑے ہو کر دعا کی (بیٹھ کر نہ بقیام حقیقی) پھر حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ہمیشہ اسی طرح دعا کرتے دیکھا ہے۔

اس حدیث میں (یصنع) مضارع کا صیغہ ہے جو دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے (دیکھئے) شرح جامی بحث مجموع (261)، مختصر المعانی (181)

ثابت ہوا کہ حضور پر نور ﷺ نے نماز جنازہ کے بعد ہمیشہ دعا فرمائی ہے۔ نیز فتح القدیر۔ امامت جلد (343) وکبری۔ امامت (57) وشمای امامت جلد (282، 271) نے تصریح فرمائی ہے۔

(5) عن سلمان الفارسی قال قال رسول الله ﷺ لا یرد القضاء الا الدعاء .

رواه الترمذی جلد ۲ . ابواب القدر (261)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قضاء (غیر مہرم) کو دعا کے سواء اور (کوئی چیز) نہیں ٹال سکتی۔

اس حدیث میں لفظ (دعا) مطلق ہے۔ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے (المطلق یجری علی اطلاقہ) سواس حدیث میں لفظ دعا اُس دعا کو بھی شامل ہوا جو دعا جنازہ کے بعد مانگی جاتی ہے۔

(6) عن ام سلمة قالت قال رسول الله ﷺ اذا حضرتم المريض او الميت فقولوا خیرا

فان الملائكة یؤمنون علی تقولون . رواه الترمذی جلد ۱ . جنائز (124) و مسلم جلد ۱ . جنائز .

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم کسی مریض (کی عیادت) یا میت کے پاس جاؤ تو (وہاں) کلمہ خیر کہو (مریض کو تسلی اور مرحوم کیلئے دعا مغفرت کرو) کیونکہ فرشتے تمہارے ان کلمات پر آمین کہتے ہیں۔

میت کے پاس دعا اور اس پر فرشتوں کا آمین کہنا یہ بھی مطلق ہے۔ اس میں نہ زمان کی قید نہ مکان کی قید لہذا یہ دعا جب بھی میت کے لئے مانگی جائے جائز ہے تو پھر یہ مطلق نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کو بھی شامل ہوا (اور یہ دعا ہم جنازہ سے فراغت کے بعد بیٹھ کر مانگتے ہیں اسے بھی شامل ہوا)۔

(7) وترفع الایدی فی دعاء الاستسقاء ونحوہ لان رفع الید فی الدعاء سنة و کذلک

عند دعائه بعد فراغه من التسبیح والتهلیل والتکبیر وعقوب الصلوات کما علیہ المسلمون

فی سائر البلدان . نور الايضاح المراقی والطحطاوی قبل الامامة (170)

دعا استسقاء میں اور اسکے مثل (جیسے نماز جنازہ کے بعد کی دعا) میں ہاتھ اٹھائے جائیں گے۔ کیونکہ دعاؤں میں ہاتھ کا بلند کرنا سنت ہے۔ اسی طرح جب تسبیح و تہلیل و تکبیر سے فارغ ہوں اور نمازوں سے فراغت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا میں مانگنا سنت ہے۔ تمام مسلمانوں کا تمام شہروں میں یہی معمول ہے۔

دیکھئے اصل مسئلہ کا عموم اور لفظ (صلوات) کا عموم اس دعا کو بھی شامل ہے جو نماز جنازہ کے بعد بیٹھ کر بھیجیۃ اجتماعیہ کی جاتی ہے۔ اور جمع مسلمانوں کا معمول ہے۔



(8) ولا یقوم بالدعاء بعد صلوۃ الجنائزۃ لانه يشبه الزیادة فیہا کذا فی المحيط ثم القنیۃ ثم برجندی جنانز (181) ثم حاشیۃ شرح الباس جلد 1 (233) وجامع الرموز جلد 1 جنانز (125) والمرفقات علی مشکوٰۃ والزحیرۃ ثم کبیری.

نماز جنازہ کے بعد دعا کیلئے کھڑے نہ ہوں (بلکہ نماز جنازہ کے بعد بیٹھ کر دعائے گویا کیونکہ (کھڑے ہو کر دعا) زیادت (فی الجنائزۃ) کے مشابہ ہے۔

عبارت مذکورہ بالا غور طلب ہے کہ عبارت مذکورہ قیام کی حالت میں دعائے گویا کی نفی کر رہا ہے نہ کہ بیٹھ کر دعائے گویا کی۔ سو مفہوم مخالف کی نفی کیساتھ نماز جنازہ کے بعد دعا بحالت جلوس (بیٹھنے کی حالت میں) ثابت ہوگئی اور مفہوم مخالف فقہاء کرام کی روایات میں حجت ہے جیسے کہ فرضیت جمعہ میں آزاد (ہونا شرط ہے تو اگر کوئی مسلمان آزاد نہ ہو بلکہ غلام ہو اور غلام جمعہ کی نماز ادا کرے تو اسکی نماز ہو جائیگی)۔

(9) وفي دعاء الاحیاء للاموات وصدقتهم نفع لهم خلافا للمعتزلة. شرح العقائد. (122)

زندوں کی دعاؤں اور صدقات میں مرحومین کیلئے نفع ہے (البتہ) معتزلہ اس کے خلاف ہیں (10) وتحقق ما ذکر وان کون الدعاء غیر جائز لم یقل به احد کما نقل عن حمقۃ زماننا ممن لا شعور لهم فی علم الدین بوجه من اهل البدعۃ المستحدثۃ طهر الله الارض منهم بمنه. تتمہ مجمع البحار (65)

(اقوال مذکورہ سے) یہ بات متحقق ہوگئی (تحقیق تک پہنچ گئی) کہ (بعد نماز جنازہ) دعا کرنا جائز ہے (دعا بعد نماز جنازہ کا انکار کسی نے نہیں کیا سوائے) ہمارے زمانے کے ان احمقوں نے جو علم دین سے نااہل ہیں جو دین کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے (یہ احمق) اہل بدعت ہیں (انہوں نے دعا بعد الجنائزۃ سے انکار کر کے دین میں) ایک نئی بدعت ایجاد کی۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص کرم کیساتھ ان (پلیدیوں سے) زمین کو پاک فرمادے

(11) عن انس قال اتی النبی ﷺ بجنائزۃ فلما قام یکبر فسال ﷺ هل علی صاحبکم دین قالوا نعم دینار ان فعلد النبی ﷺ وقال صلوا علی صاحبکم فقال غلیٰ دینہ علیٰ یارسول الله ﷺ بریٰ منہما فقدم رسول الله ﷺ ثم قال لعلی جزاک الله خیرا

فك الله رهانك كما فكك رهان اخيك وانه ليس من ميت يموت وعليه دين الا هو مرتين بدنيه ومن فك رهان ميت فك الله رهانه يوم القيامة فقال بعض القوم يا رسول الله ﷺ هذا علي خاصة ام للمسلمين عامة قال للمسلمين عامة فتح الباري شرح صحيح البخاري جلد ۲ (422) وكشف الغمة من جميع الامة جلد ۲ (22) مطبعة مصر



حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پر نور ﷺ ایک جنازہ میں تشریف لائے جب تکبیر کہنے کیلئے کھڑے ہوئے (اس سے قبل کہ تکبیر کہتے) صحابہ کرام سے پوچھا کیا تمہارے اس ساتھی پر کسی کا قرض تو نہیں؟

تو صحابہ کرام نے عرض کی جی ہاں (یا رسول اللہ ﷺ) مرحوم پر دو دینار قرض ہے تو حضور پر نور ﷺ (جہاں کھڑے تھے) وہاں سے ہٹ گئے اور فرمایا تم اپنے ساتھی پر جنازہ پڑھ لو (سرکارِ دو عالم ﷺ کا یہ) فرمانا تھا کہ (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آگے بڑھے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ) انکے دو درہم کا میں ضامن ہوں یہ ان دو درہم سے بری الذمہ ہیں (آپ تشریف لائیں جنازہ پڑھائیں) حضور نبی کریم ﷺ اپنی جگہ تشریف لائے اور جنازہ پڑھایا پھر علیؑ سے فرمایا علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جس طرح تو نے اپنے بھائی کی گردن آزاد کر دی اللہ تعالیٰ تیری گردن بھی اسی طرح آزاد کر دے۔

(اے صحابہ) جب کوئی شخص مقروض وفات ہوتا ہے تو اس کی گردن اس قرض میں گروی رہتی ہے (یعنی جب کوئی شخص اس حال میں اس دنیا سے رحلت کرتا ہے کہ اس پر کسی کا قرض ہو تو وہ اس قرض میں گروی رہتا ہے) (لہذا) جس نے مرحوم کی گردن آزاد کی اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن اس کی گردن کو آزاد فرمائے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ (فضیلت) صرف علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ہے یا تمام مسلمانوں کے لئے؟ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا یہ (فضیلت) تمام مسلمانوں کیلئے ہے۔

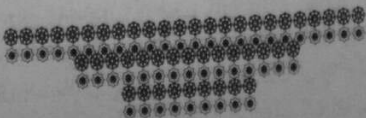
☆ میں کہتا ہوں کہ حدیث مذکورہ بالا سے دعا بعد جنازہ اور وعظ و نصیحت کرنا ثابت ہو گیا۔

(12) روی عن عاصم بن عمر بن قتادة وعن عبد الله بن ابي بكره استشهد زيد ابن حارثة وجعفر بن ابي طالب فصرى عليهما (علحدة علحدة) ودعا لهما وقال

عاصم بن عمر قنادہ اور عبداللہ بن ابی بکرہ ؓ سے روایت ہے (کہ جب) زید بن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب ؓ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے تو حضور پر نور ﷺ نے ان پر الگ الگ نماز جنازہ پڑھی اور دونوں کیلئے دعا کی (پھر) حضور پر نور ﷺ نے فرمایا (اے صحابہ) مرحومین کے لئے استغفار کرو (دعا مغفرت کرو)

فان قيل؟ اگر مقترض اعتراض کرے کہ یہ دعا بیچ نماز کے تھی، نہ کہ نماز جنازہ کے بعد؟ قلنا! ہم جواب دیتے ہیں کہ جناب تمہارا یہ اعتراض لغو ہے، لگتا آپ نے حدیث مبارک کی عبارت پر غور نہیں کیا کیونکہ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں (فصلیٰ علیہما ودعا لہما حضور ﷺ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور انکے لئے دعا کی) اس عبارت میں فصلیٰ علیہما اور دعا لہما کے درمیان (و) حرف عطف ہے۔ فصلیٰ علیہما معطوف علیہ ہے اور دعا لہما معطوف ہے، قاعدہ یہ ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف میں مغایرۃ ہوا کرتی ہے (یعنی معطوف اور ہوتا ہے اور معطوف اور دونوں ایک چیز نہیں ہوتی بلکہ دونوں میں فرق ہوتا ہے) انکی مثال یوں سمجھ لیجئے جاءنی زید وعمر، آیا میرے پاس زید اور عمر، دیکھیں، زید اور عمر دونوں کے آنے کی بات کی گئی مگر زید اور عمر اور عمر اور عمر، ہوا کہ معطوف علیہ اور معطوف میں مغایرۃ ہوا کرتی ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ حضور پر نور ﷺ نے جب نماز جنازہ پڑھی تو اسکے بعد دعا کی یہ دعا نماز جنازہ کے بعد ہے۔

(اَمْ مُسْلِمَانَهُ دُعَاؤُكَ پَسْ دَجَنَارِمْ
ثَوَابْ دَمْ سَتَادِ پَارَهُ هُمْ دَمْ بِيَابَهُ زَمْ
مُتَرْجَم. محمد عبد العليم القادری كان الله له)



سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا ثبوت

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کے مطابق اجتماعی دعائیں سنتوں کے بعد ہے۔

(۱) وعند الحنفیۃ یکرہ المکث قاعدا یشغل بالدعاء والصلوة علیہ السلام قبل ان یصلی السنۃ۔ قسطلانی باب یستقبل الامام الناس اذا سلم۔ جلد ۲، (126) نقلا من فتح الباری
احناف کے نزدیک فرض کے بعد سنت پڑھنے سے پہلے دعائیں اور درود و سلام پڑھنے کیلئے کچھ دیر بیٹھنا مکروہ ہے۔

(۲) والمختار عند الحنفیۃ ان یشغل بعد اداء المكتوبة بالسنۃ ویکرہ ان یشغل بالدعاء والتسبیح قبل اداء السنۃ۔ کذا فی الباری والقسطلانی۔ عقائد السنیۃ (37)
احناف کے نزدیک مختار (قول) یہ ہے، کہ فرض پڑھنے کے بعد سنت ادا کرے، سنت ادا کرنے سے پہلے دعا اور تسبیحات پڑھنے میں مشغول ہونا مکروہ ہے۔

(۳) عندنا السنۃ مقدمة علی الدعاء الذی هو عقب الفراغ۔ بحر الرائق۔ صفة الصلوة۔ جلد ۱، ۱۳۷
ہم احناف کے نزدیک سنت مقدم ہیں اس دعا پر جو سنتوں کے بعد (اللہ جل جلالہ سے) مانگی جاتی ہے

(۴) اذا اراد الامام ان یتنفل فی المحراب ویقبل علی الناس للدعاء والذکر والدعاء جازله ان یتنفل کیف شاء والافضل ان یجعل یمینه الیہم ویساره الی المحراب وعکسہ وبہ قال ابوحنیفۃ ومن فوائد هذا الحديث مکث الامام فی موضعه ومکث القوم فی اماکنهم۔ عینی البخاری باب التسليم جلد ۳ (189)

امام (جب فرض پڑھنے سے فارغ) ہو اور محراب میں ہی سنت، نوافل پڑھنا چاہے نیز یہ ارادہ ہو کہ نفل پڑھکر میں قوم کی طرف دعا، ذکر، کیلئے رخ کروں گا، تو اسکے لئے جائز ہے کہ محراب میں جہاں چاہے کھڑا ہو البتہ (جب سنت و نوافل سے فارغ ہو تو) افضل یہ ہے کہ قوم کی طرف دایاں پہلو اور محراب کی طرف بایاں پہلو ہو اس کا عکس (یعنی قوم کی طرف بایاں پہلو اور محراب کی طرف دایاں پہلو) کرے تب امام (جب فرض پڑھنے سے فارغ) ہو اور محراب میں ہی سنت، نوافل پڑھنا چاہے نیز یہ ارادہ ہو کہ نفل پڑھکر میں قوم کی طرف دعا، ذکر، کیلئے رخ کروں گا تو اسکے لئے جائز ہے کہ محراب میں جہاں چاہے کھڑا ہو۔

البتہ (جب سنت و نوافل سے فارغ ہو تو) افضل یہ ہے کہ قوم کی طرف دایاں پہلو اور محراب کی طرف بایاں پہلو ہوا کا عکس کرے تب بھی صحیح ہے۔
 امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں، اس حدیث سے یہ فائدہ بھی حاصل ہوا (کہ اگر) امام اسی جگہ (جہاں اسے فرض نماز پڑھی ہے) ٹہرے (تب بھی جائز ہے) اور قوم (نے جہاں فرض پڑھے ہیں) وہیں ٹھہریں (یعنی سنن، و نوافل وہیں پڑھیں) تب بھی جائز ہے۔



(۵) والسنة في الادعية تاخيرها عن الصلوة. هداية. كسوف. (225)

دعاؤں میں سنت (طریقہ) یہ ہے کہ (جب) نماز (یعنی فرض سنت و نوافل سے فارغ ہو) تو دعائیں مانگیں جائیں (ادعیہ میں تاخیر از تکمیل نماز سنت طریقہ ہے)



(۶) روی عن امام المسلمین انه اذا دعا الامام بعد الفراغ من الصلوة حول وجهه الى الجماعة. مقدمة الفقيه ابی اللیث (19) ثم شرح شرعة الاسلام (116)
 امام المسلمین سیدنا نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب امام نماز سے فارغ ہوا اور دعا مانگے تو قوم (مقتدیوں) کی طرف منہ کر لے۔



(۷) الاشتغال بالسنة عقیب الفرض افضل من الدعاء. الاشباه فن. ۲ صلوۃ. (128)
 فرض کے بعد سنت پڑھنے میں مشغول ہونا دعا میں مشغول ہونے سے افضل ہے۔
 ☆۔۔۔ مذکورہ بالا تمام عبارات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ دعا مانگنا سنت پڑھے کے بعد ہے نیز دعا احناف کے نزدیک بہیئت اجتماعیہ بھی ثابت۔

﴿سنتوں کے بعد اجتماعی دعاء﴾

قرآن و احادیث، واقوال علماء کی روشنی میں

سنتوں کے بعد اجتماعی صورت میں دعا کرنا قرآن کریم، و احادیث، واقوال علماء کی روشنی میں۔

(۱) سب سے پہلے چند قواعد ذکر کروں گا تاکہ آنے والی آیات و احادیث و اقوال علماء آسانی سے سمجھ آجائیں۔

قاعدہ اولیٰ یہ ہے

احناف کے نزدیک جس حدیث میں یہ الفاظ آجائیں
(دبر المکتوبہ بعد المکتوبہ عقیب الفرض) اس سے (ہر وہ کام جو) فرضوں، سنتوں
کے بعد ہو، مراد ہوا کرتا ہے، نہ کہ فرض و سنت کے درمیان۔
میرے پیش کردہ قاعدہ پر چند دلائل ملاحظہ ہوں۔

واما روى من الاحادیث فى الاذکار عقیب الصلوة فلا دلالة فیها على الاتیان
بها عقیب الفرض قبل السنة بل يحمل عل الاتیان بها بعد السنة لان السنة من
لواحق الفریضة ولا یخرجها تخلل السنة بینها وبين الفرض عن كونها بعد الفرض
وعقیبه لان السنة من لواحق الفریضة وتوابعها ومکملاتها فلم تكن اجنبية منها
فما یفعل بعد السنة یطلق علیه انه فعل بعد الفریضة وعقیبها۔

کبیری صفة الصلوة (389) وشمسی صفة جلد 1 (356) و المرافی اذکار (187) وفتح القدیر نوافل جلد 1 (191) و بحر الرائق



وہ احادیث جو ان اذکار کیلئے وارد ہیں جو نماز کے بعد پڑھی جاتیں ہیں سو ان احادیث میں
ان اذکار کا فرض نماز کے فوراً بعد سنتوں سے پہلے پڑھنے کی دلیل نہیں بلکہ یہ اوراد، و اذکار
فرض کے بعد سنتوں کے پڑھنے پر محمول ہیں کیونکہ سنن فرائض کے لواحقات میں سے ہیں
(اگر سوال ہو کہ کیا فرض کے فوراً بعد اگر ہم سنت پڑھیں گے تو یہ سنت فرض اور وہ اوراد
جس کا تذکرہ احادیث میں آیا ہے مخل نہیں ہونگے؟

تو ہم جواب دیں گے) کہ ان اوراد، اذکار اور فرضوں کے درمیان (سنت جو پڑھی گئیں ہیں)
مخل نہ ہوں گیں، کیونکہ سنن فرائض کے لواحقات، توابع، اور مکملات میں سے ہیں یہ فرائض
کیلئے اجنبی نہیں۔

سو جو اذکار سنتوں کے بعد پڑھے جائیں گے اس پر فرضوں کے بعد پڑھنے کا اطلاق کیا جائیگا

﴿قاعدہ مذکورہ کے ثبوت کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں﴾

حدیث قدسی

(1) قوله عليه الصلوة السلام (حكاية عن الله تعالى في حديث قدسی طویل) قال

الرب تعالى انظر واهل لعبدى من تطوع فيكمل به ما انتقص من الفريضة.....
 رواه ابو داود، ثم مشكوة صلوۃ التسبیح (117) وفتح القدیر
 حضور پر نور ﷺ نے فرمایا (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا میرے بندے
 کے سنن، و نوافل کو دیکھو کیا میرے بندے کے (صحیفہ اعمال میں) نوافل ہیں (اگر صحیفہ اعمال
 میں نوافل ہوں) تو اسکے فرائض میں جو کمی واقع ہوئی ہو ان نوافل سے پوری کی جائے گی

(2) الفرائض تکمل بالنوافل. احیاء العلوم

فرض نوافل سے پورے کیئے جائیں گے

(3) السنن مکملات للفرائض. ہدایہ.

سنن فرائض کو مکمل کرنے والے ہیں۔

(4) السنة تبع للفرض. فتح القدیر..... سنت فرض کے تابع ہے۔
 جب یہ ثابت ہوا کہ سنن فرع ہیں اور فرض اصل ہیں تو فرع حکم اصل میں داخل و شامل
 دلائل ملاحظہ ہوں

(5) قوله تعالى: يا بني اسرائيل اذكروا نعمتي التي انعمت عليكم. الاية.

اے بنی اسرائیل یاد کرو میری اس نعمت کو جو میں نے تم پر کی۔

(6) لان هذا خطاب للموجودين في زمان نبينا ﷺ ولا شك ان الانعام كان على

اصولهم في زمان موسى عليه السلام.

خطاب ان بنی اسرائیل سے کیا جا رہا ہے جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں موجود ہیں۔

حالانکہ نعمتیں انکے ان آباء و اجداد پر کی گئیں جو موسیٰ علیہ السلام کے دور میں گذرے ہیں
 دیکھئے انعام بنی اسرائیل کے آباء و اجداد پر مگر خطاب انکی اولاد، در اولاد سے۔ چونکہ اولاد فرع
 ہے آباء و اجداد اصل، سو جو حکم اصل کا وہی فرع کا۔

دوسری دلیل

(7) الله تعالى ارشاد فرماتا ہے۔ -وَإِذْ نَجَّيْنَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ. الاية.

اور یاد کرو اے بنی اسرائیل جب ہم نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی۔

یہاں بھی خطاب ان بنی اسرائیل سے ہے جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں موجود ہیں۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انکے آباء و اجداد کو فرعونوں سے نجات عطا فرمائی تھی۔ (نہ کہ انکو)

پھر خطاب ان سے ہوا معلوم ہوا کہ اولاد فرغ ہے اباؤ و اجداد اصل ہیں، تو جو حکم اصل کا وہی حکم فرغ کا۔

ثابت ہوا کہ فرض اصل ہیں جبکہ سنت اسکی فرغ، سو جو حکم اصل کا وہی حکم فرغ کا تو لا محالہ ماننے پڑے گا، کہ یہ اوراد، و وظائف سنتوں کے بعد ہیں نہ کہ فوراً فرضوں کے بعد۔ فقہاء کرام کے اقوال کو ملاحظہ فرمائیں۔ فقہاء فرماتے ہیں۔

(8) قول الفقهاء: التبع كالعبد والجندی وامرأة اوفاها مهرها والتلميذ والمكتري يعتبر نية الإقامة والسفر من متبوعهم دونهم فيصرون مقيمین ومسافرین بنیة متبوعهم. فتح القدیر. مسافر. جلد 1 (557) والخلاصة. مسافر. جلد 1 (163)



تابع (کی مثال) جیسے غلام، سپاہی، زوجہ، شاگرد، ان افراد کی نیت نہ تو سفر کیلئے معتبر ہے نہ اقامت کیلئے، جب تک انکے متبوع نیت نہ کریں ان کا مسافر ہونا یا مقيم ہونا متبوع کی نیت پر منحصر ہے اگر متبوع سفر کی نیت کرے گا تو یہ مسافر اور اگر متبوع اقامت کی نیت کرے گا۔ تو یہ مقيم،

معلوم یہ ہوا کہ سفر و اقامت کا دار و مدار متبوع کی نیت پر ہے نہ کہ تابع کی نیت پر۔ (توضیح۔ عام مؤمنین و مسلمین کیلئے۔ تابع، و متبوع کی چند مثالیں۔

تابع

متبوع

متبوع۔ جسکی تابعداری کی جائے اسے متبوع کہتے ہیں	تابع۔ تابعداری کرنے والے کو تابع کہتے ہیں
مالک	غلام
امیر لشکر	سپاہی
شوہر	زوجہ
استاد	شاگرد

تابع جو بھی نیت کرے وہ غیر معتبر۔ متبوع جو نیت کرے وہ معتبر، اسی کی نیت پر دار و مدار ہے۔ کیونکہ متبوع اصل اور تابع فرغ۔ سو جو حکم اصل کا وہی حکم فرغ کا۔ تعلیق۔ مترجم) ☆۔۔۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سنن توابع ہیں اور فرائض اصل ہیں۔

سو ثابت ہوا کہ اذکار و وظائف سنن کے بعد ہیں۔

کہ احکام شرعیہ عام ہیں (احکام شرعیہ میں عموم ہے) احکام شرعیہ حضور نبی کریم ﷺ اور
جمع امت کو شامل ہیں۔ جیسے، کہ اللہ تعالیٰ کا امر ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ.

اس امر میں حضور نبی کریم ﷺ اور جمع امت شامل۔

اسی طرح، اللہ تعالیٰ کا یہ امر۔

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ.

اس امر میں حضور نبی کریم ﷺ اور جمع امت شامل۔

سوائے ان احکام کے جن میں نص صریح سے حضور پر نور ﷺ کی تخصیص کی گئی ہو۔

(اس میں حضور پر نور ﷺ اور امت شریک نہیں جیسے رات کو تہجد حضور ﷺ پر فرض امت

کیلئے نفل۔ وغیرہ ذلک۔ مترجم)

اس قاعدہ پر دلیل ملاحظہ ہو

علامہ صاوی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں

(1) قوله تعالى: (قل اعوذ) ای اتخذ الامر للنبي ﷺ ويتناول غيره من امت لان

وامر القرآن ونواهيہ لاتخص فردا دون فرد. صاوی جلد ۴، پارہ 30. سورة الناس (268)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا (قل اعوذ، میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے رب کیساتھ) یہ امر تو رسول اللہ

ﷺ سے ہے مگر جمع امت اس امر میں شامل، کیونکہ قرآن کریم کے اوامر و نواہی کسی

فرد واحد کیلئے نہیں۔ (چونکہ یہ حکم عام ہے خاص نہیں تو نبی کریم ﷺ و جمع امت شامل)

قاعدہ مذکورہ پر دوسری دلیل

(2) قوله تعالى: فَلَمَّا قُضِيَ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرَا زَوَّجْنَاهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ

خَرَجٌ فِيْ اَزْوَاجٍ اَدْعِيَانِهِمْ (النح)

قد حوت هذا الآية احكاما (الی قولہ) والثالث ان الامة مساوية للنبي ﷺ في

الحكم الا ما خصه الله تعالى به لانه اخبر انه احل ذلك لنبي ﷺ ليكون المؤمنين

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

جب زید کی غرض اس سے پوری ہوئی (حضرت زینب کو طلاق دی اور عدت پوری ہو گئی) تو ہم نے (زینب) تیرے نکاح میں دے دی تاکہ مسلمانوں پر حرج نہ ہو انکے منہ بولے بیٹوں کے ازواج میں (علامہ جصاص لکھتے ہیں) یہ آیت کئی احکام کو شامل ہے۔ الی آخرہ۔

(والثالث) تیسرا حکم یہ ہے

کہ احکام شرعیہ میں امت نبی کریم ﷺ کے ساتھ شامل ہیں سوائے ان احکام کے جن احکام کیساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو مختص کیا ہو۔ علامہ جصاص لکھتے ہیں

کہ (مساوات فی الاحکام کی یہی آیت مثال ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اس نکاح کی حلت کی خبر دی۔ کہ (منہ بولے بیٹے زید کی مطلقہ حضرت زینب) آپ کے لئے حلال ہے، تاکہ مسلمان (اگر کبھی اس طرح منہ بولے بیٹے کی مطلقہ یا بیوہ سے نکاح کرنا چاہیں تو وہ بھی) اس حکم میں شامل ہوں۔

سو وہ حکم جس میں فرمایا گیا (فاذا فرغت فانصب)۔

اے محبوب ﷺ جب آپ فارغ ہو جائیں نماز سے تو دعا میں خوب کوشش کرو) اس حکم میں امتی بھی شامل، ان قواعد کو مد نظر رکھتے ہوئے معنی یہ ہوا کہ اے میرے محبوب ﷺ، اور اے میرے محبوب ﷺ کے امتیو و تم جب بھی نماز سے فارغ ہو جاؤ۔ تو دعا میں خوب کوشش کرو۔

میں نے ثابت کیا کہ سنت فرائض کے توابع، و مکملات میں سے ہیں اور حکم ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ، تو اس نماز سے یقیناً سنت بھی مراد ہیں، سو ثابت ہوا کہ جب تم فرائض و سنن سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں خوب کوشش کرو۔

☆۔۔۔ دلائل مذکورہ بالا قواعد سے ظاہر ہوا کہ امام اور مقتدیوں کا سنتوں کے بعد اجتماع دعا کرنا جائز ہے۔



تیسرا قاعدہ

تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ جو شیء مطلق ذکر کیا جائے۔ تو وہ اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔
قاعدہ مذکورہ کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

(بل) العمل به (ان یجزی کل ماصدق علیہ) المطلق (من المقیدات) بیان لما یعنی ان یحمل علی اطلاقہ بحیث یمکن للمکلف ان یأتی بما شاء من افرادہ سواء کان ذلک المقید المنصوص او غیرہ فیکون کل فرد من افراد المطلق مجزیا مما هو الواجب علیہ۔ تحریر الاصول مع شرحہ (۳۳۱)

بلکہ اس پر عمل کیا جائے گا تا کہ جائز ہو جائے ہر وہ عمل جس پر مطلق صادق آئے مقیدات میں سے، یعنی مطلق کو جمول کریں گے اس کے اطلاق پر اس حیث سے کہ مکلف (مطلق کے افراد میں سے جسے چاہے) عمل کر سکے چاہے، وہ مقید منصوص علیہ ہو یا نہ ہو، سو مطلق کا ہر فرد ہر اس شیء کو جو اس پر لازم ہو، جائز کرنے والا ہوگا۔
اس قاعدہ کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

(۱) حکم المطلق ان یجری علی اطلاقہ۔

شاشی، وفصول (۱۱) وتنقیح وتوضیح (۱۶۹) ومنار، ونور الانوار۔

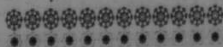
مطلق کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے

(۲) ولنا قولہ تعالیٰ: (ولا تستلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسوکم) فہذہ الایۃ علی ان المطلق یجری علی اطلاقہ۔ تنقیح وتوضیح (۱۷۳)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

اشیاء کے بارے میں سوال نہ کرو اگر ظاہر ہو جائے تمہارے لئے سو تمہیں برا لگے گا۔
یہ آیت دلالت کرتی ہے، کہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔ ہمارے لئے یہی دلیل کافی ہے۔

☆۔۔۔۔۔ میں کہتا ہوں کہ چونکہ لفظ (دعا) آیات واحادیث واقوال علماء میں مطلق آیا ہے سنت کے بعد دعا بھی اس مطلق کے افراد میں سے ہے لہذا سنتوں کے دعا ثابت ہو گئی۔



﴿قرآن کریم سے فرض و سنتوں﴾

کے بعد اجتماعی دعاء کا ثبوت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ

(۱)

اے حبیب ﷺ جب آپ فارغ ہوں نماز سے پس دعائیں خوب گوش کیجئے۔ سورۃ الشرح
حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

(۲) عن ابن عباس اذا فرغت من صلوٰتک فاجتهد فی الدعاء۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ (اذا فرغت) کا معنی ہے کہ جب آپ نماز سے
فارغ ہوں تو دعائیں خوب گوش کیجئے۔



مدارک جلد ۳، (390) وحازن جلد ۴، (390) وجلائین و جمل جلد ۴، (550) وابن جریر و تفسیر ابن عباس (514) و معالم
جلد ۴، (220) و کبیر للروای جلد ۸، (457) و ابو السعد جلد ۸، (485) و احکام القرآن للحصص (582)

(۳) عن علی و ابن عباس فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ فی الدعاء بسند صحیح، تفسیر ابن جریر طبری۔

حضرت علیؓ و عبداللہ بن عباسؓ رضی اللہ عنہما اس آیت (فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ) کی تفسیر کرتے ہوئے
لکھتے ہیں، کہ فاذا فرغت کا معنی یہ ہے کہ ارشاد خداوندی ہے جب آپ نماز سے فارغ
ہوں تو خوب گوش کیجئے دعائیں۔

(۴) عن ابن عباس فاذا فرغت مما فرض علیک و من الصلوة فاسئل الله و ارغب
الیہ و انصب، تفسیر ابن جریر طبری۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت (فاذا فرغت) کا معنی یہ ہے کہ جب
آپ ان فرائض سے فارغ ہو جائیں جو آپ پر فرض کی گئیں ہیں اور نماز سے سوائے
ماکتبے اور اللہ ہی کی طرف راغب ہوں اور دعائیں خوب گوش کیجئے۔

(۵) عن مجاهد و قتادة قال فاذا فرغت فانصب (لیٰ آخره) امره اذا فرغ من الصلوة ان
یبالغ فی دعائه، حازن و معالم۔

حضرت مجاہدؓ اور قتادہؓ فرماتے ہیں (فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ) کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں
حکم فرمایا کہ جب نماز سے فارغ ہوں، سو چاہیے کہ اپنی دعائیں خوب مبالغہ کیا جائے۔

(۶) عن قتادة بسند صحيح قال فاذا فرغت من صلواتك فانصب في الدعاء . خازن ومعالم .
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (فاذا فرغت) کا معنی یہ ہے کہ جب آپ نماز سے
فارغ ہوں تو دعائیں خوب کوشش کیجئے۔

(۷) قال ابن عباس وقتادة والضحاك ومقاتل الكلبي فاذا فرغت من الصلوة
المكتوبة فانصب الى ربك في الدعاء وارغب اليه في المسئلة يعطيك . خازن .

☆۔ عبد اللہ بن عباسؓ قتادہؓ ضحاکؓ، مقاتل الکلبیؓ فرماتے ہیں (فاذا فرغت) کا معنی یہ
ہے کہ اے محبوب ﷺ آپ جب فرض نماز سے فارغ ہو جائیں تو اپنے رب کی جانب
دعائیں خوب کوشش کریں اور خوب رغبت سے مانگیں۔ اللہ آپ کو عطا فرمائے گا۔

(۸) وفائدة التعب في الدنيا ان ينفعه في الدنيا والآخرة . جمل جلد ۴ . (۵۵۷)

☆ دنیا میں محنت و مشقت کا فائدہ تب ہے کہ اسے دنیا و آخرت میں فائدہ ہو۔

(۹) فان الدعاء بعد الصلوة مستحابة كذا هو المأثور عن ابن عباس وقتادة . كمالين .

صاحب کمالین فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد دعا کا مستجاب (قبول ہونا) حضرت ابن عباس و
قتادہ سے منقول ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ . الآية . (۱۰)

اور تیرے رب کا فرمان ہے۔ تم مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ یہاں بھی لفظ (دعا) مطلق ہے یہ سنتوں کے بعد دعا کو شامل ہے
کیونکہ سنت بھی مطلق کے افراد میں سے ایک فرد ہے سو یہ لفظ اسے بھی شامل۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ (۱۱)

الآية . پارہ ۲ . بقرة .

اے محبوب ﷺ جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں (سو ان
سے فرما دیجئے کہ) میں تمہارے قریب ہوں میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں
جب بھی (مجھ سے) دعا مانگے۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ یہاں بھی لفظ دعا مطلق ہے یہ اس دعا کو شامل ہے جو دعا سنتوں

کے بعد اجتماعی طور پر مانگی جاتی ہے، کیونکہ یہ بھی مطلق دعا کے افراد میں سے ایک فرد ہے
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(12) قُلْ مَا يَعْبُدُونَ بِكُم رَّبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا

پارہ (19) سورہ فرقان آیت (77)

آپ فرمادیجئے کہ تمہاری کچھ حیثیت نہ ہوتی اللہ کے ہاں اگر نہ ہوتی تمہاری دعا (عبادت و پکار) (کیونکہ) تم نے جھٹلایا، پس ہوگا اب دائمی عذاب۔

☆..... اللہ اکبر۔ اللہ اکبر، جو اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتا اللہ تعالیٰ اسکی پرواہ نہیں کرتا، سو وہ دوزخی ہو جائیگا (العیاذ باللہ) نیز یہ دعا مطلق ہے لہذا سنتوں کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے اسے بھی شامل ہے (المطلق بجز علی اطلاقہ)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(۱۳) وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي

سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ ذَاخِرِينَ ۝

اور فرماتا ہے رب تمہارا، مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا کو قبول کرتا ہوں، جو لوگ میری عبادت (دعا مانگنے) سے تکبر کرتے ہیں، عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

☆۔۔۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ دعا نہ مانگنے پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وعید آئی ہے
ملاحظہ ہو حدیث مبارک۔

(۱۴) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من لا یدعو اللہ یغضب علیہ

رواہ الحاکم فی المستدرک (۹۴۱)

حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں جو اللہ سے دعائیں مانگتا اللہ اس پر غضب کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(۱۵) قَالَ احْسِنُوا فِيهَا وَلَا تَكْلِمُونَ ۝ اِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا اٰمَنَّا

فَاغْفِرْ لَنَا وَاَرْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّحِمِيْنَ ۝ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سَخِرَ بَاٰحَتٰی اَنْسُوْكُمْ ذِكْرٰی

وَكُنْتُمْ مِنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۝ پارہ ۱۸، مؤمنون، رکوع ۶/۶۔

رب فرمائے گا، پڑے رہو اس (جہنم) میں رسوا اور بات نہ کرنا (مجھ سے) بیشک ایک گروہ

(جیسے حضرت عمارؓ، حضرت بلالؓ، حضرت خبابؓ) میرے بندوں میں سے کہتا تھا اے ہمارے رب ہم ایمان لائے سو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو ہی بہتر رحم کرنے والا ہے، تو تم نے انکا مزاح بنایا (انکے ساتھ تمسخر کیا انکا مزاح اڑایا) یہاں تک کہ (اس تمسخر کی وجہ سے) تم ہمارے ذکر کو بھول گئے (اور تم) ان سے ہنستے۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

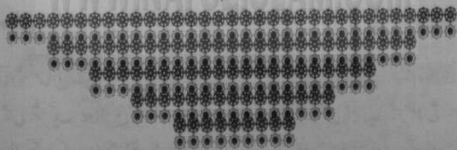
(۱۶) وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنۢ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ ۝

پارہ ۲۸ سورہ حشر رکوع ۱۴

اور وہ لوگ جو انکے بعد آئے کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلوں میں انکے لئے حسد نہ ڈال جو صاحبان ایمان ہیں اے ہمارے رب بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے۔
☆۔۔۔ معلوم ہوا کہ ایمان والے اپنے رب سے ہر حال میں مانگا کرتے ہیں سو اگر یہی دعا سنتوں کے بعد بھیجتے اجتماعیہ کی جائے تب بھی جائز ہے۔

(اُمِّ مُسْلِمَہٗ غَوَاہُ دُعَاۃُ خَیْلِ اللّٰہِ نَہْ

اَعْتِمَادُہٗ جَمْدُنْ نِشْتَہْ، دَصْبَا، نَہْ دَبِیْگَاہُ نَہْ۔ مترجم)



احادیث سے سنتوں

کے بعد اجتماعی دعاء کا ثبوت

(۱) عن النعمان بن مقرن قال شهدت القتال مع رسول الله ﷺ فكان اذالم يقاتل اول النهار انتظر حتى تهب الرياح وتحضر الصلوة. رواه البخاری. مشکوة قبيل القتال فی الجهاد (334)

نعمان بن مقرن فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک غزو میں شریک تھا اگر دن کے حصہ اول میں جہاد نہ فرماتے تو ہواؤں کے چلنے کا انتظار فرماتے اور (ظہر کی) نماز کا وقت ہوتا۔

(۲) عن النعمان بن مقرن قال شهدت مع رسول الله ﷺ فكان اذالم يقاتل اول النهار انتظر حتى تزول الشمس وتهب الرياح ينزل النصر. رواه ابو داود. مشکوة قبيل القتال فی الجهاد (334)

نعمان بن مقرن فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک غزو میں شریک تھا اگر دن کے اول حصہ میں جہاد نہ فرماتے تو ہواؤں کے چلنے اور سورج کے ڈھل جانے کا انتظار فرماتے اور فتح (کی نوید) نازل ہوتی (تو مقاتلہ شروع فرماتے)

(۳) عن قتادة عن النعمان بن مقرن قال غزوت مع النبي ﷺ فكان اذا طلع الشمس فاذا طلعت قاتل فاذا انصف النهار امسك حتى تزول الشمس قاتل حتى العصر ثم يقاتل قال قتادة كان يقال عند ذلك تهيج الرياح النصر ويدعو المؤمنون لجيوشهم في صلواتهم. رواه الترمذی. مشکوة. قبيل القتال فی الجهاد (334)



حضرت قتادہ نعمان بن مقرن سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کیساتھ کئی غزوات میں شریک ہوا (نبی کریم ﷺ کی عادت شریفہ تھی) جب فجر طلوع ہوتا اساک فرماتے یہاں تک کہ سورج طلوع ہوتا سو جب سورج طلوع ہوتا جہاد کرتے، اور جب دوپہر کا وقت ہوتا تو جہاد روک دیتے پھر جب آفتاب ڈھل جاتا تو (ظہر کے بعد پھر) قتال شروع

کرتے یہاں تک کہ عصر کا وقت آجاتا، مقاتلہ بند کر دیتے تھے یہاں تک کہ عصر کی نماز ادا فرماتے عصر کے بعد پھر مقاتلہ فرماتے، حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ان اوقات میں (جن میں آپ ﷺ مقاتلہ کرتے) فتح کی ہوائیں چلتیں تھیں اور مسلمان نمازوں میں اپنے لشکر کی فتح کی دعائیں مانگتے تھے۔

(۴) ای ویقول الصحابة بالحكمة في امساك النبي ﷺ عن القتال الى الزوال مرفقات على المشكوة. (334)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا زوال تک جہاد کو روکنے میں حکمت یہ ہوا کرتی تھی۔

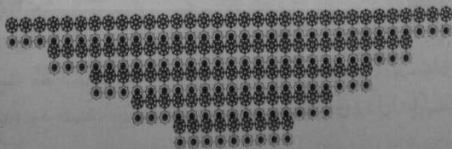
مندرجہ بالا احادیث میں یہ الفاظ مبارک قابل غور ہیں (ویدعو المؤمنون) مسلمان مجاہدین کے لئے نمازوں کے بعد دعا کرتے تھے۔ یعنی فرض و سنتوں کے بعد۔

یہ بھی ثابت ہوا کہ مجاہدین کا کافروں سے مقاتلہ فرض و سنتوں کے بعد ہوا کرتا تھا۔ سو صحابہ کرام کا مجاہدین کے لئے فرض و سنتوں کے بعد دعائیں مانگنا بہینۃ اجتماعیہ ثابت ہو گئیں۔

(دُعَائِبْتُ شَوْهَ دَمَحُوبٍ نَهَ سَرَهُ دَصَحَابِيَانُوْ)

شَهْ كَلَكُ سُنِّيْ خَبَرَهُ مَهْ وَاوْرَهُ دَ وَاَبْيَانُوْ. (مترجم)

WWW.NAFSEISLAM.COM



﴿نماز عیدین کے بعد اجتماعی دعا﴾

(۱) عن ام عطیة قالت امرنا رسول الله ﷺ ان نخرج الحيض يوم العیدین وذوات السجود فیشهدن جماعة المسلمین ودعوتهم وتعزل الحيض عن مصلهن قالت امرأة یارسول الله ﷺ احدا نالیس لها جلباب قال رسول الله ﷺ تلبسها صاحبها من جلبابها. رواه البخاری جلد ۱. ومسلم جلد ۱. (730)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم (عورتوں کو) رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا (یہ کہ عیدین کیدن حیض والی عورتیں اور پردہ دار خواتین) (عید گاہوں کی جانب) نکلیں اور مسلمانوں کے اجتماع اور دعاؤں میں حاضر ہوں (البتہ) حیض والی عورتیں نماز نہ پڑھیں، یک خاتون نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے (ایسی غریب خواتین بھی ہیں) جنکے پاس بالاپوش نہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ (کوئی حرج نہیں جن خواتین کے پاس بالاپوش نہ ہو تو) اسکے ساتھ والی اپنے بالاپوش سے اسے ڈھانپ لے۔

وجہ استدلال یہ ہے۔ کہ حضور پر نور ﷺ کا خواتین کو حکم دینا کہ (اگر نماز نہیں پڑھ سکتیں بوجہ عذر ماہواری کے تو کوئی حرج نہیں نہ پڑھیں مگر) وہ ان دعاؤں میں شریک ہو جائیں جو دعائیں رسول اکرم ﷺ و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بیہیۃ اجتماعیہ مانگتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کرتے تھے حتیٰ کہ مسلمان خواتین بھی ان دعاؤں میں شریک ہوتیں تھیں۔

(۲) الادعیۃ بعد الصلوات تواترت لاینکر. فیض الباری شرح صحیح البخاری۔ نمازوں کے بعد دعائیں (حضور پر نور ﷺ کے زمانہ مبارکہ سے لیکر آج تک اس) تواتر سے کی جا رہی ہیں کہ اسکا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

(۳) هذا هو الحق لان ما فعله النبی ﷺ و ما نسخہ فهو جائز لنا فعله لقوله تعالیٰ لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة۔ یہی حق ہے کیونکہ جو کام حضور پر نور ﷺ خود کریں اور وہ کام منسوخ نہ ہوا ہو تو ہمارے لئے اس کام کا کرنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے (ولکم فی رسول اللہ اسوة حسنة) تمہارے لئے میرے محبوب (ﷺ) کی زندگی (مبارک) نمونہ ہے

﴿ نماز استسقاء کے بعد اجتماعی دعا ﴾

(۱) وعن عبد الله بن زيد قال خرج رسول الله ﷺ بالناس الى المصلیٰ يستسقی فصلیٰ بهم ركعتین جهر فیهما بالقراءة واستقبل القبلة یدعو اور رفع یدیه وحول رداءه حين استقبل القبلة. رواه البخاری جلد ۱، ثم مشکوة (123)

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ساتھ (نماز) استسقاء کے لئے نکلے، سو انہیں دو رکعات پڑھائیں اور ان میں جہر کیا (قرآن بلند آواز سے پڑھی) پھر دعا کی (اس حال میں کہ حضور پر نور ﷺ) کے ہاتھ مبارک اٹھے ہوئے تھے۔ اور اپنے رداء مبارک کو پھیرا (اس حال میں) کہ آپ کا چہرہ انور قبلہ شریف کی طرف تھا۔

(۲) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان النبی ﷺ استسقی حتی رأیت اوریٰ نبیاض ابطیہ. رواه ابن ماجہ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ (جب بارش ہونے کی دعا مانگتے تو دعا کے وقت دونوں ہاتھ مبارک اتنا بلند کرتے) کہ میں نے آپ ﷺ کے دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

(۳) وَالِدُعَاءُ بِالْجَمْعِ مُسْتَحَبَّةٌ. اجتماعی دعا کرنا مستحب ہے۔ السعیۃ حاشیۃ الہدایۃ.

اجتماعی دعا میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا حضور پر نور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہوئی، سو ہم مسلمان نمازوں، و نماز جنازہ، و ہر نیک عمل مثلاً افطار، حج، قرآن خوانی، صدقہ و خیرات وغیرہ کے بعد اگر بھی یہ اجتماعی دعا مانگیں تو یہ بدعت نہیں سنت ہے

(۴) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ تعالیٰ قال من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب و ماتقرب الی عبدی بشئ احب مما افترضت علیہ و ما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ الذی یمس بہ و رجلہ الذی یمشی بہا و ان سألنی لا عینہ ولن استعاذنک لا عینہ. الحدیث. رواه البخاری مشکوة باب الزکوۃ والتقرب الی اللہ تعالیٰ (197)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ جس نے میرے ولی سے دشمنی کی پس تحقیق میں اس کیساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ میرا تقرب ایسی کسی شئی کیساتھ (کے ذریعہ) حاصل نہیں کرتا جو میرے نزدیک ان اشیاء سے زیادہ محبوب ہو جو میں نے اس پر فرض کیں ہیں (ان ذرائع میں سب سے پسندیدہ ذریعہ فرائض کی ادائیگی ہے) اور میرا بندہ (فرائض کے علاوہ) نوافل پڑھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اسے اپنا دوست بنالیتا ہوں (کیونکہ وہ فرائض و نوافل دونوں ادا کرتا ہے) سو جب میں اسے اپنا دوست بنالیتا ہوں تو میں اسکی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، میں اسکی بینائی بن جاتا ہوں جسکے ذریعہ وہ دیکھتا ہے میں اسکا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، میں اسکے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اور اگر وہ مجھ سے (دعا) مانگے تو میں اسے دیتا ہوں اور اگر وہ (مکروہات و برائیوں سے بچنے کیلئے) مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔

(حاصل یہ ہے کہ اللہ والے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں، دعا اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اللہ والے اللہ کے ذکر سے غافل نہیں ہوتے، ذکر اللہ والوں کے دل کی حیات ہے اور غفلت موت ہے، دعا مانگنے کیلئے حدیث قدسی میں وقت کا تعین نہیں مطلق ہے المطلق یجری علی اطلاقہ، اس قاعدہ کے تحت اگر سنتوں کے بعد بہیئت اجتماعیہ دعا مانگی جائے تو بدعت نہیں بلکہ اس مطلق کے افراد میں سے ایک فرد ہے لہذا عمل علی الكتاب والسنة ہے نہ کہ بدعت۔ نعوذ باللہ۔ تعلیق مترجم)

﴿محمد یوسف بنوری دیوبندی کا قول اور اسکا رد﴾

یوسف بے نوری لکھتا ہے کہ ہاں اسکے خلاف (سنتوں کے بعد دعا کے برعکس) فرض نماز کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔

میں راقم الحروف (مفتی شائستہ گل القادری) کہتا ہوں مجھے نہایت افسوس ہے یوسف بنوری کے اس قول پر (کہ ہاں اسکے خلاف) (سنتوں کے بعد دعا کے برعکس) فرض نماز کے بعد دعا قبول ہوتی ہے) میں سمجھتا تھا کہ یہ شخص تفاسیر و احادیث۔ و مذاہب اربعہ سے واقف ہوگا مگر شخص مذکور نے اپنے ہی قول سے ثابت کیا کہ مذکورہ صفات میں سے (اکمیں) ایک صفت بھی موجود نہیں۔

﴿اس مسئلہ میں مذاہب اربعہ کے مستند اقوال﴾

اولا اقوال الاحناف رحمہم اللہ تعالیٰ۔ احناف کے اقوال

(1) وعند الحنفیۃ یکرہ المکث قاعدا یشغل بالدعاء والصلوة علی النبی ﷺ

قبل ان یصلی السنۃ۔ قسطلانی باب یستقبل الامام الناس اذا سلم
احناف کے نزدیک (فرض کے بعد) سنت پڑھنے سے پہلے دعا و درود کے لئے کچھ وقت
گزارنا مکروہ ہے (فرض پڑھ لینے کے بعد متصل سنت پڑھے) اسکے بعد دعا و درود شریف
پڑھے۔ جلد ۳۔ (136) نقلا من فتح الباری

(2) والمختار عند الحنفیۃ ان یشغل بعد اداء المكتوبة بالسنۃ و یکرہ ان یشغل
بالدعاء والتسبیح قبل اداء السنۃ۔ کذا فی فتح الباری۔ والقسطلانی۔ عقائد سنۃ
احناف کے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ فرضوں کے بعد سنت پڑھے اور سنت پڑھنے سے
پہلے دعا و تسبیح میں مشغول ہونا مکروہ ہے۔



(3) عندنا السنۃ مقدمة علی الدعاء الذی ہو عقب الفراغ۔
وہ دعا جو نماز سے فراغت کے بعد مانگی جاتی ہے احناف کے نزدیک سنت پڑھنا اس سے
مقدم ہیں۔ بحر الرائق جلد ۱۔ صفة الصلوة (304)



(4) قال فی الاختیار کل صلوة بعدها سنۃ یکرہ القعود بعدها والدعاء بل یشغل
بالسنۃ کیلا یفصل بین السنۃ والفرائض۔ المراقی الفلاح اذکار (187)
کتاب (اختیار میں کہا گیا ہے کہ ہر وہ نماز جس کے بعد سنن ہوں تو سنت پڑھنے سے پہلے بیٹھنا
اور دعا مانگنا مکروہ ہے بلکہ وہ سنت پڑھے تاکہ سنت اور فرض میں اتصال ہو انفصال نہ ہو

(5) والقیام الی السنۃ متصلا بالفرض مسنون غیر انه یستحب الفصل بینہما
كما کان النبی ﷺ اذا سلم لا یمکث الا قدر ما یقول اللہم انت السلام (الی قولہ)
ویستحب للامام ان یتحول الی جهة یسارہ لتطوع ویستحب ان یستقبل بعده
الناس ویستغفرون اللہ ثلاثا ویقرءون آية الكرسي والمعوذات ویسبحون ثلاثا

وثلثون ويحمدونه كذلك ويكبرون كذلك ثم يقولون لا اله الا الله وحده
لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير. ثم يدعون لانفسهم
وللمسلمين رافعي ايديهم ثم يمسحون بها وجوههم .

نور الايضاح والمراقى اذكار (186) تا (190) وبمعناه تنوير الابصار والدر المختار ترتيب الصلوة (352)
تا (356) والخلاصة قبيل زلة القارى جلد 1. (95) وهندية قبيل القراءة جلد 1. (106) بالفاظ متقاربة

فرض پڑھنے کے بعد متصل سنت پڑھنے کیلئے کھڑا ہونا ہی سنت ہے البتہ فرض اور سنت کے
درمیان اتنا فاصلہ مستحب ہے جس طرح حضور پر نور ﷺ فرض پڑھنے کے بعد اتنا ٹہرتے
تھے جتنی دیر میں اللھم انت السلام (الی آخرہ) پڑھا جائے امام کیلئے مستحب ہے کہ وہ
(فرض پڑھنے کے بعد سنت پڑھنے کیلئے محراب میں) بائیں طرف ہو کر (سنت ادا کرے
اسکے بعد) مستحب ہے کہ وہ لوگوں کی طرف منہ کرے اور سب (امام و مقتدی) تین مرتبہ
استغفار پڑھیں اور ایک مرتبہ آیت الکرسی اور معوذات تینتیس مرتبہ تسبیح (سبحان اللہ) تینتیس
مرتبہ پڑھیں تحمید (الحمد لله) تینتیس مرتبہ تکبیر (اللہ اکبر) پڑھے، پھر لا اله الا الله وحده
لا شریک له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير پڑھے، پھر (امام و مقتدی)
ہاتھ اٹھا کر اپنے لیے اور تمام مسلمانوں کیلئے اجتماعی دعا کریں اور ہاتھوں کو چہروں پر مسح کر لیں
عبارت مذکورہ سے سنتوں کے بعد دعا بہیئیت اجتماعیہ ثابت ہوگئی۔

(6) رفع اليدين في الدعاء سنة (و) كذلك (عند دعائه بعد فراغه من التسبيح
والتحميد والتكبير الذي سنذكره) (عقب الصلوات) كما عليه المسلمون في سائر
البلدان. نور الايضاح والمراقى (170)

دعائیں ہاتھ بلند کرنا سنت ہے اسی طرح (جب وہ نمازی فارغ ہو تسبیحات و تحمید و تکبیر سے
اور دعائے گنگے تو اس وقت بھی ہاتھ دعا کیلئے بلند کرنا سنت ہے) جسے ہم عنقریب ذکر کریں
گے، اسی طریقہ پر تمام شہروں کے رہنے والے مسلمان عامل ہیں۔

(7) اذا اراد الامام ان يتنفل في المحراب ويقبل على الناس للذكر والدعاء جاز له
ان يتنفل كيف شاء والافضل ان يجعل يمينه اليهم ويساره الى المحراب وعكسه
وبه قال ابو حنيفة ومن فوائد هذا الحديث وجوب مكث الامام في موضعه
ومكث القوم في اماكنهم. عن البخارى باب التسليم جلد 3 (189)

☆۔۔۔۔۔ اگر امام کا ارادہ ہو کہ (سنن و نوافل) محراب میں ادا کروں اسکے بعد لوگوں کی طرف منہ کر کے ذکر و دعا کروں گا تو اسکے لئے جائز ہے کہ جہاں چاہے سنن و نوافل ادا کرے (سنن و نوافل پڑھنے کے بعد) افضل یہ ہے کہ امام (اس انداز سے بھیٹے کہ) اسکا دایاں طرف مقتدیوں کی طرف ہو اور بائیاں طرف محراب کی طرف ہو اسکا عکس بھی جائز ہے

مقتدیوں کی طرف بائیاں طرف اور محراب کی طرف دائیں طرف) یہی قول ہے امام اعظم سیدنا نعمان بن ثابت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا (چونکہ یہ امام کا قول ہے اور امام اعظم تابعی ہیں اور تابعی کا قول حدیث ہوا کرتا ہے لہذا) اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ امام مقتدیوں کا اپنے مقام پر ٹھہرنا ثابت ہوا۔

عبارت مذکورہ بالا سے بھی سنتوں کے بعد دعا بیہیۃ اجتماعیہ ثابت ہوئی

(8) والسنة فی الادعية تاخیرها عن الصلوة. هداية جلد ۱. کسوف (275)
دعاؤں میں سنت طریقہ یہ ہے کہ دعا نماز کے بعد ہو۔

(9) والامام مخیر ان شاء دعا مستقبلا جالسا او قائما او یستقبل القوم بوجهه و دعی ویؤمنون قال الحلوانی وهذا احسن (الخ) فتح القدیر جلد ۱. کسوف (275)
ثم شامی جلد ۱. کسوف (879) و بحر الرائق.

امام کو اختیار ہے چاہے تو قبلہ شریف کی طرف منہ کرے کھڑے ہو کر دعائیں یا بیٹھ کر یا قوم کی طرف منہ کرے (دعائیں) اور قوم (امام کی دعا پر) آمین کہیں۔ ام حلوانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آخری صورت بہتر ہے۔

ثابت ہوا کہ بیہیۃ اجتماعیہ دعا کرنا سنت پڑھنے کے بعد ہے۔

(10) الاشتغال بالسنة عقیب الفرض افضل من الدعاء (الخ) اشباہ نظائر کتاب الصلوة فن ثانی (128)

فرض (پڑھنے) کے بعد سنت (پڑھنے میں) مشغول ہو جانا دعا سے افضل ہے

ثابت ہوا کہ بیہیۃ اجتماعیہ دعا کرنا سنت پڑھنے کے بعد ہے۔

﴿اشیاء اپنے نظائر سے ثابت ہوتی ہیں﴾

قاعدہ کلیہ ہے کہ اشیاء اپنے نظائر سے ثابت ہوتی ہیں دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

- (1) قرآن کریم کے اعراب لگانا مستحب ہے۔
- (2) نماز کی نیت کا زبان سے ادا کرنا مستحب ہے۔
- (3) نماز تہجد کی رکعات معدودہ مستحب ہے۔
- (4) صلوٰۃ اوائین کی رکعات معدودہ مستحب ہے۔
- (5) صلوٰۃ اشراق و صلوٰۃ چاشت کی رکعات معدودہ مستحب ہے۔
- (6) عیلة القدر کی نماز کی رکعات معدودہ مستحب ہیں۔
- (7) معدودہ استراحتات تراویح مستحب ہیں (چار رکعات تراویح کے بعد بھیٹنے کو استراحت کہتے ہیں یہ چند استراحتات مستحب ہیں)
- (8) صلوٰۃ استسقاء کی رکعات معدودہ مستحب ہیں۔
- (9) تراویح میں ختم قرآن دو سری مرتبہ تیسری مرتبہ مستحب ہے۔
- (10) اگر کنواں پلید ہو جائے اور مفتی نے پلیدی کے لحاظ سے کنویں سے معدودہ ذول نکالنے کا حکم دیا اس سے زیادہ نکالنا مستحب ہے۔
- (11) حج کے ایام میں (تلبیہ، لیک اللہم لیک، لیک لا شریک لک لیک، ان الحمد للہ النعمۃ لک والملك، لا شریک لک) پر اگر کچھ الفاظ بڑھادیے جائیں جو الفاظ محمود ہوں، یعنی ایچھے ہوں تو اچھے الفاظ بڑھا دینا مستحب ہیں۔
- (12) بارہ ربیع الاول یا دیگر اوقات میں جلسہ عید میاں والنبی ﷺ منعقد کرنا مستحب ہے۔ جب یہ بارہ نظائر مستحب ہیں تو سنتوں کے بعد دعا بہیئۃ اجتماعیہ بھی مستحب ہے۔

سوال؟ مولوی کفایت اللہ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ دعا بہیئۃ اجتماعیہ سنتوں کے بعد بدعت ہے۔

جواب۔۔۔۔۔ میں (مفتی شائستہ گل) اس اعتراض کا کئی وجوہ سے جواب دیتا ہوں۔

﴿وجہ اول یہ ہے﴾

ہو سکتا ہے یہ رسالہ مولوی کفایت اللہ کا نہ ہو بلکہ کسی وہابی نے مقاصد باطلہ کے لئے اسکی طرف منسوب کیا ہو کیونکہ میں (مفتی شائستہ گل) نے مولوی صاحب کو ایک جلسہ میں بہت قریب سے دیکھا جو صاحبزادہ عبدالقیوم صاحب کے دور میں ایک اعلیٰ افسر و بانی پشاور یونیورسٹی صوبہ سرحد نے منعقد کیا تھا مولانا اس جلسہ میں تشریف لائے صوبہ سرحد کے چیدہ چیدہ علماء مدعو تھے جن علماء میں کاتب الحروف بھی مدعو و موجود تھا۔ اسی جلسہ میں سرحد کے لئے ایک تنظیم بنائی گئی۔ اس تنظیم کا نام جمیعت العلماء صوبہ سرحد رکھا گیا۔ مولانا عبدالرحیم صاحب اور مولانا عبدالحکیم صاحب صدر منتخب ہوئے کاتب الحروف کو نائب صدر منتخب کیا گیا۔ مولانا فضل صدیقی صاحب کو ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ مولوی کفایت اللہ نے جتنی نمازیں پڑھائیں سنتوں کے بعد باقاعدہ بیہیضہ اجتماعیہ (اجتماعی دعائیں) کیں۔

﴿دوسری وجہ یہ ہے﴾

سنتوں کے بعد اجتماعی دعا قرآن کریم کی آیات، واحادیث صحیحہ، و شروح احادیث، اور فقہ حنفی، سے ثابت ہے (کما مر) جیسے کہ صفحات گذشتہ میں آپ نے ملاحظہ فرمایا سوا سے بدعت کہنا گناہ عظیم ہے، یا جہل ہے، یا اعتادہ ہے، (العیاذ باللہ)

﴿تیسری وجہ یہ ہے﴾

کہ اللہ والے مفتی پرہیزگار بغیر عذر شرعی کے سنت و مستحب کو ترک نہیں کرتے۔

والمفتی لا یتروک سنة ولا مستحباً بغیر ضرورة. کبیری فصل الاساری
اللہ والے مفتی پرہیزگار بغیر عذر شرعی کے سنت و مستحب کو ترک نہیں کرتے۔

﴿چوتھی وجہ یہ ہے﴾

کہ جب کوئی فعل یا قول مستحب ہو اسکے متعلق کوئی عقیدہ رکھے کہ یہ واجب (لازم) ہے

تو یقیناً یہ عقیدہ غلط ہے بلکہ بدعت ہے، رہا سنت یا مستحب فعل پر مداومت سو یہ مغفرت
 من جانب اللہ و محبوبیت عند اللہ ہونے کا سبب ہے نہ کہ بدعت (یعنی جو رسول اللہ ﷺ
 کی سنت پر عامل ہو کر مداومت کرے یا فعل مستحب کا عامل ہو کر مداومت کرے سو یہ عند اللہ
 تعالیٰ بخشش کا ذریعہ بن جاتا ہے اور وہ مسلمان اس فعل پر مداومت کے سبب اللہ تعالیٰ
 کا محبوب بندہ ہو جاتا ہے)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ

اے محبوب (ﷺ) فرمادیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم
 سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

(معلوم ہوا کہ اتباع رسول ﷺ اللہ سے محبت کی دلیل ہے اور سب مغفرت بھی ہے تو
 جب دعا حضور پر نور ﷺ سے ثابت، تو سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کرتا اتباع رسول ﷺ
 ہے جو سب مغفرت اور دلیل محبت خداوند قدوس ہے۔ مخالف دشمن خدا و دشمن رسول ہے
 منکر یقیناً مغضوب ہے۔ مترجم)

نفس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM

كَمْ مِئْنَهُ رَضَا غَوَارِي دَالِلَهُ (ﷺ)

اَوْ كَرَهُ اِتِّبَاعُ تَهْ دَنْبِي حَبِيبُ اللَّهِ (ﷺ)

(مترجم)

تین مرتبہ دعا کرنا اور تینوں مرتبہ ہاتھ اٹھانا سنت ہے ﴿﴾

(۱) عن عائشة قالت لما كانت ليلتي التي هو عندي فخرج النبي ﷺ رويدا وانطلقت في اثره حتى جاء البقيع فقام فاطال القيام ثم رفع يديه ثلاث مرات ودعى ثم انصرف فانصرف (الى قولها) فقال ان ربك يأمرك ان تأتي اهل البقيع فتستغفري لهم.
رواه مسلم جلد ۱. جنائز (313) ونسائي جلد ۱. جنائز.



حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک رات جبکہ حضور پر نور ﷺ میرے حجرے میں موجود و مرقود تھے (اچانک اٹھے) اور آہستہ سے باہر نکلے میں انکے پیچھے پیچھے چلی آپ ﷺ (جنت) البقیع قبرستان پہنچے اور دیر تک قیام فرمایا (کھڑے رہے) پھر آپ نے تین مرتبہ دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی پھر واپس لوٹنے لگے، میں بھی لوٹی (الی قولہا) حضور پر نور ﷺ نے فرمایا (اے عائشہ) اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم بقیع جاؤ اور (اللہ تعالیٰ سے) اہل بقیع کیلئے بخشش کی دعا کرو

علامہ نووی شارح مسلم رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں

(۲) قال النووي فيه ای فی هذا الحديث استحباب اطالة الدعاء تكريره ورفع اليدين فيه. نووی المسلم جلد ۱. جنائز. (313)

کہ طویل دعائیں کرنا بار بار دعائیں کرنا دعاؤں میں ہاتھ بلند کرنا اس حدیث کی رو سے مستحب ہے (۳) ومن اداب الدعاء ان يكرره ثلاثا.

دعا کے مستحبات میں سے ایک یہ ہے کہ دعائیں مرتبہ مانگی جائے۔

حصن حصین (14) و شرحہ (16) ثم طحطاوى على المراقي. اذكار (189) و خزينة الاسرار. و احياء العلوم اداب الدعاء جلد ۱. و رواه مسلم واصله متفق عليه. سادة المتقين.

(۴) ويدل عليه ما روى عن انس قال قال رسول الله ﷺ من سئل الجنة ثلاث مرات قالت الجنة اللهم ادخله الجنة ومن استجار من النار ثلاث مرات قالت النار اللهم اجره من النار. رواه الترمذی والنسائي ثم مشکوة (218)

تکرار دعا پر وہ حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بھی دلالت کرتی ہے، آپ ﷺ روایت

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو (اللہ تعالیٰ سے) تین مرتبہ جنت مانگنے کی دعا کرتا ہے (تو جنت کہتی ہے یا اللہ اسے جنت میں داخل فرما، اور جو شخص جہنم سے تین مرتبہ پناہ مانگتا ہے جہنم کہتی ہے یا اللہ اسے جہنم سے پناہ عطا فرما۔
☆ میں کہتا ہوں کہ تین بار دعا مانگنا ثابت، تین بار ہاتھ اٹھانا بھی ثابت ہوا۔

تین بار دعا مانگنا قول۔ اور تین مرتبہ ہاتھ اٹھانا فعل، قول و فعل کی موافقت کیلئے ہاتھ اٹھانا ثابت



(۵) رفع النبی ﷺ یدیه فدعی ساعة ثم خر ساجدا فمكث طويلا ثم قام فرفع یدیه ساعة ثم خر ساجدا فمكث طويلا ثم قام فرفع یدیه. رواه ابو داود واحمد.
نبی کریم ﷺ نے ہاتھ اٹھائے کچھ دیر دعا کی، پھر طویل سجدہ کیا پھر کھڑے ہو کر کچھ دیر اپنے ہاتھوں کو بلند کیا پھر طویل سجدہ کیا پھر کھڑے ہو کر اپنے ہاتھوں کو بلند فرمایا (اور دعا کی)



میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے دعا کیلئے بار بار ہاتھ اٹھانا اور بار بار دعا کرنا صراحتاً ثابت ہوا



اعتراض، مسلم اور نسائی کے روایت کردہ احادیث سے تو یہ ثابت ہوا کہ اگر کوئی قبرستان جا کر دعا مانگے اور دعا میں تین مرتبہ ہاتھ اٹھائے تو جائز اس سے تو قبرستان میں تین مرتبہ دعا مانگنے کیلئے ہاتھوں کا بلند کرنا ثابت ہو رہا ہے نہ کہ نماز کے بعد دعا مانگتے وقت۔

☆۔۔ قلنا بوجوه. میں کئی وجوہ سے اس اعتراض کا جواب دیتا ہوں۔

وجہ اول یہ ہے

کہ دعا مطلق ہے اور قاعدہ ہے (المطلق يعجى على اطلاقه) مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔ سنتوں کے بعد اجتماعی دعا بھی مطلق کے افراد میں سے ایک فرد ہے۔ سو مطلق اس پر بھی جاری ہوگا۔

دوسرا جواب یہ ہے

کہ علامہ نوووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے مفہوم کی توضیح فرماتے ہوئے لکھا ہے (کہ طویل دعائیں کرنا بار بار دعا میں کرنا دعاؤں میں ہاتھ بلند کرنا اس حدیث کی رو سے مستحب ہے)

تیسرا جواب یہ ہے
 کہ دعا کیلئے ہاتھوں کا بلند کرنا حکم شرعی ہے اور حکم (کی تعریف یہ ہے) جس شئی پر کسی
 شئی کا اثر مرتب ہو جائے تو اس اثر مرتب کو حکم کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حکم اثر مرتب کو
 کہتے ہیں۔ شئی مناسب تین بار ہاتھوں کا بلند کرنے کیلئے مطلق دعا ہے۔ نہ کہ صرف
 قبرستان۔ کیونکہ دعا زبان پر تکرار کا مقتضی ہے تو اسی طرح ہاتھوں کے بلند کرنے کے
 تکرار کا بھی تقاضا کرتی ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے
 تین بار ہاتھوں کے اٹھانے کا حکم دعا کی طبیعت ہے۔ من حیث ہی ہی۔ اور طبیعت کے
 حکم کا قاعدہ کلیہ من حیث ہی ہی یہ ہے، کہ وہ اپنے سارے افراد پر جاری ہوتا ہے
 جیسے کہ قبرستان میں دعا اور نمازوں کے بعد دعا ہے وغیرہ ذلک۔ دیکھئے دعا مکرر اگرچہ
 ستر بار ہو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

اَسْتَغْفِرُ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ. ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
 كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ. وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ. پارہ (10) سورہ توبہ. آیت (80).
 آپ انکے لئے بخشش طلب کریں یا بخشش طلب نہ کریں اگر آپ انکے لئے ستر بار بھی
 بخشش طلب کریں (تب بھی) اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا، بسبب اسکے کہ انہوں نے اللہ
 اور اسکے رسول سے انکار کیا اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

☆۔۔ میں کہتا ہوں کہ اگر (سبعین مرہ) سے مراد مرتبہ معدودہ ہو تو مقصود و مطلوب یہ ہوگا
 کہ کئی بار دعا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔
 اور اگر اس سے مراد کثرت ہو، تب بھی ہمارا مدعا ثابت کیونکہ کثرت تو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے
 جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

خُدُوْهُ فَعَلُوْهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۝ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَّرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝ اِنَّهٗ
 كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۝ پارہ ۲۹. سورہ الحافہ. آیت ۳۲....

اسے پکڑو پھر اسکی گردن میں زنجیر ڈال دو پھر وضو اے جہنم میں پھر ایسی زنجیر جسکی (سبائی)
 سترگز ہو میں پر دو بیشک وہ ایمان نہ لاتا تھا عظمت والے اللہ پر۔

اس آیت میں بھی ﴿سَبْعُونَ﴾ سے مراد کثرت ہے۔ سو کثرت کی محبوبیت عند اللہ ظاہر و بین ہوگئی۔

ربا ان کافروں کو ستر مرتبہ بخشش کا فائدہ نہ پہنچنا سو یہ انکے کفر کی وجہ سے تھا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے بیان فرمایا (ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ) اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ بسبب اسکے کہ انہوں نے اللہ اور اسکے رسول سے انکار کیا (کفر کیا) سو ان کافروں کو اس دعا کا فائدہ نہ پہنچنا انکے کفر کے سبب تھا۔ اگر یہ لوگ کفر نہ کرتے تو حضور پر نور ﷺ کا ایک مرتبہ استغفار بھی انکے بخشش کا ذریعہ بن جاتا۔ حضور پر نور ﷺ کا اپنی امت کیلئے ایک مرتبہ بخشش طلب کرنا امت کی بخشش کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاوَزُوا فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔ پارہ ۵، سورہ النساء، آیت ۶۴۔

(اے محبوب ﷺ) اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں (پھر) آپکے (حضور) حاضر ہوں اور اللہ سے بخشش مانگیں اور رسول بھی انکے لئے (اللہ تعالیٰ سے) بخشش مانگے تو وہ ضرور ضرور پائیں گے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان۔

دیکھا آپ نے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ اگر امتی کے لئے ایک مرتبہ بھی بخشش کی دعا فرمائیں تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس خوش نصیب مسلمان کیلئے خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ضرور ضرور بخش دیگا۔ اور ضرور ضرور اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

مذکورہ بالا تمام آیات و احادیث و اقوال فقہاء کرام وادلہ قاطعہ سے یہ بات آفتاب نیم روز کی طرح واضح و روشن ہوگئی کہ سنتوں کے بعد بیہیۃ اجتماعیہ بار بار دعا کرنا اور دعا کی وقت ہاتھوں کا بلند کرنا سنت مصطفیٰ ﷺ ہے سنت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہے سنت سلف و خلف ہے سنت فقہاء احناف ہے بدعت نہیں نیز تکرار دعا عمل رسول (ﷺ) بھی ہے اور عند اللہ قبول بھی ہے۔

أَمْ مُسْلِمَةٌ بِأَسَ لَاسٍ پُورَتَہِ پَہِ دُعَاشَہِ
اُمَّتِیْ دَ خُورِ حَبِیْبُ نَبِیِّ دَالِلُہِ دَدَرِ گَدَاشَہِ (مترجم)



﴿رسول اللہ ﷺ کے علمِ غیب عطائی﴾

کاثبوت

مصنف

مفتی شائستہ گل قادری

مفتی اعظم سرحد زبدۃ العارفین حضرت علامہ حجۃ الاسلام



محمد عبدالعلیم قادری

مترجم :

دارالعلوم قادریہ سبحانیہ

ناظم اعلیٰ :

مفتی اعظم سرحد اکیڈمی العالمی،

ناشر :

شاہ فیصل کالونی 5 کراچی 25 پاکستان

ٹلیفون 03332108534.....

﴿غیب کی تعریف﴾

المَرَادُ بِالْغَيْبِ هُوَ الْخَفِيُّ عَنِ الْعِبَادِ الَّذِي لَا يَدْرِكُهُ الْحَسُّ وَلَا بَدَاهَةُ الْعَقْلِ ابْتِدَاءً
غیب سے مراد ہر وہ چیز جو بندوں سے مخفی ہو جس اسکا ادراک نہ کر سکے (یعنی حواس خمسہ جو
اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائے ہیں اس کیساتھ بھی وہ محسوس، یعنی پانہ سکے حواس خمسہ پانچ
ہیں باصرہ، سامعہ، شامہ، ذائقہ، لامہ) نہ عقل پاسکے ابتداء۔

بعضوی۔ جلد ۱۔ بقرة (18) جمل جلد ۲ بقرة (120) و ابو السعود جلد ۱ بقرة (64) و تبصیر الرحمن جلد ۱ بقرة (32) و کبیر
جلد ۱ بقرة (169) و حازن و معالم جلد ۱ بقرة (23) و جلالین جلد ۱ بقرة (12) و مدارک جلد ۱ بقرة و غیرہا بالفاظ متقاربة۔

﴿رسول اللہ ﷺ کا علم غیب عطائی﴾

قرآن کریم کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(۱) عَلِمَ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ۔

(وہی اللہ) عالم الغیب ہے پس وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ
رسول کے۔ پارہ ۲۹ سورۃ جن رکوع ۲/۱۲۔

اس آیت میں (من ارتضیٰ) مستثنیٰ ہے، اور (من رسول) اسکا بیان ہے، سو خوب ظاہر ہوا کہ
ہمارے رسول ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(2) وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيٰ مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ،

اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ تم سب کو علم غیب عطا کر دے لیکن اللہ جن لیتا ہے اپنے رسولوں
میں جسے چاہے (علم غیب عطا کر دیتا ہے) پارہ ۳۔ سورۃ ال عمران۔

☆ فقیر کہتا ہے کہ من یشاء۔ مفعول بہ ہے یجتبیٰ فعل کا۔ اور (من رسلہ) بیان ہے (من)
یشاء کا) سو خوب ظاہر و بین ہوا کہ علم غیب عطائی انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے ثابت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(3) وَلَا يَحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ۔ پارہ ۳ بقرة رکوع ۲۴/۹

اللہ کے علم کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا مگر جتنا اللہ چاہے (کسی کو عطا فرمائے)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(4) تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ يَارَهُ ۝۳۱ عمران رکوع۔
یہ غیب کی خبریں ہیں ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(5) ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ يَارَهُ ۝۳۱ عمران رکوع۔
یہ غیب کی خبریں ہیں ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(6) وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ يَارَهُ ۝۳۰ سورة تکویر۔
وہ (میرے نبی ﷺ) غیب کے بتانے پر بخیل نہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(7) وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضَهُ
وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَاكَ هَذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ يَارَهُ
۲۸۔ سورة تحریم۔ آیت (3)

اور جب (میرے محبوب ﷺ) نے اپنی ازواج میں سے ایک زوجہ کو راز کی بات بتائی۔
سو جب ظاہر کیا اس نے اور اللہ نے (اس راز کے فاش کرنے کو) اپنے نبی پر ظاہر کر دیا۔
(اللہ کے نبی ﷺ نے) اسے (زوجہ کو) کچھ (حصہ) بتایا اور کچھ (باتوں سے) اعراض فرمایا
سو جب نبی (کریم ﷺ) اپنی زوجہ کو (کچھ باتیں) بتائیں تو کہنے لگی کس نے آپ کو یہ (باتیں)
بتائیں بولے (اس اللہ نے) جو سب کچھ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

☆۔۔ ان تمام آیات سے ثابت ہوا کہ اللہ جل جلالہ نے اپنے محبوب ﷺ کو علوم غیبیہ
عطا فرمائے ہیں اور حضور پر نور ﷺ نے امت کے اولیاء کرام کے سامنے بیان فرما دیا ہے۔
سو معلوم ہوا کہ حضور پر نور ﷺ کا علم غیب عطائی من جانب اللہ بلا واسطہ غیر ہے جبکہ
اولیاء اللہ کا علم غیب بوسیلہ وبواسطہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔

ثَابِتُ دَمْعِ غَيْبِ عَطَائِي دُخُورُ حَبِيبِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اُمِّ رُورَةِ مُسْلِمَانَهُ دَرْتَهُ پَيشِ شَوْلُو كَلَامِ (مترجم)

رسول اللہ ﷺ کے علم غیب عطائی کا ثبوت

احادیث کی روشنی میں

روی عن النبی ﷺ یوم فتح مکة وفي حفر الخندق اخبر بفتح کسری و قیصر فوق کما اخبر وامثاله عنه ﷺ کثیرة لاتنکر. جامع الفصولین. جلد ۲. کلمات الکفر (302)

نبی کریم ﷺ کا مکہ کے فتح ہونے کی خبر دینا، یوم الاحزاب میں کسری و قیصر کے فتح ہونے کی خبریں دینا، اور بعد میں ان کا فتح ہو جانا (حضور پر نور ﷺ کو من جانب اللہ علوم غیبیہ کے عطا کئے جانے کی قوی دلیل ہے) نبی کریم ﷺ نے جس طرح فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ اور بہت سارے ایسے واقعات موجود ہیں جن سے انکار ناممکن ہے۔

(2) عن عمر قال قام فينا رسول الله ﷺ مقاما فأخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل اهل الجنة منازلهم. اخرجه البخاري كتاب بدأ الخلق ثم مشكوة. جلد ۲. حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ ہم میں ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور ابتداء خلق سے لیکر جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے تک اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک ہمیں تمام خبریں دیں۔

(3) وعن عمر بن الخطاب نحوه. اخرجه مسلم.

عمر بن خطاب سے اسی طرح مروی ہے۔ مسلم۔

(4) وعن حذيفة نحوه. اخرجه الشيخان

امام بخاری امام مسلم دونوں نے اسی طرح روایت کی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے۔

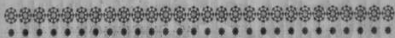
(5) عن معاذ بن جبل (الي قولہ) فرأيتہ عز وجل وضع كفه بين كتفي فوجدت بردا نامله بين ثدي فتجلى لي كل شيء وعرفت. اخرجه البخاري والترمذي وابن خزيمة والائمة بعدهم.

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (الی قولہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا پھر اللہ جل جلالہ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندوں کے درمیان رکھا جسکی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی۔ سو ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے جان لیا۔

(6) وعن ابن عباس (الی قولہ) فعلمت ما فی السموت والارض. اخرجه البخاری.
 عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں (الی قولہ) کہ رسول
 اللہ ﷺ نے فرمایا (پھر اللہ جل جلالہ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندوں کے
 درمیان رکھا جسکی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی) سو میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں
 میں تھا اور جو کچھ زمینوں میں۔

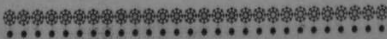
(7) وعن ابن عباس (الی قولہ) فعلمت ما بین المشرق والمغرب. اخرجه البخاری.
 عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
 (پھر اللہ جل جلالہ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندوں کے درمیان رکھا جسکی
 ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی) سو میں نے جان لیا جو کچھ مشرق میں تھا اور جو کچھ
 مغرب میں تھا۔

(8) عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال ان اللہ تعالیٰ قدر فع لی الدنیا فانما انظر الیہا
 والی ما ہو کائن فیہا الی یوم القیامۃ کما انظر الی کفی ہذہ. اخرجه الصحیحان
 والطبرانی فی کبیرہ ونعیم فی کتاب الفتن وابونعیم فی الحلیۃ
 عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے دنیا
 میرے سامنے پیش فرمادی میں نے اسے اور اس میں قیامت تک ہونے تمام (واقعات
 و اشیاء) کو ایسا دیکھا جس طرح اپنے اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔



علم غیبِ مصطفیٰؐ از عطائے ذوالجلالِ ﷺ
 نبیؐ است و رسولؐ است و حبیبؐ ذوالجلال

(از تجزیہ قرآن مجید، جمعرات ۹ و ۱۰ ستمبر ۲۰۰۴ء)



﴿عدم مساوات﴾

اعتراض، مذکورہ احادیث سے تو یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ علوم رسول ﷺ علوم باری تعالیٰ جل جلالہ کے مساوی ہو گئے۔ (العیاذ باللہ)

جواب، تمام مخلوق کے علوم اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے محبوب ﷺ کے علوم کے سامنے سمندر کے قطرہ کے مانند ہیں اور علوم مصطفیٰ ﷺ اللہ جل جلالہ کے علم کے مقابلہ میں سمندر کے قطرہ کے مانند۔

حاصل کلام یہ ہے۔

کہ علوم باہمی تعالیٰ و علوم مصطفیٰ ﷺ برابر نہیں۔ وجوہ امتیاز ملاحظہ ہوں۔

اور نبی کریم ﷺ کا علم بعض۔	(1) اللہ تعالیٰ کا علم کل
اور نبی کریم ﷺ کا علم عطائی۔	(2) اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی
اور نبی کریم ﷺ کا علم غیر محیط۔	(3) اللہ تعالیٰ کا علم محیط
اور نبی کریم ﷺ کا علم متناہی۔	(4) اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی
اور نبی کریم ﷺ کا علم حادث۔	(5) اللہ تعالیٰ کا علم قدیم

اتنے تفاوت کے باوجود مساوات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

﴿اولیاء کرام کے علم غیب کا ثبوت﴾

قرآن کریم کی روشنی میں

(1) بدانکہ انکار اطلاع برغیب مرغیب رسول مصطلح را انکار قرآن است۔

قال الله تعالى: 'واوحينا الى ام موسى ان ارضعيه فاذا خفت عليه فالقيه في اليم

ولا تخافي ولا تحزني ان اردوه اليك وجاعلوه من المرسلين. پارہ (20)

ومادر موسى عليه السلام رسول مصطلح نبود و از وقت ولادت تا وقت نبوت مدت مدیدہ بودہ است تفسیر حسینی سورۃ جن۔

رسول مصطلح کے علاوہ دوسرے کے لئے من جانب اللہ علم غیب کے دیئے جانے کا انکار

بعینہ قرآن کریم کا انکار ہے (قرآن کریم میں رسول مصطفیٰ کے علاوہ دوسروں کے لئے بھی علم غیب ثابت ہے دیکھئے) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ وحی کی (ان پر اھام کیا) کہ اسے دودھ پلا سوا گر تجھے ڈر ہو (کہ اہل فرعون اسے قتل کر دیں گے) تو اسے دریا میں ڈال اور خوف نہ کرنے ٹمگین ہونا پیشک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے۔ صاحب تفسیر حسینی لکھتے ہیں کہ دیکھئے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ رسول مصطفیٰ نہ تھی (باوجود اسکے انہیں الہام کے ذریعہ علم غیب عطا کیا گیا نیز ابھی تو موسیٰ علیہ السلام نے بھی نبوت کا اعلان نہیں کیا کیونکہ) پیدائش اور نبوت کے (اعلان کے) درمیان ایک طویل مدۃ موجود ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نبیہ نہ تھی بلکہ ولیہ ہے کیونکہ کسی محترمہ کو نبوت عطا نہ کی گئی جتنے انبیاء تشریف لائے سارے کے سارے مرد تھے۔

صاحب قصیدہ امالی فرماتے ہیں و ما کانت نبیاً قط انشی کبھی کوئی خاتون نبی بن کر نہیں آئی دیکھئے حضرت موسیٰ کی والدہ ولیہ ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں علم غیب عطا فرمادیا۔ علامہ شامی لکھتے ہیں

ویکفی بذلک ما (ای ثلاث کرامات علم الغیب) اخبر به القرآن عن الخضر بناء علی انه ولی وهو نقل عن جمهور العلماء وجميع العارفين وان كان الاصح انه نبی من مجموعة رسائل الشامی جلد ۲، (312)

اولیاء کے علوم غیبیہ کے ثبوت کیلئے وہ تین کرامات کافی ہیں جن کا تذکرہ قرآن نے حضرت خضر علیہ السلام کے حوالہ سے کیا ہے۔ جنکے بارے میں جمہور علماء اور اولیاء کاملین و عارفین نے فرمایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں اگرچہ (بعض علماء نے فرمایا ہے) کہ اصح یہ ہے کہ خضر علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام کو بھی علوم غیبیہ عطا فرمائے ہیں۔ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تذکرہ کرتے ہوئے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنْتِ لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْآيَةُ. پارہ ۳، سورہ ال عمران، آیت (37)

ذکریا (علیہ السلام) جب بھی انکے (مریم) کے پاس جاتے پاتے انکے پاس رزق (پھل) کہا (ذکریا علیہ السلام نے) اے (مریم) کہاں سے (آیا) تیرے پاس یہ (رزق، پھل) کہا یہ اللہ کی جانب سے۔

ملاحظہ فرمائیں حضرت مریم علیہا السلام کے ان کلمات کو (ہومن عند اللہ، یہ پھل اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں) یہ کلمات بطریق الہام کے ہیں نہ کہ بطریق وحی کے کیونکہ حضرت مریم علیہا السلام خاتون ہیں مرد نہیں اور خواتین کے اوپر وحی کا نزول ممکن نہیں کیونکہ منصب نبوت کیلئے مرد کا ہونا شرط اور حضرت مریم مرد نہیں بلکہ خاتون ہیں تو لامحالہ ماننا پڑھے گا کہ یہ الہام تھا الہام کے ذریعہ غیب کا علم دیا گیا۔ کسی خاتون کے نبی نہ ہونے پر قرآن کریم اور قصیدہ امالی سے دلائل آپ نے ملاحظہ فرمائے۔



داخل ہوئے محراب میں فرئی ثمرات بے موسم
کہاں سے آئے ثمرات اے مریم یہ بے موسم
کہا مریم نے اے ماموں یہ ثمرات بے موسم
اللہ کی عطا ہے دینے والا ثمرات بے موسم

از نتیجہ فکر محمد عبد العظیم القادری۔ پیر ۱۱ اکتوبر ۲۰۰۳



﴿اولیاء کرام کے علم غیب کا ثبوت﴾

احادیث کی روشنی میں

﴿سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ساریہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ شریف سے آواز دینا﴾
 (۱) (وعن ابن عمر ان عمر بعث جيشا وامر عليهم رجلا يدعى سارية
 فينمى امره فيحط به فجعل يصيح يا سارية الجبل فقدم رسول من الجيش فقال
 يا امير المؤمنين لقينا عدونا فهزمونا فاذا بصائح يصيح يا سارية الجبل فاسندنا
 ظهورنا الى الجبل فهزمهم الله تعالى).

رواه البيهقي في دلائل النبوة، مشهور وروى عن السلف في كتب الثقات مزبور. جامع الفصولين جلد ۲، بحث. كلمات
 الكفر (302)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک
 لشکر بھیجا اور ان پر ایک شخص کو امیر بنایا جنہیں ساریہ کہا جاتا تھا تو جب کہ حضرت عمر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اچانک بلند آواز سے پکارا (یا ساریہ الجبل) اے ساریہ
 پہاڑ (کا جانب) لو پھر لشکر سے ایک قاصد آیا وہ کہنے لگا یا امیر المؤمنین ہم کو ہمارا دشمن ملا
 انہوں نے ہمیں پیچھے ہٹایا تو اچانک ایک بلند آواز سے پکارنے والے نے پکارا اے ساریہ
 پہاڑ کی جانب (ہوجا) ہم نے اپنی پشت پہاڑ کی جانب کی، تب دشمن کو اللہ تعالیٰ نے شکست
 دی۔ یہ حدیث نہایت مشہور و معروف ہے اور محکم کتب میں موجود و مکتوب ہے

﴿سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خبر دینا﴾

کہ شکم مادر میں لڑکا ہے یا لڑکی

(۲) (وما جاء عن ابي بكر الصديق انه اخبر عن حمل امرأة ذكر او كان كذا لك
 حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خبر دی ایک عورت کے حمل کے بارے میں کہ (اس
 خاتون کے شکم میں) لڑکا ہے اور ایسا ہی ہوا۔ من مجموعۃ رسائل الشامی جلد ۲ (312)

(۳) عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله ﷺ لقد كان في من
 قبلكم من الامم ناس محدثون من غير ان يكونوا انبياء وان يكن في امتي فان عمر بن
 الخطاب منهم. أخرجه البخاري

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے امتیوں میں ایسے لوگ گذرے جو انبیاء نہ تھے (پھر بھی) انکی جانب الہام ہوتا تھا اور (اس طرح کا) میری امت میں سے عمر بن خطاب ہو گئے۔

شارح بخاری محدثوں کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ محدثوں کا معنی ملتہمون۔ اردو میں معنی ہے الہام کئے ہوئے۔ (جنکی طرف الہام کیا گیا)

(۴) عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن النبی ﷺ انه كان يقول قد كان في الامم قبلکم محدثون فان یکن فی امتی منهم احد فان عمر بن الخطاب منهم. اخرجہ مسلم وفيہ اثبات علم الغیب للاولیاء۔

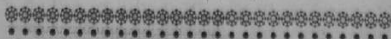
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے امتیوں میں ایسے لوگ گذرے جو انبیاء نہ تھے (پھر بھی) انکی جانب الہام ہوتا تھا اور (اس طرح کا) میری امت میں سے عمر بن خطاب ہو گئے۔

ان احادیث میں اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے لئے علم غیب عطائی کا ثبوت ہے



غیب دانی اولیاء را بر طریق الہام است
کرامتِ آں معجزہ للانبیاء بتّام است۔

انتیجہ فکر مترجم جمعرات ۹ ستمبر ۲۰۰۲



﴿انبیاء کے لئے علم غیب عطائی کا ثبوت﴾

علماء کرام کے اقوال سے

(۱) وایدهم (ای الانبیاء) علیہم السلام (بالمعجزات الناقضات للعادات) کالعلم بالمغیبات کلام الجمادات... العقائد النسفیة ورمضان افندی (313) وشرح العقائد النسفیة اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی معجزات سے تائید فرمائی جیسے غیوب کی خبریں دینا اور انبیاء کرام علیہم السلام کا پتھروں سے کلام کرنا (معجزات خرق عادت کو کہتے ہیں)

(۲) ومعجزاته كثيرة (الی قوله) کشق صدره الشریف و اخباره عن المغیبات... جوہرۃ التوحید. و اتحاف المرید. وحاشیۃ الامیر. (57)

حضور پر نور ﷺ کے معجزات لاتعداد ہیں۔ جیسے حضور پر نور ﷺ کے سینہ مبارک کا چاک ہونا اور حضور پر نور ﷺ کا غیب کی خبریں دینا۔

(۳) وبالجملۃ العلم بالغیب امر لفرد به اللہ سبحانہ و تعالیٰ. ولا سبیل الیہ (ای الی العلم بالغیب) للعباد الا باعلام منه تعالیٰ او الہام بطریق المعجزۃ او الکرامۃ او ارشاد الی الاستدلال بالامارات فیما یمکن ذلک فیہ .

شرح العقائد النسفیة ورمضان افندی (312) وشرح العلی القاری للفقہ الاکبر (82)

حاصل کلام یہ ہے کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے بندوں کی اس تک رسائی نہیں سوائے اسکے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اعلام والہام کے ذریعے علم غیب عطا فرمادے جیسے کہ (انبیاء علیہم السلام) کو معجزہ کے طور پر اور (اولیاء کرام) کو کرامت کے طور پر عطا فرمایا۔

(۴) ذکر وافی کتب العقائد ان من جملۃ کرامات الاولیاء الاطلاع علی بعض المغیبات. رد المحتار جلد ۲. قبل محررات النکاح (276)

عقائد کی کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے کہ اولیاء کرام کی کرامات میں سے بعض غیوب کی اطلاع دینا بھی (اولیاء کی کرامات میں شامل ہے)

(۵) النصوص تدل علی انه تعالیٰ متفرد بعلم الغیب کلہ لقولہ تعالیٰ. لا یعلم الغیب الا اللہ (وقولہ تعالیٰ) وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمہا الا هو. وسبب تخصیص الخمس

فی قوله تعالى: ان الله عنده علم الساعة (الآية) ان رجلا جاء الى النبي ﷺ فسأله عنها. فنزلت لكن لم أرُوا ان كثيرا من الاولياء يطلع الغيب من هذه الخمسة وغيرها حملوا الآية على ان يعلمها بذاته الاله. رمضان افندی. (312)

تمام نصوص اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ علم غیب کلی اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، غیب (بالذات) سوائے اللہ کے (اور کوئی) نہیں جانتا دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ: کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں نہیں جانتا (اس) غیب کو (بالذات) سوائے اس (اللہ) کے، اور علوم خمسہ کی تخصیص اس قول سے یہ ہے کہ ایک آدمی حضور پر نور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر خدمت ہوئے اور ان (علوم خمسہ) کے بارے میں دریافت کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

جب علماء نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام کو علوم خمسہ اور بہت سارے علوم غیبیہ پر مطلع فرمایا ہے۔ تو (یقیناً مسلمانوں کے ذہنوں میں اضطراب پیدا ہوا کہ ایک طرف علوم خمسہ کی تخصیص اللہ تعالیٰ کے لئے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے ان علوم خمسہ پر اولیاء اللہ کو بھی مطلع فرمادیا ہے تو ان دونوں باتوں میں تطبیق کس طرح ہوگی)

سو علماء اسلام نے علوم خمسہ والی آیت اور (اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں سے علوم غیبیہ کی نفی پر جتنی آیات نازل ہوئی ہیں سب کو) اس معنی پر محمول کیا ہے کہ وہ آیات جن میں انبیاء کرام و دیگر سے علم غیب کی نفی ہے اس سے مراد علم غیب ذاتی ہے نہ کہ عطائی۔ ☆۔۔۔ واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے علوم غیبیہ ذاتی ہیں اور حضور پر نور ﷺ اور اولیاء کے علوم غیبیہ عطائی ہیں۔ انبیاء کرام کے لئے علوم غیبیہ انکے لئے بطور معجزات ہیں اور اولیاء کرام کیلئے علوم غیبیہ بطور کرامات ہیں۔

☆۔۔۔ میں کہتا ہوں۔ کہ مذکورہ بالا آیات و دلائل سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام کے علوم غیبیہ ذاتی نہیں عطائی ہیں۔

(۲) دوسرا یہ کہ انبیاء کرام کے علوم غیبیہ انکے لئے بطور معجزات کے ہیں اور اولیاء کرام کے لئے بطور کرامات کے ہیں تو پھر اختلاف و اعتراض کیسے۔ منکروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف کرنا چاہیے بارگاہ الہی میں توبہ کرنی چاہیے نیز اپنی خرافات کو چھوڑ کر اہل سنت و جماعت کا مسلک و عقیدہ اپنانا چاہیے۔ (تا کہ نار جہنم سے نجات مل جائے انشاء

﴿اعتراض - جناب فقہاء نے تو فرمایا ہے﴾

تزوجها بلاشهود وقال الله تعالى ورسوله او الله والملك شهود كفر اذا اعتقد ان رسول والملك يعلم الغيب. جامع الفصولين والدر المختار. ورد المختار وغيرها
کہ اگر کوئی شخص بغیر گواہوں کے نکاح کرے اور کہا کہ اللہ اور رسول اور فرشتے گواہ ہیں
(ایسا کہنے والا) کافر ہو جائے گا جب وہ یہ عقیدہ رکھے کہ رسول اور فرشتے غیب جانتے ہیں۔
﴿اعتراض کے جوابات﴾

محدثین و مفسرین و فقہاء نے اس اعتراض کا نہایت آسان جواب دیا ہے۔

(۱) ويجاب بانہ يمكن التوفيق بان المنفى هو العلم باستقلال لا العلم باعلام.

اسکا جواب دیا جائے گا کہ (جن آیات میں رسول کریم ﷺ سے علم غیب کی نفی ہے اور جن آیات میں رسول کریم ﷺ کیلئے علم غیب کا اثبات ہے) میں تطبیق ممکن ہے (وہ تطبیق اس طرح ہے کہ) جہاں رسول کریم ﷺ سے علم غیب کی نفی ہو اس سے مراد علم بالاستقلال کی نفی ہے (مطلب یہ ہوگا کہ رسول کریم ﷺ بذاتہ علم غیب نہیں جانتے) اور (جہاں رسول کریم ﷺ کیلئے علم غیب کا اثبات ہے اس سے مراد یہ ہے) کہ اللہ تعالیٰ کے اعلام (بتلانی، عطاء کرنے) سے وہ علوم حضور پر نور ﷺ کو عطاء کیئے گئے ہیں۔

سو تطبیق ہوگئی کہ حضور پر نور ﷺ بذات علم غیب نہیں جانتے، اور جو علوم غیبیہ جانتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے جانتے ہیں۔ یعنی علم غیب الہی بذات، اور حضور ﷺ کا علم غیب عطائی۔ حوالہ جات کے لئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کیجئے

جامع الفصولین جلد ۲، بحث کلمات کفر (302) مرانفا، وشرح فقہ الاکبر لعلی القاری (182) وشرح العقائد النسفیہ ورمضان افندی (312) ورد المختار جلد ۲، قبیل المحرمات (276) وفتاویٰ حدیثیہ (222) (223) والقسطلانی شرح البخاری جلد ۱، کتاب العلم (187) (210) وصابی جلد ۳ (337) والخازن جلد ۲، اعراف (266) والفصولات الالہیۃ المعروف بالجمل اعراف جلد ۲ (317) وصابی جلد ۳، لقمان (260) (261) وشفافا قاضی عیاض و تفسیر نساہوری

ان تمام کتب کی عبارات سے معلوم ہوا کہ وہ شخص کافر نہ ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی عطا سے علم غیب جانتے ہیں۔

معدن الحقائق شرح کنز الدقائق نے واضح الفاظ میں جواب دیا کہ وہ شخص کافر نہ ہوگا۔

وفى المضمرات والصحيح انه لا يكفر لان الانبياء يعلمون الغيب ويعرض عليهم الاشياء فلا يكون كفرا.

اور مضمرات میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ شخص کافر نہ ہوگا کیونکہ انبیاء کرام (اللہ تعالیٰ کی عطا سے غیب جانتے ہیں) (نیز) ان پر اشیاء پیش کی جاتیں ہیں۔ سو وہ شخص کافر نہ ہوگا، تعلیق۔ مترجم)

(رہا یہ سوال کہ اسکا نکاح منعقد ہوا کہ نہیں۔

تو اسکا جواب یہ ہے کہ فقہاء کرام نے نکاح کے انعقاد کے جو شرائط لکھے ہیں وہ یہ ہیں۔

(النكاح ينعقد بالايجاب والقبول بلفظين يعبر بهما عن الماضى او يعبر باحدهما عن الماضى والاخر عن المستقبل مثل ان يقول زوجنى فيقول زوجتك ولا ينعقد نكاح المسلمين الا بحضور شاهدين حريين بالغين عاقلين مسلمين اور رجل وامرأتين۔

ترجمہ: نکاح منعقد ہوتا ہے کہ دونوں ماضی کے صیغے ہوں یا ایک ماضی کے صیغہ سے اور دوسرا مستقبل کے صیغے سے، مثلاً کہے کہ تو میرے ساتھ عقد نکاح کر لے، اور دوسرا کہے میں نے تیرے ساتھ نکاح کر لیا اور مسلمانوں کا نکاح منعقد نہ ہوگا مگر یہ کہ دو آزاد عاقل بالغ مسلمان بطور گواہ موجود ہوں، یا ایک مرد اور دو عورتیں موجود ہوں) دو مسلمان مرد عاقل و بالغ و آزاد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول شرط قرار دیا گیا۔

چونکہ سوال مذکور میں وہ شرط نہیں پائی گئی سو وہ نکاح اس شرط کے مفقود ہونے کے بناء منعقد نہ ہوگا کیونکہ قاعدہ ہے اذافات الشرط فات المشروط۔ جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہوتا ہے۔ گواہوں کا ہونا شرط ہے اور یہاں وہ شرط پائی نہ گئی تو نکاح جو مشروط ہے بھی منعقد نہ ہوگا۔ تعلیق۔ مترجم)

فرشتوں کا تذکرہ کرتے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ارشاد گرامی ہے۔

لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا.

(فرشتوں نے کہا یا اللہ) نہیں ہے ہمیں علم سوائے اسکے جو تو نے عطا فرمایا۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا.

(حضرت آدم علیہ السلام کا تذکرہ کرتے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ارشاد گرامی ہے)

اور آدم کو تمام چیزوں کے ناموں کا علم عطا فرمایا۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهَا اِلَيْكَ - پارہ ۱۲۔ سورہ یوسف
(رسول کریم ﷺ کا تذکرہ کرتے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ارشاد گرامی ہے) یہ غیب کی خبریں
ہیں جو ہم وحی کرتے ہیں آپ کی طرف۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهِ اِلَيْكَ - پارہ ۳۔ سورۃ آل عمران
(دوسری جگہ اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے) یہ غیب کی
خبریں ہیں جو ہم وحی کرتے ہیں آپ کی طرف۔

وَ اِنَّهُ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ - پارہ ۱۳ سورہ یوسف
اور بیشک وہ علم والا ہے کیونکہ ہم نے اسے علم عطا فرمایا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔
(حضرت آصف بن برخیا کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ارشاد گرامی ہے)
وَ عَلَّمْنِهٖ مِنْ لَّدُنَّا عَلَمًا - پارہ ۱۵۔ سورہ کہف، آیت (65)

ہم نے اسے اپنی جانب سے علم عطا فرمایا۔

مفسرین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے علم عطا فرمایا جس سے وہ لوگوں کو بتا سکتا ہے
سو ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ماورائے اشیاء حضور ﷺ پر پیش کی

نَفْسِ اِسْلَام

WWW.NAFSEISLAM.COM

متبحر بقولہ تعالیٰ فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارْتَضٰی من رسول۔ نسیم الریاض
یہاں اس علم (غیب) کی نفی کی جارہی ہے جو علم بغیر واسطے کے ہو رہا حضور ﷺ کا مطلع ہوتا
(امور غیبیہ پر) اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے، سو یہ متحقق ہے (اس سے انکار ناممکن ہے) اللہ تعالیٰ
کے اس فرمان کی وجہ سے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

(فَلَا يُظْهَرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ)

اللہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا مگر جس رسول کو چاہے (علم غیب عطا فرمادیتا ہے)
﴿مزید برآں اس اعتراض کے جواب پر فتاویٰ حدیثیہ کی عبارت سے جواب ملاحظہ فرمائیں﴾
(۳) ولا ینافی ما تقرّر من اطلاع الاولیاء علی بعض الغیوب الا یتان المذکور تان فی
السؤال ووجه عدم المنافات ان علم الانبیاء والاولیاء انما هو باعلام اللہ لهم
وعلمنا بذالک انما هو باعلامهم لنا وهذا غیر علم اللہ تعالیٰ الذی تفرّد به وہی
صفة من صفات القدیمة الازلیة الدائمة الابدیة المنزهة من التّغیر وسمات
الحدوث والنقص والمشاركة والانقسام بل هو علم واحد علم به جمیع
المعلومات کلیاتہا وجزئیاتہا ما کان منها وما یکون او یجوز ان یکون لیس
بضروری ولا کسی ولا حادث بخلاف سائر الخلق۔ فتاویٰ حدیثیہ (223)

سوال میں دو آیات جو مذکور ہیں وہ اولیاء اللہ کے علوم غیبیہ پر مطلع ہونے کے منافی نہیں۔
منافی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء کرام کا علم اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے۔
اور ہمارا علم انبیاء کرام و اولیاء کے بتلانے سے ہے (انبیاء کرام و اولیاء کرام کا علم وہ علم
نہیں) جو علم اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے،

(انبیاء کرام اور اولیاء کرام کے علم اور اللہ تعالیٰ کے علوم میں امتیاز کے وجوہ یہ ہیں)

(۱) اللہ تعالیٰ کا (علم غیب) قدیم ہے۔ (۲) ازلی ہے (۳) دائمی ہے (۴) ہدی ہے

(۵) تغیر سے پاک ہے (۶) حدوث سے پاک ہے (۷) نقص سے پاک ہے (۸)

شرکت سے پاک (۹) تقسیم سے پاک

(۱۰) اللہ کا علم تمام اشیاء کے کلیات و جزئیات کو محیط، ایسا علم جس سے وہ اللہ تمام اشیاء
کے کلیات و جزئیات کو جانتا ہے جو ہو چکا، ہوگا اور جس کا ہونا جائز (ممکن) ہو اسے بھی جانتا ہے

(۱۱) ایسا علم (جو علم منطق کی اصطلاح کی حیثیت سے) نہ ضروری ہے نہ کسی۔

(۱۲) نہ حادث ہے بخلاف تمام مخلوق (کے علم کے، کیونکہ مخلوق کا علم اسی کی عطاء ہے، اور حادث ہے)

قاضی عیاض رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں

کہ حضور ﷺ کے علوم غیبیہ درحقیقت حضور ﷺ کا معجزہ ہے

(۵) قال القاضي عياض ومن ذلك ماطلع عليه من الغيوب وما يكون والا حاديث في هذا الباب بحر لا يدرك قعره ولا ينزف غمره وهذه المعجزة من جملة معجزاته المعلومة على القطع الواصل اليها خبرها على التواتر لكثرة روايتها واتفاق معانيها على الاطلاع على الغيب. شفاء القاضي عياض (127)

قاضی عیاض رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جنہیں (ماکان) وما یكون کے غیوب پر مطلع کیا گیا اس بارے میں اتنے سارے احادیث موجود ہیں جو ایک سمندر بے کراں ہے ایسا سمندر جس کی تہہ تک پہنچنا ناممکن ہے جسکی گہرائی کا ادراک ناممکن، یہ حضور پر نور ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔ حضور ﷺ کے علوم غیبیہ کے متعلق ہم تک کثیر راویوں نے تواتر کیساتھ اور اتفاق معانی کیساتھ خبر پہنچائی ہے۔

فقہاء لکھتے ہیں کہ ایسا شخص جو (بغیر گواہوں کے نکاح کرے اور کہے کہ اللہ اور رسول اور فرشتے گواہ ہیں اس پر کفر کا فتویٰ صادر کرنا غلط ہے)

قال فی التتارخانیة وفي الحجة (لقاضي خان كمافي الكبير) ذكر في الملتقط انه لا يكفر (بوجوه خمسة)

فتاویٰ قاضی خاں، و تاتارخانیہ اور ملتقط اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پانچ وجوہ کے بنا وہ شخص کافر نہیں۔

(1) لان الاشياء تعرض على روح النبي ﷺ

کیونکہ اشیاء حضور پر نور ﷺ کی روح مبارک پر پیش کی جاتی ہیں

(2) وان الرسل يعرفون بعض المغيبات قال الله تعالى. عالم الغيب فلا يظهر على

غيبه احدا الا من ارتضى من رسوله.

اللہ تعالیٰ کے انبیاء بعض غیوب کو جانتے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، کہ وہ اللہ عالم الغیب

ہے کسی کو اپنے غیب پر مطلع نہیں فرماتا مگر اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے (عطا کر دیتا ہے)
(3) قلت هل ذكروا فى كتب العقائد ان من جملة كرامات الاولياء الاطلاع على بعض
المغيبات .

بلکہ میں کہتا ہوں کہ اہل سنت و جماعت کی کتابوں میں موجود ہے کہ اللہ والے بعض غیب
پر مطلع کئے جاتے ہیں اور یہ انکی کرامات میں سے ایک کرامت ہے۔
(4) وردو اعلى المعتزلة المستدلين بهذه الآية على نفيها (وجه الرد) بان الاظهار
المذكور المثبت فى الآية بالاستثناء بلا واسطة.

اہل سنت و الجماعت نے معتزلہ کا رد کیا ہے کہ وہ جو آیات اپنی استدلال میں پیش کرتے
ہیں حقیقت میں یہ اس علم کا اثبات ہے کیونکہ آیت مبارکہ میں اس علم کی نفی ہے جو علم
ذاتی ہو (اور ہم حضور ﷺ اور اولیاء کرام کے لئے علم غیب عطا کرتے ہیں) یہ علوم خود اس
استثناء سے ثابت ہو رہی ہیں جو اس آیت میں موجود ہے (وہ یہ ہے الامن ارتضى من
رسوله) (پانچویں وجہ مندرجہ ذیل ہے)

(5) او المراد من الرسول الملك اى لا يظهر على غيبه بلا واسطة الا الملك اما
النبي ﷺ والاولياء فيظهرهم عليه بواسطة الملك او غيره . شامی جلد ۲ . قبیل
المحرمات . (276)

یعنی آیت میں لفظ رسول سے مراد فرشتہ ہو تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو غیب پر مطلع
نہیں کرتا مگر فرشتہ کے ذریعہ (مطلع فرماتا ہے) نبی کریم ﷺ اور اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ ﷻ
فرشتہ یا اور ذریعہ سے (غیب پر) مطلع فرمایا۔
ثابت ہوا کہ اس مسلمان کو کافر نہ کہیں گے۔

﴿ تیسرا جواب یہ ہے ﴾

کہ بفرض محال اگر یہ مان لیا جائے کہ اس شخص کو مطلقاً تو کافر نہ کہیں گے مگر کفر کا احتمال
تو بہر صورت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ صورت احتمال میں بھی اس شخص کو کافر کہنا جائز نہیں۔

(۱) سئل عن من قال ان المؤمن يعلم الغيب هل يكفر لا يتين او يستفضل بجواز العلم

بجز نيات من الغيب (فاجاب بقوله) لا يطلق القول بكفره لاحتماله كلامه ومن تكلم بما يحتمل الكفر وغيره وجب استفضاله كما في الروضه وغيرها ومن ثم قال الرافعي ينبغي اذ انقل عن احد لفظ ظاهره الكفر ان يتأمل ويمعن النظر فيه فان احتمل ما يخرج اللفظ عن ظاهره من ارادة تخصيص او مجاز او نحوهما مثل الالفاظ عن مراده وان كان الاصل في الكلام الحقيقة والعموم وعدم الاعتماد لان الضرورة ماسة الى الاحتياط في هذا الامر اللفظ المحتمل فان ذكر ما ينفي عنه الكفر مما يحتمله اللفظ ترك فتاوى حديثية

فتاویٰ حدیثیہ کے مصنف علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا

(حضرت) اگر کوئی شخص کہے کہ مسلمان غیب جانتا ہے۔ کیا وہ ان دو آیات بینات کی رو سے کافر ہوا یا نہ؟

یا اس سے یہ پوچھا جائے (کہ تو نے کہا کہ مسلمان غیب جانتا ہے تو تیری مراد اس غیب سے کچھ) جزئیات ہیں (یا کل علوم غیبیہ ہیں)؟

تو حضرت نے جواب دیا کہ اس شخص پر کفر کا اطلاق نہ ہوگا کیونکہ اس کی بات میں (دونوں) یعنی کافر ہونے اور نہ ہونے کا) احتمال پایا گیا، سو جو شخص ایسی بات کر لے جس میں احتمال کفر پایا جائے تو اس سے اس کی تفصیل پوچھنا ضروری ہے، یہی بات (کتاب) الروضہ وغیرہ موجود ہے۔

حضرت امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اگر کسی شخص (کی زبان سے) ایسا کلمہ نکلا جو بظاہر کفر ہے تو (نہایت) تأمل (غور و فکر) کرنا (ضروری ہے) نیز اس میں امعان نظر (گہری سوچ و بچار) لازمی ہے، اگر اس کلام میں ایسا احتمال موجود ہو کہ (اس لفظ سے ظاہر جو مطلب لیا جاسکتا ہے) جیسے کہ اس مسلمان سے (مراد مخصوص مسلمان ہو جیسے انبیاء کرام یا اولیاء کرام ہوں تو انکے لئے چونکہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات موجود ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے) فلا یظهر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول (وہ اللہ عالم الغیب ہے) کسی کو اپنے غیب پر مطلع نہیں فرماتا مگر اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے (عطا کر دیتا ہے) سو اس کلمہ سے وہ کافر نہ ہوگا

یا ہو سکتا ہے کہ اس شخص کا اس لفظ سے مراد مجاز ہو (حقیقت نہ ہو یہ نسبت مجازی ہو تو اس صورت میں بھی وہ کہنے والا کافر نہ ہوگا۔)

حاصل کلام یہ ہے کہ متکلم سے اس کی مراد معلوم کی جائے (اگر وہ کہے کہ میری مراد اس کلمہ سے یہ ہے کہ مسلمان بدئات ”از خود“ علم غیب جانتا ہے پھر تو کفر میں شک نہیں اور اگر مراد وہ ہو جو ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں تو ان صورتوں میں کافر نہ ہوگا)

اگرچہ کلام میں حقیقت، عموم، وعدم الاضمار، ہی اصل ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے محتمل کلمہ کے صدور میں (کفر کا فتویٰ صادر کرنے میں نہایت احیاط کی جائے)

سو اگر ایسا کلمہ ذکر کیا گیا جس سے اسکے کفر کی نفی ہو بوجہ احتمال کے، تو اسے چھوڑ دیا جائے گا (اس پر ہرگز کفر کا فتویٰ صادر نہیں کریں گے)

حسام الہندی سے جب اس سوال کے بارے میں پوچھا گیا تو جواب دیا کہ

ثم سئل الحسام الہندی جلد ۲ (312) ومتی استفصل فقال اردت بقولی المؤمن يعلم الغیب ان بعض الاولیاء قد یعلمہ اللہ ببعض المغیبات قبل من ذلک لانه جائز عقلاً وواقع نقلاً اذ هو من جملة الکرامات الخارجة عن الحصر علی ممر الاعصار فبعضہم یعلمہ بخطاب.

جب اس سے پوچھا گیا اور اس نے کہا کہ اس ”کلمہ“ کہ مؤمن غیب جانتا ہے سے مراد یہ ہے کہ بعض اولیاء اللہ بعض غیب پر اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے مطلع ہیں (تو اس کا یہ قول قبول کیا جائے گا اور اس پر کفر کا فتویٰ صادر نہیں کریں گے)

کیونکہ ایسا ہونا عقلاً و نقلاً جائز ہے ایسی باتیں اللہ تعالیٰ کے ولیوں سے واقع ہوئی ہیں نیز یہ انکے کرامات سے ہے (ایسی کرامات اتنی کثیر ہیں) جو زمانے کے گزرنے سے (اور بڑھتی ہیں کم نہیں ہوئیں سو) ان (کرامات کا) حصر ناممکن ہے (اولیاء کرام کے مراتب مختلف ہیں) کوئی ولی اللہ تو ان غیب کو بطور خطاب جانتے ہیں

(۲) و بعضہم یعلمہ بکشف حجاب. اور بعض اولیاء اللہ اس (غیب کو) بطریق کشف جانتے ہیں کہ انکے سامنے سے تمام پردے ہٹا دیئے جاتے ہیں اور وہ اسے جان لیتے ہیں۔

(۳) وبعضہم یکشف له عن اللوح المحفوظ حتی یراہ۔ الحسام الہندی،
 اور بعض اولیاء اللہ تو وہ ہیں کہ انکے لئے لوح محفوظ سے پردے ہٹائے جاتے ہیں
 سو وہ لوح محفوظ پر سب کچھ دیکھ لیتے ہیں۔ مجموعۃ رسائل الشامی جلد ۲ (212)
 (سوان برائین قاطعہ کے بناس شخص کو کافر نہ کہا جائے گا۔ تعلیق۔ مترجم)
 ان غیوب سے جمیع غیوب مراد نہیں (وہ جمیع جو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں)
 دیکھئے السید شریف فرماتے ہیں

(۱) قال السید الشریف الاطلاع علی جمیع المغیبات لایجب للنبی ﷺ (فلغیرہ
 بالاولیٰ) ولذا قال سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ولو کنت اعلم الغیب
 لاستکثرت من الخیر شرح المواقف۔ والکبیر نیشاپوری واتحاف المرید۔ شرح
 جوہرۃ التوحید والخازن۔

کہ جمیع غیوب پر مطلع ہونا حضور ﷺ کیلئے ثابت نہیں تو دوسروں کیلئے بطریق اولیٰ ثابت نہیں
 اس لئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا (اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے اے محبوب ﷺ آپ فرما
 دیجئے کہ) اگر میں علم غیب جانتا ہوتا تو میں خیر کثیر پالیتا۔۔

﴿پانچواں جواب﴾

پانچواں جواب یہ ہے کہ نصوص نفی، قبل الاعلام تھے، اور نصوص اثبات، بعد الاعلام ہیں
 لہذا منافات نہیں (یعنی وہ آیات جن میں حضور پر نور ﷺ کے علوم غیبیہ کی نفی ہے وہ
 علوم غیبیہ کی عطا سے پہلے ہیں اور وہ آیات مینات جن میں حضور پر نور ﷺ کے علوم
 غیبیہ کا اثبات ہے وہ علوم غیبیہ کی عطا کے بعد ہیں، لہذا آیات قرآنی میں کوئی اختلاف
 نہیں بظاہر تضاد میں تطبیق یوں ہے جو بیان کر دی گئی) اس پر دلیل ملاحظہ ہوں۔

صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں

(۱) ویحتمل ان یکون قال ذلک قبل ان یطلعہ اللہ تعالیٰ علی علم الغیب فلما
 اطلعه اللہ تعالیٰ فلا یظهر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول حازن واتحاف المرید
 احتمال ہے کہ یہ آیت اطلاع بالغیب سے پہلے ہو مگر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ
 کو علوم غیبیہ عطا فرمائے تو ارشاد فرمایا فلا یظهر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول

اللہ کسی کو اپنے غیب پر مطلع نہیں کرتا مگر (ہاں) جس رسول کو چاہے (عطا کر دیتا ہے)
 ﴿چھٹا جواب یہ ہے﴾

﴿چھٹا جواب یہ ہے﴾ کہ حضور پر نور ﷺ کا اپنی ذات سے علم غیب کی نفی کرنا برائے تواضع و ادب ربانی ہے (گویا) حضور ﷺ امت کو یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ میرا علم اللہ تعالیٰ کے علوم کے سامنے نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس پر دلیل ملاحظہ ہو،
 صاحب تفسیر جمل فرماتے ہیں

(۱) فان قلت قد اخبر النبي ﷺ عن المغيبات وجاء احاديث في الصحيح بذلك وهو من اعظم معجزاته ﷺ فكيف الجمع بينه وبين قوله تعالى ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير قلت يحتمل ان يكون قاله على سبيل التواضع والادب او المعنى لا اعلم الغيب الا ان يطلع الله تعالى عليه ويقدره له.

خازن جلد ۲، سورہ اعراف (266) ثم جمل جلد ۳ اعراف (217)

اگر کوئی سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ محبوب ﷺ آپ فرمادیجئے کہ اگر میں غیب جانتا تو خیر کثیر پاتا، جب کہ حضور پر نور ﷺ نے بہت سارے غیوب کی خبر دی اور اس باب میں (یعنی رسول اللہ ﷺ کیلئے غیب کے علم کے ثبوت میں) احادیث کثیرہ وارد ہیں (نیز ان غیوب کی خبر دینا) حضور پر نور ﷺ کے عظیم معجزات ہیں پھر قرآن کریم کی آیت اور احادیث (بلکہ خود قرآن کریم کی آیات میں تطبیق کس طرح ہوگی صاحب جمل و صاحب تفسیر خازن فرماتے ہیں اس کا جواب یہ ہے)

کہ (جن آیات میں حضور پر نور ﷺ سے علم غیب کی نفی ہے وہاں مراد علم غیب ذاتی ہے اور جن آیات میں حضور پر نور ﷺ کیلئے علم غیب کا اثبات ہے وہاں علم غیب عطائی مراد ہے) پھر اس آیت میں دو احتمال موجود ہیں

(۱) ہو سکتا ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے یہ بات از روئے تواضع (عاجزی و انکساری) کے کہی ہو
 (۲) دوسرا احتمال یہ کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں غیب نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے بتلانے کے۔ اور اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے (کہ اپنے محبوب ﷺ کو جس قدر چاہے علوم غیبیہ عطا فرمادے)

﴿سائوال جواب یہ ہے﴾

(۱) (قل لا اقول لكم) ولم يقل ليس (عندی خزائن اللہ) ليعلم ان خزائن اللہ تعالیٰ عنده وهی العلم بحقائق الاشياء وماهیاتها عنده بأرأة اللہ سنريهم اياتنا فی الافاق وفي انفسهم باستجاب دعائه

فی قوله أرنا الاشياء كماهی ولكنہ یکلم الناس علی قدر عقولهم (ولا اعلم الغیب) ای لا اقول لكم هذا مع انه كان یخبرهم ممامضی وعماسیکون باعلام الحق تعالیٰ وقد قال فی قصة المعراج قطرت فی فی قطرة علمت ماکان ومایکون.

تفسیر نیشاپوری (علامہ نیشاپوری اس آیت کی تفسیر کرے ہوئے فرماتے ہیں)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، اے محبوب ﷺ (آپ فرمادیجئے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خزائن ہیں) نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میرے پاس خزائن نہیں تاکہ (امت پر) ظاہر ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے خزائن حضور پر نور ﷺ کے پاس ہیں (خزائن حقیقت میں) اشياء بمع حقائق وماهیات کے علم کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمایا (اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے) (سنريهم اياتنا فی الافاق وفي انفسهم) (عقرب ہم انکودنیا کے اطراف واکناف میں اپنی نشانیاں دیکھا دیں گے اور انکے نفوس میں) یہ آیت درحقیقت حضور پر نور ﷺ کی دعا کی قبولیت کی نشانی ہے۔ کہ حضور پر نور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، یا اللہ ہمیں اشياء دیکھا وہ جس انداز میں موجود ہیں (اللہ نے دیکھا دی مثلاً فتح مکہ، اور مشرق و مغرب کی فتوحات وغیرہ) لیکن (بات دراصل یہ ہے کہ) حضور پر نور ﷺ ان سے اتنی بات فرماتے تھے جتنی کہ وہ آسانی سے سمجھ جائیں۔

علامہ نیشاپوری فرماتے ہیں

دوسری آیت مبارک (ولا اعلم الغیب) میں غیب نہیں جانتا، کا مطلب یہ ہے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میں (ازخود) غیب جانتا ہوں۔ باوجود اسکے حضور پر نور ﷺ نے صحابہ کرام کو ان اشياء وحالات کی خبر دی جو گذرے ہوئے زمانے سے متعلق ہوں یا آنے والے زمانے سے متعلق ہوں، یہ سب اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے ہے (یعنی علم غیب عطائی ہے، ذاتی نہیں)

نیز نبی کریم ﷺ معراج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، یا اللہ تو نے میرے منہ میں قطرہ (رحمت) چکایا سو میں نے جان لیا جو کچھ پہلے گزرا ہے اور جو کچھ آنے والے زمانے میں ہوگا۔



قطرہ رحمت ہے ثابت مصطفیٰ کے قول سے (ﷺ)

اٹھ گئے پردے حجابی ارض و سماں کے حول سے

علم غیب مصطفیٰ ثابت از قرآن ہے

معجزہ سرکار کا یہ رحمتِ منان ہے

مستور تھے محبوب تھے اشیاءِ ارضی اور سماں

دے دیئے علوم سارے رب کا یہ اعلان ہے

راسخ فی العقیدہ ہے خادمِ قادری ہے بے نوا

ہے کرم اس رب کا یار و جو مالک الرضوان ہے

لکھ دئے اغراض بھی مقاصد بھی ہیں افکار بھی

مفتی اعظم بلا ریب مفسر قرآن ہے

از نتیجہ فکر محمد عبد العظیم القادری جمرات ۹ ستمبر ۲۰۰۴



﴿ثبوت بیعت﴾

وشرائطِ مرشد

مصنف

مفتی شائستہ گلؒ القادری

مفتی اعظم سرحد زبدۃ العارفین حضرت علامہ حجۃ الاسلام

محمد عبدالعلیم القادری

مترجم :

دارالعلوم قادریہ سبحانیہ

ناظم اعلیٰ :

ناشر مفتی اعظم سرحد اکیڈمی العالمی،

شاہ فیصل کالونی 5 کراچی 25 پاکستان

فون! 03332108534



الحمد لله رب العلمين، الذي جعل اهل السنة والجماعة ورثت النبيين
والصلوة والسلام على افضل الانبياء والمرسلين ﷺ وعلى اله واصحابه
المتمسكين بالحق المبين. اما بعد

حضرت علامہ امام المتكلمين زبدة العارفين * حجة الله على العالمين *
تاجدار اہلسنت * شیخ التفسیر والحديث * محبوب العارفين * زبدة العاشقين *
حجة الواصلين * غوث العارفين * خواجہ خواجگاں * مبلغ اسلام * مفتی اعظم سرحد
مفتی شائستہ گل رحمت اللہ علیہ (ساکن لنڈی شاہ متہ مردان، مغربی پاکستان)
فرماتے ہیں کہ

میں نے جب وہابیوں کو بیعت مسنونہ سے انکار کرتے ہوئے سنا تو میں نے
از روئے غیرت اسلامیہ یہ رسالہ مسمیٰ

(اثبات البیعة بالکتاب والحديث واجماع الامة) ۱۳۸۳ھ میں مرتب کیا۔

بتوفیقہ و کرمہ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

یہ رسالہ ایک مقدمہ اور تین ابحاث پر مشتمل ہے۔ پھر مقدمہ چار امور پر مشتمل ہے

واعلم ان البيعة من سنن الانبياء عليهم الصلوة والسلام ومن سنن الخلفاء الراشدين الى يوم القيامة باق بلا تكبير (الى آخر الكلام) السيد الجلال ثم تذكرة الابرار والاشرار.

بيعت انبيائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت ہے اور بغیر کسی انکار کے قیامت تک باقی رہے گا۔

☆.... دخوله في حكم شيخه دخوله في حكم الله ورسوله واحياء سنه المبايعه۔
مرید کا اپنے مرشد کے حکم میں داخل ہونا اللہ جل جلالہ ونبی کریم ﷺ کے حکم میں داخل ہونا ہے، اور بیعت مسنونہ کے طریقہ کو زندہ کرنا ہے۔ عوارف المعارف ثم اثبات البيعة (۲۱)

☆ امر دوم۔ بیعت کی تعریف میں ہے ☆

فهو بيع لغوى والبيع في اللغة مقابلة شئ بشئ على وجه العوضية وفي شيخ زاده سميت المعاهدة مبايعه تشبيها لها بها فان الامه اذا التزموا قبول شرط عليهم من تكاليف الشرع طمعا في ثواب الرحمن وهربا من عقابه وضمن عليه الصلوة والسلام ذلك في مقابلة وفائهم بالعهد المذكور فصار كان كل واحد منهم باع ما عنده بما عند الآخر. (تفسير جمل جلد ۴، ممتحنه، ص ۳۳۴)

بیعت لغت میں معاہدہ اور معاقدہ کو کہتے ہیں، یہ بیع لغوی ہے اور لغت میں بیع اسے کہتے ہیں کہ ایک شئی کو دوسری شئی کے عوض میں دینا گویا ایک شئی مقابل ہے عوض کے۔ اور شیخ زادہ نامی کتاب میں ہے، کہ ”معاہدہ“ مبايعت ہے، کیونکہ امت اپنے اوپر جب تکالیف شرع بمع شروط کے قبولیت کا التزام کر لیتی ہے، اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید اور عذاب الہی سے بچنے کیلئے، تو رسول اللہ ﷺ ان کے عہد مذکور کو پورا کرنے کی بناء پر ان کے (دخول جنت کے) ضامن ہو جاتے ہیں، سو تکالیف شرعی اور ان کا پورا کرنا ثواب آخرت کے بدلے، اور حضور ﷺ کا ضامن ہونا۔ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کسی شئی کو دوسرے کے ہاتھوں عوض کے بدلے بیچ ڈالے۔

ذكر الله ورسوله عليه الصلوة والسلام في صفة البيعة خصالا ستا (كمياتي في الآية الاولى) صرح فيهن باركان النهي ولم يذكر اركان الامروهي ستة ايضا الشهادتان والصلوة والزكوة، والصيام، والحج، والغسل من الجنابة وغير ذلك. الله تعالى اور نبی کریم ﷺ نے ذکر بیعت میں چھ اشیاء کا ذکر فرمایا ہے (جو عنقریب آیت اولیٰ میں ذکر کروں گا) ان چھ (خصال) اشیاء میں نہیں کے ارکان مذکور ہیں۔ امر کے ارکان کا ذکر نہیں۔ حالاں کہ وہ بھی چھ ہیں۔

(1) شہادتین (2) نماز (3) زکوٰۃ (4) روزہ (5) حج (6) طہارت از جنابت (غسل جنابت) اگر ذہن میں یہ بات آئے کہ خصال مذمومہ سے نہیں کا ذکر، اور خصال امر کا ترک کیوں؟ جواب! یہ ہے کہ ان خصال مذمومہ (شرک نہ کرنا وغیرہ) سے نہیں (اللہ تعالیٰ کا منع کرنا) اور امر کے ارکان کا ذکر چھوڑنے کی دو وجوہات ہیں۔

﴿وجہ اول﴾

(۱) لان النهی دائم فی کل الازمان وکل الاحوال فكان اشتراطه للتبیه علی ان الدائم اکد۔ وجہ اول یہ ہے کہ نہیں ہر زمانہ و احوال میں دائم ہے، یعنی جس شئی سے روکا گیا ہے اس حکم کو ہمیشہ دوام رہے گا، چاہے حالات کچھ بھی ہوں، زمانہ کوئی بھی ہو۔ نہیں کے حکم کو دوام ہے اور جس شئی کے لئے حکم دوام کا ہو، وہ آکد ہے۔ سو معلوم ہوا کہ نہیں، امر سے زیادہ آکد ہے۔ (سببیت میں ان خصال مذمومہ سے اجتناب کی شرط، اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ جس شئی کو دوام ہو، وہ زیادہ آکد ہے)

﴿وجہ دوم یہ ہے﴾

(۲) وقیل لان هذه المناهی كان فی النساء کثیر من یرتکبها ولا یحجزهن عنها شرف النسب فخصت بالذکر لذلك (جمل جلد ۲ ممتحنہ ۳۳۳ وعن القرطبی) بعض علماء کرام نے اسکی یہ توجیہ بیان فرمائی ہے کہ عورتوں کی شرافت نسب کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو، ان میں ان منہیات کا پایا جانا بکثرت ہوتا ہے، حتیٰ کہ شرافت نسب بھی انہیں ان منہیات سے روک نہیں سکتی۔ کیونکہ منہیات مذکورہ عورتوں میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ سو خاص کر منہیات ماذکر کیا گیا۔ اور امر کے ارکان و خصال کو ترک کیا گیا۔

امر چہارم

﴿مرشد کے شرائط کا بیان﴾

شرط اول

(۱)

مرشد کون ہو سکتا ہے

آنکہ شخصی باید۔ عالمی متحرکہ در انواع علوم دینی و عقائد یقینی حظ وافر داشته باشد تا در یقین و عقیدہ او خلل واقع نہ گردد، آنگاہ طالب اس علم گردد، والا بسا علماء ناقص بسبب نقصانیت علم دینی، دریں علم خوض نمایند، و کافر گردد، چہ از ادراک عبارات و اشارات اس علم عاجز آیند، یا آنکہ اس علم بتمامہ اشارات است، و عبارات واضح نگند، ایضا شاید باید کہ علم کلام را کما حقہ دریافتہ باشد، تا طریق توفیق میاں ہر دو علم ممیز گردد، و دانند کہ معرفت ذات و صفات باری تعالیٰ در ہر دو علم متحد اند، ہر کہ امتیاز بینہما جائز داند، اوضال او مضل است، مگر آنکہ در علم کلام قال است و قیل، اما اس جا حال است و تخیل، و آنجا کار دلائل نقل است و عقل، اما اس جا انقیاد، و بر ہر دو بانفراد از عقل،

پس علماء ناقص را احتراز از چنان باید کرد، کہ آدمی را از شیر مردم خور۔

بیعت لینے کے لئے پہلی شرط یہ ہے

کہ وہ پیر متحر فی العلم ہو (علم کا سمندر ہو) اسی طرح علوم دینیہ اور عقائد یقینی اور تمام علوم کا ماہر ہو، تاکہ پہلے تو اس کے اپنے عقائد و یقین میں خلل واقع نہ ہو، تب وہ اس علم (روحانیت) کا طالب ہوگا، کیونکہ بہت سارے جہلاء یا کم علم بوجہ علم دین نہ جاننے کے اس میں آئے (یعنی پیرن بیٹھے) اور کافر ہوئے، کیونکہ وہ اس علم (روحانی) کے عبارات و اشارات کے ادراک سے عاجز ہیں، یا یہ کہ یہ علم بتمامہ اشارات ہیں، یہ علم صرف عبارات سے واضح نہیں ہوتا، ان علوم (کسی ظاہری) کا حصول اس لئے بھی لازم ہے کہ بغیر اس کے دونوں علوم (شریعت و طریقت) میں نہ تو تفریق کر سکتا ہے اور نہ وجہ امتیاز جان سکتا ہے یاد رکھو کہ ذات باری تعالیٰ جل جلالہ کی معرفت دونوں علوم سے یکساں حاصل ہوتی ہے اگر کوئی شخص دونوں علوم کے تفریق کا قائل ہو۔ دونوں علوم کو ایک دوسرے سے الگ

سمجھتا ہو ، وہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے۔

ربا علم کلام اس میں صرف قیل و قال ہے، جب کہ یہاں حال ہی حال ہے، علم کلام میں نقل و عقل کو دخل، جب کہ یہاں انقیاد، سوان پڑھ تو اپنی جگہ، وہ لوگ جو عالم کامل نہ ہوں، معمولی سا علم رکھتے ہوں،

وہ بھی پیر بننے سے احتراز کریں، ایسا احتراز (بچنا)، جس طرح (اپنی حفاظت کے لئے) شیر سے احتراز کرتا ہے۔ (احتراز بمعنی بچنا)

﴿پیر کیلئے دوسری شرط﴾

(۲) شرط دوم: آنکہ باید شخصی زاهد و عابد مہیا از برائے زاد آخرت، تا بنور عبادت و طاعت و کثرت ریاضت دل خود را مصفا کردہ کہ آئینہ قلبیہ او شایاں قبول آن علم گردد، والا ہر چند پیر معلم شفقت ورزد، تعلیم و تکریم نماید مرید جدوجہد تمام کشد بحاصل کلی نرسد بلا خوف الحاد زندقہ باشد، کقول مَن قَالَ۔

تو بدیں رفتن بمنزل کی رسی

تو بدیں سیرت بحاصل کی رسی

پس اگر آن جانے و بس اشترو لی

باسبک روجاں بدیں دل کی رسی

دوسری شرط یہ ہے

کہ وہ پیر عابد و زاہد ہو، توشہ آخرت کا مفکر (آخرت کا فکر کر نیوالا ہو توشہ زاد راہ کو کہا جاتا ہے یعنی پیر ایسا ہو جسے دنیا کی لالچ نہ ہوں وہ توشہ آخرت پر نظر رکھے) تاکہ عبادت و طاعت و کثرت ریاضت کے نور سے اس کا دل (ہر طرح کے نقائص) سے پاک و صاف بلکہ مصفا ہو جائے، اور اس کا آئینہ دل علم روحانیت کو قبول کرے، اگر ایسا نہ ہو یعنی وہ پیر عالم نہ ہو آئینہ قلبیہ علم روحانیت کی قبولیت کی استطاعت نہ رکھتا ہو، باوجود اشیاء مذکورہ (کہ وہ قیصر فی العلم نہ ہو عابد و زاہد نہ ہو توشہ آخرت کا مفکر نہ ہو آئینہ قلبیہ متوجہ الی الدنیا ہو) وہ شخص پیر بن کر مرید پر نہایت شفیق بن جائے اس کا معلم بنے، اور مرید بھی نہایت کوشش کرتا رہے وہ مرید اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتا، بلکہ بلا تکیر کسی خوف کے (مجھے کہنے دو) کہ وہ مرید (ایسے بے علم و طالب دنیا پیر) کا مرید ہو کر ملحد و زندیق ہو جائے گا۔

اشعار کا ترجمہ باختصار، اے چلنے والے اگر تو اس رفتار سے چلا (کہ پیر بے علم ہے شرائط مذکورہ اس میں نہیں پائے جائیں) تو اپنی منزل کو کیسے پہنچے گا تو اس سیرت کے ساتھ مقصود کو کیسے پائے گا (ہرگز نہیں پہنچ سکتا بلکہ کامل پیر کی تلاش کر جس میں مذکورہ شرائط موجود ہوں)

سیدنا اخون درویش بابا رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں
کہ اس باب میں یہ قول بھی نہایت مشہور و معروف ہے۔

والیضا دریں باب کلام مشہور است

اجیعوا بطونکم واطماؤا اکبادکم واعرفوا اجسادکم ترون اللہ عیاناً۔

مراد از برہنہ سافتن تن نہ ایست کہ چوں گمراہاں زمانہ فروض خود را ہم برہنہ سازند بلکہ
بہی ناف تازانو پوشیدہ داری اما ہرچہ میسر از گیم و بوریاء، یا برگ درختاں وریگ بیاباں کہ عورت
مستور سازد و قانع و شاکر باشی والیضا در لباس فاخر و کمین خود را یکسان بنی تا شایان محبت دوستی
دوست گردی و بشرف رؤیت اللہ مشرف شوی۔

☆۔۔۔ پیر اپنے پیٹ کو بھوکا رکھے (جو ملے اس پر قانع و صابر ہو) اپنے آپ کو پیاسا رکھے
(دیدار انوار الہی کیلئے) ایسا قانع و صابر و شاکر ہو تو اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کو بے حجاب دیکھے
گا، جسم برہنہ رکھنے سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ جس طرح زمانہ کے بعض گمراہ (جو کپڑوں سے
بالکل عاری ہوتے ہیں) اور ستر عورت کو بھی مستور نہیں کرتے (نہیں چھپاتے) بلکہ اس کا
مطلب یہ ہے کہ زیر ناف تازانو پردہ فرض ہے، جسم کے اس حصے کو ڈھانپ لے اگر کپڑا
میسر نہ ہو تو کچھڑ، بوریاء، درختوں کے پتوں، جنگل و بیاباں کے ریت و مٹی سے اپنے ستر عورت
کو چھپالے، قانع و شاکر ہو، لباس فاخرہ و غیر فاخرہ کو یکساں جانے، تاکہ دوستی رب کے قابل
بن جائے اور وہ وقت آئے کہ رب کریم جل جلالہ کی رؤیت سے مشرف ہو جائے۔

﴿پیر کیلئے تیسری شرط﴾

(۳) شرط سوم: آنکہ خدا ترس باید کہ باشد و بکتابہا فلسفہ و اہل ہوا (ای و ہابیہ
و غیر ہم) معتقد و متیقن نباشد و آنہا را مطالعہ نکند۔ والا یقین او ثبوت نخواہد
یافت۔ و حلاوت دین محمد ﷺ نخواہد دید چہ ہر کہ خدا ترس نباشد او طالب
حق بحقیقت نباشد۔ بلکہ طالب ہو گفتہ باشد۔ و ارادت شیطانی را مطلوب

دانستہ باشد۔ تابع ہواضال ومضل باشد۔ کقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ بیش
 العبد عبد الہویٰ یضلہ۔ در تفسیر چرخى آورده است کہ نصیب درویش این است
 کہ تقویٰ شعار خود سازد، و بداند کہ قرآن ہمہ وعدہائے نیکو مر خدا ترسان
 را است نہ مرد دانشمندان را ونہ حاجیان را، ونہ غازیان را، ونہ شیخان را۔
 نہ سیدان را، ونہ زاهدان ظاہری را، کہ بظاہر زاهدانند، ونہ خواجگان را... کہ
 از حرام گیرند۔ و گمراہ کنند۔ ونان دهند وخلق را صید خود کنند انتہی
 کلامہ۔ و ایضافیہ۔ بدانکہ ایس بہشتان را حق تعالیٰ بترسیدن یاد کرد۔ نہ
 بایمان گفت۔ الذین یخشون و نگفت الذین آمنوا۔ تابدانی کہ مقصود
 بزرگ از ایمان ترس خدا است قال النبی ﷺ۔ من قال لا الہ الا اللہ خالصا
 مخلصا دخل الجنة قالوا ما اخلاصها قال ان تحجرہ عن المحارم تا معلوم شود کہ
 ایمان آوردن بے اخلاص نتیجہ نمیدهد، و اخلاص کلمہ طیبہ باز استادان است
 از حرام و ترس خدا تعالیٰ، انتہی۔

تیسری شرط یہ ہے

کہ وہ بیر رب کریم سے ڈرنے والا ہو، اہل ہوا (وہابیہ وغیرہ) اور کتب فلسفہ کا معتقد نہ ہو، نہ
 ان کتب کی صداقت پر یقین رکھتا ہو، یہاں تک کہ کتب مذکورہ کا مطالعہ بھی نہ کرے، ورنہ
 اعتقادات میں ثابت قدمی نہ رہے گی، اور مقام یقین سے محروم ہو جائے گا، نیز نبی کریم ﷺ
 کے دین (دین اسلام) کی مٹھاس نہ پائے گا کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا نہ ہو،
 وہ حقیقت کو پانے کا حقیقی طالب نہ ہوگا، بلکہ وہ خواہشات نفسانیہ کا طالب کہلائے گا۔ اور
 ارادات شیطانیہ اس کی مطلوب بن جائیں گی تو وہ خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی گمراہ
 کرے گا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بندوں میں براہندہ وہ ہے کہ جو خواہشات نفسانیہ کا بندہ بنے،
 خواہشات نفسانیہ اسے گمراہ کر دیتی ہیں تفسیر چرخى میں مکتوب ہے کہ درویش کا خاصہ یہ ہے
 کہ وہ پرہیزگاری کو اپنا شعار بنائے، یاد رکھو کہ قرآن کریم میں جتنے وعدے مذکور ہیں، وہ صرف
 ان لوگوں کے لئے ہیں جو متقی و پرہیزگار ہوں (ظاہری) عقل مندوں، (ریاکار) حاجیوں، (رہی)

نمازیوں (برائے نام) مشائخ (ذات پر فخر کرنے والے بد عقیدہ)

سیدوں، ظاہری زاہدوں اور (نام نہاد) خواجوں جو نام و نمود کے لئے کھانا کھلانے کا اہتمام کرتے ہیں، حقیقت میں افعال حرام کرتے ہیں، دراصل ان اوصاف سے متصف لوگ اللہ تعالیٰ کے بندوں کا شکار کرتے ہیں، یہ شکاری ہیں، اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں سے ایسے لوگ مستثنیٰ ہیں۔

کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اہل بہشت (جنت والوں) کو الذین یخشون عن ربہم کی صفت سے متصف کیا ہے۔

مصنف چرخی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہی مقصود ایمان ہے، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جس نے خالص و مخلص ہو کر لا الہ الا اللہ پڑھا، جنت میں داخل ہوگا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اخلاص (کے ساتھ کلمہ توحید) پڑھنا کیا ہے؟ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا، اخلاص سے کلمہ پڑھنے کا مقصد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو اشیاء حرام فرمائی ہیں، ان سے بچنا، معلوم ہوا کہ بغیر اخلاص کے ایمان لانا مفید نہیں ہے۔

☆ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اخلاص کے ساتھ کلمہ توحید پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان تمام حرام اشیاء سے بچے اور رب کریم کے عذابوں سے ڈرنے والا بنے۔

﴿شرط چہارم﴾

(۴) شرط چہارم: آنکہ چوں طالب موصوف بدین اوصاف گردد. باید کہ خود را بخدمت پیر کامل متشرع متدین کہ زاہد ظاہری و باطنی باشد. و از تنگنای ہوا اہل آن رستہ. و معتمد طریقہ سنت و جماعت گردید. و اذن ارشاد و ہدایت را از شیوخ متقدمین اکابر عن اکابر من حضرت النبی ﷺ الی زمان الوصال الیہ رسیدہ باشد رساند. خدمت ظاہر و باطن اور ابجا آرد تا بعد از ادائے ماو جب. آنچہ شیخ مصلحت بیند. بدان طریق کہ مناسب حال باشد. عنایت نمودہ تعلیم نماید کلمہ کلمہ حرفاً حرفاً.

طالب میں بھی جب یہ صفات موجود ہوں تو پھر وہ ایسے مرشد کو تلاش کرے،

(1) جو مکمل متشرع ہو۔

﴿ساتویں شرط﴾

(۷) شرط ہفتم آنکہ شیخ را باید کہ اندر خور طالب کلام کند... کقولہ علی^۹ الصلوۃ والسلام... تکلمو الناس علی قدر عقولہم...

و در آوان تعلیم باید... کہ غیر شیخ و آن ہماں مرید ہیچ فردی از افراد عالم نباشد... (نقل است) کہ عبد اللہ شطاری رحمت اللہ علیہ تلقین ذکر میکرد... اسپی دران جابو د ممانعت نمود... کہ این نیز حیوانی از حیوانات است. شاید کہ طاقت تحمل این بار نداشته باشد میگوید مولف این رسالہ... روزی از روزہا با حضرت پیر در بیابانی بودم سخنی میخواست کہ باما گوید... دهن مبارک خود را بگوش فقیر نزدیک رسانیدہ ادا کرد. با آنکہ ہیچ فرد از افراد آن جانبو دہ گفتمش

یا امام زمان وجہ چہ باشد... گفت سند مشائخ بریں جملہ رفتہ است. و ایضا. ہر طالبی از طلاب زمانہ مخصوص باشاراتی دیگر است. بعض باشارات یابند. و بعض عبارت... و بعض از تأمل و محنت و مشقت. تذکرۃ الارواح الاثر ص ۲۷-۲۸

ساتویں شرط یہ ہے

کہ مرشد اپنے مرید کے عقل کے مطابق کلام کرے (جتنا اور جس انداز سے وہ سمجھ سکتا ہے، اتنی ہی بات کرے) کیونکہ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا ہے کہ لوگوں سے ان کی عقل (سمجھ) کے مطابق کلام کرو (یہ بات ذہن نشین رہے کہ) مرشد اپنے مرید کو اس وقت تعلیم روحانیت دے، جب وہاں (ذوی الارواح) میں سے کوئی موجود نہ ہو۔ حضرت عبد اللہ شطاری رحمت اللہ علیہ اپنے مرید کو کلبہ توحید کی تلقین فرما رہے تھے، دیکھا کہ وہاں گھوڑا نمودار ہوا، خاموش ہو گئے اور فرمایا یہ بھی ذوی الارواح میں سے ہے، شاید یہ حیوان اس (راز و نیاز) کے ثقل کو برداشت نہ کر سکے،

سیدنا اخون درویشہ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں،

ایک دن میں اپنے مرشد کامل کے ساتھ جنگل و بیابان میں سفر کر رہا تھا، پیر صاحب نے چاہا کہ مجھ سے گفتگو فرمائیں، تو انہوں نے اپنا منہ مبارک میرے کان کے قریب کیا، اور

(نہایت آہستگی و لطافت سے) گفتگو فرمائی، جب کہ وہاں ذوی الارواح میں سے کوئی بھی نہ تھا، میں نے عرض کیا حضور اس انداز کو اختیار کرنے میں کون سا راز پوشیدہ ہے۔ نہایت ہی مشفقانہ اور لطیف انداز میں فرمایا یہ انداز گفتگو (مریدوں کیساتھ) طریقہ مشائخ ہے۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ طلبہ (مریدین مختلف الحال ہوتے ہیں کچھ تو مرشد کے صرف اشارات سے مطلوب تک پہنچ کر باکمال ہو جاتے ہیں، کچھ تعلیم و تعلم سے، اور کچھ خاص توجہ اور محنت شاقہ کے بعد درجات کمال کو پہنچتے ہیں۔

﴿پیر کامل کی مختصر اور اہم شرائط﴾

شرط اول

- (۱) آنکہ عالمِ بعلم تفسیر و احادیث شریفہ باشد۔
پیر طریقت کے لئے پہلی شرط یہ ہے
کہ وہ مفسر قرآن اور محدث ہو۔ علم تفسیر و علم حدیث کا ماہر ہو۔

﴿دوسری شرط﴾

- (۲) آنکہ مسائل شریعت را آنچہ کردنی و گفتنی باشد تمام دریافتہ باشد

دوسری شرط یہ ہے

کہ شریعتِ مطہرہ کے وہ مسائل جو اعمال سے متعلق ہوں یا اقوال سے۔ کو جانتا ہو۔

﴿تیسری شرط﴾

(۳) شرط سوم آنکہ علم مناظرہ کہ در میان علماء اسلام و مبتدعان ناتمام است دریافتہ باشد۔ تا خود را متابعان خود را از وساوس شیطانی و از خیال فاسد مبتدعان بدان طریق نگھدارد۔ چہ اگر مدعی ناقل باشد۔ صحت نقل جوید۔ والا اقامت دلیل خواہد۔

تیسری شرط یہ ہے کہ وہ (پیر) علم مناظرہ کو جانتا ہو۔ کیونکہ کبھی کبھار علماء حق۔۔۔۔ اور بدعتیوں (وہابیوں و دیگر مفسدین) کے درمیان مناظرہ بھی ہوتا ہے۔۔۔ جب (پیر طریقت) علم مناظرہ جانتا ہو تو وہ اپنے آپ کو اور اپنے مریدوں کو بدعتیوں (وہابیوں و دیگر مفسدین) کی گمراہیوں اور شیطنِ لعین کے وسوسوں سے بچا سکے گا۔۔ کیونکہ اگر مدعی ناقل ہو تو صحت نقل ضروری ہے ورنہ مدعی اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کرے (کیونکہ دعویٰ بلا دلیل مردود ہے)

﴿شرط چہارم﴾

شرط چہارم: آنکہ علم تعاط.... و آن سیراست میان نفس و روح... و میان روح و رب الارباب... باید کہ عالم بایں اشیاء باشد... کما حقہم.... تا در سلوک بضاللت نہ افتد... بسامردم دریں ورطہ ہلاک شدہ.... و بے دین و بے ایمان رفتہ... چہ بسا وقت باشد کہ برزخ روح را دریابد.... و آنرا خدا داند... کافر گردد (نعوذ باللہ من ذلک) و این علمی است کہ در تحریر نیاید... مگر بطول صحبت مرشد..

چوتھی شرط یہ ہے

کہ حقیقت میں اس علم کا نفس اور روح کے درمیان ایک خاص تعلق ہے، پھر روح اور رب کریم جل جلالہ کے درمیان اخص تعلق ہے، سو پھر طریقت کا کما حقہ ان علوم کا عالم ہونا چاہئے تاکہ سلوک کے منازل طے کرتے ہوئے گمراہیوں میں نہ پڑ جائے، کیونکہ بہت سارے (نام نہاد پیر) ان راہوں میں (بغیر علم کے) پڑے اور دین و ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے، اور ہلاک ہو گئے۔

بسا اوقات (جاہل پیر) برزخ روح کو پا کر اسے اپنا رب سمجھتا ہے اور کافر ہو جاتا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذلک) چونکہ یہ علم اشارات و نکات ہیں، صرف عبارات سے سمجھے نہیں جاسکتے، سو ضروری ہے کہ وہ (مرید) مرشد کامل کی صحبت کو طویل عرصہ تک اختیار کرے، توجہ مرشد و طوالت صحبت سے منزل تک پہنچ جائے گا۔

﴿پانچویں اہم ترین شرط﴾

(۵) پنجم اہم ترین شرط آنکہ... شاید و باید کہ این پیر ماذون و مرخص و مجاز باشد... از جانب پیری کہ اونیز موصوف بدین اوصاف باشد.... ہکذا الیٰ عہد رسول اللہ ﷺ. والاہلاک ابد گردد..

پانچویں اہم ترین شرط یہ ہے

کہ وہ پیر! اپنے پیر طریقت کا ماذون و وظیفہ مجاز ہو کہ وہ پیر اوصاف بالا سے متصف ہو۔ اسی طرح تمام مشائخ کا حال ہو۔۔۔۔۔ زمانہ مصطفوی ﷺ تک، ورنہ ہمیشہ ہمیش کے

بحث اول

بیعت کا ثبوت قرآن کریم کی روشنی میں ﴿

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعُكَ عَلَى أَنْ لَا يَشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ ط إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

(سورة الممتحنة: پارہ ۲۸ آیت ۱۲)

ترجمہ: اے غیب کے جاننے والے نبی (مکرم) جب حاضر ہوں آپ کی خدمت میں مؤمنہ عورتیں، تاکہ آپ سے اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہیں لگائیں گی جھوٹا الزام جو انہوں نے گھڑ لیا ہو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اور آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی کسی نیک کام میں، تو (اے محبوب ﷺ) انہیں بیعت فرمایا کریں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ کا عورتوں سے بیعت صرف کلاما تھا، (بیعت کے لئے بھی) کسی عورت کا ہاتھ نہ چھوا۔

ولما فرغ من هجرة المكان ذكر هجرة الافعال فقال (يا ايها النبي) الذي له الاطلاع المبشر لضمان الثواب والمغفرة (اذا جاءك المؤمنات يبايعنك) لضمان الثواب والمغفرة (على) اعمال القلب (لا يشركن بالله شيئا) اعمال البدن بشهوة البطن (لا يسرقن و) لشهوة الفرج الحاصلة من شهوة البطن (لا يزني) وللغضب المتعلقة بما حصل من شهوة الفرج (ولا يقتلن اولادهن ولا ياتين ببهتان يفتريه) اي يختلقنه في الولد لان تقول لزوجها هذي ولدى منك يستقطنه عليهم من مواععتهم اياهن لمصيرهم (بين ايديهن وارجلهن ولا يعصينك في) امرك اياهن بفرض (مروء) عن فريضة (فبايعهن) على ضمان الثواب والمغفرة على استغفارهن عن اضرار ما ذكر (واستغفر لهن الله) فانه تعالى يحقق الضمان ايضا (ان الله غفور) لمن

حجرۃ مکان کا تذکرہ کرنے سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہجرت افعال کا ذکر فرمایا
اللہ نے فرمایا اے نبی ﷺ! (وہ نبی جسے اللہ تعالیٰ نے اجر و ثواب و مغفرت کی بشارت دینے
والا بنایا) جب مؤمن عورتیں ثواب و اجر کے حصول اور اعمالِ قلبیہ پر آپ سے بیعت لینے
آئیں، یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھرائیں گی (اور شہوتِ بطن کا اعمالِ بدن
کیساتھ) چوری نہیں کریں گی

(اور شہوتِ فرج جو شہوتِ بطن سے حاصل ہوتی ہے، جیسے) زنا نہیں کریں گی، اور وہ غضب
و غصہ جو شہوتِ فرج سے متعلق ہے جیسے اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، اور جھوٹا (گھڑا ہوا)
الزام نہیں لگائیں گی، یعنی کسی نوزائیدہ بچے کو اچک کر اپنی گود میں ڈال لینا اور پھر یہ دعویٰ
کرنا کہ یہ میرا بچہ ہے، اسی طرح بدکاری سے جو حمل قرار پائے، اسے اپنے خاوند کی طرف
منسوب کر دینا، ایسا نہیں کریں گی نیز یہ کہ فرائض یعنی اوامرِ من جانب اللہ میں آپ کی نافرمانی
نہیں کریں گی، تو اے حبیب ﷺ! آپ مغفرت و ثواب کے ضمان پر ان سے بیعت لے
لیں اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں کیونکہ آپ کے ضمانِ مغفرت کو
محقق کرنا بھی اللہ کا کام ہے، اس لئے کہ جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو بے شک میں
(اللہ) ان کے گناہوں کو بخشے والا مہربان ہوں۔

﴿ثبوت بیعت پر دوسری آیت﴾

(۱) اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤَیِّمُوْنَکَ اِنَّمَا یُؤَیِّمُوْنَکَ اللّٰهُ یَذِ اللّٰهُ فَوْقَ اَیْدِیْہِمُ فَمَنْ نَّکَتْ فَاِنَّمَا
یَنْکُکَ عَلٰی نَفْسِہِ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰہَدَ عَلَیْہِ اللّٰهُ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا۔

ترجمہ: (اے پیارے نبی ﷺ) بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ
سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا دستِ قدرت انکے ہاتھوں پر ہے، پس جس نے توڑ لیا
اس بیعت کو تو اس کے توڑنے کا وبال اس کی ذات پر ہے اور جس نے ایفا کیا عہد کو جو اس نے اللہ

تعالیٰ سے کیا تو وہ اسکو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ سورۃ الفتح پارہ ۲۶ آیت ۱۰

﴿تیسری آیت۔ ثبوت بیعت پر﴾

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يَبَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا سورة الفتح پارہ ۲۶ آیت ۱۸
یقیناً اللہ راضی ہو گیا ان مومنوں سے، جب وہ بیعت کر رہے تھے آپ کی، اس درخت کے نیچے، پس اسے معلوم ہے، جو ان کے دلوں میں تھا پس اس نے ان پر اطمینان اتارا اور (بطور انعام) انہیں یہ فتح بخشی۔

﴿چوتھی آیت۔ ثبوت بیعت پر﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (سورة المائدة پارہ ۶، آیت ۳۵)
اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو، اور اسکی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

﴿پانچویں آیت۔ ثبوت بیعت پر﴾

مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا. (سورة الاحزاب پارہ ۲۲)
اور نہ کسی مومن مرد کو یہ حق پہنچتا ہے اور نہ کسی مومنہ عورت کو کہ جب فیصلہ فرما دے اللہ اور اسکا رسول کسی معاملہ میں تو پھر جو نافرمانی کرتا ہے، اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔

﴿بحث دوم﴾

﴿بیعت کا ثبوت احادیث صحیحہ کی روشنی میں﴾
میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں کہ بیعت کا ثبوت رسول اللہ ﷺ سے تحف بالقرآن مسلسل

بالائمة الحفاظ المتقنين کے ساتھ ثابت ہے۔ جس طرح ہمارے روحانی پیشوا سراج الاولیاء
 سیدنا وسیدنا عبدالغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ (جوسید و غوث اور صاحب سوات کے نام سے
 مشہور ہیں) جو بالیقین اپنے زمانہ کے امام اور حافظ متقن اور معتد علیہ تھے، صحیح العقیدہ مسلمانوں
 میں اسی طرح ایک ہی زمانہ میں سلسلہ قادریہ ہو، نقشبندیہ ہو، چشتیہ ہو، یا سہروردیہ کے متعدد
 پیر تھے اور ہیں، اور یہ نسبت نبی کریم ﷺ تک یدابید (ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ تک) پہنچی
 ہے، تو خوب واضح ہوا کہ نقل اس حدیث مبارک (بیعت) کا حدیث بالقرآن مسلسل بالائمة
 الحفاظ المتقنین ہم تک پہنچا ہے، اور حدیث رسول ﷺ جو تحف بالقرآن مسلسل بالائمة الحفاظ
 المتقنین ہو تو وہ علم یقینی کو مفید ہے۔ سو معلوم ہوا کہ یہ حدیث خبر متواتر ہے۔

(۱) وقد يقع فيها ما يفيد العلم النظري بالقرآن على المختار (الی قولہ)
 مختار قول یہ ہے کہ حدیث تحف بالقرآن علم نظری کو مفید ہے۔

(۲) والخبر المحتف بالقرآن انواع منها ما اخرجہ الشيخان في صحيحيهما مما لم
 يبلغ حد التواتر (الی قولہ) ومنها المشهور اذا كانت له طرق مباحنة سالمة من ضعف
 الرواة والعلل (الی قولہ) ومنها المسلسل بالائمة الحفاظ المتقنين حيث لا يكون
 غريبا كالحدیث الذی یرویه احمد ابن حنبل مثلاً ویشار کہ فیہ غیرہ عن الشافعی
 ویشار کہ غیرہ عن مالک ابن انس فانہ یفید العلم عند سامعہ بالاستدلال من جهة
 جلاله رواته. وانه فيهم من الصفات اللائقة الموجبة للقبول ما يقوم مقام العدد
 الكثير من غيرهم ولا يتشكك من له ادنى ممارسة بالعلم واخبار الناس ان مالكا
 لو شافه بخير لعلم انه صادق فيه. فاذا انضاف اليه ايضا من هوفى تلك الدرجة
 ازداد (الحدیث) قوة وبعد عما يخشى عليه من السهو. وهذه الثلاثة التي
 ذكرها لا يحصل العلم لصدق الخبر منها. الال للعالم بالحدیث (اصوله وفروعه
 المتبحر فيه العارف باحوال الرواة (على الكمال) المطلع على العلل القادحة
 وكون غيره لا يحصل له العلم بصدق ذلك لقصوره عن الاوصاف المذكورة
 لا ينفي حصول العلم للمتبحر المذكور. نخبه الفكر ونزهة النظر: ص: ۲۱
 ترجمہ: وہ خبر جس کے ساتھ قرآن منظم ہوتے ہیں، کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) وہ خبر غیر متواتر جس کی تخریج شیخین (امام بخاری و امام مسلم) نے بالاتفاق کی ہے، اس خبر کے ساتھ چند قرائن منضم ہوتے ہیں۔

(۲) وہ حدیث جس کے متعدد اسانید مختلف طرق سے ثابت ہوں اور وہ اسانید ضعف اور علل سے محفوظ ہوں (حضرت ابو منصور بغدادی اور حضرت ابوبکر بن فورک رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث بھی مفید علم نظری ہوتی ہے۔ مترجم۔)

(۳) وہ حدیث جو غریب نہ ہو، اور جس کے سلسلہ سند میں تمام رواۃ ائمہ حفاظ ہوں، مثلاً ایک حدیث کی روایت امام احمد بن حنبل نے ایک اور شخص کے ساتھ امام شافعی سے کی۔ پھر امام شافعی نے ایک اور شخص کے ساتھ امام مالک سے اس کی روایت کی، بے شک یہ حدیث بھی مفید علم نظری ہوگی۔ اس لئے کہ ان روایات میں ایسے اوصاف قابل قبول موجود ہیں، جن کے سبب سے یہ راوی جم غفیر کے قائم مقام ہو سکتے ہیں، جس شخص کو فن حدیث میں تھوڑی سی بھی واقفیت ہے، اگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بالفرض دو ہزار کوئی خبر دی تو کبھی وہ اس خبر کی صداقت میں شک نہیں کرے گا البتہ احتمال سہو کا باقی رہتا ہے۔ مگر جب ان کے ساتھ ان کے ہم پلہ شخص روایت میں شریک ہو گیا تو یہ (سہو و ابہام) بھی رفع ہو جائے گا۔

(کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی حدیث میں تینوں قرائن مجتمع ہو جاتے ہیں، پھر تو اس کے مفید علم نظری ہونے میں کچھ بھی شبہ باقی نہیں رہتا۔۔۔ مترجم)

البتہ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اخبار تلاش مع قرآن مفید علم نظری تو ہوتے ہیں، مگر اسی شخص کو جسے فن حدیث میں تجربہ ہو اور وہ روایت کے حالات سے واقفیت رکھتا ہو اور علل قاعدہ کو بھی جانتا ہو، باقی جو شخص ان امور سے نااہل ہو اس کے لئے اخبار مذکورہ مع قرآن مفید علم نظری نہیں ہو سکتیں۔

(۱) حدیث اول ----- ثبوت بیعت میں

عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت كان رسول الله ﷺ يبايع النساء بالكلام بهذه الآية (لا يشركن بالله شيئاً) قالت وما مضت يد رسول الله ﷺ إلا امرأة يملكها

عن محمد بن المنكدر عن اميمة قالت اتيت النبي ﷺ لأبایعه فقال انی لست اصافح النساء (ای الاجنبیات)۔ وروی احمد عن ابن عمر انه ﷺ كان لا یصافح النساء فی البیعة (ای فی بیعة النساء) التي یتضمنها قوله تعالى یا ایها النبی اذا جاءک المؤمنات یتبایعنک۔ شرح القاری للفقہ الاکبر: ص: ۱۱۰، نسائی جلد ۲ ص: ۱۶۲

ترجمہ: محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ حضرت امیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس (یہ نیت لے کر) حاضر ہوئی کہ آپ ﷺ سے ہاتھ ملا کر بیعت کروں (جس طرح مردوں کے رائج تھا) مگر حضور پر نور ﷺ نے فرمایا کہ میں عورتوں (کسی اجنبیہ) سے ہاتھ نہیں ملاتا۔

سیدنا احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس روایت کرتے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ نے عورتوں سے بیعت لیتے وقت کبھی ہاتھ نہیں ملا یا وہ بیعت جو آیت مذکورہ یعنی یا ایها النبی اذا جاءک۔ الی آخرہ۔ کو متضمن ہے۔

﴿ (۵) پانچویں حدیث شریف ﴾

عن عروۃ ان عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا خبرتہ عن بیعة النساء قالت مامس رسول اللہ ﷺ بیدہ امراة قط الا ان یاخذ علیہا فاذا اخذ علیہا فاعطتہ قال اذہبی فقد بايعتک۔ رواہ مسلم جلد ۲ ص ۱۳۱۔ احکام القرآن جلد ۳ ص ۵۳۷۔ حضرت عروۃ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کا خواتین سے بیعت لینے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ (بوقت بیعت) نبی کریم ﷺ نے کسی عورت کا ہاتھ نہ چھوا، سوائے اسکے کہ حضور پر نور ﷺ ان سے عہد و پیمان لیتے، جب (کسی عورت سے) عہد و پیمان لے لیتے تو فرماتے، اب چلی جاؤ، میں نے تم سے بیعت لے لی۔

﴿ حضرت امام نووی رحمۃ اللہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ﴾ قال النووی هذا الاستثناء منقطع وتقديره الكلام مامس امرأة لكن ياخذ عليها البيعة بالكلام فاذا اخذها بالكلام قال اذہبی فقد بايعتک هذا التقدير مصرح به فی الروایة الاولى ولا بد منه۔ (نووی مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۳۱۔ احکام القرآن جلد ۳ ص ۵۳۷)

کہ اس حدیث میں جو استثناء آیا ہے، وہ استثنا منقطع ہے، (متصل نہیں) سو اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے کبھی کسی (اجنبی) عورت کو نہ چھوا، بلکہ بیعت لیتے وقت صرف زبانی عہد و پیمان لیا کرتے۔۔۔ پھر فرماتے کہ اب جاؤ میں نے تم سے بیعت لے لی۔

﴿چٹھی حدیث بیعت کے ثبوت پر﴾

عن ام عطية قالت بايعنا رسول الله ﷺ فقراً لا يشر كن بالله شيئاً ونهانا عن النياحة فقبضت امرأة منا يدها فقالت فلانة اسعدتني فانا اريد ان اجزيها فلم يقل شيئاً فانطلقت ثم رجعت فبايعها. (بخاری جلد ۲، صفحہ: ۱۰۷۱، خازن: جلد ۵ ص: ۳۶۰، معالم: جلد ۷ ص: ۶۹)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت لی (بیعت لیتے وقت) حضور نبی کریم ﷺ نے یہ آیت مبارک پڑھی۔ لا یشر کن باللہ شیئاً۔ اور ہمیں نوحہ کرنے سے منع فرمایا تو ہم میں سے ایک عورت نے یہ کہہ کر ہاتھ واپس کھینچ لیا کہ (زمانہ جہالت میں) ایک عورت نے میرے ساتھ اسعاد کیا ہے (اسعاد کا مطلب ہے میت کے گھر والوں کے ساتھ چیخنے چلانے میں مدد دینا) میں چاہتی ہوں کہ اس کا بدلہ اتار دوں حضور نبی کریم ﷺ نے (یہ کلمات سن کر) خاموشی اختیار فرمائی (مگر یہ خاموشی اسعاد کے جواز کے لئے نہ تھا، سوائے شفقت امت کے) اور وہ عورت چلی گئی حتیٰ کہ پھر لوٹ آئی اور نبی کریم ﷺ سے بیعت لی۔

﴿ساتویں حدیث ثبوت بیعت پر﴾

عن انس ان رسول الله ﷺ اخذ على النساء حين بايعهن ان لا ينحنن فقلت يا رسول الله ﷺ! نساء اسعدتنا في الجاهلية فנסعدهن فقال رسول الله ﷺ لا اسعاد في الاسلام. رواه نسائي: جلد ۲، صفحہ: ۱۶۳۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت عورتوں سے بیعت لے رہے تھے تاویہ عہد و پیمان بھی لیا (کہ تم ۱۰ نوحہ نہ کرو گی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ زمانہ جاہلیت میں ایسی خواتین تھیں، جنہوں نے ہمارے میتوں پر ہمارے ساتھ نوحہ میں ہماری امداد کی تھی (نوحہ، میت پر رونا چیخنا چلانا) سو ہم چاہتے ہیں کہ ان کا یہ بدلہ اتار دیں۔ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا (خبردار) اسلام میں اسعاد نہیں۔

﴿آٹھویں حدیث بیعت کے ثبوت پر﴾

عن اسید ابن ابی اسید عن امرأة من المبیعات قالت کان فیما اخذ علینا رسول اللہ ﷺ ان لانبصیہ فیہ ان لاتخمش وجہا ولا ندعوا ویلا ولا نشق جیباً ولا نشر شعراً ابو داؤد جلد ۲، صفحہ ۹۱، خازن جلد ۳، صفحہ ۲۶۱

حضرت اسید بن ابی اسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک خاتون جسے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی، نے کہا، رسول اللہ ﷺ نے ہم سے جو عہد و پیمان لیا تھا، وہ یہ تھا کہ ہم اشیاء معصودہ (جن کا عہد لیا گیا میں سے یہ بھی تھا) کہ ہم رسول کریم ﷺ کی نافرمانی نہیں کریں گی، اور (کسی مصیبت کے وقت) واویلا نہیں کریں گی، اور اپنے گریبان چاک نہیں کریں گی اور نہ ہی (مصیبت کے وقت) اپنے بال بکھیریں گی۔

﴿نویں حدیث بیعت کے ثبوت پر﴾

عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ يَقُولُ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَنَحْنُ فِي مَجْلِسٍ تَبَاعُونِي عَلَى أَنْ لَا تَشْرَكَوَا بِاللَّهِ شَيْئاً وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَنْزِنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِبَهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوَانِي فِي مَعْرُوفٍ فَمِنْ وَفِي مِنْكُمْ فَاجِرُهُ عَلَى اللَّهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئاً فَعُوقِبَ بِهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئاً فَسُتِرَ لَهُ اللَّهُ فَاْمَرَهُ إِلَى اللَّهِ أَنْ شَاءَ عَاقِبَهُ وَأَنْ شَاءَ عَفَى عَنْهُ فَبَاعِنَاهُ عَلَى ذَلِكَ. رواه البخاری جلد ۲، صفحہ ۱۰۷۱، جمل جلد ۳، ص ۳۳۲، نسائی جلد ۲، صفحہ ۱۱۲۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مجلس میں ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے اس بات پر بیعت کر لو کہ تم اللہ تعالیٰ ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھراؤ گے، چوری نہیں کرو گے، زنا نہیں کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے، الزام تراشی سے باز رہو گے، نیک کاموں میں میری نافرمانی نہیں کرو گے، سو جس نے اس عہد و پیمان کو پورا کیا اس کو اللہ تعالیٰ اجر دے گا اور اگر کسی سے امر بیعت میں خطا ہو گئی اور دنیا میں اسے سزا ملی تو یہی اس کا کفارہ بن جائے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اسکی پردہ پوشی فرمائی تو پس اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، چاہے تو عذاب دے چاہے تو معاف فرمادے۔ سو ہم نے رسول اللہ ﷺ کی شرائط مذکورہ پر بیعت کر لی۔

﴿دسویں حدیث بیعت کے ثبوت پر﴾

عَنْ عِبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ بَايَعَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ
وَالْمُنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَالْآثَرَةِ عَلَيْنَا وَإِنْ لَانْزَاعُ الْأَمْرِ أَهْلَهُ۔ (نسائی جلد ۲ صفحہ ۱۶۳ -
اثبات البيعة ص ۲۰)

حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی
بیعت کی، ان باتوں پر کہ، خوشی ہو یا غم، تنگ دقت ہو یا فراخی، ہم آزاد ہوں یا مجبور ہمیشہ آپ
ﷺ کے ارشادات کو سنیں گے، اور عمل کریں گے، نیز ہم کسی بھی شخص کو اس کے منصب
سے نہیں ہٹائیں گے، جو اس منصب کا اہل ہو۔

حضرت شداد بن اوس اور عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔
قَالَا كُنَا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ هَلْ فِيكُمْ غَرِيبٌ (یعنی اہل الكتاب) قُلْنَا لَا
يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَمَرَ بِغُلُقِ الْبَابِ فَقَالَ ارْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ فَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
فَرَفَعْنَا أَيْدِيَنَا سَاعَةً ثُمَّ وَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَهُ ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ. اللَّهُمَّ أَنْكَ
بِعَثْنِي بِهَذِهِ الْكَلِمَةِ وَأَمَرْتَنِي بِهَا وَوَعَدْتَنِي عَلَيْهَا الْجَنَّةَ أَنْكَ لَا تَخْلِفُ الْمِيعَادَ ثُمَّ قَالَ
ابْشُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفَرَ لَكُمْ.....

ان دونوں نے کہا کہ ایک روز ہم بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر تھے، کہ حضور ﷺ نے
دریافت فرمایا۔ تم میں کوئی بے گانہ (اہل کتاب) تو نہیں، ہم نے نفی میں جواب دیا ارشاد فرمایا،
دروازہ بند کرو اور اپنے ہاتھ بلند کرو اور کہو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ایک گھڑی ہم نے اپنے
ہاتھوں کو بلند رکھا پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک نیچے فرمایا۔ اور گویا ہوئے۔ الحمد للہ
اے اللہ تو نے مجھے اس کلمہ کیساتھ مبعوث فرمایا اور اس کلمہ کا حکم دیا اور میرے ساتھ وعدہ
فرمایا کہ جو اس کلمہ پر پکا رہے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور تو اپنے وعدہ کے خلاف نہیں
کرتا پھر فرمایا اے فرزندان اسلام، تمہیں خوشخبری ہو، اللہ تعالیٰ نے تم سب کو معاف
فرمادیا ہے۔ (بحوالہ ضیاء القرآن، تعلیق، مترجم)

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

لا اله الا الله محمد رسول الله ﷺ

لا اله الا الله محمد رسول الله ﷺ

لا اله الا الله محمد رسول الله ﷺ

..... بحث سوئم

﴿بیعت کا ثبوت اجماع امت کی روشنی میں﴾

اعلم ان البيعة من سنن الانبياء عليهم السلام ومن الخلفاء الراشدين رضوان الله عليهم اجمعين الى يوم القيامة باق بلا نكير ولكن لا يجوز لاحد من العلماء والصلحاء والسادات في الخلافة والبيعة باختياره الا ان يكون له رخصة من الشيخ الذي هو ماذون ومرخص به للتحقيق كابر اعن كابر الى نبينا ﷺ ومن لم يبلغه الرخصة من مثل هذا الشيخ الذي ذكرنا فهو ضال ومضل وكان عاقبة امره بالكفر لانه مدعى كذاب ومفتوله على صاحب الشريعة بالحقيقة والافتراء على الله تعالى من محض الكفر . انتهى كلام السيد الجلال ثم تذكره الابرار ص ۸۳

﴿حضرت سید جلال و سیدنا اخون درويزہ بابار حمت اللہ علیہا فرماتے ہیں﴾

کہ بیعت انبیائے کرام علیہم السلام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت ہے

جو بلا تکلیف تا قیام قیامت باقی رہے گا۔ لیکن یاد رہے کہ علماء ہوں یا سادات یا صلحاء ہوں، بیعت و خلافت کے سلسلہ میں اپنے اختیارات کو استعمال نہیں کر سکتے، ہاں اگر وہ (تبصر فی العلم ہوں یا عالم ہوں مفسر و محدث ہوں) اور اپنے مرشد سے اجازت یافتہ ہوں یہاں تک کہ یہ نسبت حضور پر نور ﷺ تک پیدا ہو نہ پہنچی ہو (ایسا پیر طریقت کسی کو مرید بنا سکتا ہے اور جب مرید کمال کو پہنچے تو اگر مرشد چاہے تو اسے خلافت دینے کا مجاز ہوگا)

اگر وہ پیر شرائط مذکورہ (تبصر فی العلم نہ ہو، عالم نہ ہو،

مفسر قرآن نہ ہو، ماذون نہ ہو، مرخص نہ ہو) اور پھر بھی پیر بن جائے تو وہ خود بھی گمراہ ہے

اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے اور ایسے گمراہوں کا آخری انجام کفر پر ہوتا ہے، وہ شخص کذاب (جھوٹا) ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر افتراء (جھوٹ) پاندھنے والا ہے، اور جو بھی اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ پر بہتان پاندھتا ہو، وہ کافر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ پر افتراء پاندھنا کفر ہے

﴿تمام مفسرین کرام بیعت کے قائل ہیں﴾

(۲) قال المفسرون لما فتح رسول الله ﷺ مكة وفرغ من بيعة الرجال وهو على الصفاء اتته النساء يبایعنہ۔ تفسیر خازن، معالم، ابو السعود، مدارک، صاوی، جمل۔

تمام مفسرین لکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور پر نور ﷺ جب مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے، جب کہ آپ جبل صفا پر تھے۔ تو اسکے بعد خواتین کی بیعت کی طرف متوجہ ہوئے ﴿صاحب معالم التذیل فرماتے ہیں﴾

(۳) اذا بایعک علی هذه الشروط فبایعهن۔ (خازن جلد ۳ صفحہ ۲۶۱، معالم جلد ۲ صفحہ ۱۹) جب خواتین آپ سے شرائط مذکورہ بالا (شرک باللہ نہ کرنا، مصیبت کے وقت گریبان چاک نہ کرنا، وغیرہ) پر آپ ﷺ کی بیعت کرنا چاہیں، سو ان سے بیعت لو۔۔

﴿صاحب تفسیر جمل اور صاحب قرطبی فرماتے ہیں﴾

(۴) قال عبادة ابن الصامت اخذ علينا رسول الله ﷺ كما اخذ على النساء ان لا تشركوا بالله شيئا۔ (قرطبی ثم جمل: جلد ۴ صفحہ ۳۳۳)۔

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہم سے بھی انہی شرائط پر بیعت لی، جن شرائط پر خواتین سے بیعت لی۔

﴿سیدنا امام نووی کا حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے استدلال﴾

(۵) قول عائشة مامست يدر رسول الله ﷺ يد امرأة قط غير انه يبایعنہ بالكلام فيه ان بيعة النساء بالكلام من غير اخذ كف وفيه ان بيعة الرجال باخذ الكف مع الكلام۔ نووی: (جلد ۲ صفحہ ۱۳۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ (نے بیعت لیتے وقت) کبھی بھی کسی عورت کا ہاتھ نہ چھوا کیونکہ آپ ﷺ خواتین سے زبانی اقرار لے کر بغیر ہاتھ چھوئے بیعت

لیجے، البتہ مردوں سے ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت فرماتے تھے۔

﴿مفتی مکہ شریف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت﴾

(۶) الحاصل انها تريد ان مبايعه ﷺ مع النساء كانت بالكلام لا بوضع اليد اي ايديهن: مرقاة شرح مشکوٰۃ.

شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول (مامست) کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا خواتین سے بیعت کلامی (زبانی) ہوتی تھی، ان کے ہاتھوں میں (حضور پر نور ﷺ) نے کبھی ہاتھ مبارک نہ رکھا۔

﴿صاحب العوارف المعارف دوسری جگہ لکھتے ہیں﴾

(۷) سمعت كثير من المشايخ يقولون من لم مفلحا لا يفلح. عوارف المعارف. ص. ۱۴۰ میں نے بہت سارے مشائخ سے سنا ہے کہ جس نے رسول کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق (علم، عمل، میں دیکھ بھال کر) کامیاب شخص (شیخ فی الطريقة) سے بیعت نہ کی وہ شخص کبھی کامیاب نہ ہوگا۔

(۸) روى عن ابى يزيد انه قال من لم يكن له استاذ فامامه الشيطان. ابویزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ جس کا استاد (شیخ شریعت و طریقت) نہ ہو، اس کا پیشوا (پیر) شیطان ہے۔ عوارف المعارف، ورسالہ الامام القشیری: ص. ۱۴۰.



(۹) قوله قد بايعتك كلاما اي بقول و كان ذلك كلاما فقط لا مصافحة باليد كما جرت العادة بمصافحة الرجال عند المبايعه. (فتح الباری، وارشاد الساری)



حضور نبی کریم ﷺ کا خواتین سے یہ فرمانا قد بايعتك کلاما، اے خاتون میں نے تجھ سے کلاما بیعت لے لی، یعنی یہ بیعت قولی (زبانی) ہوا کرتی تھی، نہ کہ مصافحہ کیساتھ، حضور نبی

کریم ﷺ خواتین سے بیعت لیتے وقت ہاتھ نہ ملاتے تھے، جس طرح مردوں سے بیعت لیتے وقت مردوں سے ہاتھ ملا کر بیعت کی عادت شریفہ تھی۔۔



(۱۰) فعل ذالک رسول اللہ ﷺ ولم یصافح واحدة منهن هذا هو الصحيح (صاوی: جلد ۲، صفحہ ۱۹۹)

رسول اللہ ﷺ نے شرائط مذکورہ کے ساتھ خواتین سے بیعت لی، مگر اس بیعت کا طریقہ صرف قولی (زبانی) تھا ان خواتین میں سے کسی ایک سے بھی رسول اللہ ﷺ نے مصافحہ نہ فرمایا بحمدہ تعالیٰ میں نے مذکورہ بالا تمام دلائل سے ثابت کیا کہ بیعت سنت ہے بدعت نہیں

هذا وماتو فيقى الا بالله العلي العظيم

صنفه وحرره

مفتی شائستہ گل (رحمت اللہ علیہ)

مہتمم دارالعلوم محمدیہ سنہ حنفیہ متہ مردان۔ پشاور

www.nafesislam.com

صوبہ سرحد



از تہجد فکر، محمد عبد العظیم القادری، ہفتہ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۳

بیعت رضوان ہو یا بیعت تقویٰ

دے دیا محبوب کورب نے فتح میں

بیعت پہ لکھی آپؐ نے کتاب لکی حسین

موتی پرودے ہیں جواہر ہیں بالیقین

مفتی سرحد تیری عظمت کو ہو سلام

سیت ہی عقیدت ہے ہر جا ہے یہ کلام

محمد علیؑ بابا متہ شریف والے

دامن کو بھر گئے ہیں صابر ہے یہ حزیں

ہے کرم اللہ کا صدقہ ہے غوثؒ کا

رہنمائے قافلہ، ہیں سید کبیر الدینؒ

عبد العظیم خادم اللہ کا شاکر

بابا شائستہ گلؒ ہیں حُجَّةُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ



از نتیجہ فکر، محمد عبدالعلیم القادری، ہفتہ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۴

کتاب میں مرشد کے شرائط ہوئے عیاں

بیعت کے طریقے اور شرائط ہوئے بیاں

بیعت میں ہے یہ شرط مُرَشِدٌ هُوَ مُنَظَرٌ

مُحَدِّثٌ بھی ہو عَالِمٌ بھی مُفَسِّرُ قرآن

پیر ہو مَا ذُوْنِ تَسْلُسٍ اِلٰی النَّبِیِّ ﷺ

قانع و صابر ہو مثل حبیبِ عجمی

مرشد میں گر شرائط مذکور مَعْدُوْمٌ ہوں

وہ ضال ہے مُعِلٌّ ہے وہ پیر، اَرْمَغَانُ

قادری ہوں میں لَا رَيْبُ اللہ کے کرم سے

ہاتھوں میں میرے دامن عبدالقادر میرا

والد ہی مربی ہیں مرشد ہیں باکمال

مشغلہ ہے میرا درس، توافکار میں قرآن

عبدالعلیم خادمِ حنفی ہے یا کریم

زائرِ کعبہ ہے، مدینہ ہے میری جاں

کردے عطایارب ہمیں جنان میں مقام

نجات دے مسلم کو از حُفْرَةِ نِیْوَانِ



﴿نذرِ اولیاء اللہ کا ثبوت﴾

مصنف

مفتی شائستہ گل قادری

مفتی اعظم سرحد زبدۃ العارفین حضرت علامہ حجت الاسلام

محمد عبدالعلیم قادری

مترجم :

دارالعلوم قادریہ سبحانیہ

ناظم اعلیٰ :

WWW.NAFSEISLAM.COM

﴿ناشر﴾ مفتی اعظم سرحد اکیڈمی العالمی،

شاہ فیصل کالونی 5 کراچی 25 پاکستان

فون! 03332108534

﴿نذرِ اولیاء اللہ کا ثبوت﴾

بزرگوں کیلئے جو نذرمانی جاتی ہے اسکی حقیقت

(۱) نذر بزرگان کہ برائے قضائے حوائج معمول و مرسوم است حقیقت آں نذر آنست کہ اهداء ثواب طعام و انفاق و بذل مال بروح میت کہ امریت مسنون، از روئے احادیث صحیحہ ثابت است، مثل آنچه در بخاری و مسلم از حال سعد و غیرہ آں۔ الفوائد البرہانیہ للحاج رفیع الدین المراد آبادی۔ ترجمہ بدور السافرہ، مصنفہ، جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔

☆۔ حاجت روائی کیلئے بزرگوں کیلئے جو نذرمانی جاتی ہے (مسلمانوں کا) معمول رہا ہے اور (مسلمانوں) میں رائج ہے، اس نذر کی حقیقت یہ ہے، کہ کھانے اور مال خرچ کرنے کا ہدیہ میت کی روح کو پیش کرنا ہے، یہ مسنون کام ہے، صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ جیسا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ و دیگر (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے حالات بخاری و مسلم شریف میں موجود ہیں۔

﴿شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

(۲) حقیقت ایں نذر آنست کہ اهداء ثواب طعام و انفاق و بذل مال بروح میت کہ امر مسنون و از روئے احادیث صحیحہ ثابت است مثل ما وَرَدَ فِی الصَّحِیحِیْنِ مِنْ حَالِ اُمِّ سَعْدٍ و غیرہ ایں نذر متلزم میشود، پس حال ایں نذر آنست کہ مثلاً اہـاء هذا القدر السی روح فلان، و ذکر ولی برائے تعین عمل منذ و راست، نہ برائے مصرف، و مصرف ایں نذر نزد ایشاں متوسلاں آل ولی میباشند از اقارب و خدمہ، و ہم طریقاں و امثال ذلک و ہمیں است مقصد نذر کنندگان بلاشبہ و حکمہ انہ صحیح یجب الوفاء بہ لانه قربۃ معتبرۃ فی الشرع، شاہ ولی اللہ، ختم اعلاء الکلمۃ اللہ (62) و فتاویٰ عزیز یہ (128)

☆۔ اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ ناذر کھانے پینے و انفاق اور مال و دولت خرچ کرنے کا ثواب میت کی روح کو ہدیہ کرتا ہے یہ عمل مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسا کہ صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا کے واقعات موجود ہیں، ایسی نذر، کا پورا کرنا نذر ماننے والے پر لازم ہے۔

(اس نذری توضیح و تشریح یہ ہے) کہ جو چیز نذر کیلئے متعین کی ہے اس متعین کردہ مقدار کا ثواب فلاں شخص کی روح کو ہدیہ ہے، (رہا ولی کا ذکر) سو ولی کا ذکر اس لئے ہوتا ہے کہ نذر کیلئے نذرمانی ہوئی چیز کے عمل کا تعین ہو سکے نہ کہ مصرف کیلئے، نذرمانے والوں کے نزدیک اس نذر کا مصرف اس ولی کے متولین (پروکار و احباء) مثلاً ان کے قریبی لوگ اور خدام اور ہم مشرب لوگ ہیں، بلاشبہ نذرمانے والوں کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے (کہ ان اولیاء کے ارواح کو ثواب پہنچے اسکے) سوا اور کچھ نہیں ہوتا، سو اس نذر کا حکم یہ ہے کہ یہ نذر بالکل صحیح ہے، ناذر پر اس کا پورا کرنا واجب ہے اس لئے کہ یہ ایک ایسا کارِ ثواب ہے جو شریعتِ مطہرہ میں معتبر ہے۔

☆.. (۳) در جانور منذور للاولیاء مقصود تقرب بذبح آنست بایں طرق کہ ثواب خوردن گوشت مذبوح بروح آن بزرگ رسانیدہ شود پس حلال است و ہمیں معنی راناذرین برائے اہل اللہ مراد میدارند کما صرح بہ ولی اللہ الاعلاء (۱۱)

﴿شاہ ولی اللہ دہلوی رحمت اللہ علیہ نے الاعلاء میں تصریح فرمائی﴾

اولیاء اللہ کے لئے نذرمانے ہوئے جانوروں کے ذبح سے تقرب بایں معنی ہے کہ ذبح کے گوشت کھلانے کا ثواب بزرگ کی روح کو بخشا جائے، اولیاء اللہ کیلئے نذرمانے والوں کا مقصود و مطلوب یہی معنی ہوتا ہے، سو اس جانور کا گوشت حلال ہے۔

﴿نذر اولیاء کی وجوہات﴾

وجہ اول یہ ہے

(۱) ومن ههنا (ای عبارت الہدایۃ الاتیۃ) اعلم ان البقرة المنذورة للاولیاء کما هو الرسم فی زماننا حلال طیب لانہ لم یدکر اسم غیر اللہ علیہا وقت الذبح وان کانوا ینذرونها. تفسیر احمدی (۴۲)

﴿صاحب تفسیر احمدی فرماتے ہیں﴾

یہاں (یعنی ہدایہ کی مندرجہ ذیل عبارت) سے معلوم ہوا کہ وہ بچھڑا جو اولیاء اللہ کیلئے نذر مانا گیا ہے جیسے کہ ہمارے زمانے میں رائج ہے اور لوگ نذرمانتے ہیں (یہ) حلال اور پاکیزہ ہے، اس لئے کہ ذبح کرنے والا بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی اور کا نام نہیں لیتا (بلکہ اللہ کا نام لیتا ہے، بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرتا ہے سو اس کا گوشت حلال و طیب ہے)

﴿وجہ دوم یہ ہے﴾

(۲) وفي باب الصيد. المنية. انه لا يكره ولا يكفر به لانا لانسي الظن بالمسلم انه يتقرب الى الادمي بهذا النحو ونحوه في شرح عن الزخيرة. فتاوى عزيزه جلد ۱ (22) ودرمختار اور منية کے باب الصيد میں ہے کہ نذرمان کرذبح کرنا مکروہ نہیں اور اس کی وجہ سے نذر ماننے والے کو کافر نہیں کہا جاسکتا اس لئے کہ ہم مسلمان کے بارے میں ایسی بدگمانی نہیں کر سکتے کہ وہ اس عمل کے ذریعے کسی ولی کا تقرب (یعنی عبادۃ) کر رہا ہے (بلکہ اس کا مقصد صرف ایصالِ ثواب ہے) اسی طرح بروایہ ذخیرہ، درمختار، فتاویٰ عزیز یہ میں مذکور ہے۔

﴿وجہ سوم یہ ہے﴾

کہ ان دونوں عبارات سے اس شخص کی فضیلت ثابت ہوتی ہے جس نے خالصتاً اللہ، اللہ تعالیٰ کے نام پر اپنے نذر مانے ہوئے جانور کو صرف اس غرض سے ذبح کیا کہ اس کا ثواب سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء یا ولی اللہ کی روح کو بخشے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے خود ہی ارشاد فرمایا ہے انما الاعمال بالنیات (اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے) سو یہ نیت یقیناً صحیح اور درست ہے، لہذا خوب ظاہر ہوا کہ یہ نذر صحیح و درست ہے۔ جبکہ مہمانوں کی مہمانوازی اور عزت افزائی کی نیت سے بھی جانور ذبح کئے جاسکتے ہیں مہمانوں کی عزت افزائی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی عزت ہے (کیونکہ اللہ کی مخلوق کی عزت و احترام سے اللہ تعالیٰ راضی اور خوش ہوتا ہے)

☆۔۔ میں کہتا ہوں کہ عام مخلوق کی نسبت اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی عزت افزائی بطریق اولیٰ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا سبب ہے۔

﴿وجہ چہارم یہ ہے﴾

(۳) قال البزازی ومن ظن انه (ای الذبح للضيف) لا یحد لانه ذبح لاکرام ابن ادم فیکون اهل به لغير الله تعالى فقد خالف القرآن والحديث والعقل فانه لا ريب ان القصاب یدبح للربح ولوعلم انه ینجس لا یدبح فیلزم هذا الجاهل ان لا یأکل ما ذبحه القصاب وما ذبح للولائم والاعراس والعقیقة. ردالمحتار علامہ بزازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ مہمانوں کے لئے ذبح کرنا

حلال نہیں ہے (اگر کسی نے مہمان کیلئے ذبح کیا) سو یہ ذبیحہ (اہل بہ لغیر اللہ) کے حکم میں داخل ہوا۔

(علامہ بزاز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، مسلمان کے بارے میں) ایسا گمان کرنے والا قرآن کریم اور احادیث مبارکہ اور عقل سلیم کی مخالفت کرنے والا ہے، اس لئے کہ قصائی جب جانور ذبح کرتا ہے تو صرف نفع کمانے کی غرض سے ذبح کرتا ہے اگر اسے معلوم ہو جائے کہ اسے اس میں نقصان ہوگا تو ہرگز ذبح نہ کرے گا، تو اس جاہل (منکر نذر و نیاز) کیلئے ضروری ہے، کہ قصائی کے ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت نہ کھائے (کیونکہ اس نے خالصتاً لوجہ اللہ تو ذبح کیا نہیں سوائے اپنی منفعت کے) نیز اس جاہل (منکر نذر و نیاز) کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ شادی، ولیمہ، اور عقیقہ، وغیرہ کے مواقع پر ذبح کئے جانے جانوروں کا گوشت بھی نہ کھائے۔

☆۔ ثابت ہوا کہ نذر مانا ہوا جانور جو ولی اللہ کے روح کے ایصالِ ثواب کی نیت سے اللہ جل جلالہ کا نام لیکر ذبح کیا ہو ما اہل بہ لغیر اللہ کے حکم میں داخل نہیں جو شخص اس ذبیحہ کو اس حکم میں شمار کرے گایا کفر و شرک کہے گا وہ شخص از روئے کتاب و احادیث، جاہل و بے عقل ہے (فالوہابیون کلہم جاہلون) چونکہ وہابی اسے حرام کفر و شرک کہتے ہیں اور ایسے جانور کے گوشت کو ما اہل بہ لغیر اللہ کے حکم میں داخل کرتے ہیں سو یقیناً وہابیہ تمام کے تمام جاہل ہیں۔

﴿وجہ پنجم یہ ہے﴾

کہ مہمانوں کیلئے جانور ذبح کرنا کارِ ثواب ہے

(۵) عن جابر ابن عبد اللہ قال قال رسول اللہ ﷺ من ذبح لضیفہ کانت فدانہ من النار رواہ الحاکم۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اپنے مہمان کیلئے جانور ذبح کرے گا تو وہ (ذبیحہ) اسکے لئے جہنم سے بچاؤ کاندیہ ہوگا اس حدیث کو حاکم نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے اس حدیث سے ہمارے نظریہ کی پوری پوری تائید ہوتی ہے۔ صاحب در مختار لکھتے ہیں اگر مہمان کیلئے جانور ذبح کیا جائے تو یہ اسکا اکرام ہے۔ ولو ذبح للضيف لا يحرم لانه سنة الخليل عليه السلام و اکرام الضيف اکرام الله۔ در مختار

☆۔۔۔ ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ مہمان کیلئے جانور ذبح کرنے سے اجڑتا ہے اور وہ جہنم سے بچنے کا ذریعہ بنتا ہے نہ کوئی حرمت اور نہ کوئی کفر تو پھر اللہ کے نام پر ذبح کر کے اگر اس کا ثواب اولیاء اللہ کو بخشا جائے تو (یہ نذر) کیونکر حرام و شرک ہوگا۔

﴿وجہ ششم یہ ہے﴾

وہ جانور جو اللہ تعالیٰ کے نام پر کسی ولی کے ایصال ثواب کیلئے ذبح کیا جائے اور معتزین اعتراض کرتے ہیں کہ یہ حرام ہے اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ شامی فرماتے ہیں (۶) قال العلامة الشامی فی ذیل قول در المختار لانسیی الظن بالمسلم انه یتقرب الی اللہ بھذا النحو (الی آخرہ) ای علی وجہ العبادۃ لانہ مکفر وھذا بعید من حال المسلم۔ رد المحتار

علامہ شامی در مختار کی عبارت (لانسیی الظن بالمسلم انه یتقرب الی اللہ) ہم کسی مسلمان کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں کر سکتے کہ بندہ مسلم اس طرح کسی انسان کا تقرب حاصل کرتا ہے) کے تحت لکھتے ہیں کہ تقرب کا معنی علی وجہ العبادۃ ہے (یعنی مسلمان جب کسی ولی اللہ کے ایصال ثواب کیلئے ذبح کرتا ہے تو اس کا مقصود اس ذبح سے وہ تقرب نہیں ہوتا جو مفضی الی الکفر ہو۔ یعنی اس ذبیحہ سے اس مسلمان کی نیت اس ولی کی عبادت نہیں بلکہ صرف ایصال ثواب کیلئے صدقہ ہے) اس لئے کہ مسلمان کسی ولی کے عبادت کا قائل ہی نہیں ہے، یہ بات کہ کسی مسلمان کے ذہن میں (نعوذ باللہ یہ آئے کہ میں کسی ولی کی عبادت کرتا ہوں یہ) مسلمان کے حال سے کوہوں دور ہے (کیونکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت کا تصور بھی نہیں کرتا)

﴿وجہ ہفتم یہ ہے﴾

(۷) کہ مسلمان پر بعید از قیاس باتوں کی تہمت کو محمول کرنا قطعاً حرام ہے۔ اذکان لکلام المسلم محمل حسن فحملہ علی غیرہ حرام۔ الطریقۃ المحمدیۃ۔ طریقہ محمدیہ میں لکھا ہوا ہے کہ جب کسی مسلمان کے کلام کا بہتر محمل اور عمدہ مصداق بنتا ہو

توہری چیزوں پر محمول کرنا حرام ہے۔ اولیاء اللہ کی نذر و نیاز کیا ہے، صرف حصول برکت اور ایصالِ ثواب ہے، کسی ولی، غوث، قطب، یا کسی مخلوق کی عبادت و پرستش ہرگز مقصود نہیں ہوتی، ایسی صورت میں اولیاء اللہ کی نذر و نیاز کو کفر و شرک بتانا بالکل حرام ہے، بلکہ ایک مسلمان کو کافر و شرک بتانے کے مترادف ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے (العیاذ باللہ من الشیطن الرجیم) نذر اولیاء جائز حلال و طیب ہے۔

﴿وجہ ہشتم یہ ہے﴾

(۸) کہ نذر و نیاز کو حرام کہنا مسلمانوں پر بدگمانی ہے جبکہ سوء ظن سے بچنے کا حکم قرآن میں موجود ہے ﴿اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے﴾

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِفْكٌ﴾

اے ایمان والو! بہت گمان اور قیاس کرنے سے بچو کیونکہ بعض گمان (وقیاس) گناہ ہے (گمان) جیسے بعض لوگ نذر و نیاز کرنے والے مسلمانوں کے بارے میں غلط گمان کرتے ہیں (قیاس) جیسے مانعین نذر و نیاز کرنے والوں پر گناہ کفر و شرک کا قیاس کر کے خود گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں

﴿وجہ نہم یہ ہے﴾

(۹) جب تک کسی کام کی حرمت و ممانعت پر نص قطعی، علم یقینی نہ ہو اس وقت تک محض اپنے زعمِ باطل سے کسی پر برائی کا حکم لگانا تہمت و بہتان تراشی ہے، تہمت و بہتان تراشی حرام ہے، لہذا الزام تراشی و تہمت سے بچنا لازم ہے۔

تہمت و الزام تراشی و بدگمانی سے حضور پر نور ﷺ نے منع فرمایا

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ یا کم والظن فان الظن کاذب ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم لوگ گمان سے بچو کیونکہ محض گمان بدترین جھوٹ ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

عن اسماء بن زید قال قال رسول اللہ ﷺ افلا شققت عن قلبہ حتی اقالہا ام لا

تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا، تاکہ تمہیں یقین ہو جاتا کہ اس نے کلمہ شہادت دل سے پڑھا تھا یا جان بچانے کیلئے (یا صرف زبان سے پڑھا تھا) ان احادیث سے ثابت ہوا کہ محض گمان سے نہیں بلکہ یقین کامل سے حکم لگایا جاسکتا ہے، اور یہ بات اظہر من الشمس (سورج سے زیادہ روشن) ہے کہ نذر و نیاز کرنے والے وحدانیت ربانی، و رسالت رسول ﷺ انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت اور اولیاء اللہ کی کرامات پر ایمان و یقین رکھتے ہیں سو ایسے کامل مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی کر کے انہیں برا کہنا کافر و شرک ٹھہرانا کہاں کا انصاف و اسلام ہے۔

﴿عارف باللہ سیدی و سندی حضرت احمد زروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

انما ينشأ الظن الخبيث عن القلب الخبيث

بیشک خبیث گمان خبیث دل سے پیدا ہوتا ہے۔

نقلہ عبد الغنی النابلسی فی الحدیقة الندیة شرح الطريقة المحمدية

خوب واضح ہوا کہ نذر و اولیاء کا عقیدہ رکھنے اور اولیاء کے ارواح کے ایصال ثواب کیلئے نذر کرنیوالے مسلمانوں پر برا گمان کرنیوالوں کے دل خباثت سے بھرے ہوئے ہیں، انکے دل خبیث ہیں (العیاذ باللہ)

یہ کہنا (یعنی ہذا کبش لعبد القادر الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ مینڈھا سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا ہے) کو مجاز عقلی پر محمول کریں گے۔ جیسے کوئی کہے یہ مسجد کا تیل ہے، یا یہ فلاں کی مسجد ہے، یا یوں کہا اشاب الصغیر (اس نے بچے کو بڑا کیا) یا یوں کہا افنی الکبیر (اس نے بڑے کو فنی کیا) یا یوں کہا، کمر الغد (صبح کا وقت بار بار لوٹ آیا)۔ یا یوں کہا۔

مر العشی (شام کا وقت گزر گیا) یا یوں کہا، وابت الربیع البقل (موسم بہار نے سبزیاں اگائیں) یہ جتنی بھی چیزیں بطور مثال کے بیان کی گئیں ان سب میں اللہ تعالیٰ کے بجائے مخلوق کی طرف نسبت کی گئی ہے جسکے بارے میں علماء اصول نے لکھا کہ یہ اسناد مجاز عقلی ہے جس سے کفر و شرک لازم نہیں آتا۔ لہذا یہ کہنا کہ یہ بکرا حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ہے یہ بھی مجاز عقلی ہے اس طرح کہنا جائز ہے سو خوب واضح ہوا کہ نذر و اولیاء اللہ جائز و درست ہے۔

جو لوگ نذر و نیاز کو حرام یا ناجائز کہتے ہیں انکا قول باطل و مردود ہے
اس لئے کہ فی نفسہ نذر جائز ہے اور اسکا پورا کرنا نذر ماننے والے پر لازم ہے۔
دیکھئے فتاویٰ شبلی میں لکھا ہے

انه لوركب البحر ونذر على نفسه عموما وان وصلت الى البر سالما ان يقرب قربانا يلزمه
الوفاء به ولا يأكل منه ويتصدق به على الفقراء لا الاغنياء. حموى، فن ثالث ذبائح (۲۵۰)
اگر کوئی شخص سمندر میں سفر کرتے ہوئے منت (نذر) مانے کہ اگر میں صحیح و سالم کنارے پہنچا
تو (اللہ کے نام) جانور ذبح کروں گا، تو اس پر مانی ہوئی نذر پوری کرنا لازم ہے۔

﴿وجہ دہم یہ ہے﴾

(۱۰) حضرت شیخ رافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ذكر الشيخ الرافعي من اصحابنا هذا انما يذبحونه استبشارا بقدم السلطان وغيره فهو
كذبح العقيقة لولادة المولود ومثل هذا لايجزى فيه التحريم. فتاوى عزيزه، جلد ۱ (۲۴)
بادشاہوں و صاحب منصب کی آمد پر لوگ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے جانور ذبح کرتے ہیں سو
وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص بچے کی ولادت اور عقیقہ یا دیگر مواقع پر جانور ذبح کرتے ہیں
(اس کا حکم یہ ہے کہ) یہ حرام نہیں۔

﴿وجہ یازہم یہ ہے﴾

صاحب حموی لکھتے ہیں

(۱۱) حاصل الکلام فی هذه المسئلة ان الذبح المقترن بذکر اسم الله تعالى اذا كان
قبل قدوم قادم للضيافة او بعد قدومه ببرهة لذلك (ای للضيافة) فلا شبهة فی
جوازه اكل ذلك المذبوح واما اذا كان عند القدوم فان كان لقصد ذلك (ای
للضيافة) فالحكم ماذکر. حموی، فن الثانی ذبائح (۲۵۰)

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر کسی مہمان کے آنے سے پہلے یا مہمان کے آنے کے بعد اسکی
ضیافت کیلئے (کوئی جانور اس طرح) ذبح کیا جائے کہ بوقت ذبح اللہ کا نام لیا جائے تو اس
کھانا مستحب ہے۔ (دوسری صورت یہ ہے کہ) اگر عین آنے کے وقت اسکی مہمان نوازی
کیلئے ذبح کیا جائے تب بھی وہی حکم ہے جو (ہم نے ابھی) ذکر کیا۔

﴿وجہ دوازدہم یہ ہے﴾

(۱۲) مہانوں کی ضیافت کیلئے جانور ذبح کرنا سنت ابراہیمی ہے
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا ۖ قَالَ سَلَامٌ ۖ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ ۝ فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ۝ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۝ فَأَوْحَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۖ قَالُوا لَا تَخَفْ ۖ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ۝

پارہ 26 سورۃ الذاریات۔ آیت (24) (25) (26) (27) (28)

(اے محبوب ﷺ) کیا آئی آپکے پاس ابراہیم کے معزز مہانوں کی خبر جب وہ انکے پاس آئے پس کہا انہوں نے سلام (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا سلام (ہو تم پر) نا آشنا لوگ ہو پھر آئے (ابراہیم علیہ السلام) اپنے گھر والوں کی طرف پس لے آیا انکے پاس (بہترین بھنا ہوا) فریہ نچڑا۔ پھر (ابراہیم علیہ السلام) نے بھنا ہوا گوشت (انکے قریب رکھا) ابراہیم علیہ السلام نے کہا کیا تم کھاتے نہیں، سودل (میں) ان سے ڈرنے لگے (کہ یہ تو فرشتے ہیں کہیں اس قوم پر عذاب کیلئے بھیجے گئے ہوں) فرشتے بولے گھبرائیے نہیں (ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں) اور بشارت دی انہوں نے (ابراہیم علیہ السلام کو) ایک علم والے بیٹے کی۔
☆ دیکھا آپ نے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مہانوں کیلئے بچہ ذبح کیا اور گوشت بھون کر مہانوں کے سامنے پیش کیا،

معلوم ہوا کہ مہانوں کے اعزاز میں جانور ذبح کرنا سنت ابراہیم علیہ السلام ہے، جو ہماری شریعت میں بھی قابل عمل ہے (سوجب مہانوں کے اعزاز میں جانور ذبح کرنا جائز ہے تو اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور ولیوں کے ایصالِ ثواب کیلئے جانور ذبح کرنا کیونکر شرک و کفر ہو سکتا ہے نعوذ باللہ من ذلک)

﴿وجہ سیزدہم یہ ہے﴾

(۱۳) حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

السا کلنا بالظاہر لا بالباطن فاذا ذبحہ علی اسم اللہ وجب ان یحل ولا سبیل لنا الی الباطن

ہم ظاہری حالات کے مکلف ہیں نہ کہ باطنی حالات کے، سو جب جانور پر بوقت ذبح اللہ کا نام لیا گیا (ہم پر) واجب ہے کہ ہم ایسے (جانور کے گوشت کو) حلال کہیں (ہم باطنی احکام کے مکلف نہیں بنائے گئے ہم اسکے دل میں تو نہیں جھانک سکتے) کیونکہ باطن پر کوئی سبیل نہیں (تو جب ذبح کرنے والے نے بوقت ذبح اللہ کا نام لیا اور کسی کو اس کا ثواب بخشا تو ہم نے اسکے ظاہر کو دیکھنا ہے اور ظاہراً اس نے اللہ کا نام لیکر ذبح کیا ہے تو اب ذبح (ذبح کرنے والے) کو کیونکر کافر و مشرک کہا جائے)

﴿وجہ چہارم یہ ہے﴾

صاحب درمختار و صاحب فتاویٰ عزیز یہ لکھتے ہیں

(۱۴)

یا اللہ: انی نذرت لک ان شفیت مریضی او نحوہ ان اطعم الفقراء الذین باب السیدۃ النفسۃ او نحوہا و اشتري حصر لمسجدہا و زیتا یوقدہا و دراہم لمن یقوم بشعائرہا الی غیر ذلک مما یكون فیہ نفع للفقراء و النذر لله تعالیٰ و ذکر الشیخ انما ہو محل تصرف النذر لمستحقہ العاکفین برابطہ او مسجدہ او جامعہ فیجوز بہذا الاعتبار اذ مصرف النذر الفقراء و قد وجد المصروف و لایحل صرفہ الا الی الفقراء لا الی ذی علم لعلمہ و لا لذی نسب لنسبہ و لا لحاضری الشیخ الا ان یکون واحدا من الفقراء .
نہر الفائق و در مختار و الہندیہ و شرح العلامة القاسم للقدوری، ثم الفتاویٰ العزبۃ جلد ۳ (۱۰۷)



یا اللہ میں نے نذر تیرے لیے مانی ہے کہ اگر تو نے میرے مریض کو شفاء دی یا (میرا فلاں کام ہو گیا) وغیرہ، تو میں ان فقیروں کو جو سیدہ نفیسہ (سیدنا غوث اعظمؒ یا حضرت امام لیثؒ رضی اللہ عنہم اجمعین) کے آستانے پر رہتے ہیں یا ان کی مسجد کی چٹائیاں اور وہاں روشنی کیلئے تیل خریدوں گا یا اس شخص کو درہم (روپے) دوں گا جو اس مسجد کی اور شعائر اللہ کی خدمت پر مامور ہو یا اور ایسا کوئی کام (کروں گا) جس میں فقیروں کا فائدہ ہو (اگر کسی مسلمان نے ایسی نذر مان لی) تو یہ نذر اللہ ہی کیلئے ہے۔

(سوال تو پھر سیدہ نفیسہؒ یا دیگر اولیاء اللہ کا ذکر کیوں -

اسکا جواب دیتے ہوئے فقہاء لکھتے ہیں کہ شیخ کا ذکر تو صرف اس لیے ہے کہ نذر کے مال کا مصرف فقراء و مساکین ہیں، اور یہاں فقراء و مساکین جو ان کے آستانہ یا مسجد یا درگاہ میں رہتے ہیں موجود ہیں، اس نذر کا مصرف پایا گیا جو فقراء ہیں اور وہ موجود ہیں سو یہ نذر جائز ہے نذر کا مال فقیروں کے علاوہ کسی اور کو دینا جائز نہیں جب تک فقیر پایا جائے اسکے ہوتے ہوئے کسی عالم دین کو اسکی (شرافت) علمی کی وجہ سے نیز کسی رشید ار کو دینا صحیح نہیں۔

﴿وجہ پانزدہم یہ ہے﴾

(۱۵) ویکرہ ان یدکر مع اسم اللہ تعالیٰ غیرہ وان یقال عند الذبح اللهم تقبل من فلان بن فلان وان قال ذلك قبل التسمية او قبل ان يضجع للذبح فلا بأس به الجامع الصغير والکنز، وشرحها وغیرہامتنا وشرحها، وحواشی،

جانور ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے نام کیساتھ کسی اور کا نام لینا جائز نہیں ہاں اگر ذبح سے پہلے یوں کہا، یا اللہ یہ ذبیحہ فلاں بن فلاں کی جانب سے قبول فرما یہ کلمات بسم اللہ، اللہ اکبر کہنے سے پہلے کہے یا جب جانور کو ذبح کیلئے لٹایا تب کہے سوائے کلمات کہنے میں کوئی حرج نہیں علامہ عینی فرماتے ہیں

قال العلامة العینی (ای اذ کان كذلك) فیکرہ فعله هذا ولا تحرم الذبیحة. غنی الکنز. اقول وبه ظہر ان الفاعل لقوله فیکرہ لفظ ان یدکر (وان یقال) فلا کراهة ولا حرمة فی الذبیحة علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اگر ایسا ہو تو اسکا یہ فعل مکروہ ہے البتہ ذبیحہ حلال ہے میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کو مکرہ کا فاعل ذکر کرنا چاہئے تھا، لہذا نہ تو کوئی کراہت، اور نہ مذہب حرام

(۱) ذبح بقدم الامیر ونحوہ کو احد من العظماء یحرم لانہ اهل به لغیر اللہ. درمختار (۲) واذا کان عند القدوم فان کان لمجرد التعظیم فحرام. درمختار

(۳) والثالثة ان یدکر موصولا علی وجه العطف والشرکۃ بان یقول بسم اللہ واسم فلان فتحرم الذبیحة لانہ اهل لغیر اللہ به. ہدایۃ ذابح (436)

اگر امیر کی تعظیم (یعنی امیر کی مہمان نوازی کی نیت سے نہیں بلکہ صرف تعظیماً) جانور ذبح کیا جائے تو حرام ہے (یہاں یا تو تقرب بغیر اللہ پایا گیا، اور یا صرف تعظیم امیر مراد ہے گوشت مقصود نہیں، ان دونوں صورتوں کو فقہاء نے حرام لکھا ہے،) یا اگر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی اور کا نام بطریقہ عطف یا شرکۃ کے لیا (جیسے کہا، بسم اللہ واسم فلان، اللہ اور فلاں

کے نام کیساتھ، تو اس صورت میں ذبیحہ حرام ہو جائے گا کیونکہ اس نے بوقت ذبح اس جانور پر اللہ کے نام کیساتھ دوسروں کا نام لیا۔

لیکن جب ذبح سے پہلے کسی کے نام منسوب کیا یا ذبح کے بعد برائے ایصالِ ثواب کسی کو بخشا اور بوقت ذبح بسم اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا تو کوئی حرج نہیں یہ ذبیحہ حلال اور اس کا گوشت کھانا جائز ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسلمان اولیاء اللہ کے نام جو نذر مانتے ہیں یہ نذر شرعی نہیں نذر لغوی ہے تو اس صورت میں حرمت کیسے، کیونکہ نذر شرعی عبادت ہے اللہ تعالیٰ کے سواء کسی کیلئے نذر شرعی ماننا جائز نہیں کفر ہے۔

میں نے مندرجہ بالا تمام عبارات متون و شروح سے ثابت کیا کہ یہ نذر لغوی ہے اور یہ جائز ہے ﴿نذر کرنے والے سے اسکی نیت معلوم کرنا﴾

نذر کرنے والے کی نیت معلوم کرنا اس لیے ضروری ہے کہ نیت کا تعلق دل سے ہے جو ایک امر باطن ہے (چونکہ باطن کا ہمیں علم نہیں) سونا ذر کی نیت کا معلوم کرنا ضروری ہے فقہاء لکھتے ہیں۔

نعم لو سئلوا عن تفسیرہ فقال الناذر لیس فی هذا الکبش شیء لله بل کله تقرب للشیخ واعتقدوا هذا الی ان ذبحہ باسم الشیخ فیحرم قطعاً۔

اگر (کسی نے مذبحہ کے بارے میں نذر کرنے والے) سے پوچھا کہ تو نے یہ ذبح کس کیلئے کیا ہے اور ناذر (نذر ماننے والا) یوں جواب دے کہ اس دنبہ (یعنی اس کے گوشت میں) اللہ تعالیٰ کیلئے کچھ نہیں ہے (العیاذ باللہ) بلکہ یہ تمام کا تمام (گوشت) شیخ کے تقرب کے (حصول) کیلئے ہے اور پھر فقہاء نے بھی اس بات کا اعتقاد کر لیا کہ اس شخص نے (بوقت ذبح) شیخ کا نام لیکر ذبح کیا ہے تو یقیناً وہ (گوشت) قطعاً حرام ہے۔

(۲) وان قال الناذر هو لله و ثوابه للشیخ فلا یحرم۔

اور اگر ناذر نے کہا کہ یہ ذبیحہ اللہ جل جلالہ کیلئے ہے اور اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ولی کیلئے ہے تو پھر وہ ذبیحہ (یعنی وہ گوشت) حرام نہیں ہوگا۔

البتہ اگر آنے والے کیلئے کوئی مسلمان ذبح کرے تو یہاں ایک وہم پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ ذابح کافر ہوا کہ نہیں؟

﴿صاحب [الاشباه] شیخ زین الدین بن ابراہیم بن نجیم (المتوفی ۷۹۰ھ)﴾

اسکا جواب دیتے ہوئے فتاویٰ بزازیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ (واختلفوا فی کفر الذابح) ای للقادم علی قولین. الاشباه، القاعدة الثانية (۱۴) نقلاً من البزازیة. اکیس دو اقوال ہیں ایک قول کے مطابق وہ شخص کافر نہیں جبکہ قول ثانی کے مطابق وہ شخص کافر ہوا

﴿الْقَوْلُ الْأَوَّلُ عَدَمُ الْكُفْرِ بِذَلَالٍ﴾

قول اول کے مطابق وہ کافر نہیں

دلائل ملاحظہ فرمائیں

(۱) فالشیخ السفکری و عبد الواحد الدرنی الحیددی والنسفی علی انه لا یکفر. البزازیة ثم الاشباه القاعدة الثانية. (۳۱)

شیخ سفکری اور شیخ عبد الواحد الدرنی اور شیخ النسفی فرماتے ہیں کہ وہ شخص کافر نہیں

(۲) لاننسی الظن بالمسلم انه یتقرب الی الأدمی بهذا النحو (درمختار)

ای علی وجه العبادة لانه المكفر وهذا بعيد من حال المسلم (ردالمحتار)

کیونکہ ہم کسی مسلمان کے بارے میں ایسی بدگمانی نہیں کر سکتے کہ مسلمان (اللہ جل جلالہ کی ذات اقدس کے تقرب کو چھوڑ کر) انسان کے تقرب کیلئے ذبح کریگا۔ یعنی عبادت کی نیت سے کیونکہ (اگر اللہ کے سوا کسی کی عبادت کی نیت سے ذبح کرے گا) تو عبادت کی (نیت سے ذبح کرنا) کفر ہے (لانه المكفر) اور یہ بات مسلمان سے کوسوں دور ہے (یعنی ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ مسلمان تَقَرُّبُ إِلَى اللَّهِ چھوڑ کر تَقَرُّبُ لِلْعَبْدِ کیلئے ذبح کرے)



(۳) وفي الصيد المنية انه لا يكره ولا يكفر به لاننا لننسى الظن بالمسلم (الخ)

كما مر شرح الوهبانية عن الذخيرة ثم الفتاوى العزیزية (۲۲)

اور صید المنیۃ کے باب میں ہے کہ نہ تو وہ (گوشت) مکروہ، اور نہ وہ شخص کافر، کیونکہ ہم کسی بھی مسلمان کے بارے میں ایسا گمان کری نہیں سکتے (یعنی ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ مسلمان

ہوگئی) جیسے کہ ہم (فتاویٰ بزازیہ) اور (الاشبہاء) سے ذکر کرائے ہیں لہذا یہ مخالفین کو مفید نہیں۔

﴿نذر اولیاء پر اعتراض کے ترپن (53) جوابات﴾

اعتراض: نذر اولیاء حرام ہے اسکی حرمت مندرجہ ذیل آیت سے ثابت ہے۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ

اور حرام ہے وہ جانور جو غیر اللہ کے نام ذبح کیا گیا۔

لہذا جو لوگ اولیاء اللہ کے نام جانور ذبح کرتے ہیں اس کا گوشت حرام ہے؟ اور آپ لوگ (اہل سنت والجماعت) اہل کا معنی ذبح یا عند الذبح کرتے ہیں یہ غلط ہے بلکہ تحریف فی القرآن ہے ﴿پہلا جواب یہ ہے﴾

کہ تم نے جو اعتراض کیا ہے کہ اہل کا معنی ذبح یا عند الذبح کرنا تحریف فی القرآن ہے تمہارا یہ کہنا غلط ہے اس لیے کہ یہ قید (ذبح یا عند الذبح) کلمہ (بہ) سے مستفاد ہے۔ کیونکہ عند الذبح کلمہ (بہ) کیلئے عطف بیان ہے، تو واضح ہوا کہ (کہ اہل کے ساتھ عند الذبح) کی قید لگانا صحیح ہے، نیز مذکورہ بالا آیت کے مفہوم کے عین موافق ہے۔ دیکھئے ﴿حضرت علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ بیضاوی میں فرماتے ہیں﴾

وما اهل به لغير الله (الآية) ای رفع به الصوت عند ذبحه للصنم (الیٰ آخرہ۔ بیضاوی) الضمیر ان لما و زاد علی الکشاف لفظ عند ذبحه بیاناً للتلبس او السبب المستفاد من الباء فهو بدل من به او عطف بیان۔ حاشیہ البیضاوی لعبدالحکیم السیالکوٹی۔

وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ اور حرام ہے وہ جانور جس پر بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا۔ یعنی اس جانور کا گوشت حرام ہے جس پر بوقت ذبح بت کا نام پکارا گیا ہو۔ (پھر یہ عبارت قابل غور ہے اس میں) دونوں ضماہر (بہ، میں) ہوں، اور ذبحہ میں ہوں (دونوں) ما موصولہ کی طرف راجع ہیں۔

اور بیضاوی نے کشاف کے الفاظ (عند ذبحہ) پر مزید اضافہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ لفظ عند ذبحہ بیاناً للتلبس او السبب المستفاد من الباء فهو بدل من به او عطف بیان۔

یہ یا تو تلبیس کا بیان ہے یا سببیت کیلئے یا ہے، جو (بہ) میں حرف (ب) سے مستفاد ہے
سویہ یا تو (بہ) سے بدل ہے یا عطف بیان ہے۔

☆۔ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی، اور بیضاوی کی تحقیق سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ اس جانور کا
گوشت کھانا حرام ہے جس پر بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا۔
نیز انکی تحقیق سے معترض کا اعتراض اور استدلال باطل، نیز معترض کا یہ کہنا کہ یہ قید تحریف
فی القرآن ہے، سو اس کا یہ قول بھی باطل ہو گیا یہ بھی معلوم ہوا کہ معترض علم نحو کے قواعد
وضوابط سے اور مفسرین کے تفاسیر سے نااہل ہے۔

﴿دوسرا جواب یہ ہے﴾

کہ یہ قید (ذبح یا عند الذبح) آیت مذکورہ بالا سے اس طرح بھی مأخوذ ہے کہ (بہ) میں
(ب) فی: ظرفیۃ کے معنی میں آیا ہے یعنی (بہ) بمعنی (فی) ہے، یہاں (ب) حرف جر
اور (ہ) کے درمیان ذبح مصدر مقرر ہے۔ تو اصل عبارت یوں ہوگئی و ما اهل فی ذبحہ دیکھئے
﴿علامہ سلیمان جمل رحمت اللہ علیہ اس کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں﴾

(۲) وَمَا أَهْلَ بِهِ لغيرِ اللَّهِ ط والباء فی به بمعنی فی ولا بد من حذف المضاف ای فی
ذبحہ لان المعنی وما صحیح فی ذبحہ لغيرِ الله. تفسیر الجمل حاشیہ الجلالین جلد ۱
وَمَا أَهْلَ بِهِ لغيرِ اللَّهِ اور حرام ہے وہ جانور جس پر بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا، اور (بہ)
میں (ب) حرف جر بمعنی (فی) کے ہے، یہاں مضاف مقدر ماننا ضروری ہے، جو یہ ہے (ذبحہ)
تو عبارت یوں ہوگئی (فی ذبحہ) تو آیت کا معنی عربی میں یہ ہوا (وما صحیح فی ذبحہ لغيرِ
الله) جس کا اردو میں ترجمہ اس طرح ہوگا، وہ جانور جس پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کے نام
کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے (جیسے بسم اللہ اللہ اکبر کے بجائے یوں کہا بسم الات و
العزى وغیرہ) تو اس جانور کا گوشت کھانا حرام ہے۔

☆۔ یہ قید جس کا ہم اوپر تذکرہ کر آئے ہیں چاروں آیات میں ثابت ہوگا تو معترض کا قول
واستدلال دونوں باطل و مردود ہو گئے۔

﴿تیسرا جواب یہ ہے﴾

کہ وَمَا أَهْلَ بِهِ لغيرِ اللَّهِ: سے پہلے یہ آیت موجود ہے (۳) فمن اضطر غیر باغ ولا عاد

فَلَا تَمْلِكُ عَلَيْهِ انَ اللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ جس میں (فمن اضطر) کے الفاظ موجود ہیں، اصول فقہ، علم نحو، و علم معانی، کے علماء نے اس کی تصریح کرتے ہوئے فرمایا کہ (فمن اضطر) میں (ف) برائے تعقیب مع الوصل ہے، دیکھئے لکھتے ہیں الفاء خاص لمعنی مخصوص وهو الوصل والتعقیب (الیٰ آخرہ) کشف الاسرار و نور الانوار، والقبول و المولوی بحث حروف المعانی و المطول و غیرہ

﴿چوتھا جواب﴾

(۴) اس آیت میں (اوفسقا) موصوف ہے، اور (اہل بہ لغیر اللہ) صفت موصوفہ ہے۔ جیسے کہ مفسرین کرام نے فرمایا ہے

اوفسقا. اهل به لغیر اللہ صفة موصحة ای ذبح علی اسم الاصنام.

صفت و موصوف کی وضاحت کے بعد اہل بہ لغیر اللہ کا معنی یہ ہوا کہ جو جانور بتوں کے نام ذبح کیا جائے سو یہ فسق ہے (یعنی ایسے جانور کا گوشت کھانا حرام ہے جس پر بوقت ذبح غیر اللہ کا نام پکارا گیا)

﴿پانچواں جواب﴾

(۵) وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ۔ یہ آیت و ما اہل بہ لغیر اللہ کیلئے مفسر ہے تو مفسر اور مفسر کا فائدہ یہ ہوا کہ جس جانور پر بوقت ذبح غیر اللہ کا نام پکارا جائے وہ حرام ہے۔ سو معرض کا اعتراض و استدلال دونوں باطل ہو گئے۔ پارہ ۸، رکوع ۱۰

﴿چھٹا جواب﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(۶)

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ (الیٰ آخرہ) تعلیل لحل ما امرهم باكله مما رزقهم ای انما حرم هذه الاشياء دون ما رزقهم من حرمة من البحائر والسوائب ونحوها. ابو السعود. پارہ ۱۲، آیت ۱۱۵

حرام کر دیا تم پر مردار (جانور کا گوشت کھانا) اور (بہنے والا) خون اور خنزیر کا گوشت اور (گوشت ان جانوروں) کا جن پر بوقت ذبح غیر اللہ کا نام پکارا گیا۔ اس آیت میں تعلیل ہے اس طرح کہ جو چیزیں اللہ نے تمہیں عطا کیں ہیں اسے کھاؤ (یعنی وہ جانور جن کا اوپر تذکرہ ہوا ان کا گوشت کھانا) تمہارے لئے حرام ہے اور وہ جانور جنہیں تم مردار سمجھتے ہو اپنے اوپر حرام کئے

ہوئے ہیں جیسے بھیری، اور سائبہ، وصیلہ، حامی، یہ حرام نہیں (بلکہ تم نے از خود اپنے اوپر حرام کیئے ہوئے ہیں سو تمہارا یہ وہم و گمان غلط ہے)

﴿ساتواں جواب﴾

(۷) فَكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ سورة انعام

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، پس کھاؤ تم ان جانوروں (کے گوشت میں سے) جن پر (بوقت ذبح) اللہ کا نام لیا گیا، اگر تم مؤمن ہو۔

☆۔ ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ اعتراض کرنے والا (وَمَا أَهْلٌ بِهِ لغيرِ اللَّهِ) میں (ذبح، یا عند الذبح) کی قید تسلیم نہیں کرتا، تو اس آیت (مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ) میں بھی تسلیم نہیں کریگا کیونکہ یہاں بھی بظاہر ذبح کا لفظ نہیں۔

☆۔ میں کہتا ہوں کہ ذبح کی قید تسلیم نہ کرنا ایک عظیم غلطی ہوگی، اس لئے کہ اگر یہاں (ذبح) کی قید تسلیم نہ کی جائے تو لازم آئے گا کہ حلال جانور کے گوشت کی حلت ذبح پر موقوف نہ ہو (نعوذ باللہ) جب کہ حلال جانور کے گوشت کی حلت (یعنی اسکے گوشت کا حلال ہونا) حلال جانور کے ذبح کرنے پر موقوف ہے۔

﴿آٹھواں جواب﴾

(۸) وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ طَوْقًا فَضَّلَ لَكُمْ مَحْرَمٌ عَلَيْكُمْ ۝ سورة انعام

اور تمہیں کیا ہوا کہ نہیں کھاتے تم ان (جانوروں کے گوشت میں سے) جن پر (بوقت ذبح) اللہ کا نام لیا گیا اور تحقیق تفصیل سے بیان کی گئیں ہیں تمہارے لئے وہ جانور جو تم پر حرام کی گئی ہیں۔ اس آیت (مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ) میں بھی (ذبح) کی قید نہیں،

☆ میں کہتا ہوں کہ یہاں بھی ذبح کی قید تسلیم نہ کرنا ایک عظیم غلطی ہوگی، اس لئے کہ اگر یہاں (ذبح) کی قید تسلیم نہ کی جائے تو لازم آئے گا کہ حلال جانور کے گوشت کی حلت ذبح پر موقوف نہ ہو (نعوذ باللہ) جب کہ حلال جانور کے گوشت کی حلت (یعنی اسکے گوشت کا حلال ہونا) حلال جانور کے ذبح کرنے پر موقوف ہے، اگر یہاں ذبح کی قید تسلیم نہ کی جائے تو اسلامی قواعد و ضوابط میں ایک عظیم بگاڑ پیدا ہوگا۔ سو معترض کا قول و اعتراض باطل ہو گیا۔

﴿تو اس جواب﴾

(۹) وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ، اور ہر امت کے لئے ہم نے مقرر کیا ایک قربانی، کہ وہ (لوگ) اللہ کا نام لیں اس بے زبان چوپایوں پر جو انہیں (اللہ) نے دیئے۔ سورہ حج، آیت (34)

☆ ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ اعتراض کرنے والا (وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَبِغٍ لِلَّهِ) میں (ذبح، یا عند الذبح) کی قید تسلیم نہیں کرتا، تو اس آیت (لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ) میں بھی تسلیم نہیں کریگا، کیونکہ یہاں بھی بظاہر ذبح کا لفظ نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ ذبح کی قید تسلیم نہ کرنا ایک عظیم غلطی ہوگی۔ اس لئے کہ اگر یہاں (ذبح) کی قید تسلیم نہ کی جائے تو لازم آئے گا کہ حلال جانور کے گوشت کی حلت ذبح پر موقوف نہ ہو (نعوذ باللہ) جب کہ حلال جانور کے گوشت کی حلت (یعنی اسکے گوشت کا کھانا) حلال جانور کے ذبح کرنے پر موقوف ہے۔

﴿دوسواں جواب﴾

(10) وَالْبُذُنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۚ فَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافٍ ۚ فَإِذَا وُجِبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرِدَ. سورہ الحج .

اور اونٹ (اور گائے) بنائے ہم نے تمہارے لئے نشانیاں، اس میں تمہارے لئے بہتری ہے، سو، لو اللہ کا نام ان (جانوروں) پر (ذبح کے وقت اس حال میں) کہ ایک پاؤں بندھے ہوں اور تین پاؤں پر کھڑے (تو انہیں ذبح کرو، اونٹ کے ذبح کرنے کا یہی سنت طریقہ ہے) سو جب ان (جانوروں) کی روح نکل جائے (ٹھنڈے ہو جائیں) سو (خود بھی) کھاؤ اور کھلاؤ (اس کے گوشت میں سے) قناعت کرنے والے فقیروں کو، اور مانگنے والے کو۔

☆ ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ اعتراض کرنے والا (وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَبِغٍ لِلَّهِ) میں (ذبح، یا عند الذبح) کی قید تسلیم نہیں کرتا، تو اس آیت (فَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا) میں بھی تسلیم نہیں کریگا۔ کیونکہ یہاں بھی بظاہر ذبح کا لفظ نہیں۔

☆ میں کہتا ہوں کہ ذبح کی قید تسلیم نہ کرنا ایک عظیم غلطی ہوگی۔ اس لئے کہ اگر یہاں (ذبح) کی قید تسلیم نہ کی جائے تو لازم آئے گا کہ حلال جانور کے گوشت کی حلت ذبح پر

موقوف نہ ہو (نعوذ باللہ) جب کہ حلال جانور کے گوشت کی حلت (یعنی اسکے گوشت کا کھانا) حلال جانور کے ذبح کرنے پر موقوف ہے۔

☆۔ (آیت مذکورہ بالا میں چند مشکل الفاظ کی اختصار کیساتھ تشریح ذکر کرتا ہوں، انشاء اللہ مفید رہے گا، بُذْنٌ، بُذْنٌ بَذْنَةٌ کی جمع ہے جیسے ثَمَرٌ، وَثْمَرٌ، ثَمَرَتٌ کی جمع ہے، یہ بدانہ سے مأخوذ ہے جس کا معنی ہے موٹا تازہ ہونا، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بُذْنٌ کا اطلاق اونٹ اور گائے دونوں پر ہوتا ہے۔ البتہ آیت مذکورہ میں ذبح کا جو طریقہ بتایا گیا ہے وہ صرف اونٹ کے ذبح کرنے کا طریقہ ہے۔

(صَوَافٍ) کی تشریح کرتے ہوئے صاحب قاموس لکھتے ہیں وہ اونٹ جس کا بایاں ہاتھ باندھا جائے اور وہ اپنے دونوں پاؤں اور دائیں ہاتھ کے سہارے کھڑا ہو، اس کو صواف کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے اونٹ کے نحر کرنے کا یہی طریقہ منقول ہے، کہ اونٹ کو اس طرح کھڑا کر کے اس کے حلقوم میں زور سے تیز نیزہ مارا جاتا جس سے خون کا فوارہ بہہ نکلتا۔

(وَجَبَتْ) اس کا معنی ہے گرنا، سورج غروب ہو تو عرب کے لوگ کہتے ہیں وجبت الشمس، سورج غروب ہو گیا، اگر دیوار گر جائے تو کہتے ہیں وجب الحائط، دیوار گر گیا، قرطبی (الْقَانِعُ) الجالس فی بیتہ المتعفف یقنع بما یعطى ولا یسأل۔ وہ فقیر جو گھر بیٹھا رہے اور کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا (الْمُعْتَرُ) الذی یسأل۔ وہ فقیر جو بھیک مانگے۔ تعلیق، مترجم)

﴿گیارواں جواب﴾

(۱۱) وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ اِسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ سوره انعام رکوع۔ ۱۷۱

اور نہ کھاؤ ان (جانوروں کے گوشت سے) جن پر (بوقت ذبح) اللہ کا نام نہ لیا گیا، اور بیشک (جانور کے ذبح کرنے کے وقت اللہ کا نام نہ لینا بہت بڑا گناہ ہے۔

☆۔ ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ اعتراض کرنے والا (وَمَا اٰهْلٌ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ) میں (ذبح، یا عند الذبح) کی قید تسلیم نہیں کرتا، تو اس آیت (مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ اِسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ) میں بھی تسلیم نہیں کریگا۔ کیونکہ یہاں بھی بظاہر ذبح کا لفظ نہیں۔

☆۔ میں کہتا ہوں کہ ذبح کی قید حلت و حرمت دونوں میں یکساں ہے (یعنی جس طرح مذبحہ کی حلت والی آیات میں ذبح کی قید نہیں اسی طرح حرمت والی آیات میں ذبح کی قید نہیں) سو تسلیم کرنا پڑھے گا کہ (وَمَا اٰهْلٌ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ) میں (ذبح، یا عند الذبح) کی

قید ہے، سو مختصر کا قول واعتراض دونوں باطل ہو گئے۔

☆۔۔ صاحبو! آج کل شرک فی الحکم کا بڑا زور ہے، بڑا چچا ہے جسے چاہا حرام کہہ دیا جسے چاہا حلال کہہ دیا، ان کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ کوئی شی بغیر دلیل قطعی کے حرام نہیں ہوتی۔

☆۔۔ ان نادانوں کا خیال ہے، کہ جب کسی مسلمان نے کہا کہ یہ چیز فلاں بزرگ کی ہے (بس اسکے لئے اتنی دلیل ہی کافی ہو جاتی ہے اور شور مچاتا پھرتا ہے کہ یہ حرام ہو گئی) گویا حرمت اس شی میں ایسے سرایت کر گئی کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کا نام بھی اسے پاک نہیں کر سکتا ☆۔۔ ان نادانوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ اضافت ادنیٰ تعلق سے بھی ہو سکتا ہے۔ جیسے کہا

جاتا ہے، ہمارا بادشاہ، یا ہمارا ملک، یا ہمارے دوست، میری زوجہ، میرے بچے، مذکورہ تمام اشیاء میں اضافت ہی تو ہے تو کیا اضافت سے شرک لازم آیا یا حرمت (اگر کہو گے کہ نسبت و اضافت سے حرمت لازم آتی ہے تو سوچ لو کہ جب تم نے کہا میرا بچہ تو تو نے بچہ کی نسبت اپنی جانب کی اسکے بارے میں کیا کہو گے نیز جب تم نے اپنی زوجہ کی نسبت اپنی طرف کی اسکے بارے میں کیا کہو گے ظاہر ہے بقول تمہارے کہ غیر اللہ کی طرف نسبت کرنے سے اشیاء حرام ہو جاتی ہیں یا غیر اللہ کی طرف نسبت و اضافت شرک ہے اور یقیناً تو خود بھی غیر اللہ ہے اور تو نے صاحبزادے کی نسبت اپنی طرف کی کیا خیال ہے یا تو تو نے شرک کر لیا یا آپکا صاحبزادہ۔۔۔۔ ہو گیا؟

اسی طرح آپکی زوجہ محترمہ کا حال، کہ جب تو نے زوجہ کی نسبت اپنی طرف کی تو، یا تو آپکی زوجہ محترمہ آپ پر، حرام، ہو گئی، یا تو نے شرک کیا (تعلیق۔ مترجم)

☆۔۔ اے نادانو، ان نسبتوں کو غلط کہنے والو، نسبتوں کے مخالفو، تمہارے ذہنوں میں تو یہ ہے کہ کسی بھی چیز کو اللہ کے سوا کسی کی جانب منسوب کرنے سے وہ چیز حرام ہو جاتی ہے تو تمہارے اس مفروضے کی وجہ سے کل اپنے ہی گھر کو اللہ تعالیٰ کا گھر کہہ دو گے تمہاری اس جہالت کی وجہ سے تمہارا گھر وقف ہو جائے گا (کیونکہ وہ خدا کا گھر شہر اور اللہ کا گھر وقف ہوتا ہے) نیز یہ بھی بعید نہیں کہ اپنی زوجہ کو (نعوذ باللہ) اللہ کی بیوی کہہ دو گے تو کافر ہو جاؤ گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بیوی و اولاد سے پاک و منزہ و مبرہ ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی شی کو صرف منسوب کرنے سے حرمت و شرک لازم نہیں آتا۔

تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ (مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ) اور (وَمَا أَهْلُ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ) سے مراد یہ ہے کہ وہ جانور جس پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے، ایسے جانور کا گوشت حرام ہے۔

﴿بارواں جواب﴾

بارویں جواب سے قبل یہ بات ذہن نشین رہے، کہ بعض احباب یہ کہتے ہیں کہ (اہلال) لغت میں رفع الصوت (آواز بلند کرنے) کو کہتے ہیں، حالانکہ جب قرآن کریم نازل ہو رہا تھا اس وقت عرب کے عرف عام میں اہلال (جانور) ذبح کرنے کے وقت آواز بلند کرنے کو کہا جاتا تھا، میں انشاء اللہ عنقریب احادیث صحیحہ، مفسرین، اور شارحین، کے اقوال سے ثابت کروں گا، البتہ اس سے قبل کہ میں احادیث، تفاسیر، شروح سے دلائل پیش کروں، ایک قاعدہ ذہن نشین فرمائیں۔

قرآن کے ہوتے ہوئے حقیقت کو چھوڑ کر مجاز پر عمل ہوا کرتا ہے، چاہے وہ قرآن یعنی (1) دلالت عادت (2) دلالت لفظ فی نفسہ (3) دلالت سیاق نظم (4) دلالت حال متکلم (5) دلالت محل کلام۔

دلالت عادت، جیسے، نذر، نماز، حج،

دلالت عادت کا مطلب یہ ہے کہ الفاظ کے استعمال اور الفاظ کے معنی سمجھنے میں انسان کی جو عادت ہوتی ہے اس عادت کے دلالت کرنے کی وجہ سے متکلم کی نیت کے بغیر ہی معنی حقیقی چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور معنی مجازی پر عمل ہوتا ہے۔ اور دلالت عادت کی وجہ سے حقیقی معنی کے ترک کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کلام کی وضع اس لئے ہوتی ہے تاکہ سامع کو سمجھایا جاسکے، پس جب کلام عرفاً یا عادتاً کسی چیز کیلئے استعمال ہوا اور اسکو معنی لغوی سے نقل کیا گیا ہو تو استعمال کی اس عادت اور عرف کو ترجیح حاصل ہوگی، اور اس کا معنی حقیقی یعنی لغوی معنی متروک ہوگا۔

اس قاعدہ پر دلیل ملاحظہ فرمائیں صاحب نور الانوار حقیقت اور مجاز کی بحث میں تحریر فرماتے ہیں (۱۲) وتترك الحقيقة اللغوية بدلالة العادة في استعمال الالفاظ المنقولة شرعا او

عرفا عاما و خصوصا. نور الانوار بحث الحقيقة والمجاز (۱۱۵) ثم الاعلاء (۱۲)

حقیقت لغویہ کو دلالت عادت کے ہوتے ہوئے ترک کریں گے۔ الفاظ منقولہ کے استعمال

میں، وہ الفاظ منقولہ شرعاً ہوں، یا عرفاً، عام ہوں یا خاص ہوں،

(پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں) (والحقیقة تترك بدلالة العادة كالنذر بالصلاة والحج فان الصلاة في اللغة الدعاء كما في قوله تعالى يا ايها الذين امنوا صلوا عليه وقوله واذا كان صائما فليصل اي ليدع، ثم نقلت الى الاركان المعلومة والعبادة المعهودة وهجر معناه الاول، (الى آخره) وفي حكمها سائر الالفاظ المنقولة شرعاً، او عرفاً، عاماً، او خاصاً. نور الانوار. (ص، ۱۱۱)

حقیقت کو دلالت حال کے ہوتے ہوئے ترک کریں گے، جیسے کسی نے صلوٰۃ کی نذرمان لی یا حج کی، کیونکہ کہ صلوٰۃ لغت میں دعاء کو کہتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، اے ایمان والو! ان پر صلوٰۃ پڑھو، یا یہ مثال (واذا كان صائما فليصل اي ليدع، ثم نقلت الى الاركان المعلومة والعبادة المعهودة وهجر معناه الاول) (واذا كان صائما فليصل) جب روزہ دار ہو تو (فليصل، ليدع) تو اسے چھوڑ دے۔

دیکھئے کہ صلوٰۃ کا لغوی معنی دعا ہے اور بمعنی چھوڑنے کے بھی آیا، مگر پھر ارکان معلومہ اور عبادۃ معہودہ کی جانب منقول ہوا، اور لغوی معنی کو چھوڑ دیا گیا، تو جو حکم صلاۃ وجہ کا ہے وہ حکم ایسے تمام الفاظ کا ہوگا، جو منقول شرعی یا عرفی ہوں، یعنی صلوٰۃ، وجہ، کی طرح ان تمام الفاظ کا حقیقی معنی متروک ہوگا، اور مجازی معنی پر ہی عمل کرنا واجب ہوگا۔

والمنقول الشرعی کا الصلوٰۃ فانہا فی الاصل وضعت للدعائم نقلها صاحب الشرع الى اركان مخصوصة معلومة۔

والمنقول العرفی العام، کدابة فانہا فی الاصل وضعت لكل ما يدب على الارض ثم نقلها العرف العام الى الخيل والبغال والحمير،

والمنقول العرفی الخاص، (المنقول الاصطلاحی) کا الفعل فانہ فی اصل اللغة اسم لما صدر عن الفاعل کا الاكل والشرب ثم نقله النحوی الى كلمة دلت على معنى فی نفسه مقترنة باحد الازمنة الثلاثة (تعلیق، مترجم، محمد عبدالعلیم القادری)

﴿سوال﴾

بعض نادان لوگ، حضرات مفسرین پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر (وَمَا أَهْلُ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ) یا دیگر آیات میں (ذَبَحْ، يَاعِنْدَ الذَّبْحِ) کی قید لگائی جائے تو (مَا) موصولہ صرف جانوروں

کیساتھ خاص ہو جائے گا حالانکہ یہ (مَا) عام معنوی ہے، جو تمام غیر ذوی العقول کو شامل ہے خواہ وہ غیر ذوی العقول جانور ہوں یا دیگر اشیاء، مگر مفسرین کی قید سے (مَا) خاص ہو جائے گا۔ جو غلط ہے۔

﴿جواب﴾

اس اعتراض کے میرے پاس بحمدہ تعالیٰ، جو جوابات کثیرہ [41] اکتالیس جوابات ہیں، اس سے قبل جو بارہ (12) جوابات گذرے ہیں وہ صرف اعتراض اول کیساتھ خاص تھے۔ البتہ آگے جو جوابات آرہے ہیں وہ سوال اول، اور دوم، دونوں [سوالوں] کے جوابات کو شامل ہونگے اگلے جوابات دیتے ہوئے میں ساتھ میں وجہ اول وجہ دوم سوم وغیرہ لکھوں گا سوائے سوال دوم کا جواب بھی سمجھیں۔

﴿لفظ: مَا: کے عموم کا جواب﴾

موصولات یا موصوفات اپنے صلات، وصفات کے اعتبار سے خاص ہوتے ہیں جیسے لفظ (مَا) جسکا فائدہ یہ ہوا کہ یہ افراد غیر موصوفہ کو شامل نہ ہونگے، لیجئے میں قرآن کریم سے سمجھانے کی غرض سے مثال پیش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

(فَانْكُحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ)

ترجمہ: نکاح کرو تم جو تمہیں پسند آئیں عورتوں سے۔

اس آیت میں (مَا) بمعنی (مَنْ) صفت کا لحاظ کر کے (مَا) سے تعبیر کیا گیا ہے، یا، مَا، مَنْ، کی جگہ استعمال ہو رہا ہے یعنی ذوی العقول ہی مراد ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہاں مَا: سے مراد وہ خواتین ہیں، جو طیبات و حلال ہیں (یعنی تم پاکیزہ خواتین سے نکاح کرو حالانکہ [مَا] کو اگر عموم ہی پر رکھا جاتا تو پھر معنی یہ ہوتا کہ تم نکاح کرو عورتوں سے چاہے طیبات ہوں یا نہ ہوں جبکہ اس طرح معنی کرنے سے مقصود مفقود ہو جائے گا اور یقیناً منشاء الہی میں تبدیلی آجائے گی) (وَمَا أَهْلٌ بِهِ يَغْيِرُ اللَّهَ) میں بھی مَا: بلحاظ صلہ خاص ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہر وہ جانور جس پر بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لیا جائے حرام ہے۔

رہا یہ امر کہ اہلال بمعنی رَفَعَ الصَّوْتِ عِنْدَ الذَّبْحِ (یعنی اگر اہلال کا یہ معنی کیا جائے۔ آواز بلند کرنا بوقت ذبح) آیا یہ معنی صحیح ہوگا یا مطلقاً آواز بلند کرنے کو اہلال کہیں گے، ان دونوں

میں کونسا معنی اختیار کرنا صحیح ہوگا، سو میرے نزدیک اہلال کا معنی رفع الصوت عند الذبح (آواز بلند کرنا بوقت ذبح) والا معنی ہی صحیح ہے، اور مطلقاً آواز بلند کرنا، مراد لینا، بوجہ کثیرہ غلط ہے۔

(صاحب فتح البیان لکھتے ہیں)

(۱۳) وجہ اول آنکہ (أَهْلٌ) در عرف عرب آن وقت بمعنی ذبح آمدہ .
بدلیل قول افصح الفصحاء وابلغ البلغاء سيدنا علی کرم الله وجهه الکریم اذا سمعتم اليهود والنصارى يهلون لغير الله (ای یذبحون باسم غیر الله (فلا تأكلوا) واذ لم تسمعوه فكلوا فان الله قد احل ذبائحهم وهو يعلم ما يقولون . فتح البیان جلد ۱ (222)
عرب کے عرف میں اس زمانے میں (أَهْلٌ) بمعنی ذبح ہی آیا ہے،
اسکی دلیل حضرت أَفْصَحُ الْفَصَحَاءِ أَبْلَغُ الْبُلْغَاءِ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے۔
آپؑ نے فرمایا، کہ جب تم یہود و نصاریٰ سے جانور کے ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام سن لو
(کہ یہود و نصاریٰ غیر اللہ کے نام پر ذبح کر رہے ہیں) تو پھر اس جانور کے گوشت میں سے مت
کھاؤ۔ اور جب تم ان سے (جانور کو ذبح کرتے وقت) غیر اللہ کا نام نہ سنو تو پھر اس مذبوہ
کا گوشت کھاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا (مسلمانوں کیلئے) حلال کر دیا ہے
اللہ انکے اقوال کو بہتر جانتا ہے۔

وجہ استدلال اس قول سے یہ ہے۔

کہ اس عبارت میں صراحتاً یہ الفاظ موجود ہیں (یهلون لغير الله)، سو معلوم ہوا کہ اہل بمعنی ذبح کے ہے اسکی دلیل اسی عبارت میں قد احل ذبائحهم کے الفاظ ہیں
﴿چود ہواں جواب، ووجہ دوم﴾

(۱۴) اہل: در عرف عرب آل وقت بمعنی ذبح آمدہ بدلیل قول امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ وما اهل به لغير الله اخرج ابن المنذر عن ابن عباس وما اهل قال ذبح (الی آخره) درمنثور للعلامة السيوطی ثم الاعلام (۱۳)

عرب کے عرف میں اس زمانے میں (أَهْلٌ) بمعنی ذبح ہی آیا ہے، اسکی دلیل حضرت امام المفسرین عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے، حضرت ابن منذر رضی اللہ عنہ حضرت

☆----- عبد اللہ بن عباس رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا (وَمَا أَهْلٌ) کا معنی (ذُبْح) ہے
 وجہ استدلال اس قول سے یہ ہے کہ اس زمانے کے لوگوں کے عُرف میں (أَهْلٌ) بمعنی ذبح تھا۔

﴿پندرہواں جواب، وجہ سوم﴾

عرب کے عرف میں اس زمانے میں (أَهْلٌ) بمعنی ذبح ہی آیا ہے (أَهْلٌ) کا معنی کرتے ہوئے
 حضرت امام المفسرین عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۵) وَمَا ذُبِحَ بِغَيْرِ اسْمِ اللَّهِ تَعَالَى عَمْدًا فَإِنَّهُ رَجَسٌ حَرَامٌ .

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (وَمَا أَهْلٌ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس
 جانور پر بوقت ذبح قصد اللہ کے نام کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا سو اس جانور کا گوشت پلید اور اس کا کھانا

حرام ہے۔ تفسیر ابن عباس پارہ ۱۸، سورۃ النعام رکوع ۱۸/۵، (۱۴۶) پارہ ۲ مائدہ رکوع ۱۸/۱ (۸۹) پارہ ۱۳، نحل رکوع ۱۵/۴ (۲۳۶)

☆۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت امام المفسرین عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بِنَسَبَتْ
 دوسرے مفسرین کے افصح اللسان، ابلغ اللسان اور تمام مفسرین سے زیادہ اعلم ہیں بحر العلم
 میں اپنی تفسیر میں چار جگہ (أَهْلٌ) کا معنی ذبح کر رہے ہیں، معلوم ہوا کہ اُس وقت عرب
 کے عرف عام میں (أَهْلٌ) کا یہی معنی رائج تھا، اس معنی سے انکار جہالت پڑتی ہے۔

﴿سولہواں جواب، وجہ چہارم﴾

عرب کے عرف میں اس زمانے میں (أَهْلٌ) بمعنی ذبح ہی آیا ہے، دیکھئے حضرت امام المفسرین
 عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور جمہور مفسرین نے (أَهْلٌ) کا معنی ذبح ہی کیا ہے۔

(۱۶) وَمَعْنَى مَا أَهْلٌ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا ذُبِحَ لِلْإِنْسَانِ وَذَكَرَ عَلَيْهِ غَيْرَ اسْمِ اللَّهِ
 وَهُوَ قَوْلُ جَمْهُورِ الْمُفْسِّرِينَ، تَفْسِيرُ الْوَاقِدِيِّ، سُورَةُ مَائِدَةٍ .

(وَمَا أَهْلٌ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ) کا معنی کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے
 ہیں (مَا ذُبِحَ لِلْإِنْسَانِ وَذَكَرَ عَلَيْهِ غَيْرَ اسْمِ اللَّهِ) کہ اس جانور کا گوشت کھانا حرام ہے جو
 بتوں کے نام ذبح کیا گیا ہو۔

(خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس جانور پر بوقت ذبح) غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو (اس جانور کا گوشت
 کھانا حرام ہے)۔ جمہور مفسرین کا بھی یہی قول ہے۔

☆۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ درجہ مفسرین کا قول ہی میرا استدلال ہے۔
 نیز یہ بات بھی خوب واضح ہوگئی کہ اس زمانے میں عرب کے عرف میں (أَهْلٌ) بمعنی ذبح
 ہی رائج و شائع تھا۔

﴿سترواں جواب، ووجہ پنجم﴾

عرب کے عرف میں اس زمانے میں (أَهْلٌ) بمعنی ذبح ہی آیا ہے۔ دیکھئے حضرت مجاہد تابعی
 رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

(۱۷) واخرج ابن ابی حاتم عن ابی مجاهد و ماہل قال ما ذبح لغير الله .

درمنثور للعلامة السيوطي ثم الاعلاء (۱۳) .

حضرت ابن ابی حاتم حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپؑ نے فرمایا کہ
 (مَا أَهْلٌ) کا معنی (ما ذبح لغير الله) ہے، یعنی وہ جانور جو غیر اللہ کے نام ذبح کیا گیا ہو اسکا
 گوشت کھانا حرام ہے)

﴿اٹھارواں جواب، ووجہ ششم﴾

عرب کے عرف میں اس زمانے میں (أَهْلٌ) بمعنی ذبح ہی آیا ہے۔ دیکھئے حضرت ربیع بن
 انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

(۱۸) قال الربيع بن انس يعني ما ذكر عند ذبحه اسم غير الله (الى قوله) وكان الكفار

اذا ذبحوا لالهتهم يرفعون اصواتهم بذكر هافجری ذلك من امرهم حتى قيل لكل

ذابح وان لم يجهر مهمل . تفسير مطهری ثم الاعلاء (۱۳)

حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ (مَا أَهْلٌ) کا معنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں، کہ (مَا أَهْلٌ)
 کا معنی یہ ہے، (ما ذکر عند ذبحه اسم غیر اللہ کہ وہ جانور جس پر بوقت ذبح غیر اللہ کا
 نام لیا گیا ہو) (سو ایسے جانور کا گوشت کھانا حرام ہے الی قولہ) کافر جب اپنے بتوں کیلئے
 ذبح کرتے تھے تو (بوقت ذبح) اپنی آوازوں کو بتوں کا نام لیکر بلند کرتے (یعنی اپنے خداؤں
 کا نام لیکر ذبح کرتے) یہاں تک کہ یہ عادت اتنی عام، رائج و شائع ہوگئی کہ ہر ذبح کرنے
 والے کو (مہمل) بوقت ذبح آواز بلند کرنے والا کہا جانے لگا، اگرچہ وہ جبر بھی نہ کرتا تب
 بھی اسکو (مہمل) کہا جاتا تھا۔

☆۔ وجہ استدلال صاف ظاہر ہے اس عبارت میں یہ الفاظ (یعنی ما ذکر عند ذبحه اسم

غیر اللہ) اور یہ الفاظ، (وكان الكفار اذا ذبحوا لالهتهم) اور یہ الفاظ (حتى قيل لكل ذابح، مُهل) ہیں، ترجمہ اوپر گزر گیا۔ نیز الفاظ مذکورہ اس بات کو واضح کر رہے ہیں کہ عرب کے عرف عام میں اس زمانے میں (أهل) بمعنی ذبح ہی رائج و شائع تھا۔

﴿انیسواں جواب، وجہ ہشتم﴾

عرب کے عرف میں اس زمانے میں (أهل) بمعنی ذبح ہی آیا ہے، دیکھئے حضرت ابی العالیہؓ فرماتے ہیں (۱۹) (واخرج ابن ابی الحاتم عن ابی العالیة وما اهل به لغير الله يقول ما ذكر عليه اسم

غیر الله. درمنثور للعلامة السیوطی ثم الاعلاء (۱۳)

حضرت ابن ابی حاتم حضرت ابی العالیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپؓ نے فرمایا کہ (وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ) کا معنی (ما ذکر علیہ اسم غیر اللہ) یعنی وہ جانور جو غیر اللہ کے نام ذبح کیا گیا ہو (اسکا گوشت کھانا حرام ہے)

☆۔۔۔ وجہ استدلال اظہر من الشمس ہے جو یہ ہے (ما ذکر علیہ اسم غیر اللہ) یعنی وہ جانور جو غیر اللہ کے نام ذبح کیا گیا ہو، معلوم ہوا کہ (وَمَا أَهْلٌ) کا معنی ذبح ہی ہے۔ دلیل ملاحظہ ہو

قول النبی ﷺ لعن الله من ذبح لغير الله تعالى.

رسول کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کی لعنت ہو اس پر جس نے اللہ کا نام چھوڑ کر کسی اور کا (نام لیکر) ذبح کیا

﴿بیسواں جواب، وجہ ہشتم﴾

(۲۰) عرب کے عرف میں اس زمانے میں (أهل) بمعنی ذبح ہی آیا ہے۔

دیکھئے حضرت علامہ شہاب الدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ علامہ بیضاوی کا یہ فرمانا وما اهل به لغير الله ای رفع به الصوت عند ذبحه (الی آخرہ) بیضاوی اور وہ جانور جو غیر اللہ کیلئے ذبح کیا گیا یعنی جس پر بوقت ذبح آواز بلند کیا گیا ہو۔

علامہ شہاب الدین رحمۃ اللہ فرماتے ہیں

ای هذا اصله ثم جعل عبارة عما ذبح لغير الله. حاشية بیضاوی للشہاب الدین.

کہ حضرت علامہ بیضاوی نے جو معنی کیا ہے (آواز بلند کرنا) یہ لغوی معنی ہے مگر (زمانے کے گزرنے کیساتھ ساتھ کثرت استعمال کے بنا) اسے (ذبح لغير الله) سے تعبیر کیا گیا۔ یعنی وہ

جانور جو غیر اللہ کا نام لیکر ذبح کیا گیا ہو (اس کا گوشت کھانا حرام ہے)

﴿اکیسواں جواب، وجہ نہم﴾

عرب کے عرف میں اس زمانے میں (اُھل) بمعنی ذبح ہی آیا ہے۔

دیکھئے حضرت صاحب روح البیان، وخازن، ومعالم، رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں۔

(۲۱) ای وحرم مارفع به الصوت عند ذبحه للصنم واصل الالہلال رفع الصوت

وكانوا اذا ذبحوا لالہتهم يرفعون اصواتهم بذكرها ويقولون باسم اللات والعزی

فجرى ذلك من امرهم حتى لكل ذابح مهل . تفسیر روح البیان والخازن والمعالم .

کہ حرام ہے اس (جانور کا گوشت کھانا) جس پر بوقت ذبح بت کا نام لیا گیا ہو، اہلال کا لغوی

معنی ہے آواز بلند کرنا، اور کافر و مشرک جب اپنے بتوں کیلئے ذبح کرتے تو انہی کا نام لیکر

آوازوں کو بلند کرتے، اور (ذبح کرتے وقت یوں کہتے باسم اللات والعزی) لات اور

عزی کے نام، سو یہ (عادت ایسی عام ہوئی) کہ ہر ذبح کرنے والے کو (مہل) کہا جانے لگا

(مہل) واحد مذکر اسم فاعل کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے بوقت ذبح آواز بلند کرنے والا۔ مترجم

﴿بائیسواں جواب، وجہ دہم﴾

عرب کے عرف میں اس زمانے میں (اُھل) بمعنی ذبح ہی آیا ہے۔

دیکھئے حضرت صاحب تفسیر معالم التنزیل، فرماتے ہیں۔

(۲۲) وما اهل به لغير الله ای ذبح للاصنام والطواغیت واهل والالہلال رفع الصوت

وكانوا اذا ذبحوا لالہتهم يرفعون اصواتهم بذكرها فجرى ذالك من امرهم حتى

قيل لكل ذابح مهل . تفسیر معالم التنزیل .

(مَا اُھل به لغير الله) کا معنی (ای ذبح للاصنام) یعنی وہ جانور جو بتوں و شیاطین کے نام

ذبح کیا گیا ہو (اس کا گوشت کھانا حرام ہے) (اُھل) اور (الہلال) کا معنی ہے (جانور پر بوقت ذبح)

آواز بلند کرنا۔ کافر و مشرک جب اپنے بتوں کیلئے ذبح کرتے تو انہی کا نام لیکر آوازوں کو بلند

کرتے، اور (ذبح کرتے وقت یوں کہتے، باسم اللات والعزی) لات اور عزی کے نام سو

یہ (عادت ایسی عام ہوئی) کہ ہر ذبح کرنے والے کو (مہل) کہا جانے لگا۔

﴿تیسواں جواب، وجہ یازدہم﴾

عرب کے عرف میں اس زمانے میں (اُھل) بمعنی ذبح ہی آیا ہے۔

دیکھئے حضرت صاحب تفسیر فتح البیان، فرماتے ہیں۔

ماذبح للانصام والطواغیت وصیح فی ذبہ منہ. فتح البیان

کہ (وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ) کا معنی (ماذبح للانصام والطواغیت) ہے (وہ جانور جو) بتوں، وشیاطین کیلئے ذبح کیا گیا ہو، اور ذبح کرتے وقت انہی (بتوں اور شیاطین) کا نام بلند کیا ہو

﴿چوبیسواں جواب، وجہ دوازدہم﴾

اس باب میں احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں

عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لعن اللہ تعالیٰ من ذبح لغير اللہ تعالیٰ حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کے سوا کسی اور کیلئے ذبح کیا اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اخرجہ مسلم واحمد وابوداؤد، والنسائی، ثم سبل الاصفیاء. (۴۱) میں کہتا ہوں۔ کہ یہ حدیث (وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ) کی تفسیر ہے۔

﴿پچیسواں جواب، وجہ سیزدہم﴾

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قال النبی ﷺ يا عائشة هل منی بالمدينة ثم قال استحذیہا بحجر ففعلت ثم اخذها واخذ الکبش فاضجعه ثم ذبحه (ای اراد ذبحه) ثم قال بسم الله اللهم تقبل من محمد ومن آل محمد ومن امة محمد ثم ضحیٰ به. سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا! عائشہ! چھری دو پھر فرمایا (عائشہ چھری) پھر سے خوب تیز کر کے دے دو، میں نے حکم کی تعمیل کی، پھر نبی کریم ﷺ نے دے بنے کو زمین پر لٹا کر (ذبح کرنے کا) ارادہ فرمایا پھر (یوں دعا کی) بسم الله اللهم تقبل من محمد (ﷺ) ومن آل محمد (ﷺ) ومن امة محمد (ﷺ)، اللہ کے نام سے، یا اللہ مجھ محمد (ﷺ) کی جانب سے اور میری آل کی جانب سے اور میری (جمع) امت کی جانب سے (یہ قربانی) قبول فرما۔ رواہ مسلم وابوداؤد.

☆۔۔ وجہ استدلال یہ ہے، کہ دیکھو اللہ کے رسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ذبح سے پہلے اس جانور پر اپنا اور اپنی اولاد، وجمع امت کا نام بلند کیا (کیا) وہ جانور حرام ہوا؟ (جواب ہے) اس جانور کا گوشت حرام نہیں ہوا بلکہ حضور پر نور ﷺ کے ہاتھوں کا ذبح ہوا ہوا جانور تو اور بھی طیب ہو گیا اور اس گوشت میں تو ہر حیثیت سے برکتیں آگئیں۔

معلوم ہوا کہ ذبح سے پہلے اگر اللہ کے سوا کسی اور کا نام بلند کیا جائے (کسی کے نام سے منسوب کیا جائے) اور بوقت ذبح بسم اللہ، اللہ اکبر کہا تو اس جانور کا گوشت کھانا حرام نہیں ہوتا اگر ذبح سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی کا نام لینے سے وہ جانور مطلقاً حرام ہوتا تو نبی کریم ﷺ نے جس جانور کو ذبح کیا وہ جانور بھی حرام ہوتا حالانکہ ایسا ہرگز نہیں، سو جب تالی باطل، تو مقدم بھی باطل ﴿چھبیسواں جواب، وجہ چہار دہم﴾

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ حین ذبح الاضحية اللهم منك والیک عن محمد وامتہ بسم اللہ واللہ اکبر ثم ذبح . رواہ احمد، وابوداؤد، جلد ۲ (۳۰) وابن ماجہ، والدارمی، وقال فی المرقاۃ قال ابن حجر صححہ الحاكم . حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اکرم ﷺ جب جانور ذبح کر رہے تھے تو (یوں دعا کی) یا اللہ (یہ جانور) تیرا عطیہ ہے اور تیرے لیے ہی (میں نے قربانی کی) جو مجھ محمد (ﷺ) اور (میری) امت کی جانب سے ہے (پھر) بسم اللہ اللہ اکبر کہتے ہوئے (جانور) کو ذبح کیا۔ ☆۔۔ وجہ استدلال بعینہ اوپر گذر گیا۔

﴿ستائیسواں جواب، وجہ پانزدہم﴾

(۲۷) قال ابن عباس وما ذبح بغير اسم اللہ تعالیٰ عمداً فانه رجس حرام . تفسیر ابن عباس، پارہ ۸، سورۃ انعام، وتفسیر ابن عباس، پارہ ۶ (۲۱) سورۃ مائدہ، (ص، ۲۹) وپارہ ۱۳، سورۃ نحل، (ص، ۲۳۶)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (وَمَا أَهْلُ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس جانور پر بوقت ذبح قصد اللہ کے نام کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا سو اس جانور کا گوشت پلید اور اس کا کھانا حرام ہے۔

﴿اتحائیسواں جواب، وجہ شانزدہم﴾

(۲۸) (وَمَا أَهْلُ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ) ای رفع الصوت لغير الله عند ذبحه كقولهم باسم اللات والعزى . ابوالسعود جلد ۳، سورۃ مائدہ، (ص، ۵۲۱)

(وَمَا أَهْلُ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ) سے مراد (رفع الصوت لغير الله عند ذبحه) ذبح کیوقت آواز بلند کرنا جیسے کہ مشرین جانور ذبح کرتے وقت یوں کہا کرتے تھے (باسم اللات والعزى)

﴿انتیسواں جواب، وجہ ہفصہم﴾

(۲۹) (وَمَا أَهْلٌ لِّغَيْرِ اللَّهِ بِهِ) وَالْأَهْلَالُ رَفَعَ الصَّوْتُ وَمِنْهُ يُقَالُ أَهْلُ فُلَانٍ بِالْحَجِّ إِذَا لَبَّى، وَمِنْهُ اسْتَهْلَ الصَّبِيُّ وَهُوَ صَرَخَهُ إِذَا وَلَدَ، وَكَانُوا يَقُولُونَ عِنْدَ الذَّبْحِ بِاسْمِ اللّٰتِ وَالْعِزَّى فَحَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى ذَلِكَ. کبیر جلد ۳، سورہ مائدہ (ص ۵۲۳)

(وَمَا أَهْلٌ لِّغَيْرِ اللَّهِ بِهِ) یہاں اہلال بمعنی (رفع الصوت) ہے یعنی آواز بلند کرنا۔ جیسے کہ حاجی جب تلبیہ پڑھتے ہوئے آواز بلند کرتا ہے (تو عرب کے لوگ کہتے ہیں) (اہل فلان بالحج) فلاں نے حج کیلئے تلبیہ کیساتھ آواز بلند کی، یا جب کسی بچے کی بوقت ولادت چیختے ہوئے آواز بلند ہوتی ہے تو (عرب کے لوگ کہتے ہیں استهل الصبی) آواز بلند کی بچے نے، اور جب مشرکین، لات، وعزى، کا نام لیکر ذبح کرتے تو اللہ تعالیٰ نے اس (جانور کے گوشت کی) حرمت کا حکم فرمایا۔

﴿تیسواں جواب، وجہ ہشتمہم﴾

(۳۰) (أَوْ فَسَقًا) أَيْ خَرُوجًا مِنَ الدِّينِ الَّذِي هُوَ كَالْحَيَوَةِ الْمَطْهُرَةِ (أَهْلٌ) أَيْ صَوْتٌ فِيهِ بِاسْمِ (لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ) أَيْ بِسَبَبِ ذَبْحِهِ فَإِنَّهُ لَوْ قَرِنَ بِهِ اسْمُ اللَّهِ لَا يُوْثِّرُ مَعَهُ فِي التَّطْهِيرِ. تبصیر الرحمن. سورہ انعام۔ (ص ۲۳۰)

(أَوْ فَسَقًا) کا معنی کرتے ہوئے صاحب تفسیر تبصیر الرحمن فرماتے ہیں کہ فَسَقًا کا مطلب ہے، دین سے نکلنا، حالانکہ دین (اسلام) کی مثال تو (ہمارے لیے) پاکیزہ زندگی کی ہے (اہل) کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں (أَيْ صَوْتٌ فِيهِ) یعنی آواز بلند کرنا غیر اللہ کیلئے (أَيْ بِسَبَبِ ذَبْحِهِ) اس جانور کے ذبح کے سبب، اپنی گفتگو کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے علامہ لکھتے ہیں، سو اگر (بوقت ذبح بتوں کے) نام کیساتھ اللہ تعالیٰ کا نام بھی ملا کر آواز بلند کرے (تب بھی اس جانور کا گوشت کھانا حرام ہے اس لئے) کہ (بتوں کے نام کے ساتھ اگرچہ ذبح کرنے والا) اللہ کا نام لے تب بھی وہ ذبیحہ کی حلت کیلئے مؤثر نہیں۔

﴿اکیسواں جواب، وجہ نوازدہم﴾

(۳۱) (قَوْلُهُ تَعَالَى: (الْفَسَقُ) وَهُوَ الَّذِي أَهْلُ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ. کبیر جلد ۲، سورہ مائدہ (۱۶۱) صاحب تفسیر کبیر (الفسق) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ (الفسق) کا مطلب ہے

(وہو الذی اهل به لغیر اللہ)

وہ جانور جس پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے۔

﴿تین سو اہل جواب، وجہ بستم﴾

(۳۲) قوله تعالى (اولفسق) اهل لغیر اللہ به وهو منسوق علی قوله (الان یکون میتة

اودما مسفوحا) فسمى ما اهل لغیر اللہ به. فسقا لتو غله فی باب الفسق.

تفسیر کبیر. سورۃ نحل جلد ۵. (۳۵۶)

صاحب تفسیر کبیر سورہ نحل میں (الفسق) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ (الفسق) کا

مطلب ہے (وہ جانور جس پر بوقت ذبح) غیر اللہ کا نام لیا جائے، اور فسقا کا (الان یکون

میتة اودما مسفوحا) پر عطف ہے، اسی بناء پر ما اهل لغیر اللہ به کو فسق (گناہ) کہا گیا کیونکہ

اس میں فسق کی انتہاء ہے۔

﴿تین سو اہل جواب، وجہ بست وکیم﴾

صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں۔

(۳۳) ثم قال وما ذبح علی النصب وهو احد الاقسام الداخلة تحت قوله تعالی (وما

اهل لغیر اللہ به) تفسیر کبیر سورہ نحل. جلد ۲. (ص. ۳۵۶)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا (وما ذبح علی النصب) اور وہ جانور جو بتوں کے تھان پر ذبح کیا گیا۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اس قول کے حکم میں داخل ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

(وما اهل لغیر اللہ به) وہ جانور جو بتوں کے تھان پر ذبح کیا جائے یا اس پر بوقت ذبح غیر اللہ کا

نام پکارا جائے اس کا گوشت کھانا حرام ہے۔

﴿چوتھ سو اہل جواب، وجہ بست و دوم﴾

(۳۴) انما حرم علیکم الميتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغیر اللہ به) تعلیل لحل

ما امرهم باکله مما رزقهم ای انما حرم هذه الاشياء دون ما ترعمون حرمة من البحائر

والسوانب ونحوها. ابوالسعود جلد ۱. سورہ نحل. (ص. ۳۸۰)

پیشک حرام کیا گیا۔ تم پر مہر دار (جانور کا گوشت کھانا) اور (بہت) خون، اور خنزیر کا گوشت

(کھانا) اور وہ جانور (جس پر بوقت ذبح غیر خدا کا نام) پکارا گیا ہو، یہ آیت ان اشیاء کے

کھانے کے جواز کی دلیل ہے جو اشیاء معدودہ کے علاوہ اللہ نے کھانے کو عطا فرمائیں ہیں، یعنی مذکورہ معدودہ اشیاء تم پر حرام ہیں سوائے ان جانوروں کے جنہیں تم نے بزعم خود حرام ٹھہرائیں ہیں، جیسے، بکیرہ، اور سائب۔

﴿پننتیسواں جواب، ووجہ بیست وسوم﴾

(۳۵) قال فی الجمل (والباء) بمعنی (فی) ولا بد من حذف مضاف، ای فی ذبحہ لان المعنی وما صیح فی ذبحہ لغير الله تعالى، جمل سورہ بقرہ۔
صاحب جمل رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں (بہ) میں (با) بمعنی (فی) کے ہے، اور یہاں مضاف الیہ محذوف ہے (جو یہ ہے ای فی ذبحہ) کیونکہ آیت کا معنی یہ ہے کہ اس (جانور کا گوشت حرام ہے) جس پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا۔

﴿چھتیسواں جواب، ووجہ بست وچہارم﴾

صاحب جلالین فرماتے ہیں

(۳۶) ای ذبح علی اسم غیرہ۔ جلالین۔ سورہ بقرہ۔
(وَمَا هِلَ لغيرِ اللَّهِ بِهِ) کا معنی ہے وہ جانور (حرام ہے) جو اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

﴿سینتیسواں جواب، ووجہ بست وپنجم﴾

صاحب تفسیر خازن فرماتے ہیں

(۳۷) وما ذبح للاصنام والطواغیت۔ تفسیر خازن۔ سورہ بقرہ۔
وہ جانور (حرام ہے) جو بتوں اور شیاطین کے نام ذبح کیا گیا

﴿اڑتیسواں جواب، ووجہ بیست و ششم﴾

صاحب تفسیر مدارک فرماتے ہیں

(۳۸) ای ذبح للاصنام۔ تفسیر مدارک۔ سورہ بقرہ۔
(حرام ہے اس جانور کا گوشت کھانا) جو بتوں کیلئے ذبح کیا گیا ہو

﴿انٹالیسواں جواب، ووجہ بیست و ہفتم﴾

صاحب تفسیر بیضاوی فرماتے ہیں

(۳۹) ای رفع به الصوت عند ذبحه للصنم. بیضاوی. سورہ بقرہ.
(حرام ہے اس جانور کا گوشت کھانا) جس پر بوقت ذبح بت کا نام پکارا گیا ہو۔

﴿چالیسواں جواب، ووجہ بیست و ہشتم﴾

تفسیر بیضاوی کے محشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

(۴۰) ومعنى وَمَا هِلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ذكر عليه بغير اسم الله وإقام الصنم مقام غير الله
حاشیہ بیضاوی. سورہ بقرہ.

(وَمَا هِلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ) کا معنی یہ ہے کہ (اس جانور پر) اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ کسی
اور کا نام لیا جائے (اس طرح کہ) اللہ، کے بجائے (صنم) بت کا نام لیا جائے۔

﴿اکتالیسواں جواب، ووجہ بیست و نہم﴾

صاحب تفسیر سراج المنیر فرماتے ہیں

(۴۱) ای ذبح علی اسم غیرہ. تفسیر السراج المنیر. سورہ بقرہ..
(حرام ہے اس جانور کے گوشت کا کھانا) جس پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کے نام کے
علاوہ کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔

﴿پچاسواں جواب، ووجہ سی﴾

حضرت ابوالسعود فرماتے ہیں

(۴۲) ای رفع الصوت عند ذبحه للصنم. ابوالسعود. سورہ بقرہ. جلد ۱. (ص. ۳۹۳)
(حرام ہے اس جانور کے گوشت کا کھانا) جس پر بوقت ذبح بت کا نام پکارا گیا ہو۔

﴿تینیا لیسواں جواب، ووجہ سی و یکم﴾

(۴۳) واخرج جرير عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما. یعنی وما هِلَ لِلطَّوَاغِيتِ
حضرت جریر بن عبد اللہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں (حرام ہے اس جانور کا گوشت)
جس پر بوقت ذبح شیاطین کا نام لیا گیا ہو۔ درمنثور.

﴿چوالیسواں جواب، وجہ سی و دوم﴾

صاحب تفسیر سراج الممیر فرماتے ہیں

(۳۴) وما اهل لغير الله به اى رفع الصوت به لغير الله بان ذبح على اسم غيره
کہ (وَمَا اَهِلَ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ) یعنی ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام بلند کرنا (سو
ایسے جانور کا گوشت کھانا حرام ہے جس جانور پر بوقت ذبح اللہ کے نام کے سوا کسی اور کا
نام لیا جائے)۔ التفسیر السراج۔ سورة المائدة

﴿پینتالیسواں جواب، وجہ سی و سوم﴾

صاحب جلالین فرماتے ہیں

(۳۵) وما اهل به بان ذبح على اسم غيره۔ جلالین۔ سورة المائدة۔
(وما اهل به) کا معنی ہے (جب جانور) اللہ کے نام کے علاوہ کسی اور کے نام ذبح کیا جائے
(تو ایسے جانور کا گوشت کھانا حرام ہے)

﴿چھیالیسواں جواب وجہ سی و چہارم﴾

صاحب تفسیر بیضاوی فرماتے ہیں

(۳۶) اى رفع الصوت لغير الله به۔ بیضاوی۔ سورة المائدة

(حرام ہے اس جانور کا گوشت کھانا) جس پر (بوقت ذبح) اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی اور
کا نام پکارا گیا ہو۔

﴿سینتالیسواں جواب وجہ سی و پنجم﴾

صاحب تفسیر مدارک لکھتے ہیں

(۳۷) اى رفع الصوت به لغير الله۔ مدارک، سورة المائدة

(ای رفع الصوت به) (حرام ہے اس جانور کا گوشت کھانا) جس پر (بوقت ذبح) اللہ تعالیٰ
کے نام کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔

﴿اڑتالیسواں جواب و وجہ سی و ششم﴾

صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں

(۳۸) یعنی ما ذکر علی ذبحہ غیر اسم اللہ۔ تفسیر خازن۔ سورة المائدة۔

(حرام ہے اس جانور کا گوشت کھانا) جس پر (بوقت ذبح) اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔

﴿اونچا سوال جواب وجہ سی و ہفتم﴾

صاحب تفسیر روح البیان لکھتے ہیں

(۴۹) (وَمَا أَهْلَ لَغَيْرِ اللَّهِ بِهِ) وذلك هو الذبح على اسم الاوثان قاله الامام، (وَمَا أَهْلَ لَغَيْرِ اللَّهِ بِهِ) کا معنی یہ ہے (کہ جانور) بتوں کے نام ذبح کیا جائے (حرام ہے اس جانور کا گوشت کھانا) روح البیان، سورۃ المائدۃ

﴿پچا سوال جواب وجہ سی و ہشتم﴾

صاحب عینی شارح بخاری لکھتے ہیں

(۵۰) (وَمَا أَهْلَ لَغَيْرِ اللَّهِ بِهِ) ذکر علیہ غیر اسم اللہ من اسماء الاوثان وکل اسم سوی اللہ عزوجل، عینی البخاری۔

(وَمَا أَهْلَ لَغَيْرِ اللَّهِ بِهِ) کا معنی یہ ہے (کہ جس جانور پر بوقت ذبح) بتوں کا نام لیا جائے نیز (بوقت ذبح) اللہ کے نام کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے (تب بھی اس کا گوشت کھانا حرام ہے)

﴿ایک اور سوال جواب وجہ سی و نہم﴾

صاحب تفسیر واقدی لکھتے ہیں

(۵۱) ومعنی، وَمَا أَهْلَ لَغَيْرِ اللَّهِ بِهِ قال ابن عباس ما ذبح للاصنام وذكر عليه غير اسم الله تعالى وهو قول جمهور المفسرين، تفسیر الواقدی، سورۃ المائدۃ۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا (وَمَا أَهْلَ لَغَيْرِ اللَّهِ بِهِ) کا معنی یہ ہے (کہ جو جانور) بتوں کے نام ذبح کیا جائے (اس کا گوشت کھانا حرام ہے اس لئے) کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا (بلکہ بت جو غیر اللہ ہیں کا نام لیا گیا)

﴿ایک اور سوال جواب وجہ سی و دہم﴾

(۵۲) اصل الاحلال رفع الصوت وذلك لان العرب في الجاهلية كانوا يذكرون ويقولون برفع الصوت اسماء اصنامهم عند الذبح فيقولون باسم اللات والعزى اذا ذبحوا، هذا منقطع، هذه الكتب جلالين، وعازن، ومدارك، والسراج المنير، وجمل، وبيضاوي، وابو السعود، سورة بقرۃ

تقریباً سات مفسرین کرام نے لکھا کہ (الاهلال) کا لغوی معنی ہے آواز بلند کرنا کیونکہ زمانہ جہالت میں عرب کے رہنے والے جانور کے ذبح کرتے وقت بلند آواز سے اپنے بتوں کا نام لیتے اور یوں کہتے (باسم اللہ والعزى) لات اور عزى کے نام۔

﴿ترینوں جواب ووجہ سی وچہلم ویک﴾

(۵۳) فحرم الله تعالى ذلك بهذه الآية وبقوله تعالى (ولا تأكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه) خازن، ومعام سورة مائدة.

(سو وہ جانور جن پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے) سوا (کا گوشت کھانا) اللہ نے حرام کر دیا اس آیت کے ساتھ (ولا تأكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه) اور نہ کھاؤ اس (جانور کے گوشت) سے جس پر (بوقت ذبح) اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔

سوال

(اے سنیوں) اگر اہل کا معنی ذبح کیا جائے تب بھی تمہارا مدعا ثابت نہ ہوگا کیونکہ اگر اہل کا معنی ذبح کیا جائے تو زیادہ سے زیادہ معنی و مطلب یہی ہوگا (ذبح لغیر اللہ) جو جانور غیر اللہ کے لئے ذبح کیا جائے (اس کا گوشت کھانا حرام ہے) سو ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ جو جانور غیر اللہ کے لئے ذبح کیا جائے اس کا گوشت کھانا حرام ہے، اس لئے اگر تم اہل کا معنی ذبح لغیر اللہ کر بھی لو تب بھی تمہارا مدعا ثابت نہیں۔

اسکے تین جوابات ہیں

پہلا جواب: یہ ہے۔ جی ہاں اگر عبارت یوں ہو کہ (ذبح لغیر اللہ) کہ جو جانور ذبح کیا جائے اللہ کے نام کے سوا کسی دوسرے کا نام لیکر بوقت ذبح، یا امیر کا نام لیکر (ذبح للامیر) یا اللہ تعالیٰ کے سوا (ذبح لتقرب غیر اللہ) کسی دوسرے کے تقرب کیلئے ذبح کیا تو یقیناً وہ جانور حرام ہو جاتا ہے۔ دیکھئے

﴿علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

(۱) قوله صلى الله عليه وسلم لعن الله من ذبح لغير الله. مسلم شريف.
واما الذبح لغير الله فالمراد به ان يذبح لغير الله كمن ذبح للصنم او للصليب
او لموسى عليه السلام او لعيسى عليه السلام او للكعبة او نحوها. شرح السلم للنووي

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی سنت ہواس پر جو اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی اور کے نام (جانور ذبح) کرے، رہا (واما الذبح لغير الله) ذبح لغير الله تو اس کا معنی یہ ہے کہ ذبح کیا جائے (جانور) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کیلئے، جیسے بتوں (کا نام لیکر ذبح کیا جائے) یا صلیب کیلئے، یا موسیٰ علیہ السلام کا نام (بوقت ذبح پکارا جائے) یا عیسیٰ علیہ السلام کا نام (بوقت ذبح پکارا جائے) یا کعبہ شریف کا نام (بوقت ذبح پکارا جائے) تو یقیناً اس جانور کا گوشت حرام ہے)

سبحان اللہ! امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب تشریح کی اب بھی اگر وہابی نہ سمجھے تو وہ جاہل مرکب ہے یا حق سے روگردانی کرنے والا ہے، العیاذ باللہ (اللہ انکی جہالت سے محفوظ فرمائے)

﴿دوسرا جواب یہ ہے﴾

علامہ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اما الذبح لغير الله تعالى فالمراد به ان يذبح باسم غير الله كمن ذبح للصنم
نیشاپوری، ثم فتاویٰ عزیز یہ جلد ۱، (ص ۲۲)

ذبح لغير الله کا مطلب یہ کہ جب (جانور) غیر اللہ کے نام ذبح کیا جائے جیسے کہ کوئی (مشرک جانور) ذبح کرتا ہے بت کیلئے۔

سبحان اللہ! کیا خوب تشریح کی ان بزرگوں نے، اب بھی اگر وہابی نہ سمجھے تو پھر ازیلی بد بخت ہے، العیاذ باللہ (اللہ انکی جہالت سے محفوظ فرمائے)

آنکس کہ نداند، ونداند، کہ نداند۔

درجہ بل مرکب ابد الدھر، بماند۔

﴿تیسرا جواب یہ ہے﴾

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ درمختار میں لکھتے ہیں

لانسى الظن بالمسلم انه يتقرب الى الآدمى لهذا النحو. درمختار.

ای علی وجه العبادۃ لانه المكفر وهذا بعيد من حال المسلم. رد المحتار

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ ہم کسی مسلمان کے بارے یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ مسلمان

کسی انسان کے تقرب کیلئے (ذبح) کرے گا۔ درمختار کے شارح صاحب ردالمحتار اسکی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ تقرب کا مطلب یہ ہے کہ (جانور کو اللہ کے سوا کسی کیلئے) تقرب یعنی عبادت کی نیت سے ذبح کرے حالانکہ ایسا کرنے والا (جانور کو اللہ کے سوا کسی کیلئے) ذبح کرنا کفر ہے جبکہ یہ بات حال مسلم سے بعید (کوسوں دور) ہے (مسلمان سوچ بھی نہیں سکتا کہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کروں نعوذ باللہ)

﴿تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے﴾

تمام عبارات اس بات پر محمول ہیں کہ وہ جانور جس پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی دوسرے کا نام لیا جائے حرام ہے۔ اور وہ جانور جس پر بوقت ذبح اللہ کا نام پکارا جائے اور اس کا ثواب کسی نبی علیہ السلام، یا کسی ولی اللہ کو یا والدین یا بیوی و مرشد کو بخشے، جائز، حلال، و پاک، ہے۔ اولیاء اللہ کیلئے جو لوگ نذر مانتے ہیں انکی مراد بھی سوائے ایصالِ ثواب کے اور کچھ نہیں لہذا ان پر کفر و شرک کے فتوے لگانا صحیح نہیں۔

نَفْسِ اِسْلَام

WWW.NAFSEISLAM.COM

﴿نسبت اور تشہیر سے حرمت لازم نہیں آتی﴾

نسبت سے مراد (جانور کو ذبح سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام یا اولیاء کرام میں سے کسی ولی کے نام سے منسوب کرنا) تشہیر سے مراد ذبح سے پہلے یا بعد اس جانور کو کسی کے نام سے مشہور کرنا جیسے یہ جانور فلاں کا ہے (حرمت لازم نہیں سے مراد یہ کہ اگر ذبح سے پہلے منسوب یا کسی کے نام سے مشہور کر لیا اور پھر بوقت ذبح بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا تو اس جانور کا گوشت کھانا حرام نہیں۔ تعلیق۔ مترجم)

سوال

اگر کوئی مسلمان کسی جانور کو ذبح سے پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ یا (کا کا صاحب) رحمت اللہ علیہ یا سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نام منسوب کرے سو اس جانور کا گوشت کھانا حرام ہے کیونکہ اس شخص نے مذکورہ بالا بزرگوں کو اپنا معبود سمجھا۔ یہی حال نذر ماننے والوں کا ہے کہ اگر ان سے کہا جائے کہ اس جانور کے بدلے بازار سے گوشت لے آ، اور مرحوم کو ایصالِ ثواب کر، اس لئے کہ دونوں کا ثواب یکساں ہے تو وہ شخص اس پر راضی نہیں۔ ثابت ہوا کہ یہ ذبح غیر اللہ کیلئے ہے جو شرک ہے، جسکی وجہ سے اس جانور کا گوشت حرام ہو جاتا ہے۔

جواب

میں کاتب الحروف کئی وجوہ سے اس اعتراض کا جواب دیتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ذبح سے پہلے یا بعد میں جانور کو کسی ولی کے نام منسوب کرنا نہ شرک ہے نہ اس نسبت سے اس جانور کا گوشت حرام ہوتا ہے، نہ کوئی مسلمان اس ذبح سے تقرب الی اللہ چھوڑ کر تقرب الی الانسان کی نیت کرتا ہے بلکہ اس ذبح سے ذبح کی مراد صرف ایصالِ ثواب ہے۔ پھر شرک اور حرمت کا حکم کیونکر ہو سکتا۔ سوال کے شق نمبر دو کا جواب۔

دوسرے شق کا جواب یہ ہے کہ نذر کرنے والا نہ تو تقرب الی الانسان کی نیت کرتا ہے نہ کچھ اور نیت سوائے اس کے کہ نذر کرنے والا مسلمان (اللہ تعالیٰ کے لئے ذبح

اور ولی کے روح کو ایصالِ ثواب کی نیت کرتا ہے سو اس میں قباحت کیا ہے۔ پھر یہ سوال کہ بازار سے تیار گوشت لانے پر تیار نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ وہ مسلمان بیک وقت دو ثوابوں سے محروم رہنا نہیں چاہتا،

(۱) ایک تو یہ ہے کہ جب ذبح اللہ کیلئے کرتا ہے تو اسے اس ذبح کا ثواب مل جاتا ہے جب کہ بازار سے تیار گوشت لانے میں اس ثواب سے محروم رہ جاتا ہے۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ وہ صدقہ کرتا ہے، اگر بازار سے گوشت لا کر پکا کر مسکینوں فقیروں کو کھلانے کا تو صدقہ کا ثواب تو مل جائے گا مگر ذبح کے ثواب سے محروم ہو جائے گا۔ جیسے قربانی میں یہی صورت موجود ہے۔

دیکھئے صاحبِ عنایہ فرماتے ہیں۔

(۱) التضحیۃ فیہا افضل من التصدق بضمن الاضحیۃ لان فیہا جمعا بین التقرب بآفاقۃ

الدم والتصدق والجمع بین القربتین افضل۔ ملخصا عنایہ

ایام قربانی میں اس (جانور کی) قیمت صدقہ کرنے سے قربانی کرنا ہی افضل ہے۔

کیونکہ اس صورت میں دو ثواب ہیں ایک تقرب الی اللہ (اللہ سے قربت کیلئے) خون بہانا دوسرا صدقہ کرنا۔ لہذا دونوں حسنات کو جمع کرنا افضل ہے۔

☆۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ناذر (نذر کرنے والے) نے جو جانور کسی ولی کے نام منسوب و مشہور کر لیا ہے، اب اسکے بدلنے سے اللہ کے اولیاء کہاں خوش ہونگے اگرچہ دوسرا جانور (جسے اس جانور کے بدلے میں لیا جو پہلے سے کسی ولی کے نام منسوب و مشہور تھا) کا ذبح اور صدقہ اجر و ثواب کی حیثیت سے برابر ہے، اولیاء کا خوش نہ ہونا (بادلہ کی وجہ سے) بوجہ تعین و تخصیص، کے ہے نہ کہ وہابیوں کے وہمِ باطل کے بنا۔

(۴) چوتھی وجہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی نذر کیلئے جو جانور پالا گیا اسے بغیر کسی عذر شرعی کے تبدیل کرنا مناسب نہیں۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ اگر صاحبِ نصاب قربانی کیلئے بغیر نذر معین ایک جانور خریدے تو اب اس جانور کو بدلنا مکروہ ہے اگرچہ اسکا (بیع مع الکراہۃ) منعقد ہوتا ہے صاحبِ ہدایہ و صاحبِ تین الحقائق لکھتے ہیں۔

بالشراء للتضحیۃ لایمنع البیع ویکوہ ان یدل بہا غیرہا۔ ہدایۃ اصحیۃ و تبیین الحقائق وغیرہا۔
اگر قربانی کیلئے جانور خریدا تو اس جانور کو بیع کرنا ممنوع نہیں (یعنی جب قربانی کیلئے جانور

خریدا گیا تو اب اگر بیچنا پڑ جائے تو اس جانور کا بیچنا اگرچہ ممنوع تو نہیں (مگر دوسرے جانور سے بدلنا بہر حال مکروہ تو ہے) (کراہت سے تو کسی حال خالی نہیں)

(۵) پانچویں وجہ یہ ہے، کہ مسلمانوں پر تہمت و بدگمانی حرام ہے، نیز مسلمانوں کے افعال و اقوال کی حتی الامکان احسن توجیہ کرنی واجب ہے۔ نیز کہنے والا جب تک اپنی بات کی وضاحت بیان نہ کرے (جب تک اس کی باتوں میں کفر و شرک کو لازم کرنے والی باتیں نہ ہوں) اس وقت تک متکلم پر کفر و شرک کے فتوے لگانا جائز نہیں۔ بلکہ نہایت احتیاط فرض ہے۔ یہاں تک کہ اگر اسے کفر و شرک کے فتوے سے بچانے کیلئے کوئی کمزور احتمال بھی پایا جائے اسے اختیار کرنا لازم ہے۔

﴿چھٹی وجہ یہ ہے﴾

(۶) کہ اگر ذبح کرنے والے سے پوچھا گیا کہ تو نے یہ جانور کس نیت سے ذبح کیا اور بغرض محال وہ نادان (نا بکھ) جو بیا کہے کہ اس ذبح سے میرا مقصد غیر خدا کی عبادت ہے سو اس صورت میں کفر و شرک کے فتویٰ کا اطلاق صرف ایسے ہی شخص پر ہوگا، نہ کہ اسکی وجہ سے تمام مسلمان اس فتویٰ کی ضد میں آئیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ. الْآیۃ

ترجمہ! اور نہ اٹھائے گا (کوئی انسان بروز قیامت) دوسرے کا گناہ۔

سوا یک کی نادانی سے تمام مسلمانوں کو جب کہ انکی نیتیں اچھیں، افعال نہایت پاکیزہ تو پھر سب پر کفر و شرک کا فتویٰ کیسے درست ہوگا۔

﴿ساتویں وجہ یہ ہے﴾

(۷) ساتویں وجہ یہ ہے کہ علماء احناف نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر ذبح کرتے وقت کوئی مسلمان یوں کہے (بنام خدا بنام محمد ﷺ) تو علماء احناف نے فرمایا کہ بیشک ایسا کہنا مکروہ تو ہے مگر کہنے والے کی نیت چونکہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا تو صرف تعظیم رسول ﷺ کی نیت کی وجہ سے اگر یہ کلمات منہ سے نکل بھی گئے تب بھی وہ مسلمان نہ مشرک ہوا نہ کافر، اور نہ وہ ذبیحہ حرام ہوا۔ بلکہ وہ کہنے والا کامل

مسلمان، اور ذبیحہ پاک و حلال ہے۔

صاحب فتاویٰ قاضی خان فرماتے ہیں

(۱) رجل ضحی وذبح وقال بسم الله بنام خدا بنام محمد ﷺ قال الشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل ان اراد الرجل بذكر النبي ﷺ تبجيله وتعظيمه جاز ولا بأس وان اراد به الشركة مع الله تعالى لا تحل الذبيحة. فتاویٰ قاضی خان جلد ۳ (اضحیہ)

(امام ابو بکر محمد بن فضل رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک آدمی جانور کو ذبح کرنے والا ہو اور بوقت ذبح یوں کہہ باسم اللہ بنام خدا بنام محمد ﷺ (اب ذبیحہ کا کیا حکم ہے؟)

(امام ابو بکر محمد بن فضل رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں اسکی دو صورتیں ہیں)

(۱) (دیکھنا یہ ہے کہ ذبح نے یہ کلمات) حضور نبی کریم ﷺ کیلئے تعظیماً و احتراماً کہے ہیں یا حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ کا شریک بنا کر کہے ہیں،

اگر یہ کلمات حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم و احترام میں کہے ہوں پھر تو جواز میں کوئی شک نہیں۔ نیز اس جانور کا گوشت بھی حلال، و طیب ہے۔

(۲) اور اگر یہ کلمات حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ جل جلالہ کا شریک بنا کر کہے ہیں، سو پھر اسکے شرک میں کوئی شک نہیں۔ نیز اس جانور کا گوشت حرام، و پلید ہوگا۔

صاحب ہدایہ و صاحب عینی و صاحب کنز

(سے جب یہ مسئلہ پوچھا گیا تو ان تمام اصحاب فقہ حنفی نے جواب دیا)

(۲) احدها ان يذكر موصولا لا معطوفا فيكروه (الذكر) ولا تحرم الذبيحة. هداية ذبائح وجامع الصغير، وعینی الكنز وغیرہا

(سوال کا جواب یہ ہے ہم دیکھیں گے کہ اس نے حضور پر نور ﷺ کا نام بوقت ذبح) موصولاً لیا ہے، یا معطوفاً۔ سو اگر (سرکارِ مدینہ ﷺ کا نام مبارک) موصولاً لیا گیا ہو۔ (تو بوقت ذبح حضور پر نور ﷺ کا نام مبارک لینا) ناپسندیدہ ہے (کیونکہ بوقت ذبح صرف اللہ جل جلالہ کا نام لیا جائے اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا ہے یہ وقت نہ تو سرکارِ دو عالم ﷺ کا نام لینے کا ہے اور نہ سرکارِ دو عالم ﷺ پر درود پڑھنے کا

ہے) (پھر سوال ہوا کہ اس وقت نبی کریم ﷺ کا نام لینا اگر مکروہ ہے تو کیا اس جانور کا گوشت حرام ہوا کہ نہیں تو علماء فقہ نے جواب دیا) (ولا تحرم الذبیحة) یہ ذبیحہ حرام نہیں ہوا رہا یہ سوال کہ اگر عطف کیساتھ کہا ہے یعنی یوں کہا (بسم اللہ وبسم محمد ﷺ) سو اس میں اللہ تعالیٰ کیساتھ شرکت کا معنی بالکل واضح ہے۔ اور صحیح مذہب کے مطابق اس جانور کے گوشت کی حرمت میں کوئی کلام نہیں (یعنی کوئی شک نہیں) مگر ذائقہ پر کفر و شرک کا فتویٰ لگانا پھر بھی صحیح نہیں ہوگا۔ کیونکہ جب تک وہ اس بات کا اقرار نہ کرے کہ میں نے از روئے عطف کے کہا ہے اس وقت تک ہم اس پر کافر و شرک ہونے کا فتویٰ کیسے صادر کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ نیت امر باطن ہے معلوم نہیں کہ اس نے کفر و شرک کی نیت کی یا نہیں تو صرف شک کی بنا کفر و شرک کا فتویٰ کیونکر صادر ہو۔

دیکھئے علامہ صاحب درمختار لکھتے ہیں

(۱) ان عطف حرمت نحو بسم اللہ واسم فلان درمختار

اگر عطف کیساتھ اللہ کے نام کیساتھ کسی کا نام لیا گیا اور یوں کہا (بسم اللہ واسم فلان) اللہ اور فلاں کے نام کیساتھ (ذائقہ کرتا ہوں سو اس طرح کہنے سے وہ ذبیحہ مردار، و حرام ہوگا) دیکھئے علامہ قاضی خان اپنی شہرہ آفاق کتاب فتاویٰ قاضی خان میں تحریر فرماتے ہیں۔

(۲) هو الصحيح وقال ابن سلمة لا نصیر مینة لانها لو صارت مینة یصیر الرجل کافرا (خاتمة)

یعنی بات صحیح ہے۔ اور حضرت ابن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (اگر عطف کیساتھ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام بوقت ذائقہ لیا گیا تب بھی وہ ذبیحہ مردار نہیں کیونکہ اگر ذبیحہ کو مردار کہا جائے تو ایحالہ (اس ذائقہ کو) کافر (کہنا پڑے گا) وہ کافر ہو جائے گا (حالانکہ ایسا نہیں مراد یہ ہے کہ جب وہ ذبیحہ مردار نہیں ہوا تو پھر ذائقہ مسلمان ہی ہے۔ اور اگر اس ذبیحہ کو حرام و مردار ثابت کریں گے تو یقیناً ذائقہ کو کافر ثابت کریں گے تب اس ذبیحہ کے گوشت کو حرام کہیں گے ورنہ نہیں)

صاحب درمختار، و صاحب شرح مقدسی اس قول کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، قلت تمنع الملازمة بان الکفر امر باطنی والحکم به صعب فیفرق.

میں کہتا ہوں کہ یہ ملازمہ باطل ہے کیونکہ (عطف کیساتھ لئے گئے نام میں اب نیت کو دخل ہے) کیونکہ (عطف کی وجہ سے کسی کو کافر کہنا) امر باطنی ہے اور امر باطن پر (کفر کا) حکم لگانا نہایت مشکل امر ہے (سوجب دونوں احتمال موجود ہیں) تو دونوں میں جدائی لازم۔ (یعنی اگر ذبح کہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھ کر یوں کہا ہے پھر تو اسکے مشرک ہونے میں شک نہیں، اور اگر وہ کہتا ہے کہ میں نے صرف تعظیم کی نیت کی تھی تو پھر وہ مشرک نہیں۔ ان دونوں احتمالات کے ہوتے ہوئے جدائی لازم۔)

(۹) نویں وجہ یہ ہے کہ یہ بات ہم پہلے اعلاء کلمۃ اللہ (صفحہ ۹) سے ثابت کر آئے ہیں کہ (اہل لغیر اللہ) بمعنی تشہیر وانتساب لغیر اللہ ذبح سے پہلے موجب حرمت نہیں۔

﴿ذبح سے پہلے یا بعد جانور کی تشہیر یا منسوب﴾

کرنے سے حرمت لازم نہیں

دیکھئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ. فتح البیان ثم اعلاء (۹)

(۱۰)

پس کھاؤ ان جانوروں کے گوشت میں سے جن پر (بوقت ذبح) اللہ کا نام لیا گیا۔ یہ آیت مطلق ہے (المطلق بجوری علی اطلاقہ) لہذا یہ اس جانور کو بھی شامل ہے جس کو (ذبح سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی کے نام سے مشہور یا منسوب کیا گیا)

﴿گیارویں وجہ یہ ہے﴾

(۱۱) يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ط

قال ابن عباس نزلت في قوم من ثقيف وبنی عامر بن صعصعة وخزاعة وبن مدلج حرموا

من الحوث والبحائر والسوانب والوصائل والحام. تفسیر ابو السعود ثم الاعلاء (۹)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اے لوگو کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال و طیب ہے۔ شیطن کی پیروی نہ کرو

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ یہ آیت قبیلہ ثقیف اور عامر بن صعصعہ

اور خزاعہ اور بنی مدلج کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ ان قبائل نے اپنے اوپر از خود

(کھیت) بحائر، سوانب، اور وسائل، وحام، حرام کر دیئے تھے۔

﴿بارہویں وجہ یہ ہے﴾

(۱۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ،

قال سليمان الجمل تحت قوله تعالى انما حرم وهو قصر قلب للرد على من استحل هذه الاربعة وحرم الحلال كالسوا ب وغيرها . جمل ثم الاعلاء (۹)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اے ایمان والو! کھاؤ پاک رزق میں سے جو ہم نے تمہیں عطا کیا حضرت سلیمان الجمل اس آیت (انما حرم) کے تحت لکھتے ہیں، کہ یہ قصر قلبی ہے، یہ رو ہے ان لوگوں کا جو لوگ ان چہار (حرام شدہ جانوروں کے گوشت کو حلال سمجھتے ہیں جن کے گوشت کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے) اور وہ جانور جن کے گوشت کے کھانے کو اللہ نے حلال فرمایا ہے اور یہ اسے اپنے اوپر حرام کرتے ہیں، جیسے سوا ب وغیرہ، جن کا ذکر گیارہویں وجہ میں گذرا۔

﴿تیرویں وجہ یہ ہے﴾

(۱۳) قال الله تعالى . وَقَالُوا هَذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حَبْرٌ لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَشَاءُ بَزْغِمِهِمْ . فَمَعْنَى الْآيَةِ هَذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ فَمَنْعُوهُ يَعْلَمُونَ أَنَّهَا لِأَصْنَامِهِمْ قَالَ مُجَاهِدٌ يَعْنِي بِالْأَنْعَامِ الْبَحِيرَةَ وَالسَّائِبَةَ وَالْوَصِيلَةَ وَالْحَامِ . فتح البيان .

صاحب تفسیر فتح البیان لکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اور (مشرکین) بولے یہ جانور اور کھیتی ممنوع ہیں (کوئی اس سے نفع نہیں اٹھا سکتا) اسے کوئی کھا نہیں سکتا مگر جسے ہم چاہیں اپنے زعم (باطل سے) اس کا معنی یہ ہے کہ یہ مویشی اور کھیتی ممنوع ہیں (اس سے کسی کو فائدہ اٹھانا منع ہے) وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ انکے بتوں کیلئے ہیں۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ مویشیوں میں وہ جن جانوروں کو ممنوع سمجھتے تھے وہ یہ ہیں، بکیرہ، سائبہ، وصیلہ، اور حام، مشرکین ان جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے اور انکی تعظیم و احترام کو عبادت سمجھتے تھے۔ دیکھا آپ نے کہ نص قرآن سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ بخارہ، سوا ب، مشرکین اپنے بتوں کے نام منسوب و مشہور کرتے پھر بھی حرمت ثابت نہیں۔ معلوم ہوا کہ مطلقاً کسی جانور کا اللہ کے سوا کبھی منسوب و مشہور کرنے سے حرمت لازم نہیں آتی۔

﴿چودھویں وجہ یہ ہے﴾

صاحب جامع الفتاویٰ، وصاحب تاتارخانیہ، وغیرہ لکھتے ہیں۔

(۱۴) مسلم ذبح شاة المجوسی لبيت نارهم او الكافر لالهتهم تؤكل لانه لم يسم الله تعالى بذبحه ويكره للمسلم. جامع الفتاوى ثم الصارخانية ثم الهيدية، ووفوائد برهانية ثم اعلاء كلمة الله (۱۱)
کسی مسلمان نے مجوسی کی وہ بکری جو ان کے آتشکدہ کے لئے تھی یا کافروں کے بتوں کے لئے تھی، ذبح کی، تو وہ حلال ہے کھائی جائے (یعنی اسکا گوشت کھانا حلال ہے) البتہ ایسا کرنا (مجوسیوں، وشرکین کا بکرا انکی معبدگاہوں میں ذبح کرنا) ناپسندیدہ ہے (مگر ناپسندیدہ سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ اس جانور کا گوشت حرام ہو گیا بلکہ فقہاء نے لکھا کہ وہ گوشت حلال ہے)

﴿پندرہویں وجہ یہ ہے﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

(۱۵) فَكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ۔ پارہ ۸، رکوع ۱
پس کھاؤ ان جانوروں میں سے جن پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیا گیا، اگر اللہ کی آیات پر ایمان رکھتے ہو۔

یہ آیت بھی مطلق ہے (المطلق یجری علی اطلاقہ) لہذا یہ اس جانور کو بھی شامل ہے جسے (ذبح سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا دوسرے کے نام مشہور یا منسوب کیا گیا)

﴿سولہویں وجہ یہ ہے﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

(۱۶) وَمَالِكُمْ اَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَضَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْنَاكُمْ اور تمہیں کیا ہوا کہ نہیں کھاتے اس جانور کے گوشت میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا، حالانکہ جو حرام ہیں تم پر ہم نے واضح طور پر بیان کیے ہیں۔ پارہ ۸، رکوع ۱

یہ آیت بھی مطلق ہے (المطلق یجری علی اطلاقہ) لہذا یہ اس جانور کو بھی شامل ہے جس کو (ذبح سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی کے نام سے مشہور یا منسوب کیا گیا) سو خوب ظاہر ہوا کہ تشبیہ اور انتساب سے حرمت لازم نہیں ہوتی۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انعام سے بحیرہ، اور سانپ، اور وسیلہ، اور حامی، مراد ہیں

یہ جانور بوجہ تشبہ و انتساب الی غیر اللہ پھر بھی حرام نہیں۔ سو خوب ظاہر و بین ہوا کہ تشبہ و انتساب سے جانور حرام نہیں ہوا کرتے۔

﴿سترویں وجہ یہ ہے﴾

کسی چیز کی صرف اضافت یعنی نسبت کرنے کو عبادت پر منحصر کرنا غلط ہے۔ ورنہ بہت ساری ایسی اشیاء ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی طرف منسوب ہیں۔ چند مثالیں پیش کروں گا۔ دیکھئے۔

(1) نماز ظہر (2) نماز جنازہ (3) نماز سفر (4) نماز پیش امام (5) نماز مفسد (6) حج کعبہ (7) نماز مریض (8) صوم شیخ فانی (9) زکوٰۃ اہل، اس طرح اضافت میں نہ تو شرک ہے نہ کفر، نہ حرمت، نہ کراہت۔ سوا اگر کوئی مسلمان یہ کہے کہ یہ بکرا، پیر بابا سید علی ترمذی رحمت اللہ علیہ یا یہ دنبہ کا صاحب رحمت اللہ علیہ یا سیدنا پیران پیر غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ تو اس اضافت سے شرک، و کفر، و حرمت، و کراہت کیوں لازم آئے گی یہ جانور حلال ہے حرام ہرگز نہیں۔ حلال جانور کو مردار کہنا اور صرف اضافت کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر و مشرک گردانا نہایت جرأت اور مسلمانوں پر عظیم افتراء ہے۔ اس افتراء اور مسلمانوں پر کفر و شرک کا حکم لگانے سے وہ خود کافر و مشرک ہو جاتا ہے۔

﴿اٹھارویں وجہ یہ ہے﴾

کہ مندرجہ ذیل حدیث میں حضور پر نور ﷺ نے خود نسبت و اضافت فرمائی ہے ملاحظہ فرمائیں (۱۸) عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ان احب الصيام الى اللہ تعالیٰ داود و احب الصلوٰۃ الى اللہ تعالیٰ صلوٰۃ داود۔ رواہ احمد و الائمة الخمسة الا الترمذی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کے نزدیک روزوں میں پسندیدہ روزہ داود (علیہ السلام) کا روزہ ہے۔ اور نمازوں میں سب سے پسندیدہ نماز داود (علیہ السلام) کی نماز ہے۔

صاحب در مختار لکھتے ہیں

عن الشيخ اسماعيل عن شرح شرعة الاسلام من المندوبات صلوٰۃ التوبة و صلوٰۃ الوالدین (نیز) شیخ اسماعیل لکھتے ہیں کہ مستحبات میں سے صلوٰۃ توبہ، اور صلوٰۃ والدین ہے۔ رد المحتار وجہ استدلال یہ ہے، سبحان اللہ جب صیام داود، و صلوٰۃ داود علیہ السلام اور صلوٰۃ والدین کی

اضافے جائز صحیح ہیں اور ان نمازوں کا پڑھنا جائز، تو پھر اگر کسی جانور کو ولی اللہ کی طرف منسوب کیا گیا تو کیونکر شرک حرام، کیونکہ صوم، و صلوة نسبت ذبح کے اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ جب وہ نسبت سے حرام نہیں تو یہ بھی حرام نہیں۔

﴿انیسویں وجہ یہ ہے﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(۱۹) قَوْلُهُ تَعَالَى: مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ، وَلَكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ، وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ (پارہ ۷، مائدہ، آیت (103))

اللہ نے (حرام) نہیں کیا بحیرہ، اور نہ ہی سائبہ، اور نہ وصیلہ، اور نہ ہی حام، لیکن جن لوگوں نے کفر کیا وہ (ان جانوروں کی حرمت کی بات کر کے) اللہ پر افتراء (جھوٹ باندھتے ہیں) اور ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

﴿بَحِيرَةُ کی وضاحت﴾ زمانہ جہالت میں یعنی اسلام سے پہلے کافروں کا رواج تھا کہ اونٹنی پانچ مرتبہ بچے جنتی اور آخری مرتبہ زہنجی تو اس اونٹنی کے کان چیر دیتے تھے اور اس اونٹنی پر سواری نہ کرتے تھے اور نہ ہی اس کو ذبح کرتے وہ اونٹنی اگر کسی کے برتن میں منہ ڈالے اور پانی پی لے، یا کسی کا چارہ کھا جائے تو مشرکین اسے نہ ہٹاتے، اس اونٹنی کو اس وقت کے مشرکین بحیرہ کہتے تھے (تعلیق، مترجم)

﴿سَائِبَةُ کی وضاحت﴾ اگر کوئی مشرک دور دراز کے سفر کا ارادہ کرتا، یا کوئی بیمار ہوتا تو یہ لوگ یوں کہتے کہ اگر میں صحیح سلامت گھر پہنچا، یا بیمار ہوتے تو کہتے اگر میں تندرست ہو جاؤں تو میری اونٹنی سائبہ ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانا حرام جانتے اور اس کو آزاد چھوڑ دیتے۔ (تعلیق، مترجم)

﴿وَصِيلَةُ کی وضاحت﴾ بکری جب سات مرتبہ بچے جن لیتی، اگر ساتواں بچہ نہ ہوتا تو مشرکین میں سے صرف مرد اسے کھاتے اور اگر مادہ ہوتا تو پھر بکریوں میں چھوڑ دیتے، اور اگر وہ بکری جڑواں بچے جنتی کہ ایک نر اور ایک مادہ، تو مشرکین کہتے یہ تو (وَصَلَتْ مَعَ أَخِيهَا) اپنے بھائی سے مل گئی ہے، سوائے وَصِيلَةٍ کہتے۔ (تعلیق، مترجم)

﴿حَامِي کی وضاحت﴾ اور جب اونٹ سے دس گیا بھ حاصل ہو جاتے تو اس کو چھوڑ دیتے اس سے کام نہ لیتے، اور نہ اس پر سواری ہوتے نیز اس سے کام نہ لیتے، چارہ پانی سے اسے بھی

نہ روکتے، مشرکین اسے ﴿حامی﴾ کہتے، ماخوذ از تفسیر مدارک، تعلیق، مترجم)

اللہ جل جلالہ نے مذکورہ بالا جانوروں کو حرام قرار نہیں دیا اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب حرمت کی نسبت غلط و فاسد ہے، اسلام نے مشرکوں کے ان خیالات فاسدہ کو غلط قرار دیا، داداجان علیہ الرحمة ثابت فرما رہے ہیں کہ جب مذکورہ بالا جانور باوجود منسوب الی غیر اللہ و شہیر الی غیر اللہ ہونے سے حرام نہیں تو وہ جانور جو ذبح سے پہلے اللہ کے اولیاء کی جانب منسوب کر دیا جائے تو کیوں کر حرام ہوگا۔ تعلیق، مترجم)

﴿بیسویں وجہ یہ ہے﴾

علامہ نووی شارح مسلم شریف رحمۃ اللہ علیہ وضاحت فرماتے ہیں

(۲۰) المراد انكار ما حرموا على انفسهم من السائبة والوصيلة والبحيرة والحام وانها لم تصر حراما بتحریمهم وکل ماملکک العبد فهو حلال حتی يتعلق به حق کہ کافروں نے اپنے اوپر جن جانوروں کو حرام کیا ہے، (مثلاً) سائبہ، وصیلہ، بحیرہ، اور حام، یہ جانور مشرکین کے حرام کرنے سے حرام نہیں ہوتے (یعنی اس آیت سے ان جانوروں کی حرمت کا انکار مقصود ہے) (انکار۔ سے مراد یہ ہے کہ عند اللہ سائبہ، وصیلہ، بحیرہ، حام، مشرکین کے حرام کرنے سے حرام نہیں) اور جس چیز کا (اللہ تعالیٰ جسے) مالک بنادے، وہ شی حلال ہے جب تک اس بندے کا حق ملک (ملکیت) اس شی پر ثابت ہو۔ نووی المسلم ثم الاعلاء۔ (۷)

﴿اکیسویں وجہ یہ ہے﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

(۲۱) إِنَّ اللَّهَ يُجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ. اللہ خیرات کرنے والوں کو اجر دیتا ہے۔

﴿شیخ عبدالغنی النابلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

ومن هذا القبيل زيارة القبور والتبرک بضرائح الاولياء الصالحين، والنذر لهم تعليق ذلك على حصول شفاء او قدوم غائب فانه مجاز عن الصدقة على الخادمين لقبورهم كما قال الفقهاء فيمن دفع الزكاة للفقير وسماها قرصا صح لان العبرة بالمعنى لا باللفظ. حديقۃ النوویۃ للشیخ عبدالغنی النابلسی ثم القلادة الطیبة.

صالحین و اولیاء اللہ کے مزارات سے تبرک کا حصول اسی قبیل سے ہے، (نیز) مریض کی شفا یابی، اور کسی غائب شدہ کی برآمد ہونے کیلئے نذر ماننا اسی پر معلق ہے، کیونکہ یہ (نذر) تو

مزارات مقدسہ کے خدام پر ایک طرح کا صدقہ ہے (نذر کو آپ نے صدقہ سے تعبیر کیا فقہاء کی کتابوں سے اسکی کوئی مثال پیش فرمائیں تاکہ مسئلہ ہذا واضح ہو)
 علامہ شیخ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ اسکا جواب دیتے ہیں کہ فقہاء نے لکھا
 (قال الفقهاء فيمن دفع الزكاة للفقير وسماها قرضا صح لان العبرة بالمعنى لا باللفظ)
 کہ اگر کوئی شخص فقیر کو زکوٰۃ دے دے اور (اسے کہے) یہ قرضہ ہے (آیا مال زکوٰۃ کو قرضہ کہنا صحیح ہے یا نہ، فقہاء نے فرمایا) (سماها قرضا صح. ہاں اگر) مال زکوٰۃ کو قرضہ کہنا صحیح ہے۔ اس لئے کہ (مقصود و مطلوب و مراد) معنی ہے۔ نہ کہ لفظ۔
 معلوم ہوا کہ مسلمان نے اسے نذر کا نام دیا مگر حقیقت میں صدقہ ہی مراد ہے۔
 سو صدقہ و خیرات جائز صحیح ہے۔

﴿صاحبِ اعلاء لکھتے ہیں﴾

و اگر تقرب بالذبح بایں غرض است کہ نفس ذبح و اخراج روح حیوان برائے آں بزرگ است و یا گوشت و ابداء ثواب سروکاری نے تا حرام میشود لیکن ناظر برائے اولیاء اصلاً ایں معنی را مراد نمیدارد بدلیل عدم خوشنودی او، و عدم خروج از عہدہ نذر در ذہن خودش در صورتیکہ گوشت مذبوح او را کسی نخورد۔ (الاعلاء ۱۱-۱۲)
 اگر ذبح نے (ذابح) کا مقصود و مطلوب یہ ہو کہ نفس ذبح اور جانور کی روح کا اخراج فلاں بزرگ کیلئے ہو۔ اور اس کی غرض گوشت کا حصول یا کسی ولی کیلئے ایصالِ ثواب نہ تو (اس جانور کا گوشت یقیناً) حرام ہے۔ یاد رہے کہ اولیاء اللہ کیلئے (نذر کرنے والا)

و اگر تقرب بالذبح بایں غرض است کہ نفس ذبح و اخراج روح حیوان برائے بزرگ است و یا گوشت و ابداء ثواب سروکاری نے تا حرام میشود لیکن ناظر برائے اولیاء اصلاً ایں معنی را مراد نمیدارد بدلیل عدم خوشنودی او، و عدم خروج از عہدہ خودش در صورتیکہ گوشت مذبوح او را کسی نخورد۔ (الاعلاء ۱۱-۱۲)

اگر ذبح نے (ذابح) کا مقصود و مطلوب یہ ہو کہ نفس ذبح اور جانور کی روح کا اخراج فلاں بزرگ کیلئے ہو۔ اور اس کی غرض گوشت کا حصول یا کسی ولی کیلئے ایصالِ ثواب نہ تو (اس جانور کا گوشت یقیناً) حرام ہے۔ یاد رہے کہ اولیاء اللہ کیلئے (نذر کرنے والا)

اں
 نے
 نذر در ذہن

ح کا اخراج
 ایصالِ ثواب
 نے والا

(حجة الاسلام والمسلمين) مفتی شائستہ گل قادری المتوی
مہتمم دارالعلوم حنفیہ سنیہ محمدیہ لنڈی شاہ متہ مردان پشاور

صوبہ سرحد

ذیل میں دیئے گئے اشعار، از نتیجہ فکر محمد عبد العلیم قادری بتاریخ 17.7.04

نذر اولیاء خوشنودی اللہ کا حصول ہے ایمان قوی ہے تو یہ صدقہ قبول ہے
منکر کو معلوم کہ دلائل دیئے گئے یہ طریزہ انداز میرے بابا کا اصول ہے
آشکارہ ہو گئے مسائل و مقصود جدما اٹل ہے فیصلہ مسلک و مطلوب جدما
قرآن پر نظر نیز قلم میں زور ہے علم کا شہرہ ہے ہر طرف یہ شور ہے
بابا شائستہ گل عالم ہے محدث ہے باعمل اللہ میرا حامی ہے ناصر رسول ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رسالہ نذر اولیاء اللہ کا ترجمہ بتاریخ 17.7.04 مکمل کیا

مترجم محمد عبد العلیم قادری۔ عفی عنہ



جواز التقبیل والانحناء
للمسلمین والفضلاء
بزرگوں کے ہاتھ پیروں کو بوسہ دینا

مصنف

مفتی شائستہ گل قادری

المتوی المرادانی۔ مفتی اعظم سرحد زبدۃ العارفین حضرت علامہ حجۃ الاسلام

مترجم : محمد عبدالعلیم قادری

ناظم اعلیٰ : دارالعلوم قادریہ سبحانیہ

شروع تاریخ کتابت۔ منظر ۲۰ جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ



الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين
وعلى آله وصحبه اجمعين. اما بعد.

(حضرت علامہ حجۃ الاسلام والمسلمین مفتی اعظم سرحد محدث افخم
استاد اکل) مفتی شاکر گل قادری بن صدر الشریعہ مفتی محمد علی قادری بن
حضرت علامہ صدر العلماء مفتی عمر دراز خاں رحمۃ اللہ علیہم ساکن لنڈی شاہ
”متہ“ (فرماتے ہیں) جب میں نے وہابیہ سے سنا کہ اولیاء و علماء، و صلحاء کے
ہاتھوں کو بوسہ دینا اور ان کے سامنے مطلقاً جھکنا شرک ہے، تو ہر بناء غیرتِ اسلامیہ
میں نے یہ رسالہ بتوفیقہ تعالیٰ بنام جواز تقبیل والانحناء للمسلمین
والفضلاء لکھ کر تین فصلوں پر مرتب کیا،

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم
وصلی اللہ علی النبی الامی والہ واصحابہ صلی اللہ علیہ وسلم
صلوۃ وسلاماً علیک یا رسول اللہ ﷺ

﴿فصل اول﴾

☆ - فصل اول میں بزرگوں کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینا اور مطلقاً جھکنے کے جواز کو احادیث صحیحہ سے ثابت کروں گا۔ (انشاء اللہ وتعالیٰ)

﴿وجہ اول﴾

(۱) عن زارع بن عامر قال فجعلنا نتبادر من رواحلنا ونتقبل يد النبي ﷺ ورجله. رواه ابو داود، كتاب الادب (ص ۳۵۳) والبخاری فی کتابہ المفرد فی الادب ثم نصب الراية جلد ۲. کتاب للکراہیۃ (ص ۲۹۰)

حضرت زارع رضی اللہ عنہ (جو عبدالقیس کے وفد میں شامل تھے) کہتے ہیں (کہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے) تو ہم اپنی سواریوں سے جلدی جلدی اترے، اور ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا۔

﴿وجہ ثانی﴾

(۲) عن ابی ہریرۃ ان رجلا اتی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ ﷺ ارنی شیاً زادہ یقیناً فقال لہ اذهب الی تلک الشجرة فادعها فذهب الیہا فقال ان رسول اللہ ﷺ یدعوک فجاءت وسلمت علی النبی ﷺ ثم قال لہا ارجمی فرجعت (الی قوله) ثم اذن لہ فقبل رأسہ ورجلیہ وقال لو کنت امر الاحد ان یسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجہا.

اخرجه الحاكم فی المستدرک فی البر والصلة، والبیہاق فی مسنده، ثم نصب الراية جلد ۲. کراہیۃ (ص ۲۹۸) وشفاء لقاضی عیاض فصل فی کلام الشجرة وشهادتہا بالنبوة. (ص ۱۲۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک آدمی حضور پر نور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ ﷺ مجھے (اپنی نبوت کی حقانیت پر) ایسی نشانی دکھادیں کہ میرے یقین میں مزید اضافہ ہو، فرمایا اس درخت کے پاس چلے جاؤ اور اس سے آنے کیلئے کہو، سو وہ شخص اس درخت کے پاس چلا گیا، اور اس سے کہا، اللہ کے رسول ﷺ تجھے بلارہے ہیں، وہ درخت حضور پر نور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا، سلام پیش

کیا، حضور پر نور ﷺ نے درخت کو واپس جانے کا حکم فرمایا وہ درخت واپس اپنی جگہ چلا گیا (الی قولہ) پھر حضور پر نور ﷺ نے اس آدمی کو (ہاتھوں پیروں کو بوسہ دینے کی اجازت دی) سواں شخص نے حضور پر نور ﷺ کے سر مبارک اور پیروں کو بوسہ دیا۔ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا اگر میں کسی کو (اللہ کے سوا) کسی کیلئے سجدہ کا حکم دیتا تو (اپنی امت کی) خواتین کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔

☆ اس حدیث سے سر مبارک اور پیروں کو بوسہ دینا ثابت ہو گیا، ظاہر ہے کہ جب پیروں کو بوسہ دیا جائے گا تو جھکنا لازم ہے تو مطلقاً جھکنا بھی ثابت ہو گیا، کیونکہ بغیر جھکے بوسہ دینا ناممکن ہے۔

﴿وجہ سوم﴾

(۳) عن صفوان بن عسال ان قومامن اليهود قبلوایدی البنی ﷺ ورجلیہ اخرجه الترمذی جلد ۲. کتاب الاستیذان (۲۲۰) وابن ماجہ ادب (۲۷۱) ثم نصب الراية جلد ۲ کراہیہ (۲۹۸) وابوداؤد، والنسائی، ثم مشکوة باب الکبائر، فصل ۲.

حضرت صفوان بن عسالؓ فرماتے ہیں کہ یہود نے (چند سوالات کیے حضور پر نور ﷺ نے انکے تسلی بخش جوابات دیے پھر انہوں نے) حضور پر نور ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا۔

☆ اس حدیث سے بھی ہاتھ اور پیروں کو بوسہ دینا ثابت ہو گیا، ظاہر ہے کہ جب پیروں کو بوسہ دیا جائے گا تو جھکنا لازم ہے تو مطلقاً جھکنا بھی ثابت ہو گیا، کیونکہ بغیر جھکے بوسہ دینا ناممکن ہے۔

﴿وجہ چہارم﴾

(۴) وفي الكافي كان الاعراب (من الصحابة) يقبلون اطراف الرسول ﷺ زيلعي جلد ۶، کراہیہ (ص ۲۵) ثم حاشیة الهدایة جلد ۳، کراہیہ (۳۷۲)

ابو کافی نامی کتاب میں ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو اعرابی تھے حضور پر نور ﷺ کے جسم اطہر کے اطراف کو بوسہ دیا کرتے تھے۔

اس حدیث سے بھی ہاتھ اور پیروں کو بوسہ دینا ثابت ہو گیا، کیونکہ اطراف میں ہاتھ اور پیر بھی شامل ہیں ظاہر ہے کہ جب پیروں کو بوسہ دیا جائے گا تو جھکنا لازم ہے تو مطلقاً جھکنا بھی ثابت ہو گیا، کیونکہ بغیر جھکے بوسہ دینا ناممکن ہے۔

(۵) عن عائشة (رضی اللہ عنہا) قالت اقبل ابوبکر علی فرسہ من مسکنہ بالسبخ حتی نزل فدخل المسجد فلم یکلم الناس حتی دخل علی عائشة فقیمم النبی ﷺ وهو مسجی ببرة حبرة فکشف عن وجهه ثم اکب علیه فقبله ثم بکی، رواه البخاری جلد ۱ (۱۳۸)

وفی الباب عن ابن عباس وجابر وعائشة قالوا ان ابابکر قبل النبی ﷺ وهو میت، رواه الترمذی جلد ۱، جنانز (۱۳۵) وابن ماجہ (۱۰۶ و ۲۰۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں (جب رسول اکرم ﷺ کا وصال ہوا) تو ابوبکر رضی اللہ عنہ مقام (سج) سے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ پہنچ کر مسجد نبوی (شریف) میں داخل ہوئے بعد ازاں بغیر تکلم کئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے (حجرہ مبارکہ) میں داخل ہوئے، اور حضور پر نور ﷺ کو دیکھنے لگے جب کہ حضور پر نور ﷺ کا جسم مبارک یمنی چادر سے ڈھانک دیا گیا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور پر نور ﷺ کے چہرہ انور سے چادر ہٹا کر سر کا مدینہ کے جسم اطہر کی طرف جھکے، پھر چہرہ انور کو بوسہ دیا، اور روئے نیز حضرت عبداللہ بن عباس، و حضرت جابر، و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد چہرہ مصطفیٰ ﷺ کو بوسہ دیا۔ ☆۔۔ ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد چہرہ مصطفیٰ ﷺ کو بوسہ دیا۔ وصال کے بعد چہرے کو بوسہ دینے کیلئے جھکنا لازم ہے سو معلوم ہوا کہ مطلقاً جھکنا جائز ہے

نیز حدیث شریف میں (ثم اکب علیه) کے واضح الفاظ موجود ہیں جس کا معنی ہے پس جھکے سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور پر نور ﷺ کے جسم اطہر کی طرف، معلوم ہوا کہ مطلقاً جھکنا جائز ہے۔

(۶) عن عائشة ان رسول اللہ ﷺ دخل علی عثمان ابن مظعون وهو میت فاکب علیه فقبله ثم بکی حتی رأیت الدم مع تسيل علی وجهه . رواه الترمذی جلد ۱ جنانز (ص)، ۱۲۵ و ابوداؤد جلد ۲ جنانز (۹۵) و ابن ماجہ جنانز (۱۰۶) و الحاکم فی المستدرک، ثم نصب الراية جلد ۲ (کر اہد ص ۲۹۸) و مشکوٰۃ المختصر (۱۳۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتیں ہیں کہ رسول کریم ﷺ جناب عثمان بن مظعون رضی اللہ کے وصال کے بعد وہاں تشریف لائے (اس حال میں کہ جناب عثمان بن مظعون وفات پا چکے تھے) سو حضور پر نور ﷺ ان پر جھکے اور انہیں بوسہ دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتیں ہیں، میں نے دیکھا کہ حضور پر نور ﷺ انکی میت پر یہاں تک روئے کہ آپکے آنسو آپکے چہرہ مبارک کو تر کر رہے تھے۔

☆۔ تقبیل میت اس حدیث سے صراحتاً ثابت، میت کو بوسہ دینا بغیر جھکے ممکن نہیں تو ماننا پڑیگا کہ مطلقاً جھکنا ناجائز و شرک نہیں۔ بلکہ اس حدیث مبارک میں تو جھکنے کے واضح الفاظ (فاکب علیہ) موجود ہیں، سو معلوم ہوا کہ مطلقاً جھکنا جائز ہے، شرک نہیں، ﴿وجہ ہفتم﴾

(۷) عن اسید بن حضیر قال بینما هو یحدث القوم یضحکهم وکان فیہ مزاح فطعنہ النبی ﷺ فی خاصرته قال اصطبرنی یا رسول اللہ ﷺ قال اصطبر قال ان علیک قمیصا ولیس علی قمیص فرفع النبی ﷺ عن قمیصہ وجعل یقبل کشحہ وقال انما اردت هذا یا رسول اللہ ﷺ . رواہ ابو داود جلد ۲ (۱۳۸) ثم نصب الراية جلد ۲ کراہیہ (۲۹۸)

حضرت اسید بن خضیر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں (میں) ایک دن (میں) اپنی قوم سے خوش طبعی کی باتیں کر رہا تھا (میرے) مزاج میں خوش طبعی تھی (تو) حضور پر نور ﷺ نے (میرے) پہلو میں چوکہ دیا، حضرت اسید بن خضیر انصاری فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اس کا بدلہ چاہئے (تو) حضور پر نور ﷺ نے فرمایا بدلہ لیجئے، حضرت اسید بن خضیر انصاری فرماتے ہیں (میں نے عرض کیا) یا رسول اللہ ﷺ آپکے جسم اطہر پر قمیص (مبارک) ہے جبکہ میرے جسم پر قمیص نہ تھی، سو حضور پر نور ﷺ نے اپنی قمیص (مبارک) جسم اطہر سے اٹھائی (نبی کریم ﷺ کا جسم اطہر سے قمیص اٹھانا تھا کہ) حضرت اسید بن خضیر انصاری نے حضور پر نور ﷺ کے پہلو کے بوسے لینے شروع کئے، حضرت اسید بن خضیر انصاری نے عرض کیا (انما اردت هذا یا رسول اللہ ﷺ) (میرا مقصد پورا ہو گیا) میری یہی تمنا تھی (کہ میں آپکے جسم اطہر کو بوسے دے سکوں، اللہ تعالیٰ نے میری تمنا پوری فرمادی)

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ حضرت اسید بن خفیر اصرائیؒ نے حضور پر نور ﷺ کے پہلو کے بوسے لیے پہلو کو بوسہ دینے کیلئے جھکنا لازم ہے تو ثابت ہوا کہ مطلقاً جھکنا جائز ہے۔ شرک نہیں، ﴿وجہ ہشتم﴾

(۸) عن عمرو بن اسحاق قال كنت امشى مع الحسين ابن علي في الطريق من طرق المدينة فلقينا اباهريرة فقال للحسين اكشف لي عن بطنك جعلت فداك حتى اقبل حيث رأيت رسول الله ﷺ يقبله قال فكشف عن بطنه فقبل سرتة ولو كانت السرة عورة ما كشفها.

اخرجه احمد في مسنده والطبرانی في المعجم وابن حبان في صحيحه والبيهقي في سننه وابن ابی شیبہ فی مسنده ثم نصب الراية جلد ۲ کراہیہ (۲۹)

حضرت عمرو بن اسحاق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں (سیدنا) حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کیساتھ مدینہ طیبہ کے (پاکیزہ) گلیوں میں سے گزر رہا تھا، کہ سامنے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے سوانہوں نے جناب امام حسینؑ سے عرض کیا (اے امام) میں آپ پر فدا ہوجاؤں اپنے شکم اقدس سے ذرا ساقیص اٹھا دیں، تاکہ میں اس مقام کو بوسہ دے سکوں جہاں رسول اکرم ﷺ بوسے دیا کرتے تھے، ہو جناب امام حسینؑ نے اپنے پیٹ سے قیص ہٹا دی، تو جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے امام حسینؑ کے ناف (مبارک) کو بوسہ دیا ☆۔۔ (صاحب نصب الراية اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں) ولو كانت السرة عورة ما كشفها کہ اگر ناف ستر عورت میں شامل ہوتا، تو (سیدنا) حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کبھی ناف سے پردہ نہ ہٹاتے، ☆۔۔ نیز یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ ناف کو بوسہ دینے کیلئے جھکنا ہر صورت لازم، سو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مطلقاً جھکنا جائز ہے شرک نہیں۔

﴿وجہ نہم﴾

یہ روایت عینی البخاری میں اس طرح ہے

(۹) وقد سئل ابوہريرة الحسين ان يكشف له المكان الذي قبله رسول الله ﷺ

وهو سرتة فقبله تبركا باثاره وذريته (ﷺ). عینی البخاری جلد ۲، جنازہ (۱۵۱)

کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے امام حسینؑ سے عرض کی (اے حسینؑ) آپ اس مقام

کو ظاہر فرمادیں جس مقام کو حضور پر نور ﷺ بوسے دیا کرتے تھے، اور وہ مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ناف تھی جو جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے امام حسینؑ کی ناف (مبارک کو) بوسہ دیا (اس لحاظ سے کہ ایک تو امام حسین نبی کریم ﷺ کی اولاد میں سے ہیں (دوسرا یہ کہ یہ وہ مقام ہے جس کے حضور پر نور ﷺ نے بوسے لیے تھے سو یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کیلئے مقام تبرک تھا تو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا تبرک سمجھ کر اس مقام کو) تبرکاً بوسے دئے،

جب ناف کو بوسہ دینا ایک محبوب عمل ہے تو یقیناً اسکے ساتھ ہی مطلقاً جھکنا بھی پسندیدہ عمل ٹھہرا ﴿وَجہ دہم﴾

(۱۰) ان عبد اللہ بن عمر حدثہ انہ کان فی سرتہ من سرایا رسول اللہ ﷺ قال فحاص الناس حیصة فکنت فی من حاص فلما برزنا کنا کیف نصنع وقد فررنا من الزحف وبونا بالغضب فقلنا دخل المدینة فنثبت فیہا لنذهب ولا یرانا احد فدخلنا فقلنا لو عرضنا انفسنا علی رسول اللہ ﷺ فان کانت لنا توبة اقمنا وان کان غیر ذلک ذهبنا قال فجلسنا لرسول اللہ ﷺ قبل صلوٰۃ الفجر فلما خرج فقمنا الیہ فقلنا نحن الفرارون فاقبل الینا فقال لابل انتم العکارون قال فدنونا فقبلنا یدہ فقال انافنة المسلمین رواہ ابو داود، جلد ۱، جہاد (۳۵۶)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے ہمیں ایک چھوٹے سے لشکر میں بھیج دیا، فرمایا کہ لوگ بھاگ نکلے، میں بھی بھاگنے والوں میں تھا، پس جب ہم رکے تو ہم نے کہا، ہم مقابلہ سے بھاگ نکلے یہ ہم نے کیا کیا، (یہ کام کر کے ہم تو) غضبنا من الزحف و بونا بالغضب فقلنا دخل المدینة فنثبت فیہا لنذهب ولا یرانا احد فدخلنا فقلنا لو عرضنا انفسنا علی رسول اللہ ﷺ فان کانت لنا توبة اقمنا وان کان غیر ذلک ذهبنا قال فجلسنا لرسول اللہ ﷺ قبل صلوٰۃ الفجر فلما خرج فقمنا الیہ فقلنا نحن الفرارون فاقبل الینا فقال لابل انتم العکارون قال فدنونا فقبلنا یدہ فقال انافنة المسلمین رواہ ابو داود، جلد ۱، جہاد (۳۵۶)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے ہمیں ایک سے لشکر میں بھیج دیا، فرمایا کہ لوگ بھاگ نکلے، میں بھی بھاگنے والوں میں تھا، پر رکے تو ہم نے کہا، ہم مقابلہ سے بھاگ نکلے یہ ہم نے کیا کیا، (یہ کام کر کے ہم

چھوٹے
جب ہم
(تو) غضب

اور ہم نے حضور پر نور ﷺ کے دستِ اقدس کو بوسہ دیا تو حضور پر نور ﷺ نے فرمایا، میں مسلمانوں کی پناہ گاہ ہوں۔

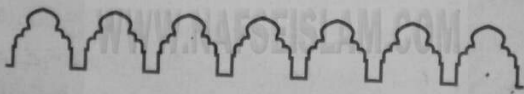
☆۔۔۔ حدیث کا متن و ترجمہ کے بعد یہ بات روزِ نیم سے زیادہ روشن و واضح ہوگئی کہ حضرت عبداللہؓ اور ان کے ساتھیوں نے حضور پر نور ﷺ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا، اور ہاتھوں کو بغیر جھکے بوسہ دیا ہی نہیں جاسکتا، سو جھکنا لازم،

☆۔۔۔ نیز حضور پر نور ﷺ کا یہ فرمانا (انافئۃ المسلمین) میں مسلمانوں کی پناہ گاہ ہوں۔ معلوم ہوا کہ حضور پر نور ﷺ مسلمانوں کیلئے ماویٰ و ملجأ ہیں،

تلك عشرة كاملة) بزرگوں کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینے پر اور مطلقاً جھکنے پر دس دلائل پیش کیئے دلائل اور بھی بی شمار ہیں۔ مگر میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

(آج لے انکی پناہ آج مدد مانگ ان سے)
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا)

سیدی اعلیٰ حضرتؒ الشاہ احمد رضا خان افغانی ثم بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (تعلیق، مترجم)



اثبات التقبیل والانحناء

باجماع الامة وباقوال العلماء الاحناف

آئیے اس مسئلہ کے ثبوت میں اجماع امت اور علماء احناف کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) لباس بتقبیل ید العالم والزاهد والمتورع اعزازا للدين والتبرک والسلطان لعدله اولاسلامه. المستقی، ومجمع الانهر جلد ۳، کراہیہ، (۵۲۰) ودور، والجامع، وتنویر الابصار،

والدر المختار جلد ۵ (۲۳۵) وقاضی خان جلد ۳ کراہیہ، (۲۷۷) ثم ابوالمکارم جلد ۳ (۱۶۵)

دین کی عزت کی خاطر اور تبرکاً علماء اور زاہدین کے ہاتھوں کو بوسہ دینا جائز ہے نیز مسلمان بادشاہ کے ہاتھ کو اسکے عدل وانصاف کی وجہ سے بوسہ دینا جائز ہے۔

(۲) قال الشرنبلالی وعلمت ان مفاد الاحادیث سنیتہ اوندبہ کما اشار الیہ

العینی، ثم الشامی، جلد ۵، کراہیہ (۲۳۵)

علامہ حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ (بزرگوں کے ہاتھوں کو بوسہ دینا) سنت و مستحب ہے، جس طرح کہ اسکی جانب عینی اور شامی نے اشارہ فرمایا ہے

(۳) فقام عبد الله بن المبارك فقبل رأس السفیان الثوری لکون تقبیل الرأس اجود،

ای اکثر ثوابا. مجمع الانهر، جلد ۲، کراہیہ (۵۲۰) وتنویر الابصار جلد ۲ (۲۳۵) وطحطاوی

الدر مختار ثم رد المختار، جلد ۵ (۲۳۵)

عبداللہ بن مبارک کھڑے ہوئے اور سفیان ثوری کے سر کو بوسہ دیا، کیونکہ سر کو بوسہ دینا زیادہ باعث اجر و ثواب ہے۔

(۴) قال العینی فلعلم اباحۃ تقبیل الید والرجل والرأس والکشح کما علم من الاحادیث و

اباحتها علی الحبحة و بین العینین و علی الشفتین علی وجه المبرۃ والا کرام.

تنویر الابصار جلد ۲ (۲۳۵) ثم شامی جلد ۵ کراہیہ (۲۳۴)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سو اس سے معلوم ہوا ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دینا جائز ہے

نیز احادیث سے پیشانی اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دینا نیز ہونٹوں پر بوسہ دینا نیک ارادہ

سے جائز ہے،

(5) طلب من عالم اوزاهد ان يمكنه من قدمه ليقبله اجابه. تنوير الابصار جلد ۲ (۲۳۵)
 اگر کسی (مسلمان نے) عالم یا زاہد سے کہا کہ مجھے اس بات کی اجازت دے دیں کہ میں آپ کے
 پیروں کو بوسہ دوں تو (عالم کو چاہیے کہ) اسے اجازت دے۔

﴿امام شافعی کا قول﴾

وجہ دوم

قال الشافعي واما تقبيل الاماكن الشريفة على قصد التبرك وكذلك تقبيل ايدي
 الصالحين وارجلهم فهو حسن محمود باعتبار القصد والنية. عيني البخاري جلد ۳ ج ۱ (۱۵۱)
 امام شافعی فرماتے ہیں کہ تبرک مقامات کو حصول برکت کیلئے بوسہ دینا اچھا فعل ہے۔ نیز صالحین
 کے ہاتھ پیروں کو نیک ارادے سے بوسہ دینا بہترین عمل ہے۔

﴿امام احمد بن حنبل کا قول﴾

﴿وجہ سوم﴾

واخبرني الحافظ ابو سعيد بن العلاء قال رأيت في كلام الامام احمد بن حنبل في
 جزر قديم عليه خط ابن ناصر وغيره من الحفاظ ان الامام احمد سئل عن تقبيل
 قبر النبي ﷺ وتقبيل ممبره فقال لا بأس بذلك قال اريناه ابن تيمية الحراني
 فصار يتعجب من ذلك ويقول عجب احمد عندى جليل يقول هذا كلامه.

راوی فرماتے ہیں مجھے حافظ ابوسعید بن علائی رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، میں نے ایک قدیم
 نسخہ میں امام احمد بن حنبل کا کلام دیکھا جس پر حفاظ محدثین کا خط بھی موجود تھا (اس قلمی قدیم
 نسخہ میں حفاظ محدثین کا خط اس طرح تھا کہ) حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے
 سوال کیا گیا تھا کہ آیا حضور پر نور ﷺ کے روضہ اطہر شریف اور منبر شریف کو بوسہ دینا جائز
 ہے (یا نہ)

☆۔۔ تو امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کا جواب موجود تھا کہ) اس میں کوئی مضائقہ
 نہیں، راوی کہتا ہے کہ ہم نے (یہ عبارت امام الوہابیہ) ابن تیمیہ حرانی کو دکھادی، (جب امام
 الوہابیہ نے یہ عبارت دیکھی) تو حیران ہوا، اور کہنے لگا میں حیران ہوں کہ امام احمد بن حنبل
 میرے نزدیک اتنے عظیم و جلیل القدر امام ہیں اور ان کا یہ کلام۔

علامہ عینی (امام الوہابیہ) ابن تیمیہ حرانی کی اس حیرانگی کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں
جواب تردیدی یہ ہے

وقال ای تعجب فی ذالک وقد روینا عن الامام احمد انه غسل قميصا للشافعي
وشرب الماء الذي غسله به واذ كان هذا تعظيمه لاهل العلم فكيف بمقابر
الصحابه وكيف باثار الانبياء عليهم الصلوة والسلام. عینی البخاری جلد ۴، جنائز (۱۵۱)
صاحب عینی لکھتے ہیں کمال ہے کہ (امام الوہابیہ ابن تیمیہ الحرانی نے امام احمد بن حنبل
رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ دیکھ کر تعجب کیا حالانکہ) امام احمد بن حنبل نے امام شافعیؒ کا کرتہ دھویا
اور تبر کا اسکا پانی نوش فرمایا، جب (امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ) کے نزدیک علماء کے تعظیم
کا یہ حال ہے سوائے دل میں انبیاء کرام علیہم السلام کے آثار اور صحابہ کی قبور کی کتنی
تعظیم ہوگی،

(وہ فتویٰ جس میں روضہ اطہر اور منبر شریف کے بوسے کے جواز کا ذکر ہے آخر ابن تیمیہ حرانی
کو تعجب کیونکر ہوا۔)

☆ میں کہتا ہوں کہ جب انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام کے مزارات کو بوسہ دینا
بقول امام احمدؒ جائز، تو جھکنا بھی جائز کیونکہ قبر کو جھکے بغیر بوسہ دینا ناممکن، تو ثابت ہوا کہ مطلقاً
جھکنا جائز،

﴿وجہ چہارم﴾

قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ تَقْبِيلُ يَدِ الْعَالِمِ وَالسُّلْطَانِ الْعَادِلِ سُنَّةٌ
وَقَالَ الصَّدْرُ الشَّهِيدُ هُوَ الْمُخْتَارُ.

مجمع الانهر جلد ۲ (۲۸۶) و ابوالمکارم جلد ۳ (۱۶۶) و شرح الیاس جلد ۲ (۱۵۱)
و در مختار و رد المختار جلد ۵ (۲۳۵) و الکافی و الکفایہ.

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عالم و سلطان عادل کا ہاتھ چومنا سنت ہے اور
سنت علامہ صدر الشہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہی مختار (قول) ہے۔
☆۔ میں کہتا ہوں کہ جب ہاتھوں کو بوسہ دینا مختار قول کے مطابق سنت ہے تو پھر مطلقاً
جھکنا بھی بقول مختار سنت ہوگا، کیونکہ ہاتھوں کو بوسہ دینے کیلئے جھکنا لازم ہے اس لئے کہ

بغیر جھکے ہاتھوں کو بوسہ ناممکن ہے۔

﴿وجہ پنجم﴾

قال المحب الطبري ويمكن ان يستدل من تقبيل الحجر الاسود استلام الاركان جواز تقبيل مافى تقبيله تعظيم الله تعالى فانه ان لم يرد فيه خبر بالندب (ای صریحا والا فقد مر عشر لزوما) لم يرد بالکراهة وقد رأيت فی بعض تصانیف جدی محمد بن ابی بکر عن الامام ابی عبد الله محمد بن ابی الصیف ان بعضهم کان اذا رأى الصالحین قبلها واذارأى اجزاء الحديث قبلها واذارأى قبور الصالحین قبلها فدل علی حسن تقبيل کلها فيه تعظيم الله تعالى

اللہ

حضرت محب طبری رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں (کہ جو علماء صلحاء کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دینے کے جواز کے قائل ہیں) ممکن ہے کہ وہ حجر اسود اور ارکان کے استلام پر قیاس کرتے ہوں، کہ اس میں (در حقیقت) اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے۔ اور اگر (بالفرض) اس باب میں (علماء و صلحاء کے ہاتھ پیروں کے چومنے) کے استحباب پر کوئی حدیث ودلیل نہ بھی ہوئی تب بھی کراہت کا حکم تو کسی حال میں نہ ہوتا، کیونکہ میں نے اپنے جد امجد محمد بن ابی بکر کے تصانیف لطیف میں دیکھا جن میں انہوں نے حضرت عبداللہ محمد بن ابی الصیف سے روایت کیا ہے حضرت عبداللہ محمد بن ابی الصیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ علماء جب قرآن کریم کو دیکھتے تو اسے بوسہ دیتے، اور جب اولیاء اللہ کے مزارات کو دیکھتے تو مزارات کو بوسہ دیتے ☆۔۔ میں کہتا ہوں کہ جب قرآن کریم و اجزاء حدیث اور قبور صالحین کو بوسہ دینا اچھا عمل ہے تو یقیناً جھکنا بھی اچھا کام تصور کیا جائے گا۔ کیونکہ قرآن کریم ہو یا اجزاء حدیث یا قبور اولیاء کو بوسہ دینے کیلئے جھکنا لازم ہے اس لئے کہ بغیر جھکے قرآن کریم و اجزاء احادیث و قبور صالحین کو بوسہ دینا ناممکن ہے۔ تو جھکنا بھی ثابت۔۔ عینی البخاری جلد ۳، (جنازہ، ۱۵۱)

﴿وجہ ششم﴾

وهذا (ای کراهة القبلة) لو عن شهوة واما على وجه المبرة والاكرام والتعظيم دون الشهوة ونيل الدنيا فاجاز بالاجماع

و محیط نم در مختار جلد ۲۵، ۲۳۵

فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر یہ بوسہ برائے شہوت ہو پھر تو (بلاشبہ) مکروہ ہے مگر جب (علماء و صلحاء کی)

عزت و تعظیم و توقیر کیلئے ہونہ کہ دنیا کے حصول کیلئے تو بالا جماع جائز ہے۔
ثابت ہوا کہ علماء کے ہاتھوں کو بوسہ دینا اور اسکے ساتھ جھکنا باجماع امت جائز و ثابت ہے

﴿فصل سوم﴾

﴿وہابیہ کے اقوال کی تردید﴾

مولوی عنایت الرحمن سوانی کا یہ کہنا، واما الانحناء بين يدي احد فقير جائز بل
حرام ومعصية كبيرة وفي الزاهدی الايماء الى قريب الركوع كالسجود وفي
المحيط انه يكره الانحناء للسلطان وغيره، شامی جلد ۵، (۲۴۶)

(ملاقات کے وقت کچھ لوگ بزرگ یا استلک کے سامنے جھک جاتے ہیں یا زمین بوس ہوتے ہیں)
سویہ جائز نہیں حرام ہے بلکہ گناہ کبیرہ ہے۔ حتیٰ کہ بعض علماء مثلاً امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ
نے مطلقاً کفر کا حکم لگایا ہے۔ مأخوذ از رسالہ، الہدۃ فی المصافحہ، ص (۵۶، ۵۵)

﴿وہابیوں کے اقوال بوجوہات کثیرہ مردود ہیں﴾

﴿وجہ اول﴾

رسالہ مذکورہ کے مصنف کا یہ کہنا (امام سرخسیؒ نے مطلقاً کفر کا حکم لگایا ہے) غلط ہے، اس لئے کہ
امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا کوئی جملہ منقول نہیں جس میں امام سرخسی رحمۃ اللہ نے
یہ فرمایا ہو کہ اساتذہ یا بزرگوں کے سامنے جھکنے والا کافر ہے یہ امام سرخسیؒ پر جھوٹ و افتراء ہے۔
بلکہ امام سرخسیؒ تو جواز کے قائل ہیں دیکھئے فصل ثانی،

﴿وجہ دوم﴾

کہ تم نے امام سرخسیؒ کی وہ عبارت جو شامی سے منقول ہے میں خیانت کی پوری عبارت
پیش نہیں کی کیونکہ اس عبارت میں (بزرگوں کے ہاتھوں کو بوسہ دینے اور انکے سامنے مطلقاً
جھکنے سے منع نہیں کیا گیا ہے) بلکہ اس عبارت میں کسی کے سامنے سجدہ کرنے سے منع
کیا گیا ہے (جب کہ ہم بھی غیر اللہ کو سجدہ کے قائل نہیں) اب امام سرخسیؒ کی پوری عبارت
ملاحظہ فرمائیں۔

قال الزاهدی وذكر الصدر الشهيد انه لا يكره بهذا السجود لانه يريد به التحية
وقال الشمس الانمة السرخسي ان كان لغير الله تعالى على وجه التعظيم كفر.

علامہ زیلعیؒ نے کہا ہے کہ علامہ صدر الشہیدؒ نے فرمایا ہے کہ (اگر کوئی اپنے استاد و بزرگ کے سامنے) اس ارادہ سے جھکا (اتنا جھکا جسے بظاہر سجدہ سمجھا گیا) سو وہ شخص اس طرح سجدہ کرنے سے کافر نہیں کیونکہ اس سجدہ سے جھکنے والے کی نیت صرف تحیہ (نہایت احترام کیساتھ سلام) کرنا ہے اور شمس الائمہ امام سرخسیؒ نے فرمایا ہے اگر یہ (سجدہ) غیر اللہ کی تعظیم کیلئے ہو تو (یقیناً) کفر ہے ملاحظہ فرمایا آپنے کہ امام سرخسیؒ تو اس سجدہ کی بات کر رہے ہیں جو سجدہ غیر اللہ کو نہایت عبادت کیا جائے سو وہ شخص کافر ہے اس میں کس کو اختلاف ہے، عنایت اللہ (وہابی) پر یہ مثال صادق آتی ہے (من چہ میگویم و ظنور ماچہ میگوئی میں کیا کہہ رہا ہوں اور اس ڈھول کی آواز کیسی)

﴿وجہ سوم﴾

امام سرخسیؒ کی جانب یہ الفاظ منسوب کرنا کہ امام سرخسیؒ نے (اس شخص پر) مطلقاً کفر کا حکم لگایا ہے امام سرخسیؒ پر عظیم بہتان و افتراء ہے، کیونکہ امام سرخسیؒ سے جو عبارت شامی نے نقل کی ہے۔ وہ اس طرح ہے

(وقال الشمس الاثمة السرخسی ان كان لغير الله تعالى على وجه التعظيم كفر) عبارت مذکورہ میں (علی وجہ التعظیم ای العبادۃ بقریۃ المطلقة بالتحیۃ المذکورۃ فی قول الصدر الشہید) کی قید موجود ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ جو سجدہ برائے عبادت ہو یقیناً کفر ہے اور اگر یہ جھکنا برائے تحیہ (ادب و احترام ہو) تو اس سے جھکنے والا کافر نہ ہوگا۔

اور ہمارے زمانے کے مسلمان بھی بزرگوں کے ہاتھوں پیروں کو بوسہ دیتے ہوئے صرف ادباً و احتراماً جھکتے ہیں سو یہ جھکنا ادباً ہے نہ برائے عبادت، سو امام سرخسیؒ کے قول کو جو سجدہ کیلئے مخصوص ہے کو انحناء پر قیاس کرنا جہالت کے سوء اور کچھ نہیں سو معترض کا امام سرخسیؒ کے قول سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہنا کہ امام سرخسیؒ نے مطلقاً کفر کا حکم لگایا ہے مردود ہے۔

﴿وجہ چہارم﴾

عنایت اللہ سواتی (وہابی) کے رسالہ میں یہ الفاظ، وفی المحيط یکرہ الانحناء للسلطان وغیرہ (غیر جائز، معصیۃ کبیرہ، یکرہ، سخت قسم کا جرم، وغیرہ، اس کا یہ استدلال عبارت مذکورہ

سے بھی غلط ہے، کیونکہ عبارت مذکورہ بھی متید ہے مطلق نہیں اور وہ قید یہ ہے کہ اگر بادشاہ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا جائے بغرض حصول دنیا، یا بغرض شہوت ہو تب مکروہ ہے، اور اگر سلطان عادل مسلم کے ہاتھوں کو بغرض اسلام وعدل کے بوسہ دیا تو کوئی حرج نہیں۔ سو معترض کا یہ قول بھی غلط، اور استدلال کے لئے پیش کردہ عبارت بھی مفید نہیں۔

اس پر عبارات فقہاء ملاحظہ فرمائیں

(1) وهذا (ای کراہۃ القبلة) ولو عن شهوة واما على وجه المبررة فجائز عند الكل

در مختار، جلد 5، ص 442،

اگر بوسہ دینا بوجہ شہوة ہو تو مکروہ، اور اگر اچھے اور نیک ارادے سے ہو تو تمام علماء کے نزدیک جائز ہے۔

(2) وفي الحقائق لو كانت القبلة على وجه المبررة دون الشهوة جاز بالاجماع.

در مختار جلد 5، ص 244، و رد المحتار جلد 5، ص 245.

اور حقائق نامی کتاب میں ہے (اگر ہاتھوں کا) چومنا نیک ارادہ سے ہو تو بالاجماع جائز ہے اور اگر بوجہ شہوة ہو (تو بالاجماع مکروہ ہے)

(3) وان كانت القبلة على وجه المبررة دون الشهوة جاز عند الكل در مختار جلد 5، ص 244

(اگر ہاتھوں کا) چومنا نیک ارادہ سے ہو تو تمام علماء کے نزدیک جائز ہے اور اگر بوجہ شہوة ہو (تو تمام علماء کے نزدیک مکروہ ہے)

﴿وجہ پنجم﴾

یہ ہے کہ جن علماء نے بوسہ دینے کو مکروہ لکھا ہے وہاں قید بھی تو ذکر کی ہے اور قید یہ ہے کہ مسلمان بادشاہ کے ہاتھوں کو بوسہ اس غرض سے ہو کہ دنیا کا مال مل جائے تو یقیناً مکروہ ہے دیکھئے، زاہدی نے مجتبیٰ کا، رد محیط کے قول سے کیا ہے، محیط نامی کتاب میں دونوں باتوں کی توفیق (کراہت وغیر کراہت کے وجوہ) اس طرح موجود ہیں۔

(1) ولا رخصة في تقبيل اليد لغير العالم والعادل، هو المختار، مجتبیٰ، وفي المحيط ان

كان لتعظيم اسلامه واكرامه جاز وان كان لنيل الدنيا كره. در مختار جلد 5، ص ۲۴۵

عالم اور سلطان عادل کے سوا کسی کے ہاتھوں کو بوسہ دینا جائز نہیں۔ یہی مختار قول ہے (مجتبیٰ) اور محیط نامی کتاب میں ہے۔ کہ اگر عالم، و سلطان عادل (کے ہاتھوں کو) اسلام کی تعظیم اور اس

عالم یا سلطان عادل کی عزت و تکریم کی وجہ سے بوسہ دیا تو جائز ہے اور اگر سلطان کے ہاتھوں کو اس لئے بوسہ دیا کہ دنیا کا مال حاصل ہو جائے تو مکروہ ہے۔

(2) قوله، وفي الملتقط التواضع لغير الله حرام اي اذلال النفس لنيل الدنيا والا فحفظ الجناح لمن دونه مأموريه سيد الانام عليه الصلوة والسلام يدل عليه مارواه البيهقي، عن ابن مسعود من خضع لغني ووضع له نفسه اعظاما له وطمعا فيما قبله ذهب ثلثا مروتہ و شطر دينه. شامی جلد ۵. ص 246

ملتقط نامی کتاب میں ہے، کہ دنیا کے حصول کیلئے (کسی کے سامنے اپنے نفس) کو ذلیل کرنا حرام ہے (اور اگر دنیا کے حصول کی نیت سے نہ ہو پھر تو) اپنے بازوؤں کو (کسی کے سامنے) پست رکھنا (جھکا دینا) حضور پر نور ﷺ کے احادیث کی رو سے ثابت و جائز ہے، جس طرح کہ یہ حدیث بیہقی شریف میں موجود۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (حضور پر نور ﷺ نے فرمایا ہے) جس نے مال دار کے سامنے اس لئے عاجزی و تواضع کی کہ مالدار سے مال مل جائے سو اس کی وجہ سے اس کے مروت کے تین حصے زائل ہو گئے اور اسکے دین کا کچھ حصہ بھی زائل ہو گیا۔

﴿وجہ ششم﴾

شامی نے زاہدی، اور مجتبیٰ کے قول مذکور کا (بالاجماع) کھکر رد کیا ہے، دیکھئے شامی جلد ۵۔

قوله، هو المختار قدم الشارح عن الخانية والحقائق ان التقبيل على سبيل المبرة بلا شهوة

جائز بالا جماع. شامی جلد ۵. ص 145

زاہدی اور مجتبیٰ کا یہ قول کہ (هو المختار) اس پر شارح نے خانیہ اور حقائق (سے یہ عبارت) پیش کی ہے کہ اگر ہاتھوں کو بوسہ دینا (بلا شہوة) نیک ارادہ سے ہو تو بالا جماع جائز ہے۔

﴿وجہ ہفتم﴾

بادشاہ کے ہاتھوں کو بوسہ دینا، جھکنا، تواضع، کی ممانعت تب ہے، جب بغرض حصول دنیا، یا بغرض شہوت ہو تب مکروہ ہے، کراہت و ممانعت کیلئے (قید) غرض دنیا و قید شہوت لازم ہے، اگر قید غرض دنیا نہ ہو بلکہ یہ بوسہ بغرض احترام و ادب ہو، سو یہ تو مستحسن و مأمور ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اولاد کو والدین کے ادب و احترام کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ.

اور (والدین) کیلئے عاجزی کے بازو بچھاؤ وقت قلبی کیساتھ (دل کی نرمی کیساتھ)

المقصود منه المبالغة في التواضع.

(۲)

کبیر جلد ۵. سورۃ بنی اسرائیل. وبمعناه جلالین، وجمل، جلد ۲، ص ۶۲۲ و معالم و خازن جلد ۳ ص ۱۲۶

اس سے مراد مبالغہ فی التواضع ہے یعنی والدین کے سامنے نہایت عاجزی سے پیش آؤ۔

فان اعزازهما لا يكون الا بذلک.

(۳)

ابو السعود جلد ۵ ص ۵۱۸۔ کیونکہ والدین کا احترام مبالغہ فی التواضع کے بغیر ممکن نہیں۔



اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ.

(۱)

سورۃ الحجرات (۸۸) رکوع ۶/۲

اور مسلمانوں کیلئے اپنے بازو بچھاؤ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ.

(۲)

آیۃ (۲۱۵) شعراء ۱۱/۱۵

اور کچھاؤ اپنی رحمت کا بازو، ان کے لئے جو آپ کی اتباع کرتے ہیں

فبعد الانذار تواضع لمن امن منهم.

(۳)

انذار کے بعد تواضع ہے ان کے لئے جو ایمان لے آئے

صاوی جلد ۳. شعراء (۱۳۸) وجمل جلد ۳ (۲۹۳) وبمعناه معالم و خازن جلد ۵ (۱۰۶) و کبیر جلد ۶ وجمل

جلد ۲ حجر (۵۵۴) و کبیر جلد ۵ حجر (۲۸۰) و ابو السعود جلد ۵ (۳۷۲) و خازن و معالم جلد ۴ حجر (۲۶)

• وہابیوں کا حدیث سے استدلال، اور انکار و

اس حدیث سے وہابیوں کا استدلال چند وجوہ کی بناء پر درود ہے

عن انس قال قال رجل يا رسول الله ﷺ الرجل منا يلقي اخاه او صديقه اينحنى له

قال "لا" قال افيلتزمه ويقبله قال "لا" قال فيأخذه بيده ويصافحه قال "نعم".

رواه الترمذی. استيدان (۳۲۹) و البيهقی فی شعب الايمان ثم نصب الرأية جلد ۲. كراهية (۲۹۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے حضور پر نور ﷺ سے عرض کیا اگر ہم میں سے کوئی اپنے بھائی یا دوست سے ملے، تو کیا اس کیلئے جھکے؟ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا نہیں، عرض کیا ”کیا“ اس سے لپٹ جائے اور بوسہ دے؟ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا ”نہیں“ عرض کیا، اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے مصافحہ کرے۔ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا، ”ہاں“ معلوم ہوا، کہ جھکنا اور بوسہ دینا جائز نہیں۔

☆۔۔ میں کہتا ہوں کہ وہابیوں کا اس حدیث سے استدلال چند وجوہ کی بناء پر رد ہے

﴿وجہ اول﴾

وجہ اول یہ ہے کہ نصوص متعارضہ میں اصل توفیق ہوتا ہے (کیونکہ ہاتھوں کو بوسہ دینے کے بارے میں دورائے قائم ہیں ایک کے مطابق بزرگوں کے ہاتھوں کو بوسہ دینا جائز، اور دوسری رائے کے مطابق ناجائز، اب دونوں میں توفیق کس طرح ہو، اور ارحم اللہ علیہ فرماتے ہیں، دونوں میں توفیق اس طرح ہے) کہ جس قول میں ہاتھوں کو بوسہ دینا ممنوع ہے وہ بوجہ شہوة کے ہے (یعنی اگر بغرض مال و دولت ہو) پھر تو ممنوع ہے، اور اگر بغرض حصول مال و شہوة نہ ہو تو جائز ہے کوئی کراہت نہیں اسی پر اجماع ہے جیسے کہ وجہ چہارم میں گذر چکا ہے۔ وہاں مطالعہ فرمائیں۔

﴿وجہ دوم﴾

وجہ دوم یہ ہے کہ (حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث مبارک مر جوح ہے اور وہ احادیث جن سے بوسہ دینے کا جواز ثابت ہے وہ رائج ہیں۔

﴿وجہ سوم﴾

وجہ سوم یہ ہے کہ حدیث مذکور مر جوح ہے، اس لئے کہ حدیث منع کو صرف ترمذی اور تہقی نے بیان فرمایا ہے جبکہ جواز کی حدیث کو محمد بن اسماعیل البخاری نے اپنی کتاب بخاری میں روایت کیا ہے، ترمذی کے مقابلہ میں بخاری مقدم ہے۔ دیکھئے، کتاب الخیر صفحہ (30) و مقدمۃ الشیخ عبدالحق محدث دہلوی للشکوٰۃ صفحہ (5) و مقدمۃ نووی المسلم صفحہ (21)

﴿وجہ چہارم﴾

وجہ چہارم یہ ہے کہ حدیث جواز کو امام بخاری نے اپنی کتاب۔ کتاب الادب المفرد صفحہ

(253. 254) میں نقل فرما کر حدیث جواز کورانج کر دیا ہے۔

﴿وجہ پنجم﴾

وجہ پنجم یہ ہے۔ کہ حدیث منع کو صرف تین محدثین (احمد، ابن ابی شیبہ، بیہقی، رحمہم اللہ تعالیٰ) نے روایت کیا ہے۔

جبکہ حدیث جواز کو سترہ (17) محدثین (بخاری، ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، احمد، ابن حبان، بیہقی، ابن ابی شیبہ، طبرانی، حاکم، بزاز، دارقطنی، ابن عدی، ابو نعیم، ابن سعد، قاضی عیاض رحمہم اللہ تعالیٰ) نے بیان کیا ہے۔ تو حدیث جواز، رائج، اور حدیث منع، مرجوح،

﴿وجہ ششم﴾

وجہ ششم یہ ہے۔ کہ حدیث جواز کو دس (10) صحابہ کرام (سیدنا ابو ہریرہؓ، ابن عمرؓ، سیدہ عائشہؓ، حضرت صفوانؓ، حضرت زارعؓ، حضرت اسیدؓ، حضرت بریدہؓ، حضرت جابرؓ، حضرت ابی حنیفہؓ، حضرت ابوبکر بن عبداللہؓ) رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بیان فرمایا ہے۔

جبکہ حدیث منع کو صرف ایک صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے۔ سو حدیث جواز رائج ہوگئی، اور حدیث منع مرجوح۔ تو عمل حدیث رائج پر ہوگا۔

نافس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM

﴿تقبیل القبر والاعتاب للتبرک﴾

مزاراتِ اولیاء اور چوکھٹوں کو بوسہ دینا تبرک کے حصول کیلئے جائز ہے ﴿علامہ اجمہوری رحمۃ اللہ سے منقول ہے﴾

(1) قال ابو موسیٰ دخلت الی ضریح السیدة النفیسة فوضعت یدی علی الضرایح واذابقائل من داخل القبریقول اھکذا یدخل علی اھل بیت النبوة. شواہد الحق (96)

حضرت ابو موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے مزار اقدس پر حاضر ہوا اور قبر پر اپنا ہاتھ رکھا۔ تو مزارِ اقدس کے اندر سے آواز آئی، کیا اہل بیت نبوی کے ہاں حاضری کی یہی صورت ہے؟

﴿حضرت عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ﴾

کئی سوالات کے جوابات دینے کے بعد فرماتے ہیں

(2) واما تقبیل تو ابیب الاولیاء واعتابہم فلا خوف فی جوازہ بل ولا کراہۃ فی تقبیل اعتبارہم علی قصد التبرک کما فتی بہ شیخنا الرملی. (الیٰ اخرہ) قالہ الشیخ الامام العلامة محمد الشوبری المصری الشافعی ثم الشیخ عبدالغنی النابلسی فی کتابہ جمع الاسرار فی منع الاشرار عن الطعن فی الصوفیۃ الاخیار ثم شواہد الحق. (96)

رہا اولیاء کرام کے تابوتوں، اور انکی چوکھٹوں کو بوسہ دینا، تو اس کے جواز میں سے اختلاف ہی نہیں ہے بلکہ بطور تبرک بوسہ دینے میں کراہت بھی نہیں ہے، جیسے کہ شیخ ربلی نے فتویٰ دیا ہے، علامہ شویری رحمۃ اللہ علیہ اس فتویٰ کے آخر میں فرماتے ہیں، یہ امر بالکل واضح

وظاہر ہے اور محتاج دلیل نہیں ہے

کیونکہ دلیل کی ضرورت صرف جاہل کو ہو سکتی ہے، یا منکر و معاند کو، جن کی طرف نہ التفات کیا جاتا ہے اور نہ ہی مباحث شرعیہ میں ان پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

﴿حضرت علامہ اجمہوری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے﴾

(3) وكذا لك تمرير الخد على الاعتبار ما لم يكن على هيئة السجود والاحرام. کہ اسی طرح اولیاء کرام کے مزارات کی دہلیزوں پر رخسار رکھنا بھی درست ہے بشرطیکہ ہمیشہ تہجد نہ ہو، ورنہ حرام ہے۔ شواہد الحق (96)

﴿حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے منقول ہے﴾

(4) عن فاطمة الزهراء عليها السلام انہ لما قبر اخذت قبضة من تراب قبره الشريف وجعلتها على عينها وبكت وقالت منشدة بيتين کہ انہوں نے جب قبر انور و اطہر سے مٹی کی مٹھی بھری اور آنکھوں پر لگائی تو روتے ہوئے دو بیت زبان اقدس سے پڑھے۔ (جو مندرجہ ذیل ہیں)

ما ذا على من شم تربة احمد ان لا يشم مدى الزمان غواليا
صبت على مصائب لو انها صبت على الايام صرن لياليا

جس نے احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی تربت کو سونگھ لیا ہے وہ اگر ہستی دنیا تک غوالی اور بیش بہا قیمت خوشبوؤں کو نہ سونگھے تو کیا حرج ہے، بلکہ اس قریہ اقدس میں محبوب کریم ﷺ کی رچی بسی خوشبو اس دنیا کی تمام خوشبوؤں سے بے نیاز کر دے گی۔

مجھ پر فراق نبوی میں اس قدر مصائب و حوادث ڈھائے گئے ہیں کہ اگر انہیں چمکتے اور روشن دنوں پر ڈالا جاتا تو وہ چمکتے اور روشن دن شب تاریک میں تبدیل ہو جاتے،

﴿خطیب بن جملہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

(5) وذكر الخطيب بن جملة وقالوا الاشك ان الاستغراق في المعجزة يحمله على الاذن

فی ذالک والمقصود من ذلک کله الاحترام والتعظیم والناس فی ذلک مختلف مراتبهم کما كانت تختلف فی حیاته ﷺ والناس حین یرونہا لا یملکون انفسہم بل یبادرون الیہ ﷺ واناس فیہم اناۃ یتأخرون والکل علی خیر. شواہد الحق (54.55) لا یملکون۔
 اس روایت کو خطیب بن جملہ نے نقل کیا ہے، اور فرمایا ہے، کہ اس میں شک نہیں ہے کہ محبت واستغراق وشغف ان امور میں اذن و رخصت کا متقاضی ہے، اور مقصد حقیقی ان تمام امور میں احترام و اکرام و توقیر و تعظیم ہے، اور لوگوں کے مراتب ان معاملات میں مختلف ہیں جیسے کہ حالت حیات ظاہرہ میں مختلف مراتب ہوتے تھے، بعض تو دیکھتے ہی پروانہ وار اس شمع رسالت پر نثار ہونے لگتے اور بعض حلم و حوصلہ اور تمکین و وقار کا مظاہرہ کرتے مگر سب کا مقصد نیک ہے، (نیت درست ہے لہذا محفل اعتراض و انکار نہیں)

﴿سندِ جید﴾

(6) وجاء بسند جید ان بلالاً لما زار النبی ﷺ من الشام للمنام الذی راہ جعل یبکی ویصرغ وجہہ علی القبر الشریف. شواہد الحق (54.55)
 سندِ جید کیساتھ مروی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب خواب میں سرکارِ دو عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، کہ اے بلال یہ کیا جفاکاری ہے کہ ہماری زیارت کو نہیں آتے، تو انہوں نے فوراً شام سے مدینہ منورہ کا قصد کیا، اور راہ شوق پر سر کے بل چلتے ہوئے جب منزلِ مقصود پر پہنچے تو آنکھوں سے آنسو بہا رہے تھے، اور اپنا چہرہ قبرِ انور کی خاک پاک پر مل رہے تھے، جعل یبکی ویصرغ وجہہ علی القبر الشریف.

﴿حضرت اسماعیل یمنی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

(7) عن اسماعیل الیمنی قال کان ابن المنکدر یصیبہ الصمات فکان یقوم فیضع خدہ علی قبر النبی ﷺ فعوتب فی ذلک، فقال انه یتشفی بقبر النبی ﷺ. شواہد الحق
 حضرت اسماعیل الیمنی رحمت اللہ علیہ سے منقول ہے کہ محمد بن المنکدر تابعی رضی اللہ عنہ کو زبان میں بندش کا عارضہ لاحق ہو جاتا اور وہ بولنے سے قاصر و عاجز ہو جاتے تو آکر نبی کریم ﷺ کے مزارِ اقدس پر اپنا رخسار رکھ دیتے انہیں اس فعل کے ارتکاب پر عتاب کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا

میں محبوب خدا ﷺ کے مزار اقدس سے اپنی بیماری سے شفا یابی میں توسل حاصل کرتا ہوں ﴿حضرت علامہ سید سکھودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

(8) وقال في الخلاصة الوفاء وايضا في كتاب العلل والسوالات لعبدالله بن الامام احمد بن حنبل سألت ابي عن الرجل يمس منبر النبي ﷺ يتبرك بمسه وتقيله ويفعل بالقبر مثل ذلك رجاء ثواب الله تعالى فقال لا بأس به . شواهد الحق .

حضرت علامہ سید سکھودی رحمۃ اللہ علیہ خلاصۃ الوفاء میں فرماتے ہیں کہ امام عبد اللہ بن الامام احمد نے کتاب العلل والسوالات میں نقل فرمایا ہے کہ میں نے اپنے والد گرامی امام احمد سے دریافت کیا کہ جو شخص منبر شریف کو بطور تبرک ہاتھ لگاتا ہے اور بوسہ دیتا ہے اور قبر انور کے ساتھ بھی برکت حاصل کرنے کے لئے یہ فعل کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے جب

فرمایا، اس میں کوئی حرج نہیں، لا بأس بہ۔

﴿حضرت عارف کبیر سیدی شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں﴾

(9) رأیت کتابا للعارف الکبیر الشہیر سیدی الشیخ عبدالغنی النابلسی سماہ جمع الاسرار فی منع الاسرار عن الطعن فی الصوفیۃ الاختیار لعل فیہ فتاویٰ کثیر من مشاہیر العلماء المذہب الاربعۃ ومن ذلک قولہ وقد رأیت فی فتویٰ رفعت سابقا الی الشیخ الامام العلامة محمد الشوبری المصری الشافعی بماملخصہ،

هل کرامات الاولیاء ثابتة بعد موتہم وهل تصرفہم ینقطع بالموت ام لا وهل یجوز تقبیل توابع الاولیاء واعتابہم ام لا؟

فاجاب شمس الشوبری بماملخصہ کرامات الاولیاء ثابتة وتصرفہم لا ینقطع بالموت ویجوز التوسل بہم الی اللہ تعالیٰ والامتناع بالانبياء والمرسلین وبالعلماء والصالحین بعد موتہم لان معجزات الانبياء وکرامات الاولیاء لا ینقطع بعد موتہم اما الانبياء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام فلا تہم احياء فی الارض یصلون ویحجون کم وردت بہ الاخبار وتكون هذه الافعال منهم معجزة کثیرة واما الاولیاء فہی کرامۃ لہم ولان شہنا فرمائی وعلیہ السلام

مشاہدہ لایمکن انکارھاوالذی نعتقدہ ثبوت کراماتھم فی حیاتھم وبعد وفاتھم
ولاتنقطع بموتھم ،

واماتقبیل توایت الاولیاء واعتابھم فلاخلاف فی جوازہ بل ولاکراہۃ فی تقبیل
اعتابھم علی قصد التبرک کمافتی بہ شیخنا الرملی ثم الشیخ محمد الشوبری
فی او اخرفتواہ المذکورۃ وهذا الامر ظاہر غنی طلب الدلیل اذا الطلب لذلك
انما یصدر من جاهل معاند جاحد لایلتفت الیہ ولا یعول فیہا علیہ . شواہد الحق .

حضرت عارف کبیر سیدی شیخ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ نے ایک کتاب تالیف فرمائی ہے
جس کا نام ”جمع الاسرار فی منع الاشرار عن الطعن الصوفیۃ الاخیار“ رکھا ہے، اس
میں انہوں نے مذہب اربعہ کے مشاہیر علماء اعلام کے فتاوے نقل کئے ہیں جن میں سے
ایک فتویٰ یہ بھی ہے جو کہ شیخ امام علامہ محمد شوبری مصری شافعی کی خدمت میں پیش کیا گیا

استفتاء۔ کیا کرامات اولیاء ان کے وصال کے بعد بھی ثابت ہیں؟ کیا ان کے تصرفات بعد از
وصال منقطع ہوتے ہیں یا نہیں؟ اور آیا اولیاء کے تابوتوں اور ان کی چوکنٹوں کو بوسہ دینا
جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ کرامات بعد از وصال بھی ثابت ہیں۔ اور ان کے تصرفات موت کی وجہ سے منقطع
نہیں ہوتے،

ان کے ساتھ بارگاہ الہی میں توسل جائز ہے، اور انبیاء و مرسلین اور علماء و صالحین سے موت
کے بعد بھی استغاثہ جائز ہے۔ کیونکہ معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء موت سے منقطع نہیں ہوتیں،
انبیاء کرام کے معجزات کا عدم انقطاع تو اس لیے ہے کہ وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں نمازیں
ادا کرتے ہیں۔ اور حج کرتے ہیں۔ جیسے کہ اخبار و احادیث اس پر شاہد ہیں، اور بطور معجزہ وہ
اغاثہ اور فریادری پر قادر ہیں، لیکن اولیاء کرام کے تصرفات اور فریادری تو یہ ان کی کرامت ہے
اور شیخ شہاب رملی فرماتے ہیں بعد از وصال اولیاء کرام سے کرامات کا صدور مشاہدات کے قبیلہ
سے ہے، لہذا اس کا انکار ممکن نہیں ہے،

ہم بہر حال یہی عقیدہ رکھتے ہیں، کہ ان کی کرامات بعد از وفات اسی طرح ثابت ہیں
جس طرح حالت حیات میں۔ اور موت کی وجہ سے منقطع نہیں ہوتیں۔

☆ رہا اولیاء کرام کے تابوتوں، اور انکی چوکنٹوں کو بوسہ دینا، تو اس کے جواز میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہے بلکہ بطور تبرک بوسہ دینے میں کراہت بھی نہیں ہے، جیسے کہ شیخ ربیع نے فتویٰ دیا ہے، علامہ شوہری رحمۃ اللہ علیہ اس فتویٰ کے آخر میں فرماتے ہیں، یہ امر بالکل واضح و ظاہر ہے اور محتاج دلیل نہیں ہے کیونکہ دلیل کی ضرورت صرف جاہل کو ہو سکتی ہے، یا منکر و معاند کو، جن کی طرف نہ التفات کیا جاتا ہے اور نہ ہی مباحث شرعیہ میں ان پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

﴿حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل﴾

(10) وان بن عمر کان یضع یدہ الیمنی علیہ. شواہد الحق.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنا داہنا ہاتھ (منبر رسول ﷺ و مزار اقدس) پر رکھتے۔

﴿حضرت علامہ اذرعی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں﴾

(11) ونقل الاذرعی عن ابی الصیف والمحب الطبری جواز تقبیل قبور الصالحین شواہد الحق.

حضرت علامہ اذرعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علامہ ابی الصیف اور علامہ محبت الطبری سے نقل فرماتے ہیں، کہ اولیاء کی قبور کو بوسہ دینا جائز ہے۔

﴿جواب قول النووی وغیرہ بالکراہۃ﴾

(1) وذكر ابن حجران العزین جماعة وغیرہ اعتراضوا علی النووی فی قوله بکراہۃ مسح جدار القبر الشریف والتقبیل (بیان جواب لقوله) بقول احمد (بن حنبل) لا یاس بہ وقول المحب الطبری وابن ابی الصیف یجوز تقبیل قبر الشریف ومسہ وعلیہ عمل العلماء والصالحین،

حضرت علامہ ابن ابی الصیف اور علامہ محبت الطبری فرماتے ہیں، کہ حضور پر نور ﷺ کے مزار انور کو بوسہ دینا اور چھونا جائز ہے اور اسی پر علماء اور اولیاء کامل رہا ہے۔

﴿امام سبکی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں﴾

وقول السبکی بان عدم التمسح بالقبر الشریف لیس بمقام الاجماع علیہ. شواہد الحق. (54) (55)

قبر شریف کے عدم تمسح پر اجماع نہیں ہے۔

(2) وقیل فی خلاصۃ الوفاء وفی کتاب العلل والسوالات لعبد اللہ ابن الامام احمد بن حنبل سألت ابي عن الرجل يممس منبر النبي ﷺ يتبرك بمسه وتقيله ويفعل القبر مثل ذلك رجاء ثواب الله تعالى فقال لا بأس به. شواهد الحق. (55)

حضرت علامہ سید سمحودی رحمۃ اللہ علیہ خلاصۃ الوفاء میں فرماتے ہیں کہ امام عبداللہ بن الامام احمد نے کتاب العلل والسوالات میں نقل فرمایا ہے کہ میں نے اپنے والد گرامی امام احمد سے دریافت کیا کہ جو شخص منبر شریف کو بطور تبرک ہاتھ لگاتا ہے اور بوسہ دیتا ہے اور قبر انور کے ساتھ بھی برکت حاصل کرنے کے لئے یہ فعل کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے جب کہ اس کا مقصد محض برکت کا حصول ہے اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں، لا بأس بہ،

(3) نعم ان قصد بتقبيله التبرك لا يكره كما فتى به الوالد كما صرح حواہانہ اذا عجز عن استلام الحجر سن له اني يشير بعصا وان يقبلها.
قال شيخنا العدوي بعد هذا ولا مریة حينئذ ان تقبيل القبر الشريف لم يكن الا لتبرك فهو اولی من الجواز ذلك لقبور الاولیاء عند قصد التبرك فيحمل ما قاله العارف البوصیری علی هذا المقصد ولا سيما وان قبره الشريف روضة من رياض الجنة. شواهد الحق. (96)

البتہ اگر بوسہ دینے میں اصل مقصود تبرک واستفادہ ہو تو اس میں حرج نہیں ہے، جیسے کہ والد گرامی نے فتویٰ دیا ہے، کیونکہ علماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر حجر اسود کو بوسہ دینے سے عاجز آجائے تو چھڑی کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کر کے اس کو بوسہ دے لے، (تو اگر دور سے چھڑی کے ساتھ اشارہ کرتے پر چھڑی کو بوسہ از رو تبرک درست ہے تو اولیاء کا ملین کے مزارات کو بطریق اولیٰ درست)

علامہ شیخ عدوی اسکے بعد فرماتے ہیں کہ جب اولیاء کرام کے مزارات کا بوسہ بطور تبرک جائز ہے تو سید الانبیاء ﷺ کے مزار اقدس کا بوسہ بطور تبرک نہ بھی ہوا محالہ جائز ہے، لہذا امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا وہ قول اسی پر محمول ہوگا علی الخصوص جب کہ نبی کریم ﷺ کی قبر انور روضۃ من ریاض الجنة ہے۔ (حضور ﷺ کا روضہ اطہر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے)

﴿امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ مترجم﴾

لَا طَيْبَ يَعْدِلُ تَرْبَاَصَمَّ أَعْظَمَهُ

طُوبَى لِمُنْتَشِقٍ مِنْهُ وَمُلْتَشِمٍ

کوئی خوشبو اس ترابِ اطہر کا مقابلہ و برابری نہیں کر سکتی جو نبی کریم ﷺ کے اعضاءِ مبارکہ سے ملنے والی ہے، مبارک ہے اس کو سونگھنے والے کیلئے اور اس کو بوسہ دینے والے کیلئے، (تعلیق، مترجم)

علامہ یوسف نبھائی فرماتے ہیں

(4) ولا يقبل الاعتاب الا بقصد التبرك. شواهد الحق (96)

اور چوکھٹوں کو نہ چوما جائے مگر تبرک کے حصول کے ارادے سے۔

﴿علامہ اجمہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں﴾

(5) وقال الاجهوري واجاز بعضهم تقبيل الاعتاب والمقاصير اذا كان عند الزائر حسن اعتقاد. شواهد الحق. (96)

اور بعض علماء نے مزاراتِ اولیاء کرام کی دہلیز کو اور ان کی پاکلیوں کو بوسہ دینا جائز رکھا ہے جبکہ زائر کا اعتقاد درست ہو۔

﴿علامہ یوسف النبھائی رحمۃ اللہ علیہ خلاصہ پیش کرتے ہیں﴾

(6) وقد ذكر بعض العارفين ان الولي بعد موته اشد كرامة منه في حال حياته لانقطاع تعليقه بالمخلوق وتجرده روحه للخالق فيكرمه الله تعالى بقضاء الحاجات المتوسلين به. كلام شيخنا العدوي فقد علمت مما تقدم ان الامام احمد كما نقله عنه ابنه عبد الله وكثير من الائمة العلماء كالمدح الطبري وابن ابى الصيف والشمس الرملي وابن حجر الهيتمي وغيرهم ومن نقل ذلك عنهم من الشافعية والحنفية والمالكية، واقروه وارتضوا به قائلون جميعهم بجواز التمسح بجدار القبر الشريف وتقبيله لتبرك

بل وقبور سائر الانبياء والصالحين وبعضهم صرح بجواز تقبيل الاعتاب ايضا لتبرك كما هو قصد جميع من يفعلون ذلك من المسلمين. ولو كانوا من اهل الجاهلین لا يقصد احد منهم غير التبرك بذلك النبي ﷺ او ذلك الولي .

علامہ یوسف النہجانی قبر انور کو بوسہ دینے کے بارے میں آئمہ اربعہ و دیگر علماء اعلام کی رائے پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ بعض علماء عارفین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ولی موت کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ مکرم و معظم ہوتا ہے، یہ نسبت حالت حیات کے، کیونکہ اس کا مخلوق سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے، اور اس کی روح اللہ تعالیٰ کیلئے متجر دو خالص ہو جاتی ہے، لہذا اللہ تعالیٰ اسکی عزت و کرامت کے طفیل ان کے متولین کی حاجات پوری فرما کر اس کی شان محبوبی ظاہر فرماتا ہے۔

الغرض، گذشتہ حواشی سے واضح ہو گیا، کہ امام احمد (بقول عبد اللہ ابن احمد رحمۃ اللہ علیہ کے) حب طبری، ابن ابی الصیف، علامہ شمس رملی، ان کے والد گرامی شیخ شہاب رملی، ابن حجر ایتمی، سبکی، اور دیگر علماء اعلام اور آئمہ اسلام حنفی ہو یا شافعی ہوں یا مالکی اس امر کے قائل ہیں۔ اور اس کے جواز کے معترف ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے مزار اور اطہر کو تبرکاً بوسہ دینا یا دیوار کو بوسہ دینا اور اس کو ہاتھ لگانا، جائز ہے، بلکہ قبور صالحین کا بھی ان کے نزدیک یہی حکم ہے، اور ان میں سے بعض نے بطور تبرک مزارات کی دہلیزوں کو بوسہ دینا بھی جائز رکھا ہے۔ اور جو شرط تبرک کی لگائی ہے وہ ہر زائر کا اصل مقصد ہوتا ہے۔ خواہ وہ زائر اجمہل الجاہلین ہی کیوں نہ ہو،

لہذا سب کے حق میں جواز کا ثبوت واضح ہو گیا، کیونکہ کسی کا مقصد بھی نبی و رسول ﷺ کی ذات مقدسہ اور ولی کی ذات مقدسہ سے تبرک حاصل کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ ﴿علامہ یوسف بن اسماعیل النہجانی فرماتے ہیں﴾

ولا يخفى في تجويز ذلك بقصد التبرك من هؤلاء الأئمة الاعلام وسيم الامام احمد فسحة، تيسير على اهل الاسلام وهو اللائق بمحاسن الشريعة وقيد ابن حجر في عبارته السابعة الطويلة جواز ذلك ونحوه بمن غلب عليه الحال المحبة والذى اعتمد (ابن حجر) هو الكراهة بغير من غلب عليه الحال فاين هذا ممن (اي من ابن تيمية و فرقة الوهابية) يكفرون المسلمين بمثل ذلك بناء على اوهامهم وتخيلاتهم انه يفضي الى الكفر والشرك والمسلمون جميعاً عوامهم وعلماءهم لو لانهم يعتقدون في الانبياء والاولياء قربهم لله تعالى ومحبة لهم لما زاروا احداً منهم فكيف مع ذلك يجعلونهم

شركاء لمعبودهم واللہ لا اظن ان احدا من اجهل عوام المسلمين يعتقد في نبي (عليه الصلوٰۃ والسلام) او ولي انه شريك لله تعالى او انه ينفع ويضر بنفسه بل يعلمون يقيناً ان النافع والضرار حقيقاً هو الله تعالى وحده لا شريك له فالتشديد على المسلمين الى هذه الدرجات الفاحشة لا يرضى الله تعالى ولا رسوله ولا ينبغي لاحد من الائمة هذا الدين المبين. شواهد الحق (57)

علامہ یوسف بن اسماعیل النہائی فرماتے ہیں،

ان علماء اعلام اور خصوصاً امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بطور تبرک بوسہ کو جائز رکھنا اہل اسلام کے لئے بہت بڑی وسعت اور تسہیل و تسہیل کا موجب ہے اور یہی امر محاسن شریعت کے لائق و مناسب ہے، اور علامہ ابن حجر نے اس جواز کو مغلوب الحال لوگوں کیلئے جائز رکھا، اور جو اس مرتبہ پر فائز نہ ہوں ان کیلئے صرف کراہت کا قول ہے، نہ کہ کفر و شرک کا، تو دیکھئے ایک طرف علماء اعلام مقتدایان انام کے اقوال یہ ہیں اور

دوسری طرف ایک شُرُذِۃٌ قَلِیلَہ (ای ابن تیمیہ و فرقہ الوہابیہ) یعنی فرقہ وہابیہ اور ابن تیمیہ گمراہ) جو بحکم جہالت ہیں، اور سراپا غرور و تکبر، وہ محض اپنے اوہام باطلہ اور تخیلات فاسدہ کی بناء پر رسول الثقلین ﷺ اور انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کے مزارات کو بطور تبرک بوسہ دینے کو بھی موجب کفر و شرک قرار دیتے ہیں۔

ہم دریافت کرتے ہیں کہ یہ امر موجب کفر و شرک کیوں ہے، جب کہ اہل اسلام عوام ہوں یا خواص اگر ان انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرضوان میں اللہ تعالیٰ کے تقرب اور محبوبیت کا اعتقاد نہ رکھتے تو ان میں سے کسی کی زیارت نہ کرتے تو وہ ان کو معبود حقیقی کا شریک کیسے بنا سکتے ہیں۔ بخدا میں کسی جاہل ترین عامی

اہل اسلام کے متعلق بھی یہ گمان نہیں کر سکتا، کہ وہ کسی نبی یا ولی کے حق میں عقیدہ رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کا شریک ہے یا بذات خود نفع و نقصان دے سکتا ہے، بلکہ وہ سب قطعاً و حتماً اور یقیناً و جہناً جانتے ہیں کہ نفع و ضرر کا مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے جو وحدہ لا شریک لہ ہے لہذا اہل اسلام پر اس قدر سختی اور تشدید و تغلیظ قطعاً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے، اور نہ ہی دین مبین کے ائمہ کرام اور علماء اعلام کے لائق ہے۔

﴿علامہ یوسف نبہانی﴾ ابن تیمہ اور ان کے حواریوں کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں ﴿

(7) ولا شك ان الشمس الرملی ووالده الشهاب الرملی والشهاب ابن حجر فضلا عن الامام احمد (ابن حنبل) هم في الفقه اجل قدراً وارْقُ نظراً من ابن تيمية الحراني بدرجات وهذا لا ينكره الا احد رجلين. اما ان يكون عالماً ولكن اعمى بصيرته شدة التعصب لابن تيمية بغير حق.

علامہ نبہانی فرماتے ہیں اس امر میں شک کی گنجائش نہیں، کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ سے قطع نظر، علامہ شمس رملی، اور ان کے والد علامہ شہاب رملی، اور ابن حجر، ابن تیمہ (علیہ ما علیہ) کے مقابلہ میں فقہ کے اندر انتہائی جلالتِ قدر اور دقتِ نظر کے مالک ہیں، اور اس حقیقت کا انکار وہی کر سکتا ہے (امان یکون عالماً ولكن اعمى بصيرته شدة التعصب لابن تيمية بغير حق) جو عالم ہونے کے باوجود شدتِ تعصب اور بیجا ہٹ دھرمی کی وجہ سے ابن تیمہ (علیہ ما علیہ) کا اندھا مقلد بن کر اپنی بصیرت کھو بیٹھا ہو۔

(۲) وَأَمَّا أَنْ يَكُونَ جَاهِلًا بِمَنْزِلَةِ هَؤُلَاءِ الْعُلَمَاءِ أَوْ يَأْذِي (وہ آدمی) جو کوراجاہل ہو اور ان علماء اعلام اور مقتدیانِ انام کے مرتبہ و مقام سے ناواقف ہو،

﴿علامہ یوسف النبہانی رحمۃ اللہ علیہ وجہ امتیاز ذکر کرتے ہیں﴾

ونحن وان لم نجتمع بهم ونبليج درجة علمهم حتى نميز بينهم الا ان لنا طريقة واضحة اذا سلكنها نعلم ايهم افضل واكمل وذلك انا اذا نظرنا الى منزلة اقوالهم في الفقه في مذهبهم نجد اولئك الثلاثة في مذهب الشافعي في درجة عليّة جداً لا يعلو عليهم فيها احد في الاعتماد والاعتبار عند عموم علماء الشافعية

علامہ نبہانیؒ فرماتے ہیں

ہم نے اگرچہ ان ائمہ دین کا زمانہ نہیں پایا اور نہ ہی ان کے درجہ علم پر فائز ہو سکے ہیں لہذا ہم اپنے علم کو ان کے درمیاں امتیاز مراتب کیلئے معیار اور کسوٹی نہیں بنا سکتے لیکن ہمارے پاس ایک ایسا معیار ہے جس سے آسانی ان کے مراتب میں فرق واضح ہو سکتا ہے اور معلوم ہو سکتا ہے کہ ان میں سے افضل و اکمل کون ہے۔ اور وہ معیار یہ ہے کہ ہم ان کے اپنے مذاہب میں ان کے اقوال کا مرتبہ دیکھتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ان تینوں (مذکورہ بالا) حضرات کا امام شافعیؒ کے مسلک و مذہب میں اتنا بلند درجہ و مقام ہے کہ

عام علماء شافعیہ کے نزدیک ان سے بڑھ کر اس درجہ معتد بہ، اور معتد علیہ اور کوئی نہیں ہے

﴿علامہ یوسف النہائیؒ فرماتے ہیں﴾

کہ ابن تیمیہ باوجود دعوے کے حنبلی نہیں اسکے اقوال مردود ہیں

ونجد كثير امن الاقوال ابن تيمية في الفقه في مذهب الامام احمد مرفوضة مردودة لا يعملون بها ولا يولون عليها وهو عند علماء الحنابلة وان كان كثير العلم الا انه يتبع اجتهاده في بعض مسائل فيخالف فيها ما عليه ائمة علماء مذهب بالكلية ويطلق على تلك المسائل انها تيمية لاحنبلية ويجعلون اتباع اقواله المخالفة لمذهبهم شيا فرياً هل يوجد دليل اقوى من هذا على ان اولئك الثلاثة يقيين اجل منه في الفقه قدراً وادق نظراً وهم قائلون بان مثل تقبيل اعتاب الاولياء فضلاً عن الانبياء فضلاً عن سيدهم سيد المرسلين ﷺ لا كراهة فيه فضلاً عن التحريم عند الرملي وابنه مطلقاً بقصد التبرك وعند ابن حجر ايضاً فيما غلب على الزائر حال المحبة والا فذلك مكروه وقد وافقوا بذلك بعض من تقدم ذكرهم من اكابر الائمة. شواهد الحق (57)

علامہ نبہانی فرماتے ہیں

لیکن اسکے برعکس ابن تیمیہ (علیہ ما علیہ) کے بہت سے اقوال مذہب حنبلی میں مردود اور ناقابل التفات و اعتبار ہیں، نہ حنبلی ان پر عمل پیرا ہیں اور نہ ہی ان پر اعتماد کرتے ہیں اگرچہ ابن تیمیہ علماء حنابلہ کے نزدیک کثیر العلم ہے اور کتاب وسنت کا وسیع حفظ و ضبط اس کو حاصل ہے اور اکابر حفاظ و محدثین میں شمار ہوتا ہے، مگر بعض مسائل میں اپنے اجتہاد پر عمل پیرا ہوتا ہے، اور مذہب حنبلی نہیں ہے، جب کہ دوسرے علماء کرام صرف حنبلی ہونے پر نازاں

ہیں اور اس کے ان اقوال کی اتباع کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ جو مخالف مذہب ہو، تو کیا اس سے بڑھ کر ان تینوں ائمہ اعلام کے ابن تیمیہ سے افضل ہونے کی کوئی قوی دلیل ہو سکتی ہے علاوہ ازیں وہ حضرات فقہ میں ابن تیمیہ کی نسبت یقیناً بدرجہ جلیل القدر ہیں اور دقیق النظر اور بایں ہمہ وہ اس کے قائل ہیں کہ اولیاء کرام کی آستان بوسی جائز ہے، چہ جائے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور علی الخصوص سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کی آستان بوسی جائز نہ ہو علامہ ربلی اور ان کے فرزند ارجمند کے نزدیک اس میں کراہت بھی نہیں، چہ جائے کہ حرمت متحقق ہو جبکہ بوسہ دینے والے کا مقصد حصول برکت ہو، علامہ ابن حجر کے نزدیک

اس صورت میں جائز ہے جب زائر پر محبت اور حسن عقیدت کا انتہائی غلبہ ہو اور اس پر بے خودی کی حالت طاری ہو ورنہ کراہت ہے، اور یہ حضرات اس فتویٰ میں منفرد نہیں ہیں بلکہ اکابر ائمہ کے ساتھ متفق و موافق ہیں جن میں سے بعض کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

﴿علامہ نبھانی۔۔ ابن تیمیہ اور اسکے حواریوں﴾

کئی کتب پڑھنے سے منع کرتے ہوئے لکھتے ہیں

(8) وعلیک الحذر التام من کتب ابن تیمیہ وجماعة المتعلقة بالعقائد لنسب التہوی فی مہوات الضلال ولا ینفعک الندم بعد ذلک بحال من الاحوال. شواہد الحق (115)

علامہ یوسف نبھانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

خبردار!

ابن تیمیہ (علیہ ماعلیہ) اور اسکے حواری (وہابیوں) کی کتب پڑھنے سے بچو، ورنہ گمراہیوں کے گھڑوں میں گر جاؤ گے۔ اسکے بعد شرمندگی و ندامت سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

علامہ نبھانیؒ: سید نعمان افندی البغدادی کے نظریاتِ باطلہ سے سنی حنفی مسلمانوں کو مطلع کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ

سید نعمان افندی سید، ال رسول ﷺ تھا

اہل سنت و جماعت سے بھی تھا، حنفی بھی تھا

مگر وہابیوں سے ملا، انکی تائید کی انکی تعریف کی،

اب بن گیا وہابی۔ لہذا اب نہ وہ حنفی رہا، نہ وہ سنی۔

علامہ یوسف نبھانی لکھتے ہیں

اس سید نعمان افندی البغدادی نے

ابن تیمیہ کی ان مسائل میں تائید کی جن میں اس نے امتِ محمدیہ کے اجماع اور اتفاق کو تار تار کیا اور مذہبِ وہابیہ کا بانی مبنی بن گیا،

اسی وجہ سے مذاہبِ اربعہ کے جمہور ائمہ اعلام نے اس کو سخت ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا

سید نعمان افندی البغدادی

کی یہ کتاب عوام اہل اسلام اور طلبہ کیلئے سب کتابوں سے زیادہ ضرر رساں اور نقصان دہ ہے۔ لہذا ان پر لازم ہے، کہ اس کتاب کے ساتھ وہی سلوک روا رکھیں جو سلوک (وہابیوں کی) دیگر ایسی کتابوں کے ساتھ روا رکھتے ہیں جن کو اپنے مذہب و مسلک کے مخالف سمجھتے ہیں۔ اور اپنے مشارب کو مکدر کرنے والی یعنی اس سے مکمل اعراض اور روگردانی بروئے کار لائیں۔

اور اس کے کسی حصہ کا مطالعہ بھی نہ کریں

تاکہ اس میں مندرج شکوک و شبہات ان کے یقین

وایمان کو متزلزل نہ کریں اور امور دین میں خلل انداز نہ ہوں۔

البتہ علماء اعلام کے حق میں اس کتاب کے مطالعہ سے کسی قسم کے ضرر کا اندیشہ نہیں ہے، کیونکہ وہ ابن تیمیہ کی خطا اور اس کے طائفہ وہابیہ کی لغزشات میں اور امام سبکی، علامہ ابن حجر اور جمہور ائمہ اسلام اور امت محمدیہ کے اقوال صحیحہ میں واضح فرق معلوم محسوس کر سکتے ہیں اور سید نعمان آفندی بغدادی

نے اس کتاب میں جس طرح حق و باطل، اور رنگینی و بے رنگی میں خلط ملط کیا، اس میں واضح تمیز کر سکتے ہیں اور اسکے ملمع کئے ہوئے کلمات اور کھوٹ پر مشتمل ادہام سے دھوکہ نہیں کھا سکتے جن کے متعلق اس کا زعم فاسدیہ ہے کہ ابن تیمیہ کی لغزشات ہی دراصل اسلاف کرام اور ائمہ اسلام کا مذہب ہے۔

لیکن بایں ہمہ بہتر بلکہ صواب و صحیح یہی ہے

کہ علماء اعلام بھی اس سے مکمل طور پر اعراض کریں

اور اگر اس کا مطالعہ کرنے کی زحمت گوارا کریں تو صرف اس پر ”رد“ کرنے کیلئے۔

اور علماء اعلام، و مقتدیان انام، ہادیان امت اور مصانح ملت مثلاً

ائمہ ثلاثہ ابن حجر، امام سبکی، اور تاج الدین سبکی

کے خلاف اس کے تعصب شدید اور خطاء فاحش کو واضح کرنے کیلئے

اور جمہور اہل اسلام اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد و نظریات میں سے بہت سے نظریات و عقائد کے خلاف کورانج اور وزنی قرار دینے کی لغویت و بیہودگی واضح کریں مثلاً استغاثہ۔

زیارتِ روضہ انور، اور اللہ تعالیٰ کے حق میں جہت وغیرہ کے ایسے اقوال جن میں اس نے خلط و خبث کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور صرف علماء اعلام ہی ان میں حق و باطل اور صواب و ناصواب میں امتیاز پر قادر ہیں

مگر عوام اہل اسلام اور طلبہ علم پر اس کتاب کے مطالعہ سے عقائد میں خلل اور تنزل کا اندیشہ ہے

﴿سید نعمان آلوسی کے متعلق علامہ نبھانی کی حیرانی﴾

میں بخدا اس شخص کے معاملہ میں سخت حیرانی کا شکار ہوں، اگر میں یہ کہتا ہوں کہ کتاب میں جو کچھ مندرج ہے وہ واقعی اس کا عقیدہ ہے تو اس دعویٰ میں میرا یہ علم و عرفان مانع و معارض ہوتا ہے کہ وہ حنفی المذہب ہے

اور اس کا تعلق بغداد شریف کے ایک علمی گھرانے، اور سادات خاندان سے ہے جو سارے کے سارے اہلسنت والجماعت ہیں۔

اور جو کچھ اس (سید نعمان آلوسی بغدادی) نے دلائل و شواہد میں درج کر کے ان کے ذریعے ابن تیمیہ (علیہ ماعلیہ) کی لغزشات کی تائید و تقویت کی ہے اور جو انداز و اسلوب اختیار کیا ہے وہ صرف اور صرف وہابیہ کا طرز و طریق ہے

یہ طرز نہ تو احناف کا ہے نہ اس کے آباء و اجداد سادات کا۔

علامہ یوسف نبھانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں چاہے

وہ سید ہے یا حنفی ہے

مگر جب وہ وہابیوں کا مؤید و مددگار بن گیا،

سوا کا کچھ کہنا، اس کا ماننا تو درکنار اس کی کتابوں کی طرف التفات بھی نہ کی جائے اور اگر کچھ

لکھے تو اسے پڑھا بھی نہ جائے کیونکہ وہ وہابیوں کا ساتھی بن گیا ہے۔ دیکھئے

علامہ یوسف النبیانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

(9) وایاک ان تغتر بکلام السید النعمان افندی الالوسی البغدادی فی کتابہ جلاء

العینین وتظن انه حنفی من اهل السنة والجماعة فهو بهذا الكتاب خرج من حنفية

وسنية وصار من جماعة ابن تیمیة ناصر لمذہبہ مذهب الوهابیة. شواہد الحق (115)

علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

خبردار!

سید نعمان افندی الوسی بغدادی

نے اپنی کتاب جلاء العینین میں اسی قسم کی خرافات لکھی ہیں، جبکہ وہ اپنے

آپکو خفی سمجھتا ہے وہ ان خرافات کے بناء

اہلسنت وجماعت احناف سے خارج ہو گیا۔

اور جماعت وہابیہ ابن تیمیہ کا ناصر و مددگار بن گیا،

سو، سید نعمان افندی مکی گمراہ کن باتوں سے بچو

کہیں اس گمراہ کی تحریر تجھے دھوکہ میں نہ ڈال دے۔ شواہد الحق 115

﴿صاحب فتاویٰ حدیثیہ﴾

ابن تیمیہ کے کفریات ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

(10) قال ابن تیمیة ان الانبياء غير معصومين. فتاویٰ حدیثیہ (55) وتطهير الفوائد من دنس الاعتقاد. (12)

(کہ ابن تیمیہ دجال نے کہا ہے) انبیاء کرام معصوم نہیں (نعوذ باللہ من ذلک)

☆ خلاصہ کلام یہ ہے کہ تبرکاً انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام کی چوکھٹوں پالکیوں

کو از روئے محبت بوسہ دینا جائز ہے کفر و شرک نہیں، اور اس بارے میں ابن تیمیہ حرائی اور

اسکے حواریوں وہابیوں کے اقوال مردود ہیں۔

(مفتی اعظم سرحد)

مفتی شائستہ گل قادری المتوی

قاطعِ نجدیت مفتی شائستہ گلؒ ہیں
فاتحِ نجدیت مفتی شائستہ گلؒ ہیں
رہنمائِ اہل سنت مفتی شائستہ گلؒ ہیں
سرتاجِ اہل سنت مفتی شائستہ گلؒ ہیں
وہابیت کے قلعے جڑ سے اکھاڑ دیئے ہیں
سلطانِ اہل سنت مفتی شائستہ گلؒ ہیں
عبد العظیم خادم اس فکر کا ہمیشہ
احمد رضا شہنشاہ تو حافظ شائستہ گلؒ ہیں

خادم الفقراء
الفقیر الی اللہ الغنی
محمد عبد العظیم القادری
خلیفہ مجاز

قبلہ والد محترم
ناظم اعلیٰ۔ دارالعلوم قادریہ سبحانیہ



الاکل والشرب

بعد ختم القرآن الکریم

﴿قرآن خوانی کے بعد کھانا کھانا جائز﴾

﴿مصنف﴾

حضرت علامہ حمزہ الاسلامی

مفتی شائستہ گل قادری

www.natqislam.com

محمد عبدالعلیم قادری

مترجم :

دار املو | قادریہ سبحانیہ

ناظم اعلیٰ :

﴿قرآن خوانی کے بعد کھانا کھلانا﴾

(اور صاحب خانہ کا قرآن کریم ختم کرنے والوں کی نقدیات کی صورت میں خدمت کرنا)

﴿وجہ اول﴾

ابن تیمیہ (اور اسکے حواری) اہل سنت پر اعتراض کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ مرحومین کے ایصالِ ثواب کیلئے ختمِ قرآن کر کے اس پر اجرت لینا نہ تو خلفاء راشدین کے دور میں تھا اور نہ ائمہ اربعہ سے اباحت کا ذکر۔ نیز علماء نے کہا ہے کہ اجرت پر قرآن پڑھنے والا خود اجر سے محروم ہے۔ تو مرحومین کو ایصالِ ثواب کا کیا فائدہ ہے۔

لہذا اجرت دینے والا اور اجرت لینے والا دونوں ہی گنہگار ہیں۔ ابن تیمیہ الحوانی کے مندرجہ بالا اعتراضات، میں نے شامی کے مختلف مقامات سے جمع کر کے تلخیصاً بیان کر دیئے ہیں۔ آئیے اب میں مندرجہ بالا اعتراضات کا جواب دیتا ہوں۔

جواب۔ ابن تیمیہ الحوانی کے مندرجہ بالا اعتراضات کئی وجوہ کے بنا مردود ہیں۔ میں ابن تیمیہ الحوانی کے اقوال کا رد قرآن کریم کی آیات و احادیثِ رسول ﷺ اور علماء اہل انام کے اقوال سے کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ قرآن کریم کی آیات و احادیثِ رسول ﷺ اور علماء اہل انام کے اقوال سے جہاں میں ابن تیمیہ الحوانی کا ردِ بلیغ کروں گا انشاء اللہ اسکے ساتھ ہی وہ عادتِ مستمرہ جو مسلمانوں میں آج تک رائج ہے کاشیوت بھی دوں گا۔

جواب سے قبل عادتِ مستمرہ جو مسلمانوں میں رائج ہے اسکی وضاحت ذکر کروں۔

﴿عادتِ مستمرہ﴾

عادتِ مستمرہ جو مسلمانوں میں رائج ہے۔ اسکی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں

جب کوئی مسلمان بیمار ہو جائے۔

یا کوئی مسلمان وفات پا جائے۔

یا من جانب اللہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے۔

یا رمضان کا مہینہ آئے تو ختم قرآن کیلئے۔

مذکورہ بالا تمام صورتوں میں مسلمانوں کا عمل ہے کہ حفاظ، یا طلبہ کرام کو بلا کر ختم قرآن کروا کر مریض کی صحت یابی کیلئے دعا کرواتے ہیں

یا آفتوں اور مصائب و آلام کے دفعیہ کیلئے دعا کرواتے ہیں

یا نماز تراویح میں ختم قرآن کے بعد جمیع مسلمانوں کیلئے دعا ہوتی ہے۔

یا گھر میں خیر و برکت کیلئے قرآن خوانی کروا کر دعائیں کروائیں جاتیں ہیں۔

پھر صاحب خانہ یا اراکین مساجد حفاظ یا طلبہ کی طعام یا نقدیات کی صورت میں خدمت کرتے ہیں

☆۔۔ میں کہتا ہوں کہ یہ عادت مستمرہ ہے جو بجمہ تعالیٰ مسلمانوں میں رائج ہے جو شرعاً

محمود اور اجماع امت کے مطابق ہے۔ نیز یہ عادت مستمرہ قرآن کریم کی آیات اور احادیث

اور علماء اعلام و مقتدیان انام، ہادیان امت، مصانح ملت کے اقوال سے ثابت ہے۔

﴿وجہ اول﴾

اس عادت مستمرہ میں مسلمانوں کیلئے فوائد کثیرہ ہیں۔ مثلاً

(1) ایک تو صاحب خانہ کو خیرات و صدقات کا موقعہ میسر آتا ہے۔

(2) دوسرا یہ کہ صاحب خانہ داعی الی الخیر ہوتا ہے۔ جو داعی الی الخیر ہو وہ بھی اجر و ثواب

میں برابر کا شریک ہے۔ حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں (الذال علی الخیر کفاعله۔ رواہ

مسلم، و ابوداؤد، و ابن ماجہ، نیکی بھلائی کا حکم کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ وہ نیکی اس نے خود کی

(3) تیسرا یہ کہ صاحب خانہ کیلئے دعا ہوتی ہے (دعا بھی عبادت ہے)

(4) چوتھا یہ کہ تلاوت قرآن کیوقت اس گھر میں اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا جس گھر میں

قرآن کی تلاوت ہوتی ہے اس گھر میں سکون و اطمینان (رحمت الہی) کا نزول ہوتا ہے

(5) نیز یہ طریقہ مسنونہ ہے، اور طریقہ مسنونہ پر عمل کرنا باعث اجر و ثواب ہے۔

(اچھا طریقہ ہے)

﴿حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں﴾

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بهامن بعده من غیر ان

ینقص من اجورهم شیء. رواہ مسلم ثم مشکوٰۃ (۳۳)

جس شخص نے اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کیا سوائے اسکا اجر دیا جائے گا اسکے بعد جس نے اس پر عمل کیا اسکے اجر سے بھی موجد کو اجر ملے گا سوائے اسکے کہ عامل کے اجر میں کچھ کمی کی جائے (یعنی جو شخص اس رائج کردہ اچھے طریقے پر عمل کرے گا، اسے بھی اجر ملے گا اور اسکے اجر سے اس طریقے کو رائج کرنے والے کو بھی اجر دیا جائے گا، اس انداز سے کہ عامل کے اجر میں کچھ کمی واقع نہ ہوگی۔ مترجم)

میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں کہ جس عمل خیر و کار خیر میں اتنے فوائد ہوں تو وہ یقیناً جائز ہے۔ الحمد للہ علی احسانہ۔

﴿اما القرآن المجید﴾

قرآن کریم کی آیات مبارکہ سے دلائل۔ کہ نیک کام پر اجرت لینا جائز ہے۔

﴿وجہ دوم﴾

﴿طاعات پر اجرت لینے کی قرآن کریم سے دلیل﴾

☆۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۝ سورة رحمن۔ آیت ۶۰

نیکی کا بدلہ نیکی ہے۔

دیکھئے دونوں جانب سے نیکی ہے یعنی طلبہ کا قرآن پڑھنا، یہ بھی نیکی اور صاحب خانہ کی جانب سے حفاظ یا طلبہ دین کی خدمت کرنا یہ بھی نیکی، وہ خدمت کسی بھی صورت میں ہو کھانا کھلانے کی صورت میں ہو یا نقدیات کی صورت میں ہو۔

ثابت ہوا کہ نیکی کے بدلے اچھی جزا سے نوازنا قرآن سے ثابت۔

احسان جانین سے ہوتا ہے جیسے استاد کا اپنے شاگردوں کو پڑھانا اور شاگردوں کا اپنے استاذ سے مروۃ (استاد کا احترام و محبت) تو یہاں بھی جانین سے احسان یعنی نیکی کا بدلہ نیکی ہے

ومروۃ المتعلمین فی مجازۃ الاحسان بالاحسان من غیر شرط۔
اور شاگردوں کی مروۃ (استاد کا ادب و محبت) کسی شرط کے بغیر ہی بدل ہے، یعنی اس
احسان کا بدل ہے جو احسان استاذان پر کر رہا ہے۔

﴿وجہ سوم﴾

﴿طاعات پرا جرت لینے کے جواز میں قرآن کریم سے تیسری دلیل﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا

فردادو میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر جو چاہے، کہ اپنے رب کی طرف راستہ
اختیار کرے،

آیت مذکورہ بالا کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفسیر صاوی فرماتے ہیں

(قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ) ای علی تبلیغ ما ارسلت به (مِنْ أَجْرٍ إِلَّا) لکن (مَنْ شَاءَ أَنْ
يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا) طریقاً بانفاق ماله فی مرضاتہ تعالیٰ فلا منعه. المعنی لا اطلب
من اموالکم جعلاً لنفسی لکن من شَاءَ ان ینفق امواله لوجه الله تعالیٰ طلباً لمرضاتہ
فلیفعل۔

قولہ (ای قول السیوطی) مترجم (فی مرضاتہ) ای کا الصدقة والنفقة فی سبیل اللہ
تعالیٰ. صاوی. سورة فرقان آیت ۵۷۔

فردادو میں اس (تبلیغ پر جسکے ساتھ بھیجا گیا ہوں) تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا (لیکن) جو
چاہے، کہ اپنے رب کی طرف راہ لے (اگر اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اپنے اموال کو اللہ کی
راہ میں خرچ کرے تو میں اس سے منع نہیں کرتا اس آیت کا معنی یہ ہوا لا اطلب من اموالکم
جعلاً لنفسی. میں تمہارے اموال میں سے اپنے لئے کچھ طلب نہیں کرتا لیکن جو اللہ تعالیٰ
کی رضا و خوشنودی طلب کرنا چاہے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔

صاحب تفسیر صاوی فرماتے ہیں کہ صاحب تفسیر جلالین کے اس قول (فی مرضاتہ تعالیٰ)
کا مطلب یہ ہے، کہ اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کیلئے کوئی صدقہ کرے یا اللہ کی راہ
میں اپنے مال کو خرچ کرے، تو جائز ہے کہ (فقیروں مسکینوں کو کھانا کھلا دے وغیرہ تو اس میں
کوئی حرج نہیں۔)

مگر جناب اللہ تعالیٰ نے تو اپنی کتاب کے بدلے کچھ لینے سے منع فرمایا ہے
دیکھئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَإِيَّاي فَاتَّقُونَ ۚ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ
وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ سورة بقرہ، آیت، ۴۱۔

اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو، اور مجھ ہی سے ڈرو، اور نہ ملاؤ حق کو باطل کیساتھ
اور حق کو نہ چھپاؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔

﴿جواب﴾

میں کہتا ہوں کہ مفسرین کرام نے اس آیت کی جو تفسیر کی ہے ان کی تفسیر کی روشنی میں آیت
مذکورہ بالا سے طاعات پر اجرت لینے کی حرمت کا استدلال قائم کرنا غلط ہے، دیکھئے صاحب
تفسیر خازن لکھتے ہیں اس آیت کا شان نزول یہ ہے۔

☆.. وذلك ان كعب بن الاشرف ورؤساء اليهود كانوا يعينون الماكل من
سلفهم وجهالم وكانوا يأخذون منهم في كل سنة شيئا معلوما من زروعهم وثمارهم
ونقودهم وضروعهم فخافوا ان يبنوا صفة محمد ﷺ وتابعوه ان تفوتهم الماكل
فغيروا نعته وكتبوا اسمه خازن ومعالم والسراج المنير۔

کہ یہ آیت کعب بن اشرف اور دوسرے رؤساء، علماء یہود کے حق میں نازل ہوئی، جو اپنی قوم
کے جاہلوں اور کم عقلوں سے مال وصول کرتے تھے اور ان پر سالانہ کچھ (ٹیکس) مقرر کرتے
تھے اور ان رؤساء نے انکے پھلوں اور نقد مالوں میں اپنے حق معین کر لئے تھے، انہیں خدشہ
ہوا کہ توریت میں جناب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی جو صفت و نعت ہے اگر ہم وہ صفت و نعت
قوم پر ظاہر کریں تو قوم جناب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئیں گے، پھر انکا کوئی
پرسن حال نہ ہوگا یہ تمام منافع ہاتھ سے جاتے رہیں گے، سو انہوں نے اپنی کتابوں میں
تغییر و تبدل کر لیا۔ اور جناب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی صفت و نعت کو بدل ڈالا، جب لوگ

ان سے جناب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے اوصافِ جمیلہ دریافت کرتے تو یہ لوگ (علماء، ورؤساء یہود) جناب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے اوصافِ جمیلہ کو چھپا لیتے، خازن و معالم والسراج المنیر۔

☆۔۔ میں کہتا ہوں کہ معترض نے جو اعتراض کیا ہے وہ خود ہی اسی میں پھنس گیا ملاحظہ فرمائیں، مفسرین کی تفسیروں میں دو جملے ہیں۔ (جملہ اول)؛

(۱) (ان كعب بن الاشرف ورؤساء اليهود كانوا يعينون الماكل من سلفهم وجهالم و كانوا يأخذون منهم في كل سنة شيئا معلوما من زروعهم و ثمارهم و نقودهم و ضرعهم) كعب بن اشرف اور رؤساء یہود اپنی قوم کے بے وقوفوں اور جاہلوں سے سالانہ انکے پھلوں اور نقدیات و دودھ میں سے اپنے متعین کردہ مقدار کے مطابق لیا کرتے تھے اس پوری عبارت میں ان جملوں پر غور کرو۔

(۱) (كانوا يعينون الماكل)

(۲) (و كانوا يأخذون منهم في كل سنة شيئا معلوما)

ان دونوں جملوں میں (يعينون.. يأخذون) دونوں فعل مضارع کے صیغے ہیں جو دوام و استمرار پر دلالت کرتے ہیں دیکھئے شرح باب فیل المجموع (261) مختصر العانی (181 182)

فتح القدیر جلد ۱، امامت (243) و کبیری امامت (57) و شامی جلد ۱۔ امامت (243) مزید تحقیق درکار ہو تو میری کتاب ”اثبات عشرین رکعات التراویح بالادلة القویة“ میں ملاحظہ فرمائیں ☆۔ میری اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ ان دونوں صیغوں (يعينون.. يأخذون) سے یہ بات واضح ہوگئی کہ انکے دین میں شرط صریح کیساتھ طاعات پر اجرت لینا جائز تھا۔۔۔ نیز معلوم ہوا کہ علماء ورؤساء یہود ان سے ہمیشہ مال پھل اور نقدیات لیتے رہے۔

ان میں سے کسی نے ان کو منع نہ کیا، ورنہ ہی توریت میں انکے اس عمل سے (طاعات کے بدلے جو مال وہ لیتے تھے) منع کیا گیا، ورنہ انجیل نے اسکی ممانعت کی اور نہ قرآن کریم میں طاعات پر اجرت لینے کی ممانعت آئی، جب یہ بات ثابت ہوگئی تو اس مسئلہ میں

(شریعت من قبلنا شریعت لنا)

اگر پھر اعتراض کیا جائے کہ اگر آپ اس سے طاعات پر اجرت لینے کا جواز ثابت کر رہے ہیں تو پھر قرآن کریم میں یہ آیت کیوں آئی (وَلَا تَشْتَرُوا بِإِيمَانِكُمْ ثَمَنًا قَلِيلًا) اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو)

اسکا جواب اسی آیت کی تفسیر میں دوسرے جملہ میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں دوسرا جملہ:

(فَخَافُوا أَنْ يَبْتَغِيَ صَفَۃُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَتَابِعُوهُ أَنْ تَفْوِتَهُمُ الْمَآكِلُ فَعِירוْا نَعْتَهُ وَكْتُمُوا اسْمَهُ) یہود و نصاریٰ اس بات سے ڈرے کہ اگر ہم (سیدنا) محمد (ﷺ) کے صفت و نعت کو ظاہر کریں گے اور انکی اتباع کریں گے تو ہمارے تمام ماکل فوت ہو جائیں گے سو انہوں نے حضور ﷺ کی صفت و نعت چھپادی اور نام بھی چھپا دیا،

یہ عبارت اس بات پر دلالت قطعہ ہے کہ یہ ممانعت طاعات پر اجرت لینے کی وجہ سے نہ تھا، بلکہ اگر آیت میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس آیت میں پانچ ایسے مقامات موجود ہیں جو ممانعت و مذمت پر دلالت ہیں، ملاحظہ فرمائیں،

(1) لَا تَشْتَرُوا (2) فَاتَّقُوا (3) وَلَا تَلْبِسُوا (4) وَكْتُمُوا (5) وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ سو، معلوم ہوا کہ یہ ممانعت صرف حضور پر نور ﷺ کی صفت و نعت کو چھپانے کی وجہ سے ظاہر ہوا کہ اس آیت کو طاعات پر مال لینے کی دلیل میں پیش کرنا غلط ہے۔ بلکہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت سے ہو رہی ہے۔

﴿...اللّٰهُ تَعَالٰی ارشاد فرماتا ہے

قَوْلٍ لِلَّذِينَ يَكْتُمُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ قَوْلٍ لَهُمْ مِمَّا كَتَبْتُ أَيْدِيَهُمْ وَيُنْزِلُ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ ۚ سورة بقرہ آیت 9۷۔ پس ہلاکت ہو ان لوگوں کیلئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے بدلے حاصل کریں دنیا کا تھوڑا دام۔ پس ہلاکت ہو ان کے کیلئے جو کچھ ان کے ہاتھوں نے لکھا، اور ہلاکت ہو ان کیلئے اس کمائی سے (جو انہوں نے

کمایا)

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ آیت مذکورہ بالا میں جس شِیراً (آیت کے بدلے دنیا کا تھوڑا دام لینے پر جو وعید آئی ہے یہ اس بات کی صراحۃً قطعی دلیل ہے کہ یہ وعید اس وجہ سے تھی، کہ وہ حضور پر نور ﷺ کی صفت ولعت کو چھپاتے تھے اور اللہ جل جلالہ پر جھوٹ بولتے جیسے کہ آیت سے ظاہر ہو رہا ہے (یکتبون الكتاب بایدیہم ثم یقولون ہذا من عند اللہ) وہ لوگ اپنے ہاتھوں سے لکھتے پھر کہتے یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ ممانعت طاعات پر اجرت لینے کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اسکی وجہ ان لوگوں کا حضور پر نور ﷺ کے صفت ولعت کو چھپانا اور اللہ جل جلالہ پر جھوٹ کا افتراء باندھنا تھا۔

﴿وجہ چہارم﴾

﴿طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں قرآن کریم سے چوتھی دلیل﴾

☆... اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ. سورة النساء، آیت ۶
اور جو مالدار ہو (اسے یتیم کے مال کی حاجت نہ ہو) وہ (یتیم کے مال سے) بچتا رہے اور جو تنگ دست ہو، وہ معروف طریقہ (دستور کے مطابق یتیم کے مال میں سے) کھائے۔
دیکھئے وہ شخص جو یتیم کی پرورش کر رہا ہے اور اسکے مال کا محافظ ہے، اسکے لئے یتیم کے مال میں سے لینا اور اپنے مصارف اور ضروریات میں خرچ کرنا جائز ہے۔ حالانکہ اگر یتیم کی پرورش اور یتیم کے مال کی حفاظت، کچھ لینے بغیر ہوتی تو یتیم کو اپنا پورا مال مل جاتا۔ نیز آیات و احادیث سے یتیم کیساتھ احسان کرنا اچھائی کرنا بہت بڑی نیکی ہے یعنی عظیم القربات میں سے ہے۔
پھر بھی اللہ تعالیٰ نے انکے مال میں سے پرورش کرنے والے کو لے لینا اپنی ضروریات میں صرف کرنا اپنے استعمال میں لانا جائز قرار دیا یہ جائز قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ طاعات پر اجرت لے لینا جائز ہے۔ حالانکہ یتیم کی پرورش کرنا اسکے مال کی حفاظت کرنا طاعات سے ہے پھر بھی انکے مال سے کچھ لینا اور اپنی ضروریات میں خرچ کرنے کا جواز۔ اسی بات کو ظاہر کر رہا ہے۔ کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

ثابت ہوا کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

﴿طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں قرآن کریم سے پانچویں دلیل﴾

۶۷۔۔۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

لَوْ شِئْتَ لَا تَخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا. سورہ . کہف . آیت . ۷۷

اگر آپ چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لیتے ۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے۔ کہ حضرت خضر نے نیک کام کیا (گرتی ہوئی دیوار کو سہارا دیا اسے گرنے سے بچایا) اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا (اے خضر، اگر آپ چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لیتے) اگر نیک کام پر مزدوری لینا جائز نہ ہوتی، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اللہ کے نبی و رسول ہیں کیونکر حضرت خضر علیہ السلام کو مزدوری لینے کی ترغیب دلاتے ۔

ثابت ہوا کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

﴿طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں قرآن کریم سے چھٹی دلیل﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ . سورة، انفال . آیت . ۱ .

(ترجمہ) پوچھتے ہیں آپ سے غنیمتوں کے بارے میں۔

مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ جب بدر کا جہاد اختتام پذیر ہوا تو نوجوان اور ضعیف العمر صحابہ کرامؓ میں مالِ غنیمت کی تقسیم میں اختلاف پیدا ہوا اور بدمزگی کی نوبت آگئی۔ نوجوان صحابہؓ کا مدعا یہ تھا کہ ہم جوان ہیں کافروں مشرکوں سے ہم لڑتے ہیں لہذا غنیمت کا سارا مال ہمیں ملنا چاہیے ضعیف العمر صحابہ کرامؓ کا کہنا یہ تھا کہ اگرچہ ہم مشرکوں سے لڑنے کے قابل نہیں مگر جہاد میں شریک اور تمہارے مددگار رہے لہذا مالِ غنیمت میں ہمیں بھی حصہ ملنا چاہئے ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ بات حضور پر نور ﷺ پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (جو اوپر ذکر کی گئی) نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے معاملہ ہمارے ہاتھ سے نکال کر اپنے رسول

ﷺ کے سپرد کیا آپ ﷺ نے وہ مال برابر تقسیم کیا۔

☆۔۔۔ دیکھا آپ نے کہ جہاد افضل الاعمال ہے اگر طاعات پر اجرت لینا، ناجائز ہوتا تو صحابہ کرامؓ اتنا اصرار کیوں کرتے۔ ثابت ہوا کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

﴿طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں قرآن کریم سے ساتویں دلیل﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قالت ان ابی یدعوک لیجزیک اجر ماسقیت لنا۔ سورة، القصص۔ آیت ۲۵

وہ کہنے لگی میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ وہ آپ کو مزدوری دے اس کی جو تم نے ہمارے (جانوروں) کو پانی پلایا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادیاں جب اپنی مویشیوں کو پانی پلانے آئیں لوگوں کی بھیڑ دیکھ کر ایک طرف انتظار کرنے لگیں حضرت موسیٰ علیہ السلام لوگوں کی ناانصافی ملاحظہ فرما رہے تھے تشریف لائے اور انکی بکریوں کو پانی پلایا۔ اور ایک طرف بیٹھ گئے، حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادیاں جب اپنے گھر پہنچیں تو والد بزرگوار کو تمام واقعہ سنایا تو حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا جاؤ اسے بلا لاؤ۔ صاحبزادی (صفورا) تشریف لائی اور موسیٰ علیہ السلام سے یوں کلام کیا (وہ کہنے لگی میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ وہ آپ کو مزدوری دے اس کی جو تم نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا)

☆۔۔۔۔ دیکھئے اگر نیک کام پر اجرت حرام ہوتی تو حضرت شعیب علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اپنی صاحبزادی سے ہرگز یہ نہ فرماتے کہ جاؤ انہیں کہو کہ (میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ وہ آپ کو مزدوری دے)

ثابت ہوا کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

﴿طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں قرآن کریم سے آٹھویں دلیل﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ولاتمنن تستکثر۔ سورة، مدثر۔ آیت ۶

(میرے محبوب ﷺ) اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو۔

مفسرین نے جو تفسیر بیان کی ہے مثلاً تفسیر حازن وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔ یعنی جیسے دنیا میں ہدیئے اور نیوتے دینے کا دستور ہے کہ دینے والا یہ خیال کرتا ہے کہ جس کو میں نے دیا ہے وہ اس سے زیادہ مجھے دے دے گا، اس قسم کے نیوتے اور ہدیئے شرعاً جائز ہیں مگر نبی کریم ﷺ کو اس سے منع کیا گیا کیونکہ شانِ نبوت و رسالت بہت ارفع و اعلیٰ ہے اور اس منصبِ عالی کے لائق یہی ہے کہ جس کو جو دیں وہ محض کرم ہو اسے لینے یا نفع حاصل کرنے کی نیت نہ ہو،

دیکھا آپ نے کہ ہدیات و تحائف تو سنت پر عمل ہے مگر اس پر کچھ زیادہ لینے کی نیت اور زیادہ لے لینا جائز، جب کہ تحائف دینا سنت پر عمل کرنے سے طاعت میں داخل ہے۔ ثابت ہوا کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

﴿طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں قرآن کریم سے آٹھویں دلیل﴾

☆۔۔ جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے نافرمانی کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے بارشوں کا نزول ان سے روک دیا اور انکی عورتوں کو بانجھ کر دیا چالیس سال تک انکے مالِ مویشی ہلاک ہوئے جب انکا یہ حال ہوا تو حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں استغفار کا حکم دیا۔

☆۔۔۔۔۔ نوح علیہ السلام کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے،

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝ وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ۝ سورہ نوح، پ ۲۹

میں نے کہا کہ اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا بخشنے والا ہے، وہ تم پر بھیجے گا موسلا دھار بارش۔ استغفار کا حکم دیا۔

دیکھئے استغفار بلاشبہ طاعات میں سے ہے اسکے بدلے انہیں مال ملنا ان پر بارشوں کا نزول،

یہ دلیل ہے اس بات کی کہ طاعات پر مال لینا جائز ہے

اسی طرح نماز استقاء ہے کہ اس میں بھی دعائیں اور استغفار ہی تو ہے مگر اسکے بدلے کیا مانگا جا رہا ہے یہی کہ مال و مویشی ملے بارشوں کا نزول ہوتا کہ قحط سالی ختم ہو۔ مال زیادہ ہو۔ ثابت ہوا کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

﴿اما الاحادیث﴾

﴿وجہ چہارم﴾

﴿طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں احادیث سے دلیل اول﴾

☆.. روى عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ ما اجتمع قوم فى بيت من بيوت الله ويتدارسون فيه الا انزلت عليهم السكينة وغشيتهم الرحمة وحفتهم الملائكة وذكروهم الله فيمن عنده. رواه مسلم وابوداد.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لوگ جب بھی اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں قرآن کریم کے درس و تدریس کیلئے جمع ہوتے ہیں، اللہ ان پر سکون اطمینان (قلبی) نازل فرماتا ہے۔ اور ان پر رحمت چھا جاتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں نیز اللہ ان (نیک بندوں) کا ذکر اپنے ان بندوں میں کرتا ہے جو اللہ کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔

﴿وجہ پنجم﴾

﴿طاعات پر مال لینے کے جواز میں احادیث سے دوسری دلیل﴾

☆.. وقال ابن عباس عن النبى ﷺ ان احق ما اخذتم عليه اجرا كتاب الله. رواه البخارى جلد ۲. كتاب الاجارة. (۲۳)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے حضور پر نور ﷺ نے فرمایا سب کاموں سے زیادہ اجرت لینے کے لائق اللہ کی کتاب ہے۔

☆.. فأنه حديث ابن عباس لبيان الرخصة. فتح الودود. واشعة اللمعات وقال فيه جواز الاجرة لتلاوة القرآن وللتعليم والرقى ايضا لعموم اللفظ. عني البخارى.

عبداللہ ابن عباسؓ سے جو حدیث مروی ہے یہ رخصت کا بیان ہے (یعنی یہ حدیث درحقیقت قرآن کریم پر اجرت لینے کے جواز کیلئے دلیل ہے)

صاحب عینی فرماتے ہیں اس حدیث میں قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے اور تعویذات پر اجر لینے کا جواز ہے کیونکہ اس میں عموم ہے (اس عموم کے بناتمام طاعات پر اجرت لینا جائز)

﴿وجہ ششم﴾

﴿طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں احادیث سے تیسری دلیل﴾

☆... عن عمرو بن سلمة انه ام قومه وكانت على بردة كنت اذا سجدت تقلصت عني فقالت امرأة من الحي الا تغطون عناست قارنكم فاشتروا فقطعوا لي قميصا فمافرحت بشئ فرحى بذلك القميص. رواه البخاري والمسلم والنسائي.

حضرت عمرو بن سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم کی امامت کرتا تھا اور میرے جسم پر ایک ہی چادر تھی، جب میں سجدہ میں جاتا (تو کبھی کبھار وہ چادر میرے جسم سے) ہٹ جاتی سو اس قبیلے کی ایک خاتون نے کہا (اے قوم) اپنے قاری کے اعضائے جسمانی ہم سے پوشیدہ رکھو سو انہوں نے (کپڑا لیا) اور (اس سے) میرے لیے قمیص بنائی، سو مجھے اس قمیص پر اتنی خوشی ہوئی کہ (اس سے قبل اتنی) خوشی کسی شے پر نہیں ہوئی تھی۔

ثابت ہوا کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

﴿وجہ ہفتم﴾

﴿طاعات پر مال لینے کے جواز میں احادیث سے چھٹی دلیل﴾

☆... عن ابي سعيد الخدري قال انطلق نفر من اصحاب رسول الله ﷺ في سفره سافروها حتى نزلوا على حي من احياء العرب فاستضافوهم فابوا ان يضيفوهم فلدغ سيد ذلك الحي فسعوا له بكل شئ لا ينفعه شئ فقال بعضهم لو اتيتهم هؤلاء الرهط الذين نزلوا لعله ان يكون عند بعضهم شئ فاتوهم فقالوا يا ايها الرهط ان سيدنا لدغ وسعينا له بكل شئ لا ينفعه فهل عند احد منكم شئ فقال بعضهم نعم والله اني لأرقي ولكن والله لقد استصفناكم فلم تضيفونا فما اننا براق لكم حتى تجعلوا لنا جعلاً فصالحوهم على قطع من الغنم فانطلق يمشي ومابه قلبه قال فاوفوهم جعلهم الذي صالحوهم فكان ما نشط من عقال فانطلق يمشي ومابه قلبه قال فاوفوهم جعلهم الذي صالحوهم عليه فقال بعضهم اقساموا فقال الذي رقي لا تفعلوا حتى تأتي النبي ﷺ فذكر له الذي كان فنظر ما يامرنا فقدموا على رسول الله ﷺ فذكروا له فقال ما يدريك

انہارقیۃ ثم قال قد اصبتم اقساموا واضربوا الى معكم سهما فضحك رسول الله
 ﷺ بخاری جلد ۲، جزء ۹، ۲۴/۵، اجارہ (۲۰۴، ۲۳)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پر نور ﷺ کے صحابہ ایک سفر میں
 تشریف لے گئے تھے، یہاں تک کہ عرب کے ایک قبیلہ پر اترے، انہوں نے چاہا کہ
 قبیلے والے ہماری مہمان نوازی کریں، لیکن قبیلہ والوں نے مہمانی نہ کی، اتفاق یہ کہ انکے
 سردار کو بچھو یا سانپ) نے کاٹ لیا، اور کوئی تدبیر کا گرنہ ہوئی، کچھ لوگ ان میں سے کہنے
 لگے، چلو ان لوگوں سے پوچھیں جو یہاں اترے ہیں،

ان میں شاید کوئی اس کا دم (کرنا) جانتا ہو، وہ آئے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین
 سے کہنے لگے، ”لوگو! ہمارے سردار کو بچھو یا سانپ) نے کاٹ کھایا ہے، اور ہم نے تمام طریقے
 (جتن) کیے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا، تم میں سے کسی کو اس کا منتر (دم کرنا) معلوم ہے، صحابہ
 رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی بولا، اللہ کی قسم میں اس کا منتر (دم کرنا) جانتا ہوں،
 لیکن تم لوگوں سے ہم نے یہ چاہا کہ ہماری مہمان نوازی کرو تو تم نے نہ مانا، اب میں
 تمہارے دم کرنے والا نہیں جب تک ہم کو اس کی مزدوری نہ دو، آخر چند بکریاں اجرت
 مہریں، وہ صحابی گیا اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر (اس پر دم کیا) اور لعابِ دھن لگاتا گیا، یہاں تک کہ
 وہ ایسا تندرست ہوا، جیسے کوئی رسی سے باندھا گیا ہو، اور کھول دیا جائے

اسیوقت چلنے پھرنے لگا، اسے کوئی تکلیف نہ رہی، جو بکریاں شہر میں وہ قبیلے والوں نے دیں،
 بعض صحابہ کہنے لگے انکو بانٹ لو، لیکن جس نے دم کیا تھا، اس نے کہا ابھی ٹھرو ہم حضور پر نور
 ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ ﷺ سے یہ واقعہ بیان کریں (یہ صحابہ حضور پر نور
 ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ بیان کیا) حضور پر نور نے دم کرنے
 والے صحابی سے پوچھا، تجھے کیسے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ منتر ہے (اسکے ساتھ دم کیا جاتا ہے
 اور مریض تندرست ہو جاتا ہے یہ تجھے کیسے معلوم ہوا) پھر حضور پر نور ﷺ نے فرمایا تم نے
 اچھا کیا، یہ بکریاں بانٹ لو، میرا بھی ایک حصہ اپنے ساتھ لگاؤ، اور آپ مسکرائے،
 ثابت ہوا کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

﴿طاعات پراہرت لینے کے جواز میں احادیث سے پانچویں دلیل﴾

☆ عن سهل ابن سعد قال جاءت امرأة الى رسول الله ﷺ وقالت اني قد وهبتك لك نفسي فقال رجل يا رسول الله ﷺ زوجنيها قال زوجناكها بماء معك من القرآن رواه البخاري. والمسلم، وابوداود، والترمذي، بالفاظ متقاربة والمعنى واحد. تنمة المقالات (۴۹)

سهل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتی ہے یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنی جان آپ کو بخش دی، تو ایک صحابی نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ اس کا نکاح مجھ سے کرادیں، جو حضور پر نور ﷺ نے فرمایا تیرے پاس جتنا قرآن ہے اس کے عوض میں نے یہ تیرے نکاح میں دے دی،

﴿وجہ نہم﴾

﴿طاعات پراہرت لینے کے جواز میں احادیث سے چھٹی دلیل﴾

قال القاضي فيه جواز اخذ الاجرة على تعليم القرآن وهو مذهب كافة العلماء. عني البخاري حضرت قاضی عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تعلیم قرآن پراہرت لینے کا جواز ثابت ہوا۔ اور یہ تمام علماء اعلام کا مذہب ہے۔

ثابت ہوا کہ طاعات پراہرت لینا جائز ہے۔

﴿وجہ دہم﴾

﴿طاعات پراہرت لینے کے جواز میں احادیث سے ساتویں دلیل﴾

☆.. عن الحكم قال لم اسمع احدا كره اجر المعلم. رواه البخاري. حضرت حکم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کسی سے نہیں سنا جس نے معلم کی اجرت مکروہ رکھی ہو۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ طاعات پراہرت لینا جائز ہے۔

﴿وجہ یازدہم﴾

﴿طاعات پراہرت لینے کے جواز میں احادیث سے آٹھویں دلیل﴾

☆.. واعطى الحسن عشرة دراهم. رواه البخاري.

حضرت حسنؓ نے معلم کو اجرت میں دس دراهم دیئے۔

ثابت ہوا کہ طاعات پراہرت لینا جائز ہے۔

﴿طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں احادیث سے نویں دلیل﴾

☆.. ولم یروا بن سیرین بأسا باجر لقسم قال السحت الرشوة فی الحکم.
حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے تقسیم کی اجرت کو برا نہیں سمجھا (وہ شخص جو مال غنیمت تقسیم کرتا ہو، اور تقسیم کرنے میں جو محنت و مشقت ہوتی ہے اسکے بدلے اجرت لیتا ہوا اسکے بدلے اجرت لینے کو حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے برائہ جانا) (اور سُحْت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ) سُحْت اسے کہتے ہیں کہ حاکم فیصلہ کرنے میں رشوت لے۔
ثابت ہوا کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

﴿طاعات پر اجرت لینے کے جواز میں احادیث سے دسویں دلیل﴾

☆.. (وفی الحدیث) ان حسین بن علی بعث ابنہ علی بن الحسین زین العابدین الی عبدالرحمن السلمی لیعلمہ القرآن فعلمہ فاتحہ الكتاب فقرأها بین یدی ابیہ الحسین فارسل الیہ بعشر بدرات (جمع بدرۃ) ای بعشرة الاف درهم وبعشرة افراس وبعشرة نخوت من الثیاب،

فقیل؟ بسم استحق هذا قال له لانه علم ابني فاتحة الكتاب وهي التي لم تنزل علی احد من لدن ادم الی محمد علیہما الصلوٰۃ والسلام ولم تنزل علی جدی سورة افضل منها فهذا الذی انقدت الیہ حقہ کذا فی تفسیر حقی. خزینۃ الاسرار. (۶۷)
حضرت امام حسینؑ اپنے فرزند جناب زین العابدینؑ کو حضرت عبدالرحمنؑ کے پاس لے گئے تاکہ حضرت عبدالرحمنؑ انہیں قرآن کریم پڑھادیں، سو حضرت عبدالرحمنؑ نے جناب زین العابدینؑ کو سورہ فاتحہ سکھادی، پھر سیدنا زین العابدینؑ نے اپنے والدؑ کے سامنے سورہ فاتحہ پڑھی (سیدنا امام حسینؑ نے اپنے صاحبزادے سے جب سورہ فاتحہ سنی تو) حضرت عبدالرحمنؑ کے پاس دس ہزار

(10000) درہم اور دس گھوڑے اور دس جوڑے (کپڑوں کے) بھیج دیئے۔

☆.. تو (ایک سائل نے سوال کیا حضرت، جناب عبدالرحمن رضی اللہ عنہ) کس سبب سے

(اتنے سارے مال کا) مستحق ہوئے؟

☆۔ تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا،

(اے سائل) جناب عبدالرحمنؓ نے میرے صاحبزادے کو سورہ فاتحہ پڑھائی ہے (یہ اسکا عوض ہے)

(اور سنو) حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر میرے نانا جان جناب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ تک کسی (نبی) پر میرے نانا جان ﷺ کے سوا سورہ فاتحہ نازل نہیں ہوئی (یہ اعزاز صرف اور صرف میرے نانا جان ﷺ کو حاصل ہے مزید برآں) میرے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس سے افضل کوئی سورت نازل نہیں ہوئی۔

(اے سائل میں نے عبدالرحمنؓ کو اگر کچھ دیا ہے تو) یہ اسکا حق ہے۔

ثابت ہوا کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔

﴿وجہ چہارم﴾

اس سے پہلے کہ میں فقہاء کے اقوال و دلائل پیش کروں، یہ جاننا لازم ہے کہ طاعات پر مال لینے میں فقہاء کرام کے جو اقوال ہیں وہ آپکے سامنے پیش کروں اور ہر قول پر انکے دلائل پیش کروں، پھر انکے اقوال میں تضاد کو رفع کر کے تطبیق پیش کروں گا۔ اور جن اقوال پر فی زمانہ فتویٰ ہے اور ظاہر الروایۃ ہیں انکو ذکر کروں گا۔

﴿قول اول﴾

قول اول متقدمین مجتہدین کا ہے

(1) وہ فرماتے ہیں کہ طاعات مع شروط کی صورت میں عقد اجارہ کا ایجاب و قبول موجب اجرت نہیں، کیونکہ اس صورت میں عقد اصلاً منعقد ہی نہیں ہوتا، اس قول کو علماء متقدمین نے ان الفاظ (لَا يَجُوزُ الْأَسْتِجَارُ وَلَا يَجِبُ الْأَجْرُ) سے تعبیر کیا ہے

﴿قول ثانی﴾

قول ثانی احناف متاخرین مجتہدین کا ہے

(2) وہ فرماتے ہیں کہ طاعات پر اجرت دینا واجب ہے اور ای پر فتویٰ ہے۔

☆۔ قول اول و ثانی میں تضاد آگیا وہ یہ ہے کہ قول اول کے مطابق (طاعات مع شروط

کی صورت میں عقد اجارہ کا ایجاب و قبول موجب اجرت نہیں)
جب کہ قول ثانی کے مطابق (طاعات پر اجرت دینا واجب ہے)
دونوں اقوال میں تطبیق اس طرح ہوگی

- (1) کہ جن دلائل سے تعلیم قرآن و دیگر طاعات پر اجرت لینے کی نفی ثابت ہو رہی ہے وہ اجرت کے وجوب کی نفی پر محمول ہیں، (یعنی اجرت واجب نہیں، جائز ہے)
- (2) اور جن دلائل سے تعلیم قرآن پر اجرت کا اثبات ہے وہ اجرت کے وجوب پر محمول ہیں۔ دونوں سے جواز ثابت ہوا لہذا تضاد (یعنی اختلاف نہ رہا)

﴿قول ثالث﴾

- (3) وہ فرماتے ہیں کہ طاعات پر اجارہ اگر قید مکانی یا قید زمانی کیساتھ ہو تو ایسا اجارہ ان قیود کیساتھ جائز ہے۔ اور اگر طاعات پر اجارہ قید مکانی یا قید زمانی کی قید سے مستثنیٰ ہو (یعنی اس اجارہ میں زمان یا مکان کی قید نہ ہو) تو پھر وہ اجارہ ناجائز۔ کیونکہ پھر اجارہ نفس طاعت پر ہوگا اور یہ ناجائز ہے۔ (قول ثالث کا خلاصہ)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نفس تلاوت کا معاوضہ طے نہ کریں بلکہ ان قیود (قید مکانی، یا قید زمانی) کے بدلے میں معاوضہ لے تو جواز میں کوئی شک نہیں، قید مکانی سے مراد یہ ہے جیسے ایک شخص حافظ سے یا طالب علم سے کہے کہ میرے گھر یا فلاں دکان یا فلاں جگہ جا کر قرآن کریم کی تلاوت کریں (قید زمانی) جیسے ایک شخص حافظ سے یا طالب علم سے کہے کہ فلاں مرحوم کے ایصالِ ثواب کیلئے فلاں وقت قرآن کی تلاوت کریں تو جب یہ قیود پائے گئے سوتالی (قرآن کی تلاوت کرنے والا) اگر قیود مذکورہ کا معاوضہ لیتا ہے تو جائز ہے، مترجم)

﴿قول رابع﴾

- (4) وہ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر اجارہ میں شرط کو صراحتاً ذکر کر دیا ہے تو پھر اجرت لینا منع ہے اور اگر اجارہ میں شرط کو صراحتاً ذکر نہ کیا ہو تو پھر اجرت لینا جائز ہے، یعنی قول چہارم کی مطابقت اگر شرط صراحتاً ذکر نہ کی ہو تو پھر طاعات پر مال لینا مباح ہے۔ اب ہر قول (نظریہ) کے دلائل ذکر کروں گا۔ ملاحظہ فرمائیں



﴿قَوْلِ اَوَّلِ﴾

قَوْلِ اَوَّلِ مَتَقَدِّمِیْنِ مَجْتَهِدِیْنِ کا ہے

وہ فرماتے ہیں کہ طاعات مع شروط کی صورت میں عقدِ اجارہ کا ایجاب و قبول موجبِ اجرت نہیں، کیونکہ اس صورت میں عقدِ اصلاً منعقد ہی نہیں ہوتا، اس قول کو علماء متقدمین نے ان الفاظ (لَا يَجُوزُ إِلَّا سَتِيحَارُ وَلَا يَجِبُ الْأَجْرَةُ) سے تعبیر کیا ہے

﴿قول اول﴾

طااعات مع شروط کی صورت میں عقد اجارہ کا ایجاب و قبول موجب اجرت نہیں، کیونکہ اس صورت میں عقد اصلاً منعقد ہی نہیں ہوتا،

اس قول کو علماء متقدمین نے ان الفاظ (لَا يَجُوزُ الْإِسْتِجَارُ وَلَا يَجِبُ الْأَجْرَةُ) سے تعبیر کیا ہے

﴿قول اول کے دلائل ملاحظہ فرمائیں﴾

☆.. وفي الأصل (ای فی المبسوط) لا يجوز الاستيجار على الطاعات كتعليم القرآن والفقہ والاذان والتدريس والحج والغزوى لا يجب الاجرة.

خلاصة الفتاوى اجاره جلد ۲ (114) وعینی الهدایة جلد ۴ (652) وعینی البخاری، وبلوغ الارب لذوی القرب لشرنبلالہ ثم خزینة الاسرار (66)

مبسوط میں ہے کہ طاعات پر اجرت لینا جائز نہیں (طااعات کی چند مثالیں) جیسے قرآن کریم کی تعلیم، فقہ، اور آذان و تدریس، اور حج، جہاد وغیرہ پر اجرت لینا جائز نہیں (صاحب خلاصۃ الفتاویٰ فرماتے ہیں کہ مبسوط کی عبارت مذکورہ میں لا یجوز) سے مراد یہ ہے کہ یہ اجرة واجب نہیں۔ (لا یجب الاجرة)

﴿صاحب فتاویٰ الحامدیہ لکھتے ہیں﴾

☆.. قال فی الذخیرة لا يجوز الاستيجار على تعليم القرآن لانه من باب الحسنة ولا تجب الاجرة على فعل الحسنة والفتوى فی زماننا على وجوب الاجرة الفتاویٰ الحامدیہ.

صاحب فتاویٰ الحامدیہ لکھتے ہیں کہ ذخیرہ میں ہے کہ تعلیم قرآن پر اجارہ جائز نہیں اس لئے کہ تعلیم قرآن حسنات میں سے ہے اور کسی بھی نیک کام پر اجرت واجب نہیں۔ مگر ہمارے زمانے میں فتویٰ اس پر ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا واجب ہے۔

﴿صاحب صلوٰۃ مسعودی لکھتے ہیں﴾

☆.. باید دانست کہ اجارہ داری بر طاعات درست نیست بجواب کتاب (مبسوط) هیچ واجب نیاید. صلوٰۃ مسعودی.

صاحب صلوٰۃ مسعودی فرماتے ہیں کہ طاعات پر اجارہ درست نہیں (جس طرح کہ صاحب

مبسوط نے) جواب میں فرمایا ہے (کہ طاعات پر اجر لینا واجب نہیں)
 ☆۔ میں کاتب الحروف (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں کہ (لایجوز الاستیجار) کا صحیح مطلب
 و مقصد ہی یہی ہے کہ تعلیم قرآن پر اجارہ منعقد نہیں ہوتا،
 اجارہ کا انعقاد اور شی ہے..... اور اجرت کا جواز اور۔

﴿صاحب شامی لکھتے ہیں﴾

☆۔ الاصل ان کل طاعة يختص بها المسلم لایجوز الاستیجار علیہا عندنا۔
 هداية وعینی الهدایة اجاره جلد ۵ (652) و شامی اجاره جلد ۵ (34)
 صاحب شامی فرماتے ہیں، کہ ہمارے نزدیک ہر وہ طاعت جو مسلمانوں سے مختص ہیں ان
 پر اجارہ اصلاً جائز ہی نہیں۔

﴿صاحب فتاویٰ عزیزی لکھتے ہیں﴾

☆۔ قاعدہ اجارہ آنست کہ ہر شی واجب و مندوب بر اجارہ منعقد نمی شود
 و تعلیم قرآن فرض بالكفایت است و مندوب علی یقین پس محل اجارہ نیست
 . فتاویٰ عزیزی جلد ۱ (122)

صاحب فتاویٰ عزیزی فرماتے ہیں اجارہ کا قاعدہ ہے کہ جو اشیاء واجب و مستحب ہیں ان
 پر اجارہ منعقد نہیں ہوتا چونکہ تعلیم قرآن کریم فرض کفایہ ہے اور علی یقین مستحب ہے سو یہ
 محل اجارہ نمی، یوں ہی تئویر الابصار کا یہ فرمانا (لایصح الاجارة۔ اجارہ صحیح نہیں) سے مراد
 یہی ہے کہ اجارہ منعقد نہیں ہوتا۔

☆۔ بحمدہ تعالیٰ قول اول کے دلائل میں بھی بظاہر جو تعارض پیش آرہا تھا وہ بھی رفع ہو گیا
 وہ اس طرح کہ دلائل اثبات و وجوب اجرت پر محمول ہیں،
 اور دلائل نفی و وجوب اجرت کی نفی پر محمول ہیں۔

﴿طاعات پر عقدِ مصرح منعقد نہیں ہوتا﴾

﴿صاحب شرح الیاس لکھتے ہیں﴾

(1) والمذهب عندنا ان کل طاعة يختص بها المسلم (ای ملة الاسلام) فالاستیجار
 علی ذلک باطل۔
 شرح الیاس جلد ۳۔ اجارہ ص (136)

صاحب شرح الیاس فرماتے ہیں (ایک قول ہے اور ایک مذہب سو) ہمارے نزدیک (قول نہیں بلکہ) مذہب یہ ہے کہ ہر وہ طاعت جو مسلمانوں سے محض ہو اس پر اجارہ باطل ہے۔
 ﴿صاحب المختصر و صاحب جامع الرموز لکھتے ہیں﴾

(2) ولا یصح وتبطل الاجارة عند المتقدمین (للعبادات) المختصر و جامع الرموز جلد ۳. اجارہ (۳۶۰)

صاحب المختصر و صاحب جامع الرموز فرماتے ہیں کہ متقدمین (امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف امام محمدؒ) کے نزدیک عبادات پر اجارہ مصرحہ صحیح نہیں بلکہ باطل ہے (یعنی یہ اجارہ منعقد نہیں ہوتا)

﴿حضرت ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں﴾

(3) ثم قراءة القرآن واهدائها تطوعا بغير اجرة ای مشروطة یصل الیه،

واما لو اوصی بان یعطى شی من ماله لمن یقرأ القرآن علی قبره فالوصية باطلة ای غیر منعقدة فللزوم علی المستأجر ولا علی الاجیر،

فبقی هل جزاء الاحسان الا الاحسان لانه فی معنى الاجرة كذا فی الاختیار،

ثم رد بطلان الوصية ومعنى الاجرة بقوله وهذا مبني علی القول المرجوح الذی هو خلاف المفتی به عدم جواز الاستیجار علی الطاعات،

ثم اظهر رد البطلان ومعنى الاجرة ثانيا بطریق الاستدلال (بلفظ) لكن،

لیعلم انه من قبیل هل جزاء الاحسان فقال، لكن اذا اعطی لمن یقرأ القرآن ویعلمه

ویعلمه معونة لاهل القرآن علی ذلك كان هذا من جنس الصدقة عنه فیجوز.
 شرح القاری للفقہ الاکبر (ص ۱۵۷، ۱۵۸)

حضرت ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کہ آقرآن کریم کی تلاوت بغیر اجرت (یعنی بغیر کسی شرط) کے کی جائے اور۔ کا ثواب مرحوم کو بخشا جائے تو وہ ثواب مرحوم کو پہنچ جاتا ہے،

اور اگر مرنے والے نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد جو شخص میری قبر پر قرآن کریم کی تلاوت کرے، تو یہ وصیت باطل ہے یعنی منعقد نہیں سوا جبر اور مستأجر پر کوئی شی لازم نہیں۔

رہا یہ سوال کہ پھر (ہل جزاء الاحسان الا الاحسان) کا کیا معنی ہوگا،

(ماہی قاری فرماتے ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ) کہ یہاں احسان اجرت کے معنی میں ہے۔
پھر (مصنف نے) اپنے اس قول (وهذا مبني على القول المرجوح الذي هو خلاف
المفتي به عدم جواز الاستيجار على الطاعات) کیساتھ وصیت کے بظان اور (ہل جزاء
الاحسان الا الاحسان) کا معنی اجرت کرنے، کو رد کیا فرمایا کہ یہ قول مرجوح چوتنی ہے، جو
مطلق ہے قول کے خلاف ہے کیونکہ مطلق ہے قول یہ ہے کہ طاعات پر اجارہ جائز نہیں، پھر
(فالوصية باطله) وصیت کا بظان اور (ہل جزاء الاحسان الا الاحسان) کا معنی اجرت
کرنے، کو دوبارہ بطریق استدراک (لکن) کیکر نکال دیا گیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ اجرة (ہل جزاء
الاحسان الا الاحسان) کے قبیل سے ہے،

سو کہا کہ قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے والے کو اگر کچھ ہدیہ دیا جائے تو یہ صدقہ ہے اور
قرآن کریم پڑھنے پڑھانے والوں کیساتھ ادا ہے۔ سو یہ صورت جائز ہے۔

نفس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM



فقہاء احناف کا دوسرا نظریہ

﴿ قولِ ثانی ﴾

قولِ ثانی احناف متاخرین مجتہدین کا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ طاعات پر اجرت دینا واجب ہے سب نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔

احناف متاخرین مجتہدین کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں

- (1) حضرت عصام بن یوسف (2) حضرت نصیر بن یحییٰ (3) حضرت ابی نصر بن سلام
- (4) حضرت فقیہ ابواللیث السمرقندی (5) حضرت صاحب محیط (6) حضرت امام الفاضل
- (7) حضرت صاحب خلاصۃ الفتاویٰ (8) حضرت شیخ ظہیر الدین المرغینانی
- (9) حضرات بلخ عموما (10) حضرت رکن الاسلام الکربانی (11) حضرت شمس الائمہ السرخسی
- (12) حضرت صاحب الذخیرہ (13) حضرت امام قاضی خان رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

﴿قول ثانی، وجہ پانزدہم﴾

قول ثانی احناف متاخرین مجتہدین کا ہے

وہ فرماتے ہیں کہ طاعات پر اجرت دینا واجب سب نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔

احناف متاخرین مجتہدین کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں

- (1) حضرت عصام بن یوسف (2) حضرت نصیر بن یحییٰ (3) حضرت ابی نصر بن سلام
- (4) حضرت فقیہ ابوالیث السمرقندی (5) حضرت صاحب محیط (6) حضرت امام الفضلی
- (7) حضرت صاحب خلاصۃ الفتاویٰ (8) حضرت شیخ ظہیر الدین المرغینانی
- (9) حضرات بلخ عموما (10) حضرت رکن الاسلام الکرمانی (11) حضرت شمس الائمہ السرخسی
- (12) حضرت صاحب الذخیرہ (13) حضرت امام قاضی خان رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

﴿معتبر کتب کی عبارات﴾

صاحب خلاصۃ الفتاویٰ لکھتے ہیں

(1) قال الامام الفضلی اصحابنا المتأخرون یجیزون ذلک ویقولون یجبر علی دفع

الاجرة وبہ یفتی مشائخ بلخ افتوا بوجوب المسمى عند ذکر المدة وبوجوب

اجر المثل عند عدم ذکر المدة. خلاصۃ الفتاویٰ. جلد ۲. استیعجار (۱۱۰)

امام فضلی مجتہد نے فرمایا کہ متاخرین مجتہدین نے طاعات پر اجارہ کو جائز کہا ہے مزید فرمایا ہے

کہ (شاگرد) کو اجرة دینے پر مجبور کیا جائے اسی (قول) پر بلخ کے مشائخ کا فتویٰ ہے نیز یہ فتویٰ بھی

دیا ہے کہ اگر مدۃ معین ذکر کیا گیا ہو پھر تو جتنا مقرر و متعین ہوا ہے دینا لازم، اور اگر مدۃ متعین نہیں

کیا تھا پھر اجرت مثلی دینا ہوگا۔ (اجرت مثلی کا مطلب یہ ہے کہ اس علاقہ میں استاد کو مطلوبہ

تعلیم پر جو کچھ دیا جاتا ہے اتنا ہی دینا پڑھے گا)

﴿صاحب عینی لکھتے ہیں﴾

(2) وجماعة من العلماء المتأخرین علیٰ انہ یجوز مثل عصام بن یوسف ونصیر بن

یحییٰ وابی نصر بن سلام وغیرہم فالافضل للمتعلّم ان یشارط علی الاجرة للحفظ

وتعلیم الهجاء والکتابۃ. عینی البخاری. جلد ۵. اجارہ. (۶۳۹)

اور علماء متاخرین (احناف) کی ایک جماعت نے طاعات پر اجارہ کو جائز قرار دیا ہے

(وہ علماء متاخرین یہ ہیں)

عصام بن یوسف، نصیر بن سخی، ابی النصر بن سلام، وغیرہم، (آگے لکھتے ہیں) طالب علم جب قرآن کریم حفظ کرنا چاہے یا ناظرہ کیساتھ قرآن کریم پڑھنا چاہے یا کتابت سیکھنا چاہے، تو افضل ہے کہ اپنے استاذ سے اجرة لینے کی شرط لگا لے۔ (یعنی شاگرد کو چاہیے کہ اپنے استاد سے کہے کہ میں اجرت دیئے بغیر حفظ نہیں کروں گا، یا ناظرہ اجرت دیئے بغیر نہیں پڑھوں گا یا کتابت اجرة دیئے بغیر نہیں سیکھوں گا)

☆۔ میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں کہ جب یہ اجارہ جائز ہے تو پھر اجارہ منوی، اور اجارہ معروف فی العرف بطریقہ اولیٰ جائز ہوا۔

﴿صاحب خلاصۃ الفتاویٰ لکھتے ہیں﴾

(3) وعند اهل المدينة ای امام مالک واتباعه يجوز وبه اخذ الشافعي ونصير عصام

وابونصر والفقیه ابو الیث . خلاصۃ الفتاویٰ جلد ۲، اجارۃ (۱۱۳) ثم بلوغ الارب لذوی القرب

للمشر لیلالی، ثم حوزۃ الاسرار (۶۶) وعینی الهدایۃ جلد ۳، اجارۃ (۶۵۳)

اہل مدینہ یعنی امام مالک اور انکے پیروکاروں کے نزدیک طاعات پر اجارہ جائز ہے،

امام شافعی، نصیر، عصام، اور ابونصر، اور فقیہ ابو الیث نے اسی قول کو لیا ہے۔

☆۔ میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں کہ جب یہ اجارہ جائز تو پھر اجارہ منوی، اور اجارہ معروف فی العرف بطریقہ اولیٰ جائز ہوا۔

﴿صاحب فتاویٰ حامد یہ لکھتے ہیں﴾

(4) والفتویٰ فی زماننا علی وجوب الاجرة . الفتاویٰ الحامدیۃ .

ہمارے زمانے میں طاعات پر اجرت لینا واجب ہے، وراے پر فتویٰ ہے (یعنی اگر طاعات پر اجرة

لینے کا عقد کیا جائے تو اجرة دینا واجب ہو جاتا ہے)

﴿صاحب خلاصۃ الفتاویٰ لکھتے ہیں﴾

(5) ونقل عن رکن الاسلام الکرمانی انه کان یکتب علی الفتویٰ ابدر صبی معلم

راخوشنود کند! قال واستادنا الشیخ ظہیر الدین هذا یکتب . خلاصۃ الفتاویٰ جلد ۲، اجارۃ (۱۱۰)

حضرت رکن الاسلام کرمانی جب بھی (اس مسئلہ میں فتویٰ دیتے) تو لکھتے کہ بچے کے والدین

کو چاہئے کہ بچے کے استاذ کو خوش کرے، نیز لکھا کہ ہمارے شیخ جناب ظہیر الدین بھی اس طرح

فتویٰ دیا کرتے تھے۔

﴿صاحب خلاصۃ الفتاویٰ لکھتے ہیں﴾

(6) ولو امتنع اب الصبی من اداء الوظيفة الى المعلم يجبر على المراسم اجور حلوه وينج شبني وعیدی، وقال فی المحيط وعلیه الفتویٰ مشائخ بلخ، خلاصۃ الفتاویٰ جلد ۲، (۱۱۰)

اگر بچے کے والدین استاذ کو انکے وظیفہ دینے سے انکار کریں تو انہیں رواج کیمطابق دیگر تحائف دینے پر مجبور کیا جائے جیسے حلوہ اور پنچ ششمی اور عیدی وغیرہ، نیز محیط میں کہا گیا ہے کہ (وعلیہ الفتویٰ) اسی پر فتویٰ ہے۔

☆۔ میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں کہ جب صریحاً عقد اجارہ کا وجوب ثابت، تو پھر اجارہ منوی، اور اجارہ معروف فی العرف بطریقہ اولیٰ جائز ہوا۔

﴿صاحب تنویر الابصار لکھتے ہیں﴾

(7) ویفتی اليوم بصحتها ویجبر المستاجر علی دفع ما قبل ویحبس به ویجبر علی الحلوة المرسومة. تنویر الابصار. جلد ۴، (۳۴)

اس زمانے میں فتویٰ اسی پر ہے کہ طاعات پر اجارہ کا انعقاد صحیح (درست) ہے۔

اور مستاجر کو عین شدہ اجرة دینے پر مجبور کیا جائے گا، (اور اگر مستاجر اجرت دینے سے انکار کرے تو) اسے قید کر دیا جائے (حتیٰ کہ وہ اجرت دینے پر راضی ہو جائے) اور شاگرد کو اپنے استاد کیلئے شیرینی جیسے حلوہ جو رائج ہے دینے پر مجبور کیا جائے۔

﴿صاحب عینی لکھتے ہیں﴾

(8) وقال (عبدالله بن الفضل) الامام الخیر اخری یجوز فی زماننا للامام والمؤذن والمعلم اخذ الاجرة. کذا فی الروضة. عینی الہدایۃ جلد ۴، اجارۃ (۶۵۶)

امام عبد اللہ بن فضل الخیر اخری فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں امام، مؤذن، اور معلم قرآن کیلئے اجرت لینا جائز ہے۔

﴿صاحب عینی لکھتے ہیں﴾

(9) وذكر السرخسی مشائخ بلخ اختاروا قول اهل المدينة فی جواز استیجار المعلم علی تعلیم القرآن فصح ایضاً نفتی بالجواز. (انتهی) عینی الہدایۃ جلد ۴، اجارۃ (۶۵۴)

حضرت امام شمس الائمہ السرخسی نے فرمایا ہے کہ بلخ کے مشائخ نے امام مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے پیروکاروں کے قول کو اختیار کیا ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ معلم کو قرآن کریم کی تعلیم پر اجرت دینا جائز ہے (مشائخ بلخ فرماتے ہیں کہ) ہم بھی اسی پر فتویٰ دیتے ہیں ﴿صاحب عینی دوسرے مقام پر لکھتے ہیں﴾

(10) وبعض مشائخنا ائمة بلخ استحسنا الاستیجار علی تعلیم القرآن لظہور التوائی ای الفتور و الکسل فی الامور الدینیة ففی الامتناع تصیغ حفظ القرآن لان المتقدمین منعوا ذلک لرغبة الناس فی مجازات الاحسان بالاحسان بلا شرط وقد زال ذلک فی هذا الزمان وقد یتغیر الجواب باختلاف الزمان فیفتی بذلک حتی یجبر علی دفع الاجرالی المعلم وان لم یضرب المدة یجب اجر المثل ویجبر علی دفعه و کذا یجبر علی دفع الحلوة المرسومة وعلیه الفتویٰ.

عیسیٰ الہدایۃ اجارۃ جلد ۴ (۶۵۳) و کفایۃ الہدایۃ و العنایۃ و الکافی و البحر.

بلخ کے ائمہ و مشائخ نے قرآن کریم کی تعلیم پر اجرت لینے کو اچھا جانا ہے کیونکہ (امور دینیہ) میں سستی ظاہر ہونے لگی، سوا جرت کی منع کی صورت میں قرآن کریم کے حفظ (و دیگر طاعات) کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے، اگرچہ متقدمین علماء نے اجرت کو منع کیا تھا، مگر یہ انکا زمانہ تھا کہ انکے زمانے میں لوگ نیکی کا بدلہ نیکی سے بلا اجرت دیا کرتے تھے، جبکہ ہمارے زمانے میں وہ رغبت معدوم ہو چکی ہے، نیز حالات کے بدلنے سے مسائل میں بھی تبدیلی آتی ہے

سوائے فتویٰ اس پر ہے کہ اگر (شاگرد نے پڑھنے کا) وقت معین کیا ہو تو اسے معلم کی اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا، اور اگر مدۃ معین نہ ہو تو پھر اجرت مثلی دیا جائے گا، (اجرت مثلی کا مطلب یہ ہے کہ اس علاقہ میں استاد کو مطلوبہ تعلیم پر جو کچھ دیا جاتا ہے اتنا ہی دینا پڑھے گا)

۱۔ بحمدہ تعالیٰ قول دوم کے دلائل اثبات اور نفی میں بظاہر جو تعارض پیش آ رہا تھا وہ بھی رفع ہو گیا وہ اس طرح کہ دلائل اثبات و وجوب اجرت کے اثبات پر محمول ہیں، اور دلائل نفی و وجوب اجرت کی نفی پر محمول ہیں۔



فقہاء احناف کا تیسرا نظریہ

﴿ قولِ ثالث ﴾

(3) وہ فرماتے ہیں کہ طاعات پر اجارہ اگر قید مکانی یا قید زمانی کیساتھ مقید ہو تو ایسا اجارہ ان قیود کے ہوتے ہوئے جائز ہے۔ اور اگر طاعات پر اجارہ قید مکانی یا قید زمانی کی قید سے مستثنیٰ ہو (یعنی تعلیم پر عقد اجارہ میں زمان یا مکان کی قید نہ ہو) تو پھر وہ اجارہ ناجائز۔ کیونکہ پھر اجارہ نفس طاعت پر ہوگا۔ اور یہ ناجائز ہے۔

قولِ ثالث کا خلاصہ:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نفسِ تلاوت کا معاوضہ طے نہ کریں بلکہ ان قیود (قید مکانی، یا قید زمانی) کے بدلے میں معاوضہ لے تو جواز میں کوئی شک نہیں، قید مکانی سے مراد یہ ہے جیسے ایک شخص حافظ سے یا طالب علم سے کہے کہ میرے گھر یا فلاں دکان یا فلاں جگہ جا کر قرآن کریم کی تلاوت کریں، تو یہ قید مکانی ہے۔

(قید زمانی) جیسے ایک شخص حافظ سے یا طالب علم سے کہے کہ فلاں مرحوم کے ایصالِ ثواب کیلئے فلاں وقت قرآن کی تلاوت کریں تو جب یہ قیود پائے گئے سوتالی (قرآن کی تلاوت کرنے والا) اگر قیود مذکورہ کا معاوضہ لیتا ہے تو جائز ہے، مترجم)



فقہاء احناف کا چوتھا نظریہ

﴿ قولِ چہارم ﴾

فقہاء احناف کا چوتھا نظریہ یہ ہے کہ عقدِ تعلیمِ قرآن میں (یا دیگر طاعات میں) اگر (معلم کی جانب سے) شرط صراحۃً ذکر کی جائے تو صراحۃً شرط ذکر کرنے سے (طاعات پر) اجرت لینا منع ہے، اور اگر صراحۃً شرط ذکر نہ کیا جائے تو پھر اجرت لینا جائز ہے، ☆ چوتھے نظریے کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر صراحۃً شرط طے نہ کی جائے تو بلا شرط طاعات پر اجرت لینا مباح ہے۔

﴿صاحب فتاویٰ عزیزی لکھتے ہیں﴾

(2) آری درخانہ کسی رفیق و از صبح تا شام نشستن و اطفال اور ا شبانی کردن

فعلی و راء تعلیم است کہ ہر ان اجارہ منعقد می تواند شد۔ فتاویٰ عزیزی جلد ۱ (۲۴)

صاحب فتاویٰ عزیزی لکھتے ہیں کہ کسی (مسلمان) کے گھر جانا وہاں صبح سے شام تک (تعلیم قرآن کیلئے بیٹھنا) صاحب خانہ کے بچوں کو تعلیم قرآن کے زیور سے آراستہ کرنا یہ تعلیم قرآن کے علاوہ نہایت عظیم عمل مشقت ہے، سو اس پر اجارہ (اجرت لینا) چاہئے (یقیناً) یہ اجرت تعلیم قرآن پر نہیں بلکہ اپنی محنت و مشقت کی جزا ہے کیونکہ وہ معلم اس وقت اگر معاش کیلئے کسب معاش کرتا تو اسے اجرت ضرور ملتی، سو یہ بھی مشقت ہے سو اس اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں۔ (تعلیق، مترجم)

نافس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM



فقہاء احناف کا چوتھا نظریہ

﴿ قولِ چہارم ﴾

فقہاء احناف کا چوتھا نظریہ یہ ہے کہ عقدِ تعلیمِ قرآن میں (یادِ دیگر طاعات میں) اگر (معلم کی جانب سے) شرطِ صراحۃً ذکر کی جائے تو صراحۃً شرط ذکر کرنے سے (طاعات پر) اجرت لینا منع ہے، اور اگر صراحۃً شرط ذکر نہ کیا جائے تو پھر اجرت لینا جائز ہے، ☆ چوتھے نظریے کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر صراحۃً شرط طے نہ کی جائے تو بلا شرط طاعات پر اجرت لینا مباح ہے۔

﴿قول چہارم ووجہ ہمد ہم﴾

فقہاء کا قول چہارم (چوتھا نظریہ یہ ہے) کہ عقد تعلیم قرآن میں (یادگیر طاعات میں) اگر (معلم کی جانب سے) شرط صراحتاً ذکر کی جائے، تو صراحتاً شرط ذکر کرنے سے (طاعات پر) اجرت لینا منع ہے، اور اگر صراحتاً شرط ذکر نہ کی جائے تو پھر اجرت لینا جائز ہے، چوتھے نظریے کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر صراحتاً شرط طے نہ کی جائے تو بلا شرط طاعات پر اجرت لینا مباح ہے۔

﴿حضرت علامہ شععی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں﴾

(1) قال الشعبي لا يشترط المعلم الا ان يعطى شيئا يقبل. بخاری. جلد ۲.

حضرت علامہ شععی لکھتے ہیں، کہ معلم از خود (تعلیم قرآن کریم یا دیگر طاعات) پر (اجرت لینے کی) شرط نہ لگائیں ہاں اگر (تعلیم قرآن کریم یا دیگر طاعات) پر (مُتَعَلِّم کے والدین یا خود مُتَعَلِّم) کچھ ہدیہ پیش کرے تو معلم قبول کر لے۔

﴿صاحب یعنی اس قول کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں﴾

(2) قول الشعبي هذا يدل على ان اخذ الاجرة بالاشترط لا يجوز فان اعطى من

غير شرط فانه يجوز لانه اما هبة او صدقة وليس باجرة. عینی البخاری.

صاحب یعنی علامہ شععی کے اس قول (لا يشترط المعلم) کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں، کہ امام شععی کے اس قول ((لا يشترط المعلم)) کا مطلب یہ ہے، کہ اگر شرط طے کر کے اجرت لی جائے سو اس صورت میں (اجرت لینا) جائز نہیں،

اور اگر شرط طے نہ کی جائے بلکہ (مُتَعَلِّم یا اسکے والدین معلم کو اپنی جانب سے اجرت دے دیں تو اس صورت میں) اجرت لینا جائز، کیونکہ (مُتَعَلِّم یا اسکے والدین کا از خود معلم کو اجرت دے دینے سے اجرت کی ہیئت بدل گئی) اب یہ اجرت نہیں بلکہ ہبہ (بخشش) ہے، یا صدقہ ہے۔ (اور یہ جائز ہے)

﴿صاحب بستان العارفين لکھتے ہیں﴾

(3) وان علم بغير شرط واهدى اليه به قبل هديته فانه يجوز في قولهم جميعا. بستان العارفين

صاحبِ بستانِ العارفین لکھتے ہیں،

تمام علماء فقہ احناف کی رائے یہ ہے کہ اگر معلم بغیر کسی شرط کے متعلم کو پڑھائے، پھر (مُتَعَلِّمُ یا اسکے والدین معلم کو اپنی جانب سے جوئی هَذِيَّةً پیش کریں تو معلم کو مُتَعَلِّمُ کا ہدیہ قبول کرنا چاہئے،

﴿صاحبِ عینی شارحِ بخاری لکھتے ہیں﴾

(4) واصحابنا الحنفية قائلون بهذا ايضا. عيني البخاري.

صاحبِ عینی شارحِ بخاری فرماتے ہیں

ہمارے ائمہ احناف (حضرت امام نعمان بن ثابت ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، رضی اللہ عنہم اجمعین) اسی قول کے قائل ہیں، (یعنی انکے نزدیک بھی اجرت بلا شرط جائز ہے، جس طرح شوافع، و مالکی، و حنابلہ، قائل ہیں)

﴿علامہ قاضی خانؒ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں﴾

(5) فان لم يشارطهم على شئ لكن عرفوا حاجته فجمعوا له في كل وقت شيئاً فهو حسن طيب له ذلك ولا يكون اجراً. قاضی خان. آذان. جلد ۱ (۳۸)

علامہ قاضی خانؒ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں، (اگر معلم، مُتَعَلِّمِین کو پڑھائے اور مُتَعَلِّمِین یا اسکے والدین سے) کوئی شرط طے نہ کرے، شرط طے کئے بغیر معلم کے ضروریات زندگی کا علم ہونے کے بعد اگر (مُتَعَلِّمِین یا اسکے والدین) مل جل کر تبرعات جمع کر کے معلم کی ضروریات زندگی پورے کرتے ہوں سو یہ نہایت بہتر اور احسن طریقہ ہے، اس صورت میں یہ تبرعات و عطیات اجرت شمار نہ ہونگے (تو جواز میں کوئی شک نہ رہا)

﴿صاحبِ البریقہ لکھتے ہیں﴾

(6) اذا لم يكن عقد ولا شرط ففقرء لروح الميت رضاء لله تعالى فاعطاه قريب الميت شيئاً من المال فجائز. البریقہ شرح الطریقہ المحمدیہ.

صاحبِ البریقہ، شارحِ الطریقہ المحمدیہ لکھتے ہیں۔

اگر کوئی مسلمان اللہ کی رضا و خوشنودی کے حصول کیلئے مرحوم کے ایصالِ ثواب کیلئے قرآن

کریم کی تلاوت کرے، پھر ورثاء قاری قرآن کو اپنے اموال میں سے کچھ پیش کریں تو یہ جائز ہے

﴿صاحب البحر الرائق رقمطراز ہیں﴾

(7) وفي المحيط من كتاب الاستحسان اذا اخذ المال من غير الشرط على الغناء
يباح له . بحر الرائق . وقاضی خان ، ودر مختار . اجاره . جلد ۵ (۳۳) والكبرى بنقل البحر .

صاحب البحر الرائق رقمطراز ہیں، محیط میں ہے کہ اگر کسی نے غنا (گانے) پر بغیر کسی شرط صریح کے اجرت لی تو گانے والے کو اس مال کا لینا مباح ہے۔

☆۔ دیکھئے اگر بغیر شرط صریح کے گانا گانے پر مال لینا مباح ہے،

تو طاعات پر بغیر شرط صریح کے اجرت لینا کیونکر ناجائز ہوگا، معلوم ہوا کہ طاعات پر بغیر شرط صریح

کے اجرت لے لینا بطریقہ اولیٰ جائز ہے، نیز اس میں عرف اور نیت غیر معتبر ہے،

☆..... میں کہتا ہوں کہ اس قول کی مطابقت بھی تعارض رفع ہو گیا،

کیونکہ (1) دلائل اثبات بلا شرط پر محمول ہیں، (2) اور دلائل نفی شرط پر محمول ہیں،

﴿اعتراض﴾

معترضین اعتراض کرتے ہیں کہ جناب قرآن کریم کی تلاوت تالی (تالی، کا معنی ہے قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا) کا عمل اور اس کی سعی ہے اور ایک انسان کے عمل وسعی کا اجر و ثواب اسی کو ملتا ہے جو عمل وسعی کرتا ہے نہ کہ دوسرے کو، جو جس نے قرآن خوانی کیلئے حفاظ یا طلبہ یا دیگر مسلمانوں کو جمع کیا اور قرآن خوانی کروائی اس کا اجر و ثواب انہی کو ملے گا، جنہوں نے تلاوت کی، صاحب خانہ کو اس کا کوئی اجر و ثواب نہیں ملتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے (ان لیس للانسان الا ما سعی) نہیں ہے انسان کیلئے مگر وہی جو اس نے سعی کی لہذا ایک کا عمل دوسرے کو مفید نہیں۔

﴿اس اعتراض کے پانچ جوابات ہیں﴾

(1) پہلا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آیت

مذکورہ منسوخ الحکم ہے، یعنی تلاوة باقی حکم منسوخ،

(2) دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ دو احادیث جو تفسیر خازن سے منقول ہیں۔

ان دو احادیث کے مطابق مرحومین کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے زندوں کا صدقہ مرحومین کیلئے نافع ہے۔ اسی پر علماء کا اجماع ہے۔

(3) تیسرا جواب یہ ہے کہ آیت میں انسان جو مذکور ہے اس انسان سے مراد کافر انسان مراد ہے نہ مسلمان، اس لئے کہ مسلمان کے عمل خیر سے دوسرے مسلمان کو فائدہ پہنچتا ہے دیکھئے اسی کتاب کے گذشتہ اوراق میں (اموات کیلئے صدقات کے فوائد کا ثبوت احادیث کی روشنی میں)

(4) چوتھا جواب یہ ہے، یہ بات (کہ زندوں کے عمل سے مردوں کو فائدہ نہیں پہنچتا) یہ ادیان سابقہ میں تھا ان کا دین ہے ہمارا نہیں، دیکھئے تفسیر خازن، تفسیر صاوی، بلکہ صاحب تفسیر خازن نے تو اجماع علماء کا تذکرہ فرمایا، ملاحظہ فرمائیں،

اجمعوا علی ان الاستغفار والدعاء والصدقة والحج والعقق ینفع المیت ویصل الیہ ثوابہ، رحمة الامة. وتفسیر خازن.

صاحب تفسیر خازن فرماتے ہیں

تمام علماء کا اجماع ہے کہ استغفار، دعا، صدقہ، حج، غلام کو آزاد کرنے کا ثواب مرحومین کیلئے نافع ہے (مرحومین کو مذکورہ حسنات کے ایصال ثواب سے فائدہ تامہ ملتا ہے، تعلیق، مترجم)

(5) پانچواں جواب: حضرت عمر بن سلمہؓ کی وہ حدیث جس میں زندوں کے اعمال خیر کا ثواب مرحومین کو پہنچتا ہے انشاء اللہ عنقریب ذکر کرونگا، وہی اسکا پانچواں جواب ہے۔

﴿اعتراض﴾

معترضین کا دوسرا اعتراض۔

جب قاری مال کے حصول کی نیت سے قرآن کریم کی تلاوت کرے تو عند اللہ اسکو اجر ملنا محال ہے چونکہ برائے حصول مال اس نے پڑھا ہے لہذا اسکا یہ عمل ہی باطل ہووے اگر میت کو ثواب بخشے گا تو مرحوم کو ثواب کیونکر ملے گا۔

﴿جواب﴾

بجہ تعالیٰ میں اس اعتراض کے بھی پانچ جوابات دیتا ہوں۔

(1) پہلا جواب یہ ہے، کہ تیرا اس عمل کو باطل قرار دینا صرف تیرا قول ہے،

بطلان کا قول نہ تو قرآن میں ہے نہ حدیث میں، اور نہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے اسے باطل قرار دیا، نہ تابعین میں سے کسی نے اسے باطل کہا، نہ طبقات ثلاثہ میں سے کسی طبقہ کے مجتہد نے اسے باطل کہا، نہ اصحاب تخریج نے اسے باطل قرار دیا، نہ ہی اصحاب ترجیح نے اسے باطل کہا (تو صرف تیرے باطل کہنے سے کیونکر باطل ہوگا)

﴿دوسرا جواب حدیث سے﴾

(2) عن رافع بن خدیج قال سمعت رسول الله ﷺ يقول العامل على الصدقة بالحق كالغازي في سبيل الله حتى يرجع الى بيته. رواه الترمذی.

حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زکوٰۃ وصول کرنے والا انصاف سے (یعنی زکوٰۃ کے حصول میں کسی پر زیادتی نہ کرے اور اچھا عمدہ مال چھانٹ کر نہ لے، تو وہ عامل) ایسا ہے جیسے اللہ کی راہ میں لڑنے والا، جب تک اپنے گھر نہ لوٹے۔

دیکھئے ایک عامل (حکومت کی جانب سے زکوٰۃ جمع کرنے والا ایک تنخواہ دار شخص جسکی ڈیوٹی مسلمانوں سے زکوٰۃ جمع کرنا) ہے اور بیت المال میں لا کر جمع کرنا ہے وہ اپنی ڈیوٹی پر ہے گھر لوٹنے تک مجاہد کی طرح ہے (اجرو ثواب اسکو وہی مل رہا ہے، اور وہ جو کچھ کر رہا ہے ڈیوٹی پوری کر رہا ہے) پھر بھی اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ اس شخص کو اتنا ہی اجرو ثواب ملے گا جو ایک مجاہد کو مل رہا ہے۔ جبکہ وہ شخص اجرت پر کام کرنے والا ہے، مگر ہے نیک کام خدمتِ خلق پر مامور ہے، اجرت لینے کی وجہ سے وہ شخص اجر سے محروم نہیں نہ ہی اسکا نیک عمل باطل، جب اسکا عمل باطل نہیں تو وہ شخص جو قرآن کریم کی تلاوت کرے اسکی نیت مال کی ہو سو اسکا وہ عمل کیسے باطل ہو گیا، اگر اسکا عمل کو باطل کہو گے تو عامل زکوٰۃ کے عمل اور اجرو ثواب کو بھی باطل کہو گے، جب اسے باطل کہو گے تو اللہ کے نبی ﷺ کے قول کو (نعوذ باللہ) باطل کہو گے اور جب نبی کریم ﷺ کے قول کو باطل کہا تو دائرہ اسلام سے خارج ہو جاؤ گے، (تعلیق، مترجم)

﴿تیسرا جواب تفاسیر سے﴾

علامہ صاوی لکھتے ہیں

(3) (لیس علیکم جناح ان تبغوا) تطلبوا (فضلاً) رزقا (من ربکم) بالتجارة فی الحج
نزل ردّاً لکراہتہم ذلک (جلالین) ای فلا بأس بالتجارة فی الحج اذا كانت لا تشغله عن
افعال الحج واختلف هل التجارة تنقص ثواب الحج ام لا قال بعضهم ان كانت التجارة
اکبر همه و مبلغ علمه سقط الفرض عنه و لیس له ثواب کمن لا قصد له الحج وان استوی
الامر ان كانت التجارة تبعاً للحج فقد حاذ خیر الدنیا و الآخرة. صاوی جلد ۱، پارہ (۲) (۹۲)

علامہ صاوی لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

آمیں تمہارے لئے کوئی گناہ نہیں کہ تلاش (طلب) کرو اپنے رب کے فضل (رزق) کو (حج میں
تجارت کے ذریعے، یہ حکم ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوا جو لوگ اسکو مکروہ سمجھتے تھے)
یعنی اگر حاجی حج کے ایام میں تجارت بھی کرے تو جائز ہے بشرطیکہ افعال حج میں تجارت حائل نہ ہو،
پھر سوال ہوا کہ حاجی جب حج کرے اور تجارت بھی تو آیا حج کے ثواب میں کوئی کمی واقع
ہوئی یا نہ؟

سوا کا جواب یہ ہے: (جواب تین شقوں پر مشتمل ہے)

شق نمبر (1) اسکا اصل منشاء و مقصود صرف تجارت ہے؟

(شق نمبر 2) یاد دونوں، (یعنی حج و تجارت)

(3) یا صرف حج،

﴿شق نمبر (1) کی وضاحت﴾

اگر اسکا مقصود و مطلوب و منشاء تجارت ہو (یعنی حج کو تابع تجارت بنایا حج کو صرف ایک ذیلی اور
ضمنی درجہ دیا) سو وہ حج جو اس پر فرض تھا وہ حاجی اپنی فرضیت سے تو بری الذمہ ہو گیا اگر
حج کا ثواب نہ ملا، یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی کا حج کا ارادہ نہ ہو اور حج کے دن عرفات میں پہنچا
اس کا حج تو ہو گیا فرض حج سے اس کا ذمہ فارغ ہو گیا، مگر حج کا ثواب نہ ملا،

﴿شق نمبر (2) یاد دونوں، (یعنی حج و تجارت) کی وضاحت﴾

اور اگر دونوں مساوی درجہ میں ہیں، تو یقیناً مباح اور منافی، اخلاص میں بھی برابر ہیں گے،
کیونکہ دلوں کا حال تو اللہ جانتا ہے جو عالم الغیب ہے۔

اور اگر ارادہ صرف حج کا ہو اور تجارت حج کے تابع ہو (یعنی تجارت کو حج کے تابع بنایا اس طرح کہ ارادہ صرف حج کا کیا اور ساتھ ساتھ تجارت بھی کرنے لگا جیسے کوئی حاجی حالت احرام میں عرفات کیدن حاجیوں کے کھانے پینے کی اشیاء فروخت کرنے لگے یا منیٰ و مزدلفہ میں حالت احرام میں ہی کچھ اشیاء خریدے اور بیچے) تو اس صورت میں اسے دنیا اور آخرت دونوں مل گئے، (یعنی تجارت کے ذریعہ اسے دنیا مل گئی اور حج کے ذریعہ بروز حشر جہنم سے محفوظ ہوا تعلیق، مترجم)

تمام شقوں پر غور کرنے کے بعد سمجھو کہ جب نیت حج اور تجارت کی تھی یا صرف حج کی۔ دونوں صورتوں میں وہ حاجی نہ حج سے محروم، اور نہ تجارت کرنے سے اسکا عمل حج باطل، دونوں صحیح۔ ☆ دیکھئے اسکا ارادہ حج کا بھی ہے جو فرض عبادات میں سے ہے اور تجارت کا ارادہ بھی ہے جس کے ذریعہ مال بھی ملے گا تو کیا اسکا حج باطل ہو گیا نہیں، سو جب تجارت سے اسکا حج باطل نہ ہوا تو اگر کوئی قرآن کریم کی تلاوت کرے اور نیت مال کا ہو تو اسکا یہ عمل کیونکر باطل ہوگا۔ تعلیق، مترجم)

﴿چوتھا جواب﴾

صاحب مرقات لکھتے ہیں

(4) اذ اغزوا وقصد الغنیمۃ فلا شک ان له اجر لقوله تعالیٰ منکم من یرید الدنیا (الغنیمۃ ایضاً) ومنکم من یرید الآخرة (ای الاجرة فقط) مرقات.

صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ جب ایک شخص جہاد کرتا ہے اور نیت غنیمت کے حصول کی کرتا ہے، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اسے اجر ملے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (منکم من یرید الدنیا) تم میں بعض وہ ہیں جو دنیا چاہتے ہیں (یعنی مال غنیمت بھی) (ومنکم من یرید الآخرة) اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو آخرت چاہتے ہیں، (غور فرمایا آپ نے کہ ایک شخص جہاد کر رہا ہے جو عبادت ہے اور نیت مال غنیمت کے حصول کی ہے، تو فرمایا گیا) فلا شک ان له اجر (اس میں کوئی شک نہیں کہ اسے اجر ملے گا، جب مجاہد جس کی نیت مال غنیمت کے حصول کی ہے پھر بھی اسکا یہ نیک عمل باطل نہیں تو اگر

ایک شخص قرآن کریم کی تلاوت کرے جو یقیناً نیک کام ہے مگر اسکی نیت مال کے حصول کی ہے سو اسکا نیک عمل کیونکر باطل ہوگا، جیسے اسکا عمل اس نیت سے باطل نہیں اسی طرح تالی قرآن کا عمل اس نیت سے باطل نہ ہوگا۔ تعلیق، مترجم)

﴿پانچواں جواب حدیث مرفوع سے﴾

(5) مرفوعاً من قرأ سورة الواقعة في كل ليلة لم تصبه فاقة أبداً.
حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں جو شخص ہر رات سورہ واقعہ کی تلاوت کرے گا اسے کبھی فاقہ نہ ہوگا،

(غور فرمائیں کہ حضور پر نور ﷺ نے فاقوں سے بچنے کیلئے سورہ واقعہ کا وظیفہ بتایا، اب اگر کوئی فاقہ زدہ یہ سورت اس نیت سے پڑھتا ہے کہ مجھے مال ملے تاکہ میرا فاقہ ختم ہو جائے، اور مال مل جائے تو کیا وہ سورہ واقعہ کے پڑھنے کے اجر و ثواب سے محروم ہو گیا نہیں محروم نہ ہوا اور نہ ہی مال ملنے کی نیت سے پڑھنے کی بنا اسکا عمل باطل ہوا، بلکہ دنیا کا مال بھی ملا، فاقہ بھی ختم ہوئے اور آخرت کا اجر و ثواب بھی ملے گا، ہم خرما ہم ثواب، جب سورہ واقعہ کو مال ملنے کی نیت سے پڑھنے کی بنا اسکا عمل باطل نہ ہوا، تو پورا قرآن کریم اگر مال کی نیت سے پڑھا جائے تو تالی کا یہ نیک عمل کیونکر باطل ہوگا۔ تعلیق، مترجم)

﴿اعتراض (1)﴾

آخر ما عهد رسول الله ﷺ الى عثمان بن ابی العاص اتخذ المؤذن لا يأخذ على أذانه اجراً. رواه الترمذی، وابوداؤد، والنسائی، وابن ماجه، واحمد، والحاكم في المستدرک، والبخاری فی التاریخ قوله عهد ای اوصی، خلاصۃ عینی الہدیۃ.
حضور پر نور ﷺ نے عمر کے آخری حصے میں عثمان بن ابی العاص سے فرمایا (عثمان) ایسا مؤذن مقرر کر، جو آذان پر اجرت نہ لے۔

جناب والا، آذان نیک عمل ہے اگر نیک عمل پر اجرت لینا جائز ہوتا، تو اللہ کے نبی ﷺ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسے مؤذن رکھنے سے کیوں منع فرماتے جو آذان پر اجرت لے،

﴿اعتراض (2)﴾

قال رسول الله ﷺ، اقرؤ القرآن ولا تأكلوا به .

رواه احمد، واسحق بن راهوية، وابن ابى شبة فى مصنفه، وعبد الرزاق فى مصنفه
ومعبد بن حميد و ابو العلى الموصلى والطبرانى والبزار فى مسنده وابن عدى فى
الكامل خلاصة الهداية جلد ۴، (۲۵۳)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم پڑھو مگر قرآن کیساتھ کھاؤ نہیں،

معلوم ہوا کہ نیک عمل پر کچھ لے لینا جائز نہیں ورنہ رسول اللہ ﷺ قرآن پڑھنے پر کھانے
سے منع نہ فرماتے (قرآن پر کھاؤ نہیں یعنی قرآن پڑھ کر)

﴿تین جوابات﴾

۱) فهذا تهديد على قوة العزيمة والاخلاص وحديث ابن عباس لبيان الرخصة. فتح البودود
پہلا جواب یہ ہے، کہ یہ منع قوت عزيمة اور اخلاص کیلئے ہے اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی
اللہ کی حدیث بیان رخصت کیلئے ہے،

﴿دوسرا جواب﴾

علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں

(2) عبادت تعلیم حسبة الله تعالى' کردہ بود، پس مکروہ پنداشت کہ ضائع شود
اخلاص او و فوت شود عمل او بعزيمة و آنچه بالا گذشتہ بیان رخصت بود .
اشعة اللمعات.

علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ تعلیم عبادت الہی ہے سو کیسے ہو سکتا ہے کہ
عزیمت کی وجہ سے اسکا اخلاص ضائع ہو جائے اور اسکا عمل فوت ہو جائے، اور وہ جو پہلے گزرا
وہ بیان رخصت ہے۔

﴿تیسرا جواب﴾

(3) عن عمر بن سلمة انه ام قومه و كانت على بردة كنت اذا سجدت تقلصت عنى
فقالتم امرأة من الحى الا تغطون عناست قارئكم فاشترؤا فاقطعوا لى قميصا فما
فرحت بشئ فرحى بذ لك القميص. رواه البخارى، ومسلم، والنسائى.

حضرت عمر بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں (صفر سنی میں) قوم کا امام بنا، میں انکی امامت کرتا تھا (غربت کی بنا) میرے جسم پر (صرف) ایک چادر تھی جب میں سجدہ کرتا تو وہ چادر میرے جسم سے پھسل جاتی (جس کی وجہ سے کچھ اعضائے بدنہ ظاہر ہوتے) سو اس قبیلے کی ایک خاتون نے (قوم سے) کہا کہ تم اپنے امام کے اعضاء کیوں نہیں دھانپتے، سو (قوم) نے میرے لئے قمیص کا کپڑا خرید کر اس سے میرے لئے قمیص سلوائی، مجھے اس قمیص سے اتنی خوشی حاصل ہوئی کہ اتنی خوشی مجھے کسی اور شئی سے حاصل نہ ہوئی تھی،

☆- دیکھئے صحابہ کرام نے اپنے امام کو قمیص امامت کی وجہ سے دی حالانکہ امامت طاعات میں سے اعظم الطاعات ہے، صحابی قبول کرتا ہے اور خوشی کا اظہار کرتا ہے اگر طاعات پر کچھ نے لینا منع ہوتا تو یہ صحابہ اسے قمیص کیوں دیتے اور وہ صحابی اس پر خوشی کا اظہار کیوں کرتا

﴿اعتراض﴾

فہذا مجموع ما فتیٰ بہ المتأخرون من مشائخنا وهم البلخیون علیٰ خلاف فی بعضہ مخالفین لما ذهب الیہ الامام وصاحبہ۔ رد المحتار۔ جلد ۵۔ اجارہ (۳۲)
وہ مسائل مجموعی جن کے (جواز پر) ہمارے مشائخ میں سے علماء احناف بلخ نے جو فتویٰ دیا ہے (کہ یہ جائز ہیں) جبکہ امام اعظمؒ اور صاحبین (ابویوسفؒ، محمدؒ) اسکے خلاف ہیں (یعنی ہمارے ائمہ ثلاثہ نے اسکے برعکس فتویٰ دیا)

میں کئی وجوہ سے اسکا جواب دیتا ہوں

﴿وجہ اول﴾

پہلا جواب یہ ہے کہ شامی کا فرمانا (فہذا مجموع ما فتیٰ بہ المتأخرون) صحیح نہیں، کیونکہ (مجموع) لفظ مجموع، تعلیم قرآن، فقہ، امامت، اذان، تکبیر، وعظ، تبشیر، و انذار سب کو شامل ہے۔ یہ کہہ کر معترض (اعتراض کرنے والا) تلاوت مجرہ (صرف تلاوت قرآن) جو در حقیقت مفتی بہ قول ہے (یعنی جسکے جواز پر فتویٰ دیا گیا ہے) سو معترض اپنے اس قول (مجموع) کے ساتھ مفتی بہ قول کو بھی خارج کر رہا ہے، میں کہتا ہوں کہ معترض کا مقصود و مطلوب سراسر غلط ہے کیونکہ تلاوت مجرہ قبروں کے پاس بقول مختار جائز ہے،

آنے والے دلائل میں کثیر التعداد فقہاء، کرام نے معترض کے قول کا (يجوز وهو المحتار کہکر) رد کیا ہے،

﴿وجہ دوم﴾

دوسرا جواب یہ ہے، کہ مشائخ متاخرین احناف صرف بلخی تو نہیں، جبکہ معترض (المتأخرون من مشائخنا وهم البلخيون) کہکر یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ مشائخ متاخرین احناف صرف بلخی ہیں یہ غلط ہے یہ حصر صحیح نہیں، کیونکہ متاخرین علماء احناف میں کوئی بھی مخالف نہیں، دیکھئے قول ثانی، جو پہلے گزرا چکا ہے (سب نے اسی پر فتویٰ دیا ہے کہ طاعات پر اجرت دینا واجب ہے۔

احناف متاخرین مجتہدین کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں

- (1) حضرت عصام بن یوسف (2) حضرت نصیر بن سنی (3) حضرت ابی نصر بن سلام (4) حضرت فقیہ ابواللیث السمرقندی (5) حضرت صاحب محیط (6) حضرت امام الفہمی (7) حضرت صاحب خلاصۃ الفتاویٰ (8) حضرت شیخ ظہیر الدین المرغینانی (9) حضرات بلخ عموماً (10) حضرت رکن الاسلام الکرمانی (11) حضرت شمس الائمہ السمرقانی (12) حضرت صاحب الذخیرہ (13) حضرت امام قاضی خان رحمۃ اللہ علیہم اجمعین
- فتذکرہ و تدبیر، سو، اے معترض اسے یاد کرو اور اس میں غور و فکر کر۔

﴿وجہ سوم﴾

وجہ سوم یہ ہے، مخالفین کا طنزاً و طعناً یہ کہنا (لما ذهب الیہ الامام وصاحباہ) غلط ہے، کیونکہ بعض مسائل میں متاخرین نے امام اعظمؒ کے طرف مخالف کو ترجیح دی ہے، درمختار اور شامی کے مقدمہ میں موجود و منقول ہے کہ امام اعظمؒ نے متاخرین مجتہدین کو اس بات کی اجازت دی ہے نیز اس قول (لما ذهب الیہ الامام وصاحباہ) کے تسلیم کرنے سے مجتہدین اور اصحاب تخریج کو دین کے کام سے روکنا ہے۔

﴿وجہ چہارم﴾

وجہ چہارم یہ ہے! متقدمین کے قول لا یجوز الاستیجار سے یہ سمجھنا کہ اس سے مراد لا یجب الأجرة ہے، غلط ہے، کیونکہ متقدمین کے اس قول کا صحیح مطلب اخذ الأجرة ہے، اور متاخرین کا فتویٰ وجوب الاجرة پر ہے، سو وجوب الأجرة، اخذ الأجرة، کے جواز کو شامل ہو گیا،

اعتراض

صاحب شامی لکھتے ہیں

ظهر لك بهذا عدم صحة ما في الجوهرة من قوله واختلفوا في الاستيجار على قراءة القرآن مدة معلومة قال بعضهم لا يجوز وقال بعضهم يجوز وهو المختار، فالصواب ان يقال على تعليم القرآن فان الخلاف فيه كما علمت لافي القراءة المجردة فانه لا ضرورة فيها فان كان ما في الجوهرة سبق قلم فلا كلام وان كان عمدا فهو مخالف لكلامهم قاطبة فلا يقبل. شامی، اجارة، جلد ۵، (۳۵)

صاحب جوہرہ نے کہا ہے کہ اگر کسی نے ایک متعین کردہ مدت پر قرآن کریم کی تلاوت کرنے کیلئے کسی کو متعین کیا تو (تعیین مدت کی وجہ سے تالی قرآن کو) تلاوت قرآن پر اجرت لینا جائز ہے یا نہ۔

(سو، صاحب الجوهرة النيرة نے کہا)

اس میں علماء احناف کی دو رائے ہیں،

ایک گروہ کہتا ہے اس صورت میں اجرت لینا جائز نہیں، (قال بعضهم لا يجوز)

اور دوسرا گروہ کہتا ہے اس صورت میں اجرت لینا ناجائز ہے، (وقال بعضهم يجوز)

البتہ دونوں میں مختار مذہب کو نسا ہے

(تو صاحب الجوهرة النيرة فرماتے ہیں) دونوں اقوال میں (وقال بعضهم يجوز)

وہو المختار) مختار قول یہ ہے کہ اجرة لینا جائز ہے۔

(صاحب شامی فرماتے ہیں۔ کہ صاحب الجوهرة النيرة کو یوں کہنا چاہئے تھا

کہ آیا تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے یا نہ؟ اصل اختلاف اس میں ہے

نہ کہ صرف قرآن کریم پڑھنے میں، (اس میں تو کوئی اختلاف نہیں) کیونکہ صاحب خانہ

کے کہنے پر اسکے گھریا دوسری جگہ قاری کا آکر قرآن پڑھنا پستا وقت صرف کرنے پر اجرت

لینا تو جائز ہے، اس میں تو کسی قسم کا اختلاف نہیں)

اصل اختلاف تو اس میں ہے کہ آیا مدت کے تعین سے قرآن کریم پڑھانے پر اجرت لینا

جائز ہے یا نہ؟

صاحب شامی فرماتے ہیں، میں کہتا ہوں،

کہ جوہرۃ النیرۃ میں یہ کلمات (وَقَالَ بَعْضُهُمْ يَجُوزُ وَهُوَ الْمُخْتَارُ) مختار قول یہ ہے کہ اجرة لینا جائز ہے (اس کی دو شقیں ہیں)

(1) یا تو سبقتِ قلم ہے (لکھنے میں لغزش کا احتمال ہے جسے فقہاء سبقتِ قلم سے تعبیر کرتے ہیں)

(2) یا صاحب الجوہرۃ النیرۃ نے عمداً قصداً یوں لکھا ہے۔

شق اول کے مطابق اگر سبقتِ قلم ہے پھر تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں (کہ انسان سے خطا اور لغزش کا وقوع ممکن ہے)

شق دوم! کے مطابق اگر یہ بات صاحب الجوہرۃ النیرۃ نے عمداً قصداً کہی ہے سو، حالتِ قصد و عمد میں یہ بات علماء اعلام و مقتدیانِ انام کے قولِ قاطبہ (قولِ محکم) کے خلاف ہے، شامی، اجارۃ، جلد ۵۔ (۳۵)

﴿میں بحمدہ تعالیٰ کئی وجوہ سے اس کا جواب دیتا ہوں﴾

﴿وجہ اول﴾

میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں،

کہ معترض کا صاحب جوہرۃ النیرۃ کے ان کلمات (وَقَالَ بَعْضُهُمْ يَجُوزُ وَهُوَ الْمُخْتَارُ) مختار قول یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت پر اجرة لینا جائز ہے (کو سَبَقَ قَلَمٌ، سبقتِ قلم) سے تعبیر کرنا اور پھر اسے غلط قرار دینا ہی بڑی غلطی ہے۔

کیونکہ (جوہرۃ النیرۃ) میں قرآن کریم کی تلاوت پر اجرة لینے کے جواز پر (يَجُوزُ وَهُوَ الْمُخْتَارُ) کے الفاظ ہیں اور اس سے قبل قرآن کریم کی تلاوت پر اجرة لینے کے جواز پر جو دلائل گزرے ہیں ان میں یہ الفاظ (المفتی بہ، یعنی وہ قول جس پر فقہاء کا فتویٰ ہے، یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت پر اجرة لینا جائز ہے) کے الفاظ موجود ہیں۔

(حتیٰ یجبر علی دفع الاجر الی المعلم. وعلیہ الفتویٰ)

والفتویٰ فی زماننا علی وجوب الاجرة. الفتاویٰ الحامدیہ)

﴿وجہ دوم﴾

وجہ دوم یہ ہے، مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ حضرت علامہ شامی متقدمین کے قول کے

مرادی معنی سے ناواقف ہے، کیونکہ فقہاء کے اس قول (لایجوز الاستیجار) کا معنی (لایجب الاجر) ہے نہ کہ (یحرم) یا (یکرہ۔ کما مر من المبسوط، والخلاصة الفتاویٰ وعینی الهدایة، وعینی البخاری، وغیرہا، فتذکر)

(یعنی صاحب مبسوط و دیگر فقہاء کرام نے "لایجب الاستیجار" کا معنی مرادی یوں کیا ہے کہ "لایجوز الاستیجار" کا مطلب "لایجب الاجر" اجرت واجب نہیں، فقہاء نے اس کا مطلب یہ تو بیان نہیں کیا کہ "لایجوز الاستیجار" کہ استیجار صحیح نہیں کا یہ معنی ہو "ای یحرم" کہ یہ اجرت حرام ہے، یہ کسی فقیہ نے نہیں کہا، اور نہ ہی فقہاء نے "لایجوز الاستیجار" کا مطلب یہ بیان کیا کہ "لایجوز الاستیجار" ای یکرہ" کہ استیجار صحیح نہیں کا یہ مطلب ہو کہ یہ اجرت مکروہ ہے) معلوم ہوا کہ علامہ شامیؒ سے تسامح ہوا،

❖ وجہ سوم ❖

صاحب بحر الرائق لکھتے ہیں

(1) قال صاحب البحر والذى ظهر لى انه مبنى على قول ابى حنيفة بكراهة القراءة عند القبر والمختار قول محمد من عدم كراهة القراءة عند القبر كما فى الخلاصة فىلزم التعین بحر الرائق وقف.

صاحب بحر الرائق فرماتے ہیں، یہ قول امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اس قول پر مبنی ہے جس میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے، کہ قبر کے پاس قرآن کریم کی تلاوت مکروہ ہے، مگر امام محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبر کے پاس قرآن کریم کی تلاوت مکروہ نہیں اور یہی قول مختار ہے، جیسے کہ خلاصۃ الفتاویٰ میں ذکر کیا گیا ہے، سو، (اجرت کا) تعین لازم ہے، ☆۔۔۔ میں کہتا ہوں کہ اب تو بات بالکل واضح ہو گئی۔

❖ وجہ چہارم ❖

صاحب جوهرة النيرة نے اپنے قول میں مدۃ معلوم کی قید لگائی، فرمایا کہ اگر کسی نے ایک متعین کردہ مدۃ پر قرآن کریم کی تلاوت کرنے کیلئے کسی کو متعین کیا تو (تعین مدۃ کی وجہ سے تالی قرآن کو) تلاوت قرآن پر اجرت لینا جائز ہے،

جب کہ یہی بات قولِ ثالث میں واضح طور پر بیان کی گئی ہے، اسے دوبارہ ملاحظہ فرمائیں (قولِ ثالث کا خلاصہ: اس ضمن میں فقہاء کا تیسرا نظریہ، یہ ہے کہ طاعات پر اجارہ اگر قید مکانی یا قیدِ زمانی کیساتھ مقید ہو تو ایسا اجارہ ان قیود کیساتھ جائز ہے۔ اور اگر طاعات پر اجارہ قیدِ مکانی یا قیدِ زمانی کی قید سے مستثنیٰ ہو (یعنی تعلیم پر عقدِ اجارہ میں زمان یا مکان کی قید نہ ہو) تو پھر وہ اجارہ ناجائز۔ کیونکہ پھر اجارہ نفسِ طاعت پر ہوگا۔ اور یہ ناجائز ہے) یعنی جوہرۃ النیرۃ اور قولِ ثالث میں مطابقت ہے،

﴿وجہ پنجم﴾

پانچویں وجہ یہ ہے، کہ مدۃ معلومہ کی قید صرف صاحبِ جوہرۃ النیرۃ کا قول نہیں، بلکہ یہ قول اکثر مجتہدین و معتبر علماء اعلام سے منقول ہے،

مثلاً، صاحبِ خلاصۃ الفتاویٰ، (جو مجتہد ہیں) اور صاحبِ فتاویٰ قاضی خان (یہ بھی مجتہد ہیں) ☆۔ اس پر مزید دلائل ملاحظہ فرمائیں، ان دلائل کو سوال و جواب کی صورت میں ذکر کروں گا سوال؟۔۔ کیا قرآن کریم کی تلاوت قبروں کے پاس جائز ہے یا نہ۔

جواب!۔۔ صاحبِ فتاویٰ الولوالجی لکھتے ہیں۔

(۱) وهل قراءة القرآن عند القبور مكروهة تكلموا فيه قال ابو حنيفة يكره وقال محمد لا يكره ومشائخنا اخذوا بقول محمد رجل مات فاجلس وارثه رجلا يقرء القرآن على قبره تكلموا فيه منهم من كره ذلك والمختار انه ليس بمكروه، ويكون المأخوذ به في هذا الباب قول محمد ولهذا حكى عن الشيخ ابي بكر العياض انه اوصى عند موته بذلك ولو كان مكروها لما اوصى به. ذكره الولوالجي شلبي جلد ۱، جنازة (۲۴۶) صاحبِ فتاویٰ الولوالجی فرماتے ہیں،

کیا قبروں کے پاس قرآن کریم کی تلاوت مکروہ ہے، صاحبِ فتاویٰ الولوالجی جواب دیتے ہیں، اس مسئلہ میں فقہاء کے دو نظریے ہیں،

(۱) امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مکروہ ہے،

(۲) جبکہ امام محمدؒ فرماتے ہیں، مکروہ نہیں،

البتہ علماء احناف نے امام محمدؒ کے قول کو ترجیح دی اور اسی پر عمل کیا،

(صاحب فتاویٰ الولوالجی فرماتے ہیں، دوسرا مسئلہ یہ ہے) کہ اگر کوئی مسلمان وفات پا جائے، اور مرحوم کے ورثاء اسکی قبر کے پاس قرآن کریم پڑھنے کیلئے قاری کو بٹھائے (تو آیا یہ جائز ہے یا نہ؟) (صاحب فتاویٰ الولوالجی فرماتے ہیں) اس میں بھی فقہاء نے کلام فرمایا، یعنی اس میں بھی دو نظریے ہیں،

(1) ایک نظریہ کے مطابق قبر کے پاس قاری کو اس لئے بٹھانا کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کرے مکروہ ہے (منہم من کرہ ذلک)

(2) دوسرا نظریہ یہ ہے، کہ قبر کے پاس قاری کو اس لئے بٹھانا کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کرے مکروہ نہیں،

(صاحب فتاویٰ الولوالجی اپنا نظریہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں)

مختار قول یہی ہے (والمختار انه ليس بمكروه)

(صاحب فتاویٰ الولوالجی فرماتے ہیں) اس باب میں (یعنی اس مسئلہ میں)

امام محمدؒ کا قول ہی نافذ العمل ہوگا۔ (ویكون المأخوذ به في هذا الباب قول محمدؒ)

(صاحب فتاویٰ الولوالجی فرماتے ہیں) اسی بنا پر شیخ ابوبکر العیاض رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب وہ قریب المرگ ہوئے تو اپنے وصیت فرمائی کہ جب میری روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جائے تو (میری قبر کے پاس قاری بٹھانا تاکہ وہ میری قبر کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کرے)

(صاحب فتاویٰ الولوالجی فرماتے ہیں) کہ اگر قبر کے پاس قاری کو بٹھا کر قرآن پڑھوانا ناجائز ہوتا، تو حضرت شیخ ابوبکر العیاض رحمۃ اللہ علیہ ایسی وصیت کیوں فرماتے، (اتنے عظیم فقیہ کا اس انداز سے وصیت کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قبر کے پاس قاری کو قرآن کریم پڑھنے کے لئے بٹھانا جائز ہے)

﴿صاحب فتاویٰ تارخانیہ فرماتے ہیں﴾

☆.. وفي التارخانية رجل مات فاجلس وارثه رجلا على قبره يقرأ القرآن قال

بعضهم يكره والمختار انه لا يكره والاشبه انه ينتفع به الميت .

تارخانية تكملة البحر . الجزء الثامن .

(صاحب تارخانیہ فرماتے ہیں)

کہ اگر کوئی مسلمان وفات پا جائے، اور مرحوم کے ورثاء اسکی قبر کے پاس قرآن کریم پڑھنے کیلئے قاری کو بٹھائے (تو آیا یہ جائز ہے یا نہ؟)

(صاحب تارخانیہ فرماتے ہیں)

اس میں فقہاء کے دو نظریے ہیں،

بعض نے فرمایا ہے، مکروہ ہے (قال بعضهم یکرہ)

اور بعض فقہاء نے فرمایا ہے، مختار قول یہ ہے مکروہ نہیں، (والمختار انہ لایکرہ) (صاحب

فتاویٰ تارخانیہ اپنا نظریہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں)

میرے نزدیک (احوط قول یہ ہے) کہ اس سے صاحب مزار کو فائدہ ہوگا۔

﴿صاحب فتح القدیر لکھتے ہیں﴾

☆.. واختلف فی اجلاس القارئین لیقرؤا عند القبر والمختار عدم الکراهة .

فتح القدیر و کبیری . جنائز (۶۵۶)

(صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں) قبروں کے پاس قاریوں کو اس لئے بٹھانا کہ وہ قبر کے

پاس قرآن کریم کی تلاوت کریں، سو، اس مسئلہ میں فقہاء نے اختلاف فرمایا ہے، مگر مختار

قول یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں، (والمختار عدم الکراهة)

﴿صاحب جوہرۃ النیرۃ اور صاحب سراج الوہاج لکھتے ہیں﴾

☆.. اختلفوا فی الاستیجار علی قبر لقرأة القرآن علی القبر مدة معلومة قال بعضهم

لا یجوز وقال یجوز وهو المختار . جوہرۃ . جلد ۲ (۲۶۹) والسراج الوہاج

صاحب جوہرۃ النیرۃ اور صاحب سراج الوہاج فرماتے ہیں،

مدۃ معلومہ کی صورت میں قبر کے پاس قاری کو بٹھا کر قرآن کریم کی تلاوت کروانے پر

اجرت دینے (اور اجرت لینے میں) فقہاء نے اختلاف فرمایا ہے، بعض فرماتے ہیں جائز نہیں

جبکہ بعض فرماتے ہیں جائز ہے اور یہی قول مختار ہے، (وقال یجوز وهو المختار)

﴿صاحب درختار لکھتے ہیں﴾

☆... ولایکروہ اجلاس القارئین عند القبر وهو المختار. درمختار. جنائز. جلد ۱.
صاحب درختار فرماتے ہیں، کہ قبر کے پاس قاریوں کو قرآن کریم کی تلاوت کیلئے بیٹھانا
مکروہ نہیں، اور یہی مختار ہے، (وہو المختار)

﴿صاحب شامی و صاحب مراقی الفلاح لکھتے ہیں﴾

☆... ولایکروہ الجلوس للقراءة عند القبر فی المختار لتادیة القراءة علی الوجه
المطلوب بالسکينة والتدبر والاتعاظ. شامی جلد ۱. جنائز (۸۴۷) نقلامن
نورالایضاح و مراقی الفلاح. جنائز.

صاحب شامی و صاحب مراقی الفلاح فرماتے ہیں،
مختار قول کے مطابق قبر کے پاس قاری کا قرآن کی تلاوت کیلئے بیٹھنا مکروہ نہیں، تاکہ
نہایت سکون و اطمینان کیساتھ قرآن کریم کی تلاوت کی جاسکے۔

﴿صاحب عینی الہدایہ لکھتے ہیں﴾

☆... ولا بأس بقراءة القرآن عند القبور ولكن لا یجلس علی القبر.
صاحب عینی الہدایہ فرماتے ہیں، قبروں کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کرنے میں کوئی
حرج نہیں، ہاں قبروں کے اوپر بیٹھنا منع ہے، عینی الہدایہ جنائز. (۱۳۲)

﴿صاحب سادۃ المتقین شرح احیاء العلوم لکھتے ہیں﴾

☆... ان الاستیجار لقراءة القرآن علی رأس القبر مودة جائز کالاستیجار
للإذان وتعلیم القرآن ان كانت القراءة علی القبر فیستحق الاجر وینتفع المیت
بالقراءة ویخفف عنه العذاب بذلک قال فی تکملة البحر الجزء الثامن وفی
التارخانیة رجل مات فاجلس ورائه رجلا، علی قبره یقرأ القرآن قال بعضهم یکره
والمختار انه لا یکره والاشبه انه ینتفع به المیت. سادۃ المتقین شرح احیاء العلوم.

❦

صاحب سادۃ المتقین شرح احیاء العلوم تکملة البحر کی آٹھویں جزء سے نقل کرتے
ہوئے لکھتے ہیں،

قبر کے سرہانے مدۃ معلومہ تک اگر قاری کو بیٹھایا جائے تاکہ وہ قبر کے پاس قرآن کریم

کی تلاوت کرے، تو اسے اجرت دینا (اور قاری کا اجرت لینا) جائز ہے، یہ ایسا ہی جائز ہے جیسے کوئی شخص آذان، اور تعلیم قرآن پر اجرت لیتا ہے، (جیسے آذان و تعلیم قرآن کریم پر اجرت لینا جائز ویسے ہی قبر کے پاس قاری کو مدۃ معلومہ کیلئے بٹھا کر قرآن کریم کی تلاوت کروا کر اسے اجرت دینا جائز)

صاحب سادة المتقين فتاویٰ تارخانیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں،
صاحب تارخانیہ فرماتے ہیں،

کہ اگر کوئی مسلمان وفات پا جائے، اور مرحوم کے ورثاء اسکی قبر کے پاس قرآن کریم پڑھنے کیلئے قاری کو بٹھائے (تو آیا یہ جائز ہے یا نہ؟)
(صاحب تارخانیہ فرماتے ہیں)

اس میں فقہاء کے دو نظریے ہیں،

بعض نے فرمایا ہے، مکروہ ہے (قال بعضهم مکروہ)

اور بعض فقہاء نے فرمایا ہے، مختار قول یہ ہے مکروہ نہیں، (والمختار انه لایکروہ)

(صاحب فتاویٰ تارخانیہ اپنا نظریہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں)

میرے نزدیک (احوط قول یہ ہے) کہ اس سے صاحب مزار کو فائدہ ہوگا۔

﴿صاحب فتاویٰ قاضی خان لکھتے ہیں﴾

☆... ان قراءة القرآن عند القبور ان نوی ان یوانسهم بصوته یقراء وان لم یقصد
ذٰلک فالله سبحانه وتعالیٰ یسمع القرآن حیث کان. قاضی خان جنائز. جلد ۱.

صاحب فتاویٰ قاضی خان فرماتے ہیں،

کہ اگر قبروں کے پاس قرآن کریم اس نیت سے پڑھا جائے کہ اہل قبور قاری کی آواز سکر موانست حاصل کریں تو (اچھی بات ہے پھر تو قبروں کے پاس) قرآن پڑھے (کوئی

حرج نہیں) اور اگر یہ مقصود نہ ہو تو پھر قاری جہاں سے بھی پڑھے (کر ایصالِ ثواب کرے) تو اللہ جل جلالہ اسکی تلاوت کو ہر جگہ سے سنتا ہے، (اور تلاوت کا ثواب مرحوم کو پہنچاتا ہے)

☆... کلام مذکورہ بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر موانست کے حصول کی نیت نہ بھی ہو، تب بھی قبر کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب مرحومین کو مل جاتا ہے۔

﴿صاحب طحاوی لکھتے ہیں﴾

☆..والمختار جواز الاستیجار علی قراءة القرآن علی القبور مدة معلومة كمافی الطحاوی حاشیة الدر المختار فی باب الاجارة الفاسدة. ثم خزينة الاسرار. (۶۲) صاحب طحاوی فرماتے ہیں،

کہ مدۃ معلومہ کی قید کیساتھ قبروں کے پاس تلاوت کرنے والے کو اجرت دینا (اور تالی قرآن کا اجرت لینا) مختار قول کے مطابق جائز ہے،

﴿اعتراض﴾

☆..ان القربة متى حصلت وقعت عن العامل ولهذا تتعين اهليته ونيته فلا يجوز له اخذ الاجرة من غيره كمافی الصوم والصلوة. اعتراض یہ ہے، کہ جناب والا،

جب عامل (عامل سے مراد نیکی کرنے والا شخص) کوئی بھی نیکی کرتا ہے، سو یہ اسی کا عمل شمار ہوگا (اسی کی عبادت شمار ہوگی اس لئے کہ یہ عبادت اسی سے واقع ہوئی) کیونکہ اسکی نیت واہلیت متعین ہے، سو اس عامل کیلئے دوسروں سے اس عبادت پر اجر حاصل کرنا جائز نہیں جیسے روزہ، اور، نماز، وغیرہ ہے۔ ہدایۃ وعینی جلد ۴، (۴۵۴) ورد المختار. اجارہ (۳۴)

﴿جواب﴾

اس اعتراض کے بحمدہ تعالیٰ میں دو جوابات دیتا ہوں، (۱) پہلا جواب یہ ہے، اسے معترض تیرا اعتراض یہ ہے کہ عبادت کرنے والا جو بھی عبادت کرتا ہے، وہ اسی کیساتھ مختص ہوگی، اس عبادت کا وقوع اس ہی سے ہوگا، یعنی اپنی عبادت سے دوسرے کو نفع نہیں پہنچا سکتا، جب ہی تو وہ اپنے اس عمل پر اجرت حاصل نہیں کر سکتا، تیرا یہ اعتراض غلط ہے، اس لئے کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک عامل کیلئے جائز ہے کہ وہ اپنے نیک عمل کا ثواب دوسرے مسلمان کو بخشے، خواہ وہ نیک عمل نفلی نماز ہو، یا نفلی روزے ہوں حج ہو یا صدقہ، یا تلاوت قرآن کریم، یا ذکر الہی جل جلالہ، یوں ہی انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات مقدسہ کی زیارت کا ثواب، یا اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مزارات کی زیارتیں، ان تمام حسنات وعبادات کا ثواب مرحومین کو بخشا جا سکتا ہے،

(2) دوسرا جواب یہ ہے کہ صاحب بحر الرائق نے اس اعتراض کا جواب اس انداز سے دیا ہے، قال فی البحر وینتقض هذا بما ذكره وافى الحج عن الغير ان الحج يقع عن الأمر. صاحب بحر کہتے ہیں اے معترض فقہاء کے اقوال (ان الحج يقع عن الأمر) کے ساتھ تیرے اس اعتراض کی دھجیاں بکھر گئیں، فقہاء کرام علیہم الرضوان نے لکھا کہ (اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے کہے کہ میری جانب سے حج کرلو، اور دوسرا مسلمان حج کا حکم دینے والے مسلمان کی جانب سے حج کر لے تو فقہاء نے لکھا ان الحج يقع عن الأمر) یہ حج حکم دینے والے کی جانب سے واقع ہوگا،

۱۔ دیکھا آپ نے کہ عمل کوئی کر رہا ہے اور وہ عبادت کسی کی جانب سے واقع ہو رہی ہے جب کہ یہ حج بدل ہے عامل کوئی نفلی حج بھی نہیں کر رہا بلکہ فرض حج ہے، پھر بھی یہ حج جسے حج بدل کہتے ہیں امر (حج بدل کا حکم دینے والا) کی جانب سے ہی شمار ہوگا، کیونکہ اس حج سے امر کا ذمہ فارغ ہوگا، نہ کہ عامل کا،

مزید براں، تو نے اپنے اعتراض کیلئے جس عبارت کو دلیل بنایا اس عبارت میں یہ جملہ (فلا يجوز له اخذ الاجرة من غيره) سوا عامل کیلئے جائز نہیں کہ وہ ان حسانت پر کسی سے اجرت لے، اس جملے کے بحمدہ تعالیٰ میں نے اتنے دلائل دیئے ہیں کہ اب اس جملے کی کوئی حیثیت نہ رہی۔

﴿سوال﴾

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں کہ تین المحارم میں عبارات صحیحہ کیساتھ اس مسئلہ کے تردید میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ انہوں نے جن عبارات سے استدلال کیا ہے وہ صریح ہیں، جیسے کہ حضرت تاج الشریعہ نے شرح الہدایۃ میں فرمایا ہے،

☆ ان القرآن بالاجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقارى وقال العيني في شرح الهداية ويمنع القارى للدينوا الاخذ والمعطى اثمان. شامی جلد ۵. اجارہ. (۳۵)

﴿

اگر اجرت پر قرآن کریم پڑھا جائے، سو اس صورت میں ثواب کا مستحق نہ تو قاری ہوا، نہ ہی مرحوم کو بخشے کا ثواب ملے گا۔ اور یعنی شرح ہدایۃ میں فرمایا ہے کہ (قاری اگر دنیا کے

حصول کے لئے قرآن پڑھتا ہے تو اسے دکا جائے، نیز قرآن کریم کی تلاوت کر کے اجرت دینے والا، اور اجرت لینے والوں کو گنہگار ہیں،

﴿ جواب اول ﴾

اس سوال کے دو جواب ہیں،

پہلا جواب یہ ہے، کہ اجارۃ مصرح جائز ہے، دیکھئے، نہایت، ثم، بحر الرائق،

﴿ جواب دوم ﴾

.. وفي الروضة وفي زماننا يجوز للامام والمؤذن والمعلم اخذ الاجرة ومثله في العناية والكفاية والامام الخیر الاخری.

کتاب الروضة میں ہے، کہ ہمارے زمانے میں امام اور مؤذن اور معلم کے لئے اجرة اپنے عمل (یعنی معلم قرآن کو قرآن کریم پڑھانے کا، اور مؤذن کو آذان دینے کی اجرت یعنی چاہئے) اسی طرح کتاب العناية، کتاب الکفاية، اور یہی قول حضرت علامہ امام الخیری آخری کا بھی ہے،

﴿ سوال ﴾

سوال؟ قنیه (نام کتاب) میں ہے، کہ اگر کسی شخص نے اس شرط پر کوئی شئی وقف کی، کہ اسکے عوض میں میری قبر کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کیجائے، سو یہ تعین باطل ہے۔ اور کتاب الوصایا میں علماء نے تصریح فرمائی ہے، کہ اگر ایک مسلمان نے دوسرے کیلئے وصیت کی کہ جو بھی میری قبر کے پاس قرآن پڑھے گا تو اسکے عوض اسے مال دیا جائے، تو یہ وصیت باطل ہے۔

﴿ میں بحمدہ تعالیٰ کنی وجوہ سے اسکا جواب دیتا ہوں ﴾

﴿ وجہ اول ﴾

صاحب بحر لکھتے ہیں

.. قال في البحر في الوقف ان هذا البطلان مبني على (ظاهر) غير المغني به و المفتي به، جواز اخذ الاجرة وتعین السکان، بحر، وقف.

☆۔۔۔ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے صاحب بحر (باب الوقف میں) لکھتے ہیں کہ تم نے جس بطلان کا ذکر کیا ہے سو یہ بطلان غیر مفتی بہ قول پر مبنی ہے (ان هذا البطلان مبني على ظاهر) غیر المفتی بہ اور جو مفتی بہ قول ہے اسکے مطابق تعین مکان اور اجرت لینا جائز ہے۔ (المفتی بہ، جواز اخذ الاجرة وتعین المكان)

﴿وجہ دوم﴾

☆۔۔ قال صاحب البحر في الوقف والذي ظهر لي انه مبني على قول ابي حنيفة بکراهة القراءة عند القبر والمختار قول محمد من عدم کراهة القراءة عند القبر کما في الخلاصة بحر وقف۔

﴿صاحب خلاصۃ الفتاویٰ اپنی رائے پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں﴾

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے صاحب خلاصۃ الفتاویٰ (باب الوقف میں) لکھتے ہیں، میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ (بطلان وصیت) اُس قول پر مبنی ہے جس قول میں امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ قبر کے پاس قرآن کریم کی تلاوت مکروہ ہے، (انہ مبني على قول ابي حنيفة بکراهة القراءة عند القبر) جبکہ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (قبر کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کرنا) مکروہ نہیں، یہی مختار قول ہے (والمختار قول محمد من عدم کراهة القراءة عند القبر)

﴿وجہ سوم﴾

صاحب حموی الاشباہ لکھتے ہیں

☆۔۔ قال الحموی وفي مجمع الفتاویٰ الوصية بالقراءة على القبر باطلة ولكن هذا لم يعين القاری واما اذا عينه فينبغي ان يجوز على وجه الصلة حموی الاشباہ۔
اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے صاحب حموی الاشباہ مجمع الفتاویٰ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ قبر کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کرنے کی وصیت کرنا اس صورت میں باطل ہے، جب قرآن پڑھنے والا کا تعین نہ ہو (یعنی جب قاری متعین نہ ہو) اور اگر قاری متعین ہو پھر بحیثیت اجرت قاری کو دینا جائز ہے۔

صاحب حموی الاشباہ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں

☆.. ويفهم من قول مجمع الفتاوى ان الوصية بالقراءة انما بطلت لعدم جواز الاجارة على القراءة وينبغي ان يكون صحيحة على المفتى به من جواز الاجارة على الطاعة كما هو مذهب عامة العلماء المتأخرين . حموى الاشباہ .



اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے صاحب حموی الاشباہ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ مجمع الفتاویٰ کے قول سے تو یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ وصیت کرنا (کہ میری قبر کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کی جائے) سو یہ وصیت باطل ہے، کیونکہ قرآن کریم کی تلاوت پرا جاہہ جائز ہی نہیں۔ جبکہ (میں کہتا ہوں) کہ متاخرین علماء احناف کے مذہب و مفتی بہ قول کے مطابق طاعات پرا جاہہ (یعنی اجرت لینا) صحیح و جائز ہے۔

﴿سوال﴾

جناب والا! قبر کے پاس قرآن کریم پڑھ کر اسکی اجرت لینا بدعت ہے کیونکہ قرأت قرآن عند القبر پر نہ توائمہ اربعہ (امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل) سے کوئی قول منقول ہے اور نہ ہی ان اکابر کی اجازت، سو مرنے والے کا وصیت کرنا (کہ میرے مرنے کے بعد میری قبر کے پاس قاری کو بٹھا کر تلاوت کروائی جائے) یہ وصیت محض باطل ہے جب یہ وصیت ہی باطل تو قاری کو اجرت دینے، نہ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا؟

﴿میں کئی وجوہ سے اسکا جواب دیتا ہوں﴾

﴿وجہ اول﴾

میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں،

کہ یہ (اجرت در حقیقت صدقہ ہے) اور صدقات کے متعلق مطلق نصوص قرآن و احادیث صحیحہ، اثبات صدقات للاموات، اور ان صدقات کا نافع للاموات ہونے کیلئے کافی و شافی، موجود ہیں، سو، نصوص قرآن کریم و احادیث صحیحہ کے ہوتے ہوئے ہمیں ان مسائل میں صحابہ کرام یاائمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اجازت کی ضرورت نہیں، ضرورت تب ہوتی جب اس مسئلے کا عل نصوص قرآن کریم و احادیث صحیحہ میں نہ ہوتا

☆. ثم القراءة عند القبور مكروه عند ابی حنیفة ومالك واحمد في رواية لانه محدث وقال محمد بن الحسن واحمد في رواية لا يكره لما روى عن ابن عمر انه اوصى ان يقرأ على قبره وقت الدفن بفواتح سورة البقرة وخواتمها. شرح القارى للفقہ الاکبر. (۱۵۸) صاحب شرح فقہ اکبر لکھتے ہیں

رہا قبروں کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کرنا، سوا یک روایت کے مطابق یہ امام اعظم نعمان بن ثابت، امام مالک، امام احمد کے نزدیک مکروہ ہے کیونکہ یہ دین میں ایک نیا کام ہے، جبکہ امام محمد بن حسن، اور امام احمد،

نے ایک روایت میں کہا ہے، کہ قبروں کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کرنا مکروہ نہیں، (اپنے اس قول پر دلیل دیتے ہوئے امام محمد بن حسن، اور امام احمد) فرماتے ہیں، کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے وصیت فرمائی، کہ میرے دفن کے وقت سورہ بقرہ کا پہلا (رکوع) اور آخری (رکوع) پڑھی جائے،

﴿سوال﴾ کل طاعة يختص بها المسلم ای ملة الاسلام لا يجوز الاستیجار علیہا. سوال؟ جناب! جو طاعات مسلمانوں سے مختص ہیں، ان طاعات پر اجارہ (اجرت) لینا جائز نہیں شامی جلد ۵. (۳۴)

﴿میں کئی وجوہ سے اسکا جواب دیتا ہوں﴾

﴿وجہ اول﴾

میں پہلے بھی اس سوال کا جواب دے چکا ہوں! کہ حضرت علامہ شامی متقدمین کے قول کے مرادی معنی سے ناواقف ہے، کیونکہ فقہاء کے اس قول (لا يجوز الاستیجار) کا معنی (لا یجب الاجر) ہے نہ کہ (یحرم) یا (یکرہ، کما مر من المبسوط، والخلاصة الفتاوی وعیسی الہدایة، وعینی البخاری، وغیرہا، فتذکر)

(یعنی صاحب مبسوط و دیگر فقہاء کرام نے "لا یجب الاستیجار" کا معنی مرادی یوں کیا ہے کہ "لا يجوز الاستیجار" کا مطلب ہے "لا یجب الاجر" اجرت واجب نہیں، فقہاء نے اسکا مطلب یہ تو بیان نہیں کیا کہ "لا يجوز الاستیجار. ای یحرم" کہ استیجار صحیح نہیں کا یہ معنی ہو کہ یہ اجرت حرام ہے، یہ کسی فقیہ نے نہیں کہا،

اور نہ ہی فقہاء نے ”لایحوز الاستیجار“ مطلب یہ بیان کیا کہ

لایحوز الاستیجار ای یکرہ“ کہ استیجار صحیح نہیں کا یہ مطلب ہو کہ یہ اجرت مکروہ ہے معلوم ہوا کہ علامہ شامیؒ سے تسامح ہوا،

مزید معلومات درکار ہوں تو قول اول کی طرف رجوع فرمائیں وہاں میں نے کتب کثیرہ (تقریباً چودہ کتابوں) سے ثابت کیا ہے کہ اجارہ کا انعقاد اور چیز ہے (اسکے الگ احکامات ہیں اور) قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب مرحومین کو ملنا اور شی ہے (اسکے احکامات اور ہیں) اور صدقہ کے احکامات اور ہیں،

نتیجہ کلام یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت ”پراجارہ“ منعقد نہیں ہوتا رہا ثواب تو وہ یقیناً مرحوم و متالی کو مل جاتا ہے۔ رہا صدقہ، سو وہ تو ہر حال میں درست ہے (اسکے تو کلام نہیں)

﴿وجہ دوم﴾

دوسرا جواب یہ ہے!

کہ قرآن کریم و احادیث مبارکہ کی کتابت دین اسلام میں یقیناً عبادتِ مختصہ ہے، (خاص عبادت ہے) پھر بھی قرآن کریم و احادیث مبارکہ کی کتابت پراجرت لینا بالاتفاق جائز ہے، جب یہ عبادتِ مختصہ ہے اور اس پراجرت لینا جائز ہے تو تعلیم قرآن کریم اور تلاوت قرآن پراجرت کیونکر ناجائز ہو۔

﴿وجہ سوم﴾

تیسرا جواب یہ ہے!

کہ سورہ فاتحہ پڑھنا ملت اسلام کا عبادتِ خاصہ ہے باوجود اسکے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا اس پراجرت لینا باجماع امت جائز ہے، جس پراحادیث سے حوالے گزر چکے ہیں۔

﴿وجہ چہارم﴾

☆۔۔ صاحب تفسیر عزیزی (بعد مابین منعہ) کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ

جنوں علماء دیگر غور کردند هیچ وجه در آن نیافتند، و اجماع بر جواز آن محقق گشت، و از پس آیت حرمت او ثابت نمی شود۔ زیرا کہ اگر مراد (لیشتر و ابہ ثمناً قلیلاً) گرفتن اجرت کتابت یا قیمت کاغذ، و سیاہی می شود، لفظ (ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا

مِنْ عِنْدِ اللَّهِ) محض ضائع و لغو می افتد، ولہذا ابن عباس و محمد بن حنیفہ بابا بحث فتویٰ دادند۔ تفسیر یزیدی۔

صاحب تفسیر عزیزی (بعد مابین منعہ) کے ذیل میں لکھتے ہیں،

(کہ جب طاعات پر منع کے دلائل کو دیکھا گیا سو ان دلائل میں کوئی وزن نہ پایا اس لئے کہ جب) دیگر علماء نے ان دلائل پر غور و خوض کیا جو منع کیلئے قائم کی گئیں تھیں تو ان علماء نے ان دلائل میں ایسی کوئی وجہ نہ پائی کہ جو اجرت لینے کے منع کا سبب بن سکے، جبکہ اجرت کے جواز پر اجماع ثابت و قائم ہے،

نیز اس آیت (لیستروا بہ ثمنًا قلیلًا) سے اجرت کی حرمت ثابت نہیں،

کیونکہ اگر اس آیت (لیستروا بہ ثمنًا قلیلًا) سے اجرت کتابت، یا قیمت کاغذ، یا قیمت سیاہی، مراد لیں، تو پھر اللہ جل جلالہ کے اس قول (ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ) کا کیا مقصد ہوگا۔ اس لئے حضرت عبداللہ ابن عباس، اور حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہما نے اجرت لینا مباح قرار دیا ہے،

﴿اعتراض﴾

اس اعتراض کی تین شقیں ہیں

۱۔ اعتراض۔ (شق ۱) جناب المعروف کا المشروط ہے (یعنی جو بات عرف میں پائی جائے تو ایسا ہے جیسے اس نے شرط لگادی، تو قبر پر یا دیگر مواقع پر قرآن خوانی کے بعد کچھ لے لینا ایسا ہی ہے جیسے اس نے پہلے سے یہ طے کر لیا ہو، سو اس صورت میں بھی کچھ قبول کر لینا جائز نہیں، کیونکہ قاعدہ ہے المعروف کا المشروط۔)

(شق ۲) قول البعض هذا يشبه الاجرة۔

بعض فقہاء نے فرمایا ہے کہ قرآن خوانی کے بعد کچھ قبول کر لینا اجرة کے مشابہ ہے۔

(شق ۳) هذا بمنزلة الاجرة۔

بعض فقہاء نے فرمایا ہے یہ اجرة کے قائم مقام ہے۔

طاعات پر کچھ قبول کرنا یا تو مثل شرط کے ہے، یا مشابہ شرط کے ہے، یا بمنزل شرط کے ہے، لہذا تمام صورتوں میں طاعات پر اجرت لینا منع ہے۔

میں بحمدہ تعالیٰ کئی وجوہ سے اسکا جواب دیتا ہوں ﴿﴾

﴿وجہ اول﴾

صاحب یعنی لکھتے ہیں

☆.. لان المتقدمين منعوا ذلك لرغبة الناس في مجازات الاحسان بالاحسان

بلا شرط وقد زال. عني، كفاية، عناية، وكافي، والبحر، كما مر في القول الثاني.

(دیکھئے) فقہاء لکھتے ہیں کہ متقدمین فقہاء نے (اجرت کا لینا) اس لئے منع کیا تھا کہ انکے زمانے میں لوگ احسان کا بدلہ احسان کیساتھ چکانے میں رغبت رکھتے تھے، جبکہ وہ رغبت (ہمارے دور میں) زائل ہو چکا ہے (سو ہمارے زمانے میں طاعات پر اجرت لینا جائز ہے) تفصیلی جواب قول ثانی کے بیان میں گذر چکا ہے۔

فارجع الى قول الثاني، سوائے تفصیلی جواب دیکھنا ہو تو قول ثانی کا مطالعہ فرمائیں،

﴿صاحب روح البیان و خزینۃ الاسرار لکھتے ہیں﴾

☆.. وفي زماننا تغير الجواب في بعض المسائل لتغير الزمان وخوف اندراس العلم

والدين لفتور الرغبات (الى قوله) فافتي في الجواز فيهما خشية الوقوع في

ما هو اشد منها ووضح. كذا في روح البیان، خزينة الاسرار. (۶۶)

صاحب روح البیان و صاحب خزینۃ الاسرار فرماتے ہیں،

(کہ متقدمین کے زمانے میں لوگ نیکیوں کے کاموں میں بلا اجرت رغبت رکھتے تھے،

سوائے اجرت لینے کو منع کہنا اس زمانے کے لحاظ سے صحیح تھا سائلین کو ممانعت کا جواب دینا

انکے زمانے کے لحاظ سے بالکل درست تھا، جبکہ ہمارے زمانے میں (لوگوں کی طبیعتوں

میں تغیر و تبدل کی وجہ سے) بعض مسائل کا جواب بھی متغیر ہوگا،

(بلکہ ہمارے زمانے میں) لوگوں کی دین کی طرف رغبت میں کمی اور سستی و کاہلی اس حد

تک پہنچی کہ اس بات کا خوف پیدا ہوا کہ بے رغبتی اور سستی و کاہلی کی بنا کہیں دین و اسلام

منہدم نہ ہو جائے،

سوءالاء (احناف) نے بوجہ خوف کے (کہ کہیں دین و اسلام منہدم نہ ہو جائے) مذکورہ مسائل

(طاعات پر اجرت لینے) کے بارے میں جواز کا فتویٰ دیا،

اس لئے کہ دین کا تمامہ منہدم ہونے سے (بہتر ہے کہ جواز کا فتویٰ دیا جائے اور دین کو

منہدم ہونے سے بچایا جائے) کیونکہ دین کا منہدم ہونا (نعوذ باللہ) اجرت کے لینے سے زیادہ پریشان کن، اور تباہی کا باعث ہے۔

﴿وجہ دوم﴾

﴿ابواللیث السمرقندی وصاحب خزینۃ الاسرار لکھتے ہیں﴾

☆... الثابت ان يعلم بغیر شرط فان اهدى اليه قبله يجوز اجماعا لان النبی ﷺ كان معلما لخلق يقبل الهدية. بستان الفقيه ابی الليث ثم خزينة الاسرار. (۶۱)
ابواللیث، السمرقندی وصاحب خزینۃ الاسرار فرماتے ہیں۔

یہ بات (تو) ثابت ہے کہ معلم بغیر اجرت کے پڑھائے (اگر تلامذہ کے والدین عزیز و اقارب معلم کو) ہدیۃ کچھ پیش کریں تو معلم کو قبول کر لینا چاہیے، تمام علماء نے اسے جائز قرار دیا ہے،

(تعلیم قرآن پر ہدایت کی قبولیت کے جواز پر ابواللیث السمرقندی وصاحب خزینۃ الاسرار معلم انسانیت جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو دلیل بناتے ہوئے لکھتے ہیں) (لان النبی ﷺ كان معلما لخلق يقبل الهدية) کہ حضور پر نور ﷺ تمام مخلوقات کے معلم ہیں (اللہ کی عطاء سے انہیں قرآن کریم کی تعلیم دی دیگر علوم کے تعلیمات سے مخلوقات خداوندی کے سینوں کو منور کیا بلکہ وہ کونسا علم ہے اور کس چیز کا علم ہے جو حضور پر نور ﷺ نے اللہ کی مخلوق کو نہ سکھائی ہو، یا نہ بتلائی ہو پھر بھی) حضور پر نور ﷺ ہدایت قبول فرماتے تھے

سوال کے شق نمبر (۱) کا جواب

﴿علامہ تفتازانی لکھتے ہیں﴾

ان لفظ قالوا المعروف كالمشروط مشعر بضعف هذه القاعدة. قال التفتازانی ان لفظ قالوا اشارة الى ضعف ما قالوا. علامہ تفتازانی فرماتے ہیں،
(کہ قالوا المعروف كالمشروط) میں لفظ (قالوا) ہی اس قاعدہ (المعروف كالمشروط) کے ضعف کی دلیل ہے، علامہ تفتازانی فرماتے ہیں کہ لفظ (قالوا) اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو کچھ انہوں نے کہا وہ ضعیف ہے۔

﴿صاحب فتاویٰ حامد یہ لکھتے ہیں﴾

قال في الحامدية لفظ قالوا يستعمل في مافيه اختلاف المشائخ.
کہ لفظ (قالوا) اس مسئلہ کیلئے استعمال ہوتا ہے جس مسئلہ میں مشائخ کا اختلاف ہو۔

﴿صاحب فتح القدیر لکھتے ہیں﴾

قال في فتح القدیر قول الهداية على ما قالوا اعادة في مثله افادة الضعف مع الخلاف
صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں کہ صاحب ہدایہ کا یہ فرمانا (على ما قالوا) اپنے مثل کی جانب
اعادہ ہے اور یہ (على ما قالوا) مسئلہ میں اختلاف وضعف کی جانب مشعر ہے۔

﴿صاحب حموی لکھتے ہیں﴾

☆.. قال الحموی صرح المصنف في فوائد الزينة بانه لا يجوز الفتوى بما يقتضيه
الضوابط لانها ليس كلية بل اغلبية خصوصا وهي لم تثبت عن الامام بل استخراجها
المشائخ من كلامه. حموی.

صاحب حموی فرماتے ہیں مصنف نے فوائد الزینہ (نامی کتاب) میں تصریح فرمائی ہے
کہ فتویٰ (علم نحو، علم صرف، علم اصول، علم فقہ) کے قواعد و ضوابط پر نہیں دیا جاتا، کیونکہ قواعد
کا تعلق کلیات سے نہیں بلکہ اغلیات سے ہوتا ہے پھر یہ مسئلہ (کہ طاعات پر اجارہ ناجائز
ہے) امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا اپنا قول بھی نہیں بلکہ یہ تو مشائخ نے ان کے کلام
سے استخراج کر کے کہا ہے،

﴿صاحب حموی دوسرے مقام پر لکھتے ہیں﴾

☆.. وفي موضع اخر من الحموی لا يحل الافتاء من القواعد والضوابط وانما على
المفتي حكاية لنقل الصريح كما صرحوا.

صاحب حموی دوسرے مقام پر فرماتے ہیں، کہ صرف قواعد و ضوابط پر فتویٰ دینا ناجائز نہیں،
بلکہ مفتی پر لازم ہے کہ وہ نقل صریح کیساتھ فتویٰ دے، جیسے کہ علماء نے اس بات کی
تصریح فرمائی ہے۔

☆.. معلوم ہوا کہ (المعروف کالمشروط) کو (اس مسئلے میں) اپنی دلیل بنانا صحیح نہیں،

مزید برآں کہ قاعدہ مذکورہ (المعروف کالمشروط) اس قسم کے عبادات میں جاری نہ ہوگا، دیکھئے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ (الآیۃ) سورہ رحمٰن

احسان کا بدلہ احسان ہے،

قرآن کریم کی اس آیت سے ظاہر ہوا کہ (ہم جس مسئلہ میں گفتگو کر رہے ہیں وہ درست ہے اس لئے) کہ قاری کا پڑھنا احسان (نیکی) ہے اور مرحوم کی جانب سے یا اپنی جانب سے کچھ دے دینا صدقہ ہے یہ بھی احسان (نیکی) ہے، یہ احسان کا بدلہ ہے احسان کے ساتھ، اس میں حرمت و ممانعت کہاں سے آگئی۔

﴿ احسان کرنا ماً مور بہ ہے ﴾

اللہ تعالیٰ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے۔

أَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ. (الآیۃ) سورہ القصص،

احسان کر (لوگوں کیساتھ) جس طرح تیرے ساتھ اللہ نے احسان کیا ہے۔

جب احسان کرنا ماً مور بہ ہے تو ماننا پڑھے گا کہ قاری کا پڑھنا احسان (نیکی) ہے اور مرحوم کی جانب سے یا اپنی جانب سے کچھ دے دینا صدقہ ہے یہ بھی احسان (نیکی) ہے، یہ احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ، اس میں حرمت و ممانعت کہاں سے آگئی۔

﴿ احسان کرنا ماً مور بہ ہے ﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ (الآیۃ) سورہ النحل.

اللہ تمہیں عدل و احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔

جب احسان کرنا ماً مور بہ ہے تو ماننا پڑھے گا کہ قاری کا پڑھنا احسان (نیکی) ہے اور مرحوم کی جانب سے یا اپنی جانب سے کچھ دے دینا صدقہ ہے یہ بھی احسان (نیکی) ہے، یہ احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ، اس میں حرمت و ممانعت کہاں سے آگئی۔

﴿ احسان، رحمت منان کا سبب ہے ﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

إِنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ (الآیۃ) سورہ اعراف،

اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے۔

قاری کا پڑھنا قربت الہی ہے اور مرحوم کی جانب سے یا اپنی جانب سے کچھ دے دینا صدقہ ہے یہ بھی قربت الہی ہے، اس میں حرمت و ممانعت کہاں سے آگئی۔
﴿احسان سبب رحمت ہے﴾

قال النبی ﷺ رحمہ اللہ تعالیٰ رجلاً سمحاً اذا اشترى واذا اقتصى.

حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں اللہ رحم کرتا ہے اس نخی (احسان) کرنے والے پر جو خرید و فروخت کے وقت اور جب دوسرے پر قرضہ ہو تو اپنا قرضہ مانگنے کے وقت سخاوت و احسان کرنے والا ہو۔ رواہ البخاری وابن ماجہ.

حدیث مبارک سے ظاہر ہوا کہ احسان کرنے والے پر اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے۔
تو قاری کا پڑھنا احسان (نیکی) ہے اور مرحوم کی جانب سے یا اپنی جانب سے کچھ دے دینا صدقہ ہے یہ بھی احسان (نیکی) ہے، یہ احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ، اس میں حرمت و ممانعت کہاں سے آگئی۔ بلکہ یہ تو دونوں کیلئے باعث رحمت الہی ہے۔

﴿احسان بخشش کا ذریعہ ہے﴾

حضور پر نور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

☆.. قال النبی ﷺ غفر اللہ تعالیٰ لرجل کان قبلکم کان سهلاً اذا اشترى سهلاً اذا اقتصى. رواہ الترمذی وقال حدیث حسن غریب صحیح.

حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں، تم سے پہلے ایسا آدمی گذرا ہے کہ جب وہ خرید و فروخت کرتا تو آسانی (احسان) کرتا (دیتے ہوئے زیادہ دیتا، خرید کے وقت قیمت زیادہ دیتا) اور جب (کسی پر قرضہ ہوتا تو) تقاضہ کی وقت نرمی (احسان) کرتا اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا ☆۔۔۔ میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں، کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احسان کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بخشتا ہے۔

﴿مخلوق پر احسان و مہربانی کرنے سے اللہ مہربان ہوتا ہے﴾

حضور پر نور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

☆.. قال النبی ﷺ کان تاجراً یبدین الناس فاذا رای معسراً قال لفتیانہ تجاوزا عنہ لعل اللہ ان یتجاوزا عنہما فتجاوز اللہ عنہ. رواہ البخاری و مسلم، والنسائی.

حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں، ایک تاجر (شخص) تھا، جو لوگوں کو قرضہ دیتا تھا، وہ تاجر جب مقرض کو تکدست پاتا، اور اپنے (نوکر یا اولاد میں سے کسی) نو جوان (کو جب مقرض کے پاس قرضہ لینے کیلئے بھیجتا تو) وہ تاجر اس نو جوان سے کہتا کہ وہ قرض دار پر مہربانی سے پیش آ، (کیونکہ آج اگر ہم اس کیساتھ مہربانی سے پیش آئیں گے) تو ہو سکتا ہے کہ کل اللہ تعالیٰ ہم پر مہربانی سے پیش آئے۔

☆۔ میں (مفتی شائستہ گلؒ) کہتا ہوں کہ مانعین اس حدیث مبارکہ سے عبرت حاصل کریں اور اعتراض کرنا ترک کر دیں۔

﴿احسان کرنے والا مغفور، و مرحوم ہے﴾

☆۔ هذا الحديث يدل على دوام عادته بالاحسان قال في الكنز وغيره صح الزيادة في الثمن والمبيع والحط من الثمن.

یہ حدیث دلالت کرتا ہے اس بات پر، کہ احسان کی عادت ہمیشہ (ہر کام میں) ہونی چاہیے جس طرح صاحب کنز لکھتا ہے کہ (خریدتے وقت) پیسوں میں زیادتی کرنا (مبیعہ کی قیمت سے زیادہ پیسے دینا) اور (جو چیز بیچی) اس کی متعین کردہ پیسوں میں کمی کرنا (یعنی خریدنے والے سے کم پیسے لینا) اچھا ہے۔

☆۔ میں (مفتی شائستہ گلؒ) کہتا ہوں کہ یہ احسان ہے اور احسان کرنے والا مرحوم و مغفور ہے ﴿صاحب اشباہ لکھتے ہیں﴾

☆۔ انه يعارض هذه القاعدة قاعدة اخرى صحيحة وقوية منها قال في الاشباہ والضروریات تبیح المحظورات والحاجة تنزل منزلة الضرورة وجوزت الاجارة على خلاف القياس للحاجة، الاشباہ..... صاحب اشباہ فرماتے ہیں۔

یہ قاعدہ، (المعروف كالمشروط) اُس قاعدہ سے متضاد ہے جو اس سے زیادہ صحیح اور مضبوط ہے، صاحب اشباہ فرماتے ہیں وہ یہ ہے ضروریات تبیح المحظورات) کہ ضرورت اشیاء ممنوعہ کو مباح کر دیتی ہیں، اور حاجت، ضرورت کے قائم مقام ہے، (یعنی اگر مسلمان کسی شے کا محتاج ہو جائے یعنی ایسا کام جس کے کرنے کی اسے حاجت پڑھ جائے تو یقیناً یہ احتیاجی اسکی ضرورت ہے، بہت ساری ایسی اشیاء ہیں جو اسلام میں ممنوع ہیں

مگر جب مسلمان اشیاء ممنوعہ کی طرف محتان ہو جائے تو یہ احتیاجی اسکی ضرورت بن گئی، اب اگر وہ بصورت احتیاجی اس شی کو استعمال کرتا ہے یا وہ کام جو اسلام میں ممنوع ہے کرتا ہے تو چونکہ اسکی وہ احتیاجی اسکی ضرورت بن گئی ہے لہذا وہ کام جو ممنوع ہے اب اسے کر لینا ممنوع نہیں بلکہ بقدر ضرورت جائز ہے) لہذا فقہاء نے بوجہ ضرورت، تعلیم قرآن (ودیگر طاعات پر) اجرت لینے کو علی خلاف القیاس جائز قرار دیا ہے (یعنی قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ تلاوت، تعلیم قرآن کریم چونکہ اعظم الطاعات ہیں سو تلاوت و تعلیم قرآن پر اجرت لینا ہرگز جائز نہ ہو مگر فقہاء نے اس قیاس کے خلاف فتویٰ دیا کہ تعلیم و تلاوت قرآن پر اجرت لینا جائز ہے)

﴿صاحب اشباہ لکھتے ہیں﴾

وجواز السلم علی خلاف القیاس لحاجة المفاليس. الاشباہ، صاحب اشباہ فرماتے ہیں (فقہاء) نے ناداروں کی ضرورت کے پیش نظر بیع سلم کو جائز قرار دیا حالانکہ یہ خلاف قیاس ہے ﴿صاحب ہدایہ، وکنز لکھتے ہیں﴾

☆... ویجوز الانتفاع بشعر الخنزیر للضرورة. هداية والکنز وغیرہما۔ صاحب ہدایہ، وکنز فرماتے ہیں۔

سور کے بالوں سے بوجہ ضرورت فائدہ اٹھانا جائز ہے (حالانکہ سور کے بال بھی نجس العین ہیں مگر بوجہ ضرورت فقہاء نے سور کے بال سے فائدہ اٹھانے کو جائز لکھا ہے) ﴿صاحب اشباہ لکھتے ہیں﴾

☆... المشقة تجلب التيسير والاصل فيها قوله، يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ، وقوله، وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ. الاشباہ۔

صاحب اشباہ فرماتے ہیں۔ مشقت آسانی کی طرف لی جاتی ہے، جیسے کہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:..... يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر سختی نہیں چاہتا۔

نیز اللہ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے:..... وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ،

ترجمہ۔ نہیں ہے تم پر دین میں کوئی تنگی،

☆۔۔ دیکھئے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر سختی نہیں چاہتا، نیز تم پر تمہارے دین میں کوئی سختی تمہارا مشقت میں پڑھ جانا نہیں چاہتا، سو وہ قاعدہ (المعروف کالمشروط) اس مسئلہ میں صحیح نہیں۔

﴿صاحب اشباہ لکھتے ہیں﴾

☆۔۔ وفي الحديث احب الدين الى الله تعالى الحنفية السمحة. الاشباہ صاحب اشباہ فرماتے ہیں۔

کہ حدیث میں ہے، کہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پیارا و محبوب دین وہ ہے جو حق اور آسان ہو، ☆۔۔ دیکھئے، اس میں شک نہیں کہ تلاوت قرآن کریم حق اور آسان ہے۔

﴿صاحب اشباہ لکھتے ہیں﴾

☆۔۔ وفي الحديث احب الدين الى الله تعالى الحنفية السمحة. الاشباہ

کہ حدیث میں ہے، کہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پیارا و محبوب دین وہ ہے جو حق اور آسان ہو، ☆۔۔ دیکھئے، اس میں شک نہیں کہ تلاوت قرآن کریم حق اور آسان ہے۔

﴿صاحب اشباہ لکھتے ہیں﴾

☆۔۔ قال العلماء يتخرج على هذه القاعدة جميع رخص الشرع وتخفيفاته وعد عليها فروع كثيرة حتى قال وطین الشوارع واثرنجاسة عسر زواله، وبول السنور في غير الاواني وعليه الفتوى والبحر اذا وقع في المحلب ورمى قبل التفتت. الاشباہ۔

صاحب اشباہ فرماتے ہیں۔

کہ اس قاعدہ کے پیش نظر وہ مسائل جنکی شریعت نے اجازت دی اور اس میں (سختی کے بجائے) تخفیف کی، وہ سارے اس قاعدہ کے ضمن میں داخل ہو گئے، پھر فقہاء نے اس رخصت شرعی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فروع کثیرہ کا ذکر کیا کہ وہ بھی معاف ہیں، مثلاً، (اگر بارش ہوئی ہو) اور روڈ پر کچڑ ہو (اور وہ کچڑ کپڑوں کو لگ جائے) سو وہ معاف ہے (یعنی ان کپڑوں کے پلید ہونے کا حکم نہیں دیں گے) یوں ہی اگر پلیدی کا اثر (یعنی رنگ اگر کپڑے کے دھلنے کے بعد بھی باقی ہو) اسکا زائل کرنا مشکل ہو تو فقہاء نے کہا ہے کہ وہ معاف ہے (یعنی آپ نے کپڑے سے پلیدی دھولی مگر اسکا رنگ زائل نہیں ہو رہا تو کوئی حرج

اس میں کسی کا اختلاف نہیں معلوم ہوتا۔

لان اختلاف المطالع لم يعتبر في الصوم لعلقه بمطلق الروية وهذا بخلاف الاضحية (وغيره) فالظاهر انها كاقوات الصلوة انتهى ما في الشلمی (شامی، ابن عابدین ج ۲ ص ۳۹۳)

الحاصل :-

اگرچہ قاضی تمام ملک کے لیے اور صرف ایک قلعہ میں فیصد کے لیے بھی مقرر ہو سکتا ہے لیکن روزہ کے باب میں رخصت حلال کے فیصد کے لیے اس توقف کی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ غیر بلدہ رخصت میں اس کے فیصد کا اعتبار ہی نہیں تا وقتیکہ وہ غیر مستفیض سے نہ ثابت ہو۔ ایسی خبر سے تو اگر قاضی بلد کا فیصد بھی ثابت ہو جائے تو اس پر عمل لازم ہو جاتا ہے۔ اور یہ خبر غیر مستفیض ہو تو نہ عوام کو اس پر عمل پناہ نہ قاضی بلد اس خبر کی بنا پر قاضی اعظم کے حکم کا نفاذ کر سکتا ہے۔ ایسے وقت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے قاضی اعظم کا حکم توڑ دیا بلکہ وہ حکم شرع اس کے نافذ کرنے پر مجبور ہے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

محمد عظیم الدین غفرلہ

امام مسجد جامعہ فقہیوری، دہلی

ڈاڑھی منڈانے، کتروانے والے کی اذان اور تکبیر

WWW.NAFSEISLAM.COM

استفتاء :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع مستین اس مسئلہ میں کہ واڑھی منڈایا واڑھی کتروانے والے کی اذان اور تکبیر پڑھنی مکروہ تحریمی ہے یا نہیں ؟ اور کیا ان کی اذان اور تکبیر کے اعادہ کا حکم ہے یا نہیں ؟ اور واڑھی منڈے کا تقرر کیا جاسکتا ہے ؟ ان کے لیے شرعی کیا حکم ہے ؟

سائل

محمد مکرم احمد

الجواب

واڑھی منڈے کا تقرر اذان اور تکبیر کے لیے نہیں کیا جاسکتا کہ مکروہ ہے۔ اذان لوٹائی جائے گی اور اقامت نہیں لوٹائی جائے گی۔

میں اختلاف ہو جائے) تو امام محمد کا قول اس صورت میں یہ ہے کہ عرف کی طرف رجوع کیا جائے (یعنی اگر عرف میں پیسے لینے کا رواج ہو پھر تو کپڑے کو خراب کرنے کی صورت میں درزی سے کپڑے کے پیسے وصول کریں گے اور یوں ہی اگر کپڑا رنگنے والے نے کپڑے کو دوسرا رنگ دے دیا جو کپڑا دینے والے کے منشاء کے مطابق نہ تھا تو امام محمدؒ کے نزدیک عرف کی طرف رجوع کریں گے (اگر عرف میں کپڑے کو دوسرا رنگ دینے کی صورت میں رنگ ساز ذمہ دار ہو تو پھر اس سے پیسے لیے جائیں)

البتہ مذکورہ تینوں ائمہ (امام اعظمؒ، امام احمدؒ، امام شافعیؒ) کے نزدیک مسئلہ یوں ہے کہ اختلاف کی صورت میں ہم عرف کو چھوڑیں گے، بلکہ ان دونوں صورتوں میں جو کپڑے کا مالک ہے اس کا قول معتبر ہے (وقالوا ان القول لرب الثوب وترکوا العرف) یہ بات فقہ کی تمام کتابوں کے متون اور شروح کے (باب الاجارہ) میں موجود ہے۔

☆ میں (مفتی شائستہ گلؒ) کہتا ہوں کہ طاعات و عبادات میں (جیسے تعلیم قرآن و تلاوت قرآن کریم، و آذان، و امامت) پر اجرت کے مسئلہ میں (المعروف کا المشروط، کا قاعدہ سچا نہیں آتا یعنی اس مسئلہ میں عرف عام کو اعتبار نہیں، بلکہ عرف عام کو ترک کریں گے اور فقہاء کا جو فتویٰ ہے کہ ہمارے زمانے میں طاعات پر اجرت لینا جائز ہے اسی فتویٰ پر عمل کریں گے۔

﴿صاحب اشباہ لکھتے ہیں﴾

قاعدہ مذکورہ (المعروف کا المشروط) بہت سارے مسائل کو شامل نہیں

سو یہ قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ قاعدہ اعلیٰ ہے یہ قاعدہ طاعات و عبادات کے بارے میں غیر مقبول ہے۔ دیکھئے صاحب اشباہ لکھتے ہیں۔

قال فی الاشباہ لو حلف لایہدم بیتا حث بہدم بیت العنکبوت حتیٰ عد اربعۃ مسائل مثله.

صاحب اشباہ فرماتے ہیں۔

اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں گھر نہیں گراؤں گا پھر اس نے ٹکڑی کا (جالا) توڑ ڈالا تو

وہ حائث ہوگا (یعنی اس نے قسم توڑ ڈالی لہذا اس پر کفارہ ادا کرنا لازم ہوا)

دیکھئے! کہ اس نے تو قسم کھائی تھی (لو حلف لایہدم بیتا) کہ میں گھر نہیں توڑوں گا پھر

اسے (هدم بیت العنکبوت) مکسری کا گھر (جالا) توڑ ڈالا، تو حادث ہوگا، فوراً فرمائیں کہ عرف عام میں مکسری کے جالے کو گھر تو نہیں کہتے بلکہ اسے جالا کہا جاتا ہے پھر بھی اسکے توڑنے سے فقہاء کے نزدیک وہ شخص حادث ہوگا۔

☆ معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ (المعروف کالمشروط) قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ قاعدہ اعلیٰ ہے یہ قاعدہ طاعات و عبادات کے بارے میں غیر مقبول ہے۔

(25) ان تمام جوابات سے ثابت ہوا کہ وہ حسنات (نیکیاں) جن کے عاملین کو بہت بڑا اجر و ثواب ملتا ہے ان (طاعات و حسنات) پر اجرت لینا بالاجماع جائز ہے، مثلاً (1) جہاد پر مالی غنیمت لینا۔ بالاجماع جائز ہے۔

(2) وصی، اور قیم، و ناظر، کے لئے یتیم کے مال میں سے دستور و معروف طریقہ سے لے لینا اور اپنے مصرف میں صرف کرنا۔ قرآن و سنت، کی روشنی میں جائز ہے۔

(3) مساجد، و رباط (مسافر خانے) کی تعمیر پر اجرت لینا۔ بالاجماع جائز ہے۔

(4) قرآن کریم و احادیث کی کتابت پر اجرت لینا۔ بالاجماع جائز ہے۔

☆ میں (مفتی شائستہ گلؒ) کہتا ہوں کہ تمہارا پیش کردہ قاعدہ (المعروف کالمشروط) مذکورہ بالا حسنات پر اجرت لینے کے جواز کی صورت میں غیر مقبول ہوا۔

﴿اعتراض﴾

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں

☆.. (فان قيل) قال وقد اتفقت كلمتهم جميعاً في الشروح والفتاوى على التعليل بالضرورة وهو خشية ضياع القرآن كمافی الهداية.

سوال؟ جناب والا صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔ تمام شروح اور کتب فتاویٰ اس بات پر متفق ہیں کہ (تعلیم قرآن کریم پر اجرت لینا) (التعلیل بالضرورة) ہے اور وہ یہ ہے (کہ اگر تعلیم قرآن پر اجرت نہ لی جائے تو) قرآن کریم کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔

(تعلیل بالضرورة کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کے ضائع ہونے کے خطرہ سے بچنے کیلئے فقہاء نے تعلیم قرآن کریم پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا اگر یہ وجہ نہ ہوتی تو پھر اسکے جواز کا بھی فتویٰ نہ دیتے)

﴿میں کئی وجوہ سے اسکا جواب دیتا ہوں﴾

﴿وجہ اول﴾

صاحب اشباہ لکھتے ہیں۔

☆.. قال في الاشباہ والحاجة تنزل منزلة الضرورة وجوزت الاجارة على خلاف القياس للحاجة. اشباہ. صاحب اشباہ فرماتے ہیں۔

اور حاجت ضرورت کے قائم مقام ہے، (یعنی اگر مسلمان کسی شئی کا محتاج ہو جائے یعنی ایسا کام جس کے کرنے کی اسے حاجت پڑ جائے تو یقیناً یہ احتیاجی اسکی ضرورت ہے، بہت ساری ایسی اشیاء ہیں جو اسلام میں ممنوع ہیں مگر جب مسلمان اشیاء ممنوعہ کی طرف محتاج ہو جائے تو یہ احتیاجی اسکی ضرورت بن گئی اب اگر وہ بصورت احتیاجی اس شئی کو استعمال کرتا ہے یا وہ کام جو اسلام میں ممنوع ہے اور کوئی مسلمان وہ کام بوجہ حاجت کے کر لیتا ہے تو چونکہ وہ احتیاجی اسکی ضرورت بن گئی ہے لہذا وہ کام جو ممنوع ہے اب اسے کر لینا ممنوع نہیں بلکہ بقدر ضرورت جائز ہے)

لہذا فقہاء نے بوجہ ضرورت، تعلیم قرآن (و دیگر طاعات پر) اجرت لینے کو علی خلاف القیاس جائز قرار دیا ہے (یعنی قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ تلاوت، تعلیم قرآن کریم چونکہ اعظم الطاعات ہیں سو تلاوت و تعلیم قرآن پر اجرت لینا ہرگز جائز نہ ہو مگر فقہاء نے اس قیاس کے خلاف فتویٰ دیا کہ تعلیم و تلاوت قرآن پر اجرت لینا جائز ہے،)

سو بیمار کی شفا یابی کیلئے قرآن شریف پڑھنا یا پڑھانا حاجت ہے، یوں ہی مرحوم کی مغفرت کیلئے قرآن کریم پڑھنا یا پڑھانا (یہ بھی) حاجت ہے، اسی طرح مصیبت زدہ کیلئے مصائب و آلام سے نجات کیلئے قرآن کریم پڑھنا یا پڑھانا (یہ بھی) حاجت ہے، اور یہ حاجت بطریقہ اولیٰ ضرورت ہے، ہوشیاری کا یہ قول کہ قراءت مجرہ کی ضرورت نہیں، یہ تفریع غلط و موقعہ محل کے خلاف ہے،

﴿وجہ دوم﴾

صاحب اشباہ لکھتے ہیں۔

وجواز السلم علی خلاف القیاس لحاجة المفاليس. الاشباہ

(فقہاء) نے ناداروں کی ضرورت کے پیش نظر بیع سلم کو جائز قرار دیا حالانکہ یہ خلاف قیاس ہے

☆۔۔۔ سویمارکی شفیابی کیلئے قرآن شریف پڑھنا یا پڑھانا حاجت ہے، یوں ہی مرحوم کی مغفرت کیلئے قرآن کریم پڑھنا یا پڑھانا (یہ بھی) حاجت ہے، اسی طرح مصیبت زدہ کیلئے مصائب و آلام سے نجات کیلئے قرآن کریم پڑھنا یا پڑھانا (یہ بھی) حاجت ہے، اور یہ حاجت بطریقہ اولیٰ ضرورت ہے، سوشائی کا یہ قول کہ قراءت مجرہ کی ضرورت نہیں، یہ تفریع غلط و موقعہ محل کے خلاف ہے،

﴿وجہ سوم﴾

﴿صاحب ہدایہ، وکنز لکھتے ہیں﴾

ویجوز الانتفاع بشعر الخنزیر للضرورة. هداية والکنز وغیرہما.

صاحب ہدایہ، وکنز فرماتے ہیں۔

سور کے بالوں سے بوجہ ضرورت فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ (حالانکہ سور کے بال بھی نجس العین ہیں مگر بوجہ ضرورت فقہاء نے سور کے بال سے فائدہ اٹھانے کو جائز لکھا ہے)

☆۔۔۔ سویمارکی شفیابی کیلئے قرآن شریف پڑھنا یا پڑھانا حاجت ہے، یوں ہی مرحوم کی مغفرت کیلئے قرآن کریم پڑھنا یا پڑھانا (یہ بھی) حاجت ہے، اسی طرح مصیبت زدہ کیلئے مصائب و آلام سے نجات کیلئے قرآن کریم پڑھنا یا پڑھانا (یہ بھی) حاجت ہے، اور یہ حاجت بطریقہ اولیٰ ضرورت ہے، سوشائی کا یہ قول کہ قراءت مجرہ کی ضرورت نہیں، یہ تفریع غلط و موقعہ محل کے خلاف ہے،

﴿وجہ چہارم﴾

اے اعتراض کرنے والے تو نے ضرورت کو صرف ضیاع قرآن سے مخصوص کیا

☆۔۔۔۔۔ میں کہتا ہوں کہ تمہاری یہ تخصیص غلط ہے، (یعنی تم نے کہا کہ تعلیم قرآن کریم پرا جرت لینا) (التعلیل بالضرورة) ہے اور وہ یہ ہے (کہ اگر تعلیم قرآن پرا جرت نہ لی جائے تو قرآن کریم کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے، یہ تخصیص صرف قرآن کریم کیساتھ غلط ہے بلکہ جمیع طاعات نفلیہ اس میں شامل ہیں) دیکھئے

﴿صاحب عینی لکھتے ہیں﴾

(10) وبعض مشائخنا أمة بلغ استحسوا الاستیجار علی تعلیم القرآن لظہور

التوانى اى الفتور والكسل فى الامور الدينية فى الامتناع تضيق حفظ القرآن لان المتقدمين منعوا ذلك لرغبة الناس فى مجازات الاحسان بالاحسان بلا شرط وقد زال ذلك فى هذا الزمان وقد يتغير الجواب باختلاف الزمان فيفتى بذلك حتى يجبر على دفع الاجر الى المعلم وان لم يضرب المدة يجب اجر المثل ويجبر على دفعه وكذا يجبر على دفع الحلوة المرسومة وعليه الفتوى.

عنى الهداية. اجارة جلد ۳ (۶۵۳) وكفاية الهداية والعناية والكافي والبحر.



بلخ کے ائمہ و مشائخ نے قرآن کریم کی تعلیم پر اجرت لینے کو اچھا جانا ہے کیونکہ (اموریہ) میں سستی ظاہر ہونے لگی، سوا جرت کی منع کی صورت میں قرآن کریم کے حفظ (ودیگر طاعات) کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے، اگرچہ متقدمین علماء نے اجرت کو منع کیا تھا، مگر یہ انکا مانہ تھا کہ انکے زمانے میں لوگ نیکی کا بدلہ نیکی سے بلا اجرت دیا کرتے تھے، جبکہ ہمارے زمانے میں وہ رغبت معدوم ہو چکی ہے، نیز حالات کے بدلنے سے مسائل میں بھی تبدیلی آتی ہے،

سوا آج فتویٰ اس پر ہے کہ اگر (شاگرد نے پڑھنے کا) وقت معین کیا ہو تو اسے معلم کی اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا، اور اگر مدت معین نہ ہو تو پھر اجرت مثلی دیا جائیگا (اجرت مثلی کا مطلب یہ ہے کہ اس علاقہ میں استاد کو مطلوبہ تعلیم پر جو کچھ دیا جاتا ہے اتنا ہی دینا پڑھے گا) ☆----- دلیل مذکور سے تمہاری تخصیص غلط ثابت ہوئی۔

دوسرا جواب

﴿صاحب روح البیان و خزینۃ الاسرار لکھتے ہیں﴾

☆... وفى زماننا تغير الجواب فى بعض المسائل لتغير الزمان وخوف اندراس العلم والدين لفتور الرغبات (الى قوله) فافتى فى الجواز فيهما خشية الوقوع فى ما هو اشد منها و اوضح. كذا فى روح البیان تحت اية لا تشتروا باياتى ثمنا قليلا، ثم خزينة الاسرار. (۶۶)

صاحب روح البیان و صاحب خزینۃ الاسرار فرماتے ہیں،

(کہ متقدمین کے زمانے میں لوگ نیکیوں کے کاموں میں بلا اجرت رغبت رکھتے تھے، سو

انکا اجرت لینے کو منع کہنا اس زمانے کے لحاظ سے صحیح تھا سائلین کو ممانعت کا جواب دینا انکے زمانے کے لحاظ سے بالکل درست تھا، جبکہ ہمارے زمانے میں (لوگوں کی طبیعتوں میں تغیر و تبدل کی وجہ سے) بعض مسائل کا جواب بھی متغیر ہوگا (بلکہ ہمارے زمانے میں) لوگوں کی دین کی طرف رغبت میں کمی اور سستی و کالی اس حد تک پہنچی کہ اس بات کا خوف پیدا ہوا کہ بے رغبتی اور سستی و کالی کی بنا کہیں دین و اسلام منہدم نہ ہو جائے،

سوءلاء (احناف) نے بوجہ خوف کے (کہ کہیں دین و اسلام منہدم نہ ہو جائے) مذکورہ مسائل (طاعات پر اجرت لینے) کے بارے میں جواز کا فتویٰ دیا،

اس لئے کہ دین کا تمامہ منہدم ہونے سے (بہتر ہے کہ جواز کا فتویٰ دیا جائے اور دین کو منہدم ہونے سے بچایا جائے) کیونکہ دین کا منہدم ہونا (نعوذ باللہ) اجرت کے لینے سے زیادہ پریشان کن، اور تباہی کا باعث ہے۔

☆۔۔۔۔۔ دلیل مذکور سے بھی تمہاری تخصیص غلط ثابت ہوئی۔

﴿اعتراض﴾

☆۔۔ وقد اتفقت كلمتهم جميعاً على التصريح باصل المذهب من عدم الجواز ثم استثنوا بعد ما علمته فهذا دليل قاطع وبرهان ساطع على ان المفتي به ليس هو جواز الاستيجار على كل طاعة بل على ما ذكره فقط مما فيه ضرورة ظاهرة تبيح الخروج عن اصل المذهب.

سوال؟ جناب والا! تمام علماء احناف اصل مذہب کی تصریح پر متفق ہو گئے، کہ اصل مذہب کے مطابق (طاعات پر اجرت) لینا جائز نہ (تھا) سو انہوں نے (بعض) مسائل کو منع کے فتویٰ سے مستثنیٰ قرار دیا،

سویہ دلیل قاطع، اور دلیل ساطع ہے کہ تمام طاعات پر اجرت لینا مفتی بہ قول کی مطابق جائز نہیں، سوائے ان طاعات کے جنہیں فقہاء نے اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا ہے، کیونکہ اس کی ضرورت ظاہر ہے۔ سویہ ضرورت ہی اصل مذہب (یعنی مفتی بہ قول سے) خروج کا سبب بنا۔

﴿قلنا فی الجواب بوجوه﴾

ہم کئی وجوہ سے اسکا جواب دیتے ہیں

﴿وجہ اول﴾

پہلا جواب یہ ہے،

کہ قول اول میں بجمہ تعالیٰ چودہ کتابوں سے ثابت کر آیا ہوں کہ فقہاء کے اس قول (لایجوز الاستیجار) کا مرادی معنی (محرم) یا (یکرہ) نہیں بلکہ اسکا مرادی معنی (لایجب الاجر) ہے، سوائے حرام یا مکروہ کہنا لغو ہو گیا۔

تفصیل درکا ہو تو دیکھئے قول اول، جو گذر چکا ہے۔

﴿وجہ دوم﴾

دوسرا جواب یہ ہے،

کہ استثناء کیلئے ان الفاظ کا استعمال (ثم استثنوا) (فان الاستثناء من ادوات العموم) غلط فاحش ہے، کیونکہ کتابوں میں استثناء کیلئے یہ الفاظ موجود نہیں۔
سوائے مطلوب فاسد کے حصول کیلئے ان الفاظ کا غلط استعمال علماء کے شان کے لائق نہیں

﴿وجہ سوم﴾

کہ معترض کے اس قول سے یہ ظاہر ہو رہا ہے، کہ معترض نے (المفتی بہ لیس بہ جواز الاستیجار علی کل طاعة) سے مراد یہ لیا ہے کہ

متاخرین فقہاء کا مفتی بہ قول یہ ہے کہ (طاعات پرا جرت لینا) جائز بلا وجوب ہے، اس عبارت (لیس بہ جواز الاستیجار علی کل طاعة) سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط ہے۔

کیونکہ میں نے قول دوم میں اکیس کتابوں کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ متاخرین فقہاء کا مفتی بہ قول وجوب الاجرة ہے، اور اس کے ضمن میں ہی جواز موجود ہے،

سوائے خوب ظاہر ہوا، کہ اصلی مذہب جواز الاستیجار بلا وجوب ہے، اور متاخرین کا مفتی بہ قول وجوب الاجرة ہے اسی کے ضمن میں جواز پایا جا رہا ہے،

سے متاخرین کا قول دلیل قاطع، وساطع ہے۔
کیونکہ اصلی مذہب بھی یہی ہے کہ طاعات پرا چارہ جائز بلا وجوب ہے، تو متاخرین کے قول

اور اصل مذہب میں تطبیق پائی گئی سو معترضین کا قول لیس جواز الاستیجار علی کل طاعة (سے متاخرین کا مفتی بہ قول جواز بلا وجوب لینا غلط ہے۔

﴿اعتراض﴾

☆.. و ما عزی لحاوی الزاہدی من انه لا يجوز الاستیجار علی اقل من خمسة واربعین درهما فخرج عما اتفق علیه اهل المذاهب قاطبة. (۳۶) سوال؟ جناب والا!

حاوی الزاہدی فرماتے ہیں کہ استیجار پختا لیس (45) دراهم سے کم جائز نہیں سو یہ بات اہل مذہب کے اس مسئلہ سے خارج جس پر اہل مذہب کا اتفاق ہے۔

﴿میں کئی وجوہ سے اس کا جواب دیتا ہوں﴾

وجہ اول

پہلا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ مبسوط کا ہے اور مبسوط سے کواشی نے نقل کیا پھر کواشی سے خزینۃ الاسرار نے نقل کیا ہے، حالانکہ مذہب وہی ہے جو ظاہر الروایۃ ہے لہذا معترض کا اعتراض غلط ہے۔ دیکھئے صاحب کواشی لکھتے ہیں۔

☆.. وفي الكواشي المستاجر للختم اقل من خمسة واربعین درهما شرعيا هذا اذا لم یسم شیئا من الاجر كما ذكره فی الاصل ای المبسوط فی رجل قال للقاری اختم القرآن لی ولم یسم شیئا من الاجر وختمه وليس له ان يأخذ اقل من خمسة واربعین درهما لمخالفة النص الا ان یهب الاجیر للمستاجر ما فوق المسمى الى خمسة واربعین بعد العقد علیه او شرط ان یکون ثواب ما فوزه لنفسه فلا یأثم فعلى هذا لو قال القاری اقرأ ختما بقدر ما قدرت من الاجر حين امره المستاجر بالختم باقل من خمسة واربعین درهما فقرأ من القرآن ذلك المقدار من الثلث او الربع او النصف او نحوها فلا یأثم وهذا مما یجب حفظه لابتلاء العوام والخواص بذلك. خزینۃ الاسرار. (۶۶)

اور کواشی میں ہے کہ اگر کسی نے ختم قرآن پر اجرت طے نہیں کی (اور ختم کر لیا) تو اسے پابند ہے کہ وہ پختا لیس دراهم سے کم نہ لے، یہ مسئلہ مبسوط میں کچھ اس طرح مذکور ہے،

اگر کسی نے قاری سے کہا کہ میرے لئے قرآن کا ختم کر، اور اجرت مقرر نہ کی تو قاری کو چاہئے کہ نص کے مطابق پختالیس دراہم سے کم نہ لے۔

ہاں اگر اجیر پختالیس دراہم سے زیادہ دیتا ہے، بعد اسکے کہ قاری کیساتھ یہ معاہدہ ہوا تھا، یا قاری نے یہ شرط لگائی تھی کہ اس مقدار سے زیادہ پڑھوں گا تو زیادہ کا اجر و ثواب میرے لئے ہی ہوگا،

اس صورت میں (اگر اجیر متعین کردہ دراہم سے زیادہ خدمت کرتا ہے اور قرآن پڑھنے والا زیادہ لے لیتا ہے تو وہ) گنہگار نہیں، اس پر تفریع بٹھاتے ہوئے مصنف لکھتا ہے کہ اگر اجیر نے مستاجر سے کہا کہ میرے لئے پختالیس دراہم سے کم میں قرآن کریم پڑھ، قاری نے کہا کہ میں جتنی مقدار پڑھنے پر قادر ہوا پڑھوں گا، پھر قاری نے (ایک اندازے کے مطابق پختالیس دراہم کا) نصف یا تہائی، یا چوتھائی، کے مقدار میں تلاوت کی، تو وہ (اس متعین کردہ مقدار کے مطابق اجیر سے اجرت لے تو) گنہگار نہیں۔

اس مسئلہ کو محفوظ کرنا ضروری ہے کیونکہ عوام و خواص سب کو ہی اس کی ضرورت ہے۔

﴿اعتراض﴾

☆.. فاذا علمت ذلک ظہر لک حقیقۃ ما قلناہ وان خلافہ خارج من المذہب و مصافی بہ البلخیون و ما طبق علیہ الثمن متونا و شروحا و فتاویٰ.

سوال؟ جناب والا! متون اور شروح اور ہمائے ائمہ کا اتفاق اور جس پر لکھی فقہاء احناف نے فتویٰ دیا ہے اس سے حقیقت مسئلہ ظاہر ہوا۔ اسکی مخالفت مذہب سے خروج ہے۔

﴿میں کئی وجوہ سے اسکا جواب دیتا ہوں﴾

﴿وجہ اول﴾

☆.. وجہ اول یہ ہے کہ یہ عبارت (فاذا علمت ذالک ظہر لک حقیقۃ ما قلنا) اس بات کی طرف اشارہ ہے، کہ قبر کے پاس قرآن کریم پڑھنے کی اگر کوئی وصیت کر لے تو یہ وصیت باطل ہے۔ اس عبارت سے وصیت کا بطلان ثابت کرنا غلط ہے، کیونکہ میں مجملہ تعالیٰ کئی کتابوں کے حوالوں سے ثابت کر چکا ہوں کہ وصیت کے بطلان کا قول قبول مرجوح ہے جب کہ مختار قول یہ ہے کہ یہ وصیت درست ہے سو یہ قول (ظہر لک حقیقۃ ما قلنا) باطل ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ فروع، اور عملیات اور ہیں، اور اصول، و اعتقادات اور ہیں، قبروں کے پاس قراءت مجرّدہ، فروع، و عملیات کے اقسام سے ہے، نہ کہ اصول و اعتقادات کے اقسام میں سے، سو اس مسئلہ فرعیہ میں لفظ (حقیقہ) کہنا و استعمال کرنا اس لئے غلط ہے کہ لفظ (حقیقت، و حق) کے استعمال کا تعلق عقائد سے ہے، جبکہ قبروں کے پاس قراءت مجرّدہ، فروع، و عملیات کے اقسام سے ہے، نہ کہ اصول و اعتقادات سے، سو اس لفظ کا یہاں استعمال بے جا ہے، کیونکہ فروع میں لفظ (صواب) استعمال ہوتا ہے، (جو یہاں موجود نہیں)

﴿صاحب اشباہ لکھتے ہیں﴾

☆.. وفي الاشباہ اذا سئلنا عن مذهبنَا ومذهب مخالفنا.

قلنا وجوباً مذهبنا صواب يحتمل الخطاء ومذهب مخالفنا خطأ يحتمل الصواب واذا سئلنا عن معتقدنا ومعتقدنا وجوباً الحق مانحن عليه والباطل ماعليه خصوصاً من الدرامختار جلد ۱. مقدمة (33) والاشباہ

اگر ہم احناف سے ہمارے مذہب اور مخالفین کے مذہب کے بارے سوال کیا جائے، تو ہم سائل کے جواب میں کہیں گے کہ ہمارا مذہب بالکل درست ہے (ہاں) خطا کا احتمال ممکن ہے جبکہ مخالفین کا مذہب ہی غلط ہے اگرچہ صواب (یعنی درست ہونے کا) احتمال ہے، ☆----- مگر جب سائل ہم سے اور ہمارے اور مخالفین کے عقائد کے بارے میں سوال کرے گا تو ہم لازماً یہی جواب دیں گے، کہ (بجہ تعالیٰ) ہمارا عقیدہ سچا اور حق ہے، جبکہ مخالف کا عقیدہ باطل و مردود ہے۔

دیکھا آپ نے کہ لفظ (حق) کا تعلق عقائد سے ہے نہ کہ فروع اور عملیات سے۔

ثابت ہوا کہ مسائل فرعیہ میں لفظ (حقیقہ) کہنا و استعمال کرنا غلط ہے، جب معترض کو یہ علم نہیں تو اسکے دیگر اقوال پر کیا اعتماد کیا جائے گا۔

﴿وجہ سوم﴾

کہ یہ کہنا (وان خلافہ خارج) یقیناً غلط ہے، کیونکہ لایجوز الاستیجار کا معنی مذہب اور متون، و شروح، و فتاویٰ میں یہ سب ای (لایجب الاجر)

جس کا خلاصہ یہ ہے، کہ ایسا اجارہ منعقد نہیں ہوتا کیونکہ ایسے اجارہ صریحہ کا عدم انعقاد، بوجہ، ایجاب، وقبول، اور شرائط، کے نہوتے ہوئے منعقد نہیں یعنی وجوب اجرة نہیں سوا عدم انعقاد کی صورت میں نہ تو اجیر پر اجرت دینا واجب، اور نہ ہی مستاجر کا اجیر سے کچھ لینا واجب،

اور جو دیا جاتا ہے، وہ اس طرح ہے، کہ ایک طرف سے تالی قرآن نے قرآن کریم کی تلاوت کی، پھر جانب ثانی نے تالی قرآن کی خدمت کی، سو یہ تو قرآن کریم کی آیت پر عمل ہے (هل جزاء الاحسان الا الاحسان) نیکی کا بدلہ نیکی ہے، قرآن پڑھنے والے نے تلاوت کے ذریعے صاحب خانہ کیساتھ احسان کیا اور صاحب خانہ نے خدمت کے ذریعے احسان کیا نیز اسکی مکمل وضاحت میں نے المعروف کالمشروط کی بحث میں کردی ہے کہ متقدمین نے اس آیت مبارک کی دلیل سے جا نہیں کے اعمال کو درست قرار دیا ہے،

یعنی قاری کا قرآن کریم کی تلاوت، اور صاحب خانہ کا قاری کی خدمت کرنا، دونوں جائز ہیں،

﴿وجہ چہارم﴾

چوتھی وجہ یہ ہے!

کہ مفتی بہ قول کی مطابقت اجارہ کا عقد (معابدہ) منعقد ہوتا ہے، اس سے یقیناً اجرت واجب ہوا، مگر ہمارے زمانے میں عقدی اجارہ صریحہ ہے نہیں اور نہ ہی شرط کے الفاظ، لہذا مفتی بہ قول کی مخالفت نہ ہوگی،

﴿اعتراض﴾

☆. وما استدلل به بعض المحشين على الجواز بحديث البخاري في اللديغ فهو خطأ لان المتقدمين من المانعين الاستيجار جوزوا الرقية بالاجرة ولو بالقرآن كما ذكره الطحطاوى. لانها ليست عبادة محضة بل من التداوى.

سوال؟ جناب والا! بعض محشی حضرات نے بخاری کی روایت کردہ وہ حدیث جس میں ایک شخص کو سانپ یا کچھو نے کاٹا تھا (اور صحابہ نے دم کرنے کے بدلے بکریوں غاصی تعداد دی تھی) اس حدیث کو اجرت لینے کیلئے دلیل بنایا ہے جبکہ اس حدیث کو طاعات پر اجرت لینے کی دلیل بنانا غلط ہے کیونکہ وہ فقہاء جو تعلیم قرآن کریم یا طاعات پر اجرت لینے کو منع لکھتے ہیں انہوں نے دم کرنے پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے اگرچہ قرآن کریم کیساتھ دم کیا جائے،

کیونکہ قرآن کریم عبادۃ حصّۃ نہیں بلکہ قرآن من جانب اللہ شفاء بھی ہے لہذا یہ بیماروں کے علاج کیلئے بھی ہے،

﴿میں کئی وجوہ سے اسکا جواب دیتا ہوں﴾

﴿وجہ اول﴾

معرض کا یہ کہنا (وما استدلل به بعض المحشّین) غلط ہے۔

یعنی معرض کا یہ کہنا کہ بعض محشیوں نے اس حدیث سے اجرت کے لینے کو جواز کی دلیل بنائی ہے، یہ ”بعض“ کا لفظ غلط ہے، بلکہ خزینۃ الاسرار کی عبارت یوں ہے، دیکھئے وہ فرماتے ہیں کہ تینوں ائمہ (امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ) اور متاخرین علماء احناف نے ان احادیث سے جو احادیث اللدیغ (جسے سانپ یا کچھو نے کاٹا تھا اور صحابہ نے دم کیا اور اس دم پر اجرت لی تھی) کو انہی دلیل بنایا ہے (جبکہ یہ احادیث اتنی معتبر اور قوی ہیں، جنہیں حضرت ابوسعیدؓ اخدری حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہم اجمعین نے روایت کی ہیں) سوائے ثلاثہ (امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ) اور متاخرین علماء احناف کے استدلال کو (بعض المحشّین) کہنا نہایت توہین آموز ہے۔ خزینۃ الاسرار کی عبارت ملاحظہ فرمائیں، ☆
الائمة الثلاثة والعلماء المتأخرون من الحنفية استدلووا في اخذ الاجرة بهذه الحديث. خزينة الاسرار. (66) ای احادیث اللدیغ المرویة عن ابی سعید الخدری وابن عباس وابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہم.

﴿وجہ دوم﴾

دوسری وجہ یہ ہے

کہ معرض کا یہ کہنا (فہو خطاء) غلط ہے، اس لئے کہ معرض کا مقصد یہ ہے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ صحیح ہے، رہا ائمہ ثلاثہ (امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ) کا قول یا متاخرین علماء احناف کا قول وہ غلط ہے (نعوذ باللہ) کلا۔ یعنی ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ معرض کا قول درست ہو اور نعوذ باللہ ائمہ ثلاثہ (امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ) کا قول یا متاخرین علماء احناف کا قول غلط ہو بلکہ بالیقین معرض کا قول ہی غلط ہے

﴿وجہ سوم﴾

تیسری وجہ یہ ہے

کہ معترض کا یہ کہنا (لان المتقدمين من المانعين الاستيجار) اس عبارت میں لفظ "المانعین" کو استعمال کرنا غلط ہے،

اس لئے کہ میں قول اول میں واضح کر آیا ہوں کہ علماء متقدمین کے اس قول (لا يجوز الاستيجار) کا معنی مراد یہ ہے ای (لا يجب الاجر) نہ کہ (محرم، اور نہ یکروہ، اور نہ یمنع) (یعنی علماء متقدمین کیلئے "مانعین" کا لفظ استعمال کرنا صحیح نہیں کیونکہ وہ مانعین نہیں بلکہ انکے اس قول جس میں انہوں فرمایا ہے کہ استيجار جائز نہیں کا مقصد یہ ہے کہ یہ اجارہ واجب نہیں انہوں نے یہ کب کہا ہے کہ یہ اجارہ حرام ہے یا یہ اجارہ مکروہ ہے یا یہ اجارہ منع ہے۔ تو اپنی جانب سے علماء متقدمین کو مانعین کے لفظ سے نوازنا کہاں کا انصاف ہے تعلیق، مترجم)

﴿وجہ چہارم﴾

چوتھی وجہ یہ ہے

کہ معترض کا یہ لکھنا (جوزوا الرقية بالاجرة) یہ ائمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل) اور متاخرین علماء احناف کے استدلال کا اقرار ہے۔

(یعنی اے معترض تو نے بھی تسلیم کر لیا کہ علماء متقدمین نے دم و تعویذات پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے تو پھر تو نے اس عبارت سے ائمہ ثلاثہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور متاخرین علماء احناف کے استدلال کا اقرار کر لیا۔ تعلیق، مترجم)

﴿وجہ پنجم﴾

معترض کا یہ لکھنا (لانها ليست عبادة محضة) یہ بھی غلط ہے کیونکہ سورہ فاتحہ یقیناً قرآن ہے۔

﴿وجہ ششم﴾

چھٹی وجہ یہ ہے

کہ معترض کا یہ لکھنا (بل من التداوى) یہ بھی غلط ہے، کیونکہ علم طب میں تداوی ان اشیاء کو کہا جاتا ہے جو (بیماریوں سے صحتیابی کیلئے استعمال کی جاتی ہیں) جب تو نے سورہ فاتحہ

کو تداوی کہد یا پھر تو آپ اس آیت مبارک (وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمت للمؤمنین) کو دلیل بنا کر پورے قرآن کریم کو تداوی کہو گے۔

﴿اعتراض﴾

☆۔ قوله استدلال الشافعی انه ﷺ زوج بمآمعه من القرآن. متفق علیه. (الیٰ قوله)

قلت: الجواب الاول انه ليس فيه تصريح بان التعليم صدق فيحتمل انه زوجها اياه بغير صدق اكراماله وتعظيمه للقرآن.

اعتراض؟ جناب والا!

اس حدیث سے (جس میں فرمایا گیا ہے) کہ حضور پر نور ﷺ نے (ایک زوجہ مبارکہ سے) قرآن کریم کے اتنے حصہ کے عوض نکاح کیا جتنا (اس وقت تک نازل ہوا تھا اور) انکے پاس تھا، امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔
(مقترض کہتا ہے) سو میں اسکا جواب دیتا ہوں (کہ قرآن کریم عوض نہیں بن سکتا) کیونکہ اس کلام میں کوئی تصریح نہیں کہ تعلیم قرآن مہر ہو، نیز اس کلام میں یہ احتمال ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے اس زوجہ مبارکہ سے بغیر مہر کے نکاح فرمایا ہو (ہو سکتا ہے کہ اس زوجہ مبارکہ کا نکاح بغیر مہر کے من جانب اللہ اپنے نبی ﷺ) کا اکرام ہو، اور تعلیم قرآن برائے تعظیم قرآن ہو،

﴿جواب﴾

میں (مفتی شائستہ گل) اسکا جواب دیتا ہوں!

کہ جناب والا، اس حدیث میں تصریح ہے کہ تعلیم قرآن مہر ہے، کیونکہ اس حدیث کی عبارت یوں ہے (وَزَوْجٌ بِمَآمَعَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ، حضور پر نور ﷺ نے قرآن کریم کے اس حصہ مبارک کے عوض اس خاتون سے نکاح کیا جو حصہ اس وقت تک انکے پاس موجود تھا) ہما میں حرف (ب) برائے عوض، یا برائے بدل، ہے، جس طرح بیع و ثراء میں یہی حرف (ب) برائے عوض، یا برائے بدل، ثمن پر داخل کرتے ہیں، (جیسے کوئی کہے اشتریت القلم بعشرة دراهما۔ خریدا میں نے قلم دس روپے کے عوض، دیکھا آپ نے کہ یہاں بھی ”حرف ب“ برائے عوض ہے، اسی طرح زوج بمآمعه میں بھی ”ب“ برائے عوض، یا بدل، ہے، تعلق بہ ترجم)

ثابت ہوا کہ اس حدیث میں (قرآن کریم کا مہر کے) عوض ہونا ظاہر متبادر ہے، اور کلام کو ظاہر متبادر پر محمول کرنا واجب ہے، کیونکہ تبادر حقیقت کے اقویٰ علامات میں سے قوی علامت ہے، (جیسے کہ مختصر المعانی صفحہ نمبر 234 میں ہے)

ان دلائل سے یہ احتمال باطل ہو گیا کہ (حضور پر نور ﷺ نے) بغیر مہر کے نکاح فرمایا، نیز یہ احتمال بھی باطل ہوا کہ اس حدیث (زَوْجٌ بِمَا مَعَهُ مِنَ الْقُرْآنِ) میں بما میں ”ب“ بمعنی ”ل“ کے ہو۔ نیز یہ احتمال بھی باطل ہوا کہ اس زوجہ مجترمہ رضی اللہ عنہا نے اپنا مہر حضور پر نور ﷺ کو بخش دیا ہو، پھر یہ جتنے احتمالات معترض نے بیان کیئے ہیں یہ تمام کے تمام ناشی بلا دلیل ہیں، جبکہ حمل معنی حقیقی پر واجب ہے، ہاں معنی حقیقی پر حمل کرنا اس وقت صحیح نہیں کہ معنی حقیقی پر حمل کرنا محال ہو یا معنی حقیقی معذور ہو، جبکہ یہاں معنی حقیقی پر حمل کرنا نہ تو محال ہے اور نہ معنی حقیقی معذور ہے سو معنی حقیقی پر حمل کرنا واجب ٹھہرا، (اور وہ ہے قرآن کریم کا وہ حصہ جو حضور پر نور ﷺ کے پاس موجود تھا کے عوض نکاح کا منعقد ہونا، قرآن کریم ہی مہر کا عوض ہوا۔ تعلیق، مترجم)

﴿اعتراض﴾

لانسلم ان جواز الاجر فی الرقی يدل على جواز التعليم بالاجر والحديث انما هو في الرقية.
اعتراض؟ جناب والا!

دم (تعویذات) پر اجرت لینے کے جواز کو ہم تعلیم قرآن کے اجرت لینے کے جواز پر قیاس نہیں کر سکتے (یعنی اگر حضور ﷺ کے زمانے میں صحابہ کرامؓ نے سانپ یا بچھو کے کاٹے ہوئے آدمی کو دم کیا تھا اور اسکے بدلے صحابہ کرامؓ نے اجرت لی تھی اور اللہ کے نبی ﷺ نے اس میں سے اپنا حصہ بھی طلب فرمایا تھا تو دم کرنے کی اجرت کے جواز کو) تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے جواز کیلئے دلیل نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ وہ اجرت تو صرف ”دم“ تک محدود ہے، نہ کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو شامل، سو ہم تمہارا یہ قیاس تسلیم نہیں کرتے۔

﴿جواب﴾

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ ان احق ما اخذتم (الیٰ آخرہ) قال العینی فیہ جواز اخذ الاجرة لتلاوة القرآن وللتعليم والرقیٰ ایضاً لعموم اللفظ. عینی البخاری. ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ کما مر فی الاحادیث عن ابن عباس رضی اللہ عنہ میں (مفتی شائستہ گل) اسکا جواب دیتا ہوں!

دیکھئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جو حدیث مروی ہے جسکے الفاظ یہ ہیں (ان احق ما اخذتم) اس حدیث کے ذیل میں علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم کی تعلیم نیز تلاوت قرآن کریم (کسی کے گھر میں ہو، یا عند القبر ہو) اور دم و (تعویذات پر) اجرت لینا جائز ہے، کیونکہ یہاں لفظ کا عموم دلالت کر رہا ہے، وہ عموم یہ ہے (ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ) علامہ عینیؒ کی اس توضیح سے معترض کا سارا نظریہ تباہ و برباد ہو گیا،

﴿اعتراض﴾

ولا ضرورة فی الاستیجار علی القراءة علی القبر.

اعتراض؟ جناب والا! قبر کے پاس قرآن کریم پڑھنے پر اجرت لینے کی ضرورت نہیں۔

﴿میں کئی وجوہ سے اسکا جواب دیتا ہوں﴾

﴿وجہ اول﴾

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

فیہ جواز الاجرة لتلاوة القرآن کما مر انفا.

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں تلاوت قرآن کریم پر اجرت لینے کا جواز ہے۔

﴿وجہ دوم﴾

وجہ دوم یہ ہے، کہ میں نے عبارات کثیرہ سے ثابت کیا کہ تمام اقوال میں مختار قول یہ ہے کہ تلاوت مجرہ پر اجرت لینا جائز ہے۔

﴿وجہ سوم﴾

تیسری وجہ یہ ہے، دیکھئے مرحوم کی مغفرت، مرحوم کا نس والفت، اور مرحوم سے عذاب قبر میں

تخفیف، یہ تمام مرحوم کی ضروریات ہیں، (مرحوم کو مذکورہ تمام اشیاء کی ضرورت ہے) اور مرحوم کی یہ مذکورہ تمام ضروریات قرآن کریم کی تلاوت کی برکت سے پوری ہو سکتی ہیں، مگر افسوس کہ معترض کو مذکورہ ضروریات، ضروریات نظر ہی نہیں آتیں، (العیاذ باللہ)

﴿اعتراض﴾

والمأخوذ منها حرام للأخذ وهو عاص بتلاوة والذكر لاجل الدینا ویمنع القاری للدینا والأخذ والمعطى الثمان. ☆... اعتراض؟ جناب والا! تلاوت قرآن کریم اور ذکر کے عوض جو کچھ لیا جائے وہ لینے والے کیلئے حرام ہے اور دنیا کے حصول کیلئے جو تلاوت کرتا ہے یا دنیا کے حصول کیلئے ذکر کرتا ہے وہ دونوں گنہگار ہیں جو قاری دنیا کے حصول کیلئے قرآن کریم کی تلاوت کرے اسے منع کیا جائے، اس صورت میں عوض دینے والا اور عوض لینے والا دونوں گنہگار ہیں۔

﴿میں کئی وجوہ سے اسکا جواب دیتا ہوں﴾

﴿وجہ اول﴾

میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں! کہ یہ حرمت، ومعصیت، وگناہ، اس بات پر مبنی ہیں کہ جب متقدمین کے اس قول لایجوز الاستیجار علی الطاعات کا معنی مرادی یحرم الاستیجار کیا جائے جبکہ (لایجوز الاستیجار علی الطاعات) کا معنی (یحرم الاستیجار) کرنا غلط ہے کیونکہ امام محمدؒ نے اپنی کتاب مبسوط میں خود اس عبارت کا مرادی معنی یوں کیا ہے۔ ای لایجب الاجر، امام محمدؒ نے اسکا مرادی معنی یحرم نہیں فرمایا، سو، عدم وجوب جواز کے منافی نہیں۔ جس طرح کہ میں نے قول اوّل میں بہت ساری کتابوں سے جواز کا ذکر کر دیا ہے، فارجع الیہ ان شئت،

﴿وجہ دوم﴾

وجہ دوم یہ ہے

یہ کہنا (وہو عاص بتلاوة والذكر لاجل الدینا ویمنع القاری للدینا) کہ دنیا کے حصول کیلئے ذکر و تلاوت کرنے والا گنہگار ہے ایسے قاری کو تلاوت سے منع کیا جائے، یہ قول غلط و مردود ہے،

دیکھئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

☆ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝ وَ يُمِدِّدُكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَيْنٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ۝ سوره نوح، پ ۲۹

(حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں)

پس میں نے اپنی قوم سے کہا، معافی مانگو اپنے رب سے، وہی اللہ معاف کرنے والا ہے، بھیجے گا اللہ تم پر موسلا دھار بارش، اور اللہ تمہاری امداد فرمائے گامال اور بیٹوں سے، اور بنادے گا اللہ تمہارے لئے باغ، اور بنائے گا اللہ تمہارے لئے نہریں،

قرآن کریم کی اس آیت سے ثابت ہوا کہ طاعات میں مشغول ہونا خیر و برکت اور وسعت رزق کا سبب ہوتا ہے، نیز دینا، اور اموال، و اولاد، اور باغات، اور نہریں، اور مغفرت، کے حصول کیلئے استغفار پڑھنا دلیل قطعی ہے، احادیث صحیحہ، و اقوال صحابہ کرام، و اقوال تابعین سے ثابت ہے،

﴿وجہ سوم﴾

تیسری وجہ یہ ہے

کہ محترض کا قول مبنی ہے طاعات پر اجارہ صریحہ کی صورت میں، جبکہ یہاں اجارہ صریحہ نہیں، سو یہ اعتراض ہی بے جا ہے، نیز میں نے ”عَادَةُ مُسْتَمِرَّة“ اور ”المعروف کا مَشْرُوط“ کی بحث میں خوب وضاحت کی ہے، فارجمع الیہ ان شئت،

﴿اعتراض﴾

☆.. فَالْحَاصِلُ أَنَّ مَا شَاعَ فِي زَمَانِنَا مِنْ قِرَاءَةِ الْأَجْزَاءِ بِالْأَجْرَةِ وَحِينَئِذٍ فَقَدْ ظَهَرَ لَكَ بَطْلَانُ مَا كَبَّ عَلَيْهِ أَهْلُ الْعَصْرِ مِنَ الْوَصِيَّةِ بِالْخَتَمَاتِ وَالتَّهْلِيلِ (الیٰ آخرہ)
وَلَوْلَا الْأَجْرَةُ مَاقَرَأَ أَحَدٌ لَّا أَحَدٌ فِي هَذَا الزَّمَانِ بَلْ جَعَلُوا قِرَاءَانَ الْعَظِيمِ كَسِبًا وَوَسِيلَةً إِلَى جَمْعِ الْمَالِ لَعَلَّهُمْ أَنَّهُمْ لَا يَذْهَبُونَ إِلَّا بِالْأَجْرَةِ الْبَتَّةِ.

اعتراض؟ جناب والا!

اقوال سابقہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں لوگ (مرحوم کے گھر جمع ہوتے ہیں اور ایصالِ ثواب کیلئے) قرآن کریم کے پارے پڑھتے ہیں، جبکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے

کہ اہل عصر علماء نے (مسلمانوں کو) اس طرح وصیت کرنے سے منع کیا ہے کہ میرے لئے (میرے مرنے کے بعد) قرآن کریم کے ختم، یا ذکر واذکار کیا جائے، بلکہ (قاریوں) نے قرآن کریم کو مال کمانے اور مال ملنے کا وسیلہ بنا لیا ہے، نیز اگر مال ملنے کی امید نہ ہو تو ہمارے زمانے میں کوئی بھی کسی کیلئے قرآن کریم کی تلاوت نہ کرے (پھر صاحب خانہ کو بھی معلوم ہے کہ یہ لوگ) اجرت لینے بغیر (میرے ہاں) نہیں آئیں گے۔

﴿میں کئی وجوہ سے اس کا جواب دیتا ہوں﴾

﴿وجہ اول﴾

میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں! کہ معترض کا یہ کہنا (ان ماسماع فی زماننا من قراءة الاجزاء بالاجرة) غلط ہے کیونکہ میں ”عادة مستمرة“ کی بحث میں ذکر کر آیا ہوں اس میں اجرت کی شرط نہیں، سو یہ افتراء ہے۔

﴿وجہ دوم﴾

کہ معترض کا یہ کہنا، (ولولا الاجرة مافقر... لایذہبون) غلط ہے، یہ مسلمانوں پر افتراء ہے نیز یہ قول المعروف کا مشروط پر مبنی ہے جسکے میں نے بائیس (22) جوابات دیئے ہیں شوق ہو تو المعروف کا مشروط کی بحث میں دیکھ لیجئے،

﴿وجہ سوم﴾

کہ معترض کا یہ قول (ظہر لک بطلان ما کتب علیہ اهل العصر من الوصية بالختومات والتہلیل) مردود ہے۔ وصیت کے بطلان کی بحث میں، میں نے بحمدہ تعالیٰ چہار (4) جوابات دیئے ہیں۔ فارجمع الیہا ان شئت، اگر تو چاہے تو اس بحث میں ملاحظہ کر لے

﴿وجہ چہارم﴾

☆ مات رجل فاجلس وارثه رجلا یقرأ القرآن علی قبره، تکلّموا فیہ منهم من کره ذلک والمختار انه لیس بمکروه ویكون الماخوذ اجر فی هذا الباب قول محمد ولهذا حکى عن الشيخ ابی بکر العیاض رضی اللہ عنہ انه اوصی عند موته بذلك ولو کان مکروہا لما اوصی به. ذکرہ الولواجی. شلبی جلد ۱. حنازة (246)

تیجے (سوئم) کے چنے کھانا اور قبرستان میں حلوہ روٹی کا بانٹنا

سوال :-

زید کہتا ہے کہ تیجے میں جو چنے پڑھتے ہیں اور میت کو اس کا ثواب بخشتے ہیں چنے صاحب زکوٰۃ کو نہیں کھانے چاہئیں۔ یہ حق محتاجوں کا ہے۔ بکر کہتا ہے کہ چنے کھانے کا ثواب ہیں اور قبرستان میں جو حلوہ روٹیاں وغیرہ لے جاتے ہیں اور تقسیم وہاں پر کرتے ہیں اس کے واسطے کیا حکم ہے۔؟

الجواب

سوئم میں جو چنے تقسیم ہوتے ہیں ان کو صاحب زکوٰۃ بھی کھا سکتا ہے کہ صاحب زکوٰۃ وہی صدقات نہیں لے سکتا جو واجبہ ہیں۔ نافلہ صدقات اس کے حق میں حصہ ہیں۔ اور تقسیم عزبا کے لیے قبرستان میں حلوہ روٹی کا لے جانا اور ان کا وہاں تقسیم کرنا اگرچہ جائز تو ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ وہاں نہ لے جایا جائے کہ اس کے سبب سے اول تو قبور مسلمین کی بے حرمتی ہوتی ہے دوسرے مستحقین محروم رہ جاتے ہیں پس مناسب یہی ہے کہ ان کو شہر ہی میں تقسیم کر دیا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد مظہر اللہ غفرلہ

امام مسجد جامع فتحپوری، دہلی

WWW.NAFSEISLAM.COM

افسوس کا فتنہ ہے
وہ سہو بیچٹا ہے

(صاحب فتاویٰ الولوالجی فرماتے ہیں) اس میں بھی فقہاء نے کلام فرمایا،

یعنی اس میں بھی دو نظریے ہیں،

(1) ایک نظریہ کے مطابق قبر کے پاس قاری کو اس لئے بٹھانا کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کرے مکروہ ہے (منہم من کرہ ذلک)

(2) دوسرا نظریہ یہ ہے، کہ قبر کے پاس قاری کو اس لئے بٹھانا کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کرے، سو یہ مکروہ نہیں،

(صاحب فتاویٰ الولوالجی فرماتے ہیں) اس باب میں (یعنی اس مسئلہ میں)

امام محمدؒ کا قول ہی نافذ العمل ہوگا۔ (ویکون الماخوذ به فی هذا الباب قول محمدؒ)

(صاحب فتاویٰ الولوالجی فرماتے ہیں) شیخ ابوبکر العیاض رحمۃ اللہ علیہ جب قریب المرگ ہوئے تو اپنے وصیت فرمائی کہ جب میری روح قفسِ غصری سے پرواز کر جائے تو (میری قبر کے پاس قاری بٹھانا تاکہ وہ میری قبر کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کرے)

(صاحب فتاویٰ الولوالجی فرماتے ہیں) کہ اگر قبر کے پاس قاری کو بٹھا کر قرآن پڑھوانا ناجائز ہوتا، تو حضرت شیخ ابوبکر العیاض رحمۃ اللہ علیہ ایسی وصیت کیوں فرماتے، (اتنے عظیم فقیہ کا اس انداز سے وصیت کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قبر کے پاس قاری کو قرآن کریم پڑھنے کے لئے بٹھانا جائز ہے)

(۲) وقال محمد بن الحسن لا یکرہ القراءة عند القبور لما روی عن ابن عمر رضی

اللہ عنہما انه اوصی ان یقرأ علی قبره وقت الدفن بفتح السورة البقرة وخواتمها

شرح القاری علی الفقہ الاکبر (158) ☆..... صاحب شرح فقہ اکبر لکھتے ہیں

امام محمد بن حسنؒ فرماتے ہیں کہ قبروں کے پاس قرآن کریم کی تلاوت کرنا مکروہ نہیں،

(اپنے اس قول پر دلیل دیتے ہوئے امام محمدؒ بن حسنؒ) فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ

بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے وصیت فرمائی، کہ میرے دفن کے وقت سورہ بقرہ

کا پہلا (رکوع) اور آخری (رکوع) پڑھا جائے،

مفتی شائستہ گل قادری (رحمت اللہ علیہ)

ترجمہ ختم شد، بروز جمعرات ۲۶ مارچ ۲۰۰۳ء



تقبیل الابهامین لتویر العینین

عند اسم رسول الثقلین

رسول الثقلین ﷺ کا نام سنتے ہی آنکھوں کو منور کرنے
کیلئے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا

مصنف

مفتی اعظم سرحد

مفتی شائستہ گل قادری

المتوی المرادانی - زبدة العارفين حضرت علامہ حجة الاسلام

محمد عبد العليم قادری

مترجم :

دارالعلوم قادریہ سبحانیہ

ناظم اعلیٰ :



بتقبيل الابهامين لتنوير العينين

عند اسم رسول الثقلين

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي هدانا للايمان والاسلام ونورنا بتقليد افضل
الائمة الاربعة اعلام، الذي بشره الامة النبي الامي افضل الانام
والصلوة والسلام على سيدنا محمد الذي اظهر الله تعالى نبوته
في الآخر الايام، وعلى اله واصحابه بالتمام. اما بعد.

فيقول المولوى الحاج شائسة گل بن العلامة الفهامة مولانا
وسندنا محمد على مرحوم الساكن لدى شاه (مته) مردان
صوبه سرحد باكستان عفى الله عنهما

بفضله العظيم لما سمعت من بعض جهلة الائمة انكار تقبيل
الابهامين عند ذكر المؤذن اسم رسول الثقلين فى الاذان ربت
مضامين الكتب وحررتها، وسميت هذه الرسالة

بتقبيل الابهامين لتنوير العينين

عند اسم رسول الثقلين

بفضل الله تعالى وكرمه

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم

﴿ ترجمہ خطبہ ﴾

جمع جمع حامدین کی جمع زمانوں میں ثابت ہے اللہ تعالیٰ کیلئے، وہ اللہ جس نے ہمیں ایمان و اسلام کی راہوں پر چلایا، اور ہمیں ائمہ اربعہ کے تقلید سے منور کیا، وہ ائمہ اعلام جنہوں نے دین و اسلام کیساتھ، غیب کی خبریں دینے والے تمام مخلوق میں افضل رسول امی ﷺ کے امتیوں کو خوشخبریاں دیں

درود و سلام ہو، ہمارے سردار جناب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر جنگی نبوت کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے آخر میں ظاہر فرمایا، حضور پر نور ﷺ کی آل و تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر، اما بعد (حضرت علامہ حجة الاسلام والمسلمین مفتی اعظم سرحد) مفتی شائستہ گل قادری بن صدر الشریعة مفتی محمد علی قادری رحمۃ اللہ علیہما ساکن لنڈی شاد متہ (فرماتے ہیں) جب میں نے جاہل ائمہ (مساجد) سے یہ سنا

کہ مؤذن جب آذان دیتے ہوئے اشہدان محمد رسول اللہ کہے اور سننے والا انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے، یہ منع ہے، میں نے جب ان جہال کو اس فعل مستحب سے منکر پایا، اور انکار کرتے ہوئے سنا، تو میں نے اس موضوع پر کتابوں میں پھیلے ہوئے مضامین کو یکجا کیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے، اور اس رسالہ کا نام رکھا،

تقبیل الالبہامین لتنویر العینین

عند اسم رسول الثقلین

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کر دیتا ہے

اور اللہ ہی بہت بڑا فضل و کرم کرنے والا ہے۔

﴿صاحبِ کنز العمال و صاحبِ جامع الرموز لکھتے ہیں﴾

(1) و اعلم انه يستحب ان يقال عند سماع الاولى من الشهادة صلى الله عليك يا رسول الله وعند سماع الثانية منها قرت عيني بك يا رسول الله (ﷺ) ثم يقال اللهم متعني بالسمع والبصر بعد وضع ظفري الابهامين على العينين فانه (ﷺ) يكون قائدا له الى الجنة كذا في كنز العباد. جامع الرموز. جلد 1. اذان. (56)

صاحبِ کنز العمال و صاحبِ جامع الرموز فرماتے ہیں،

کہ جب (مؤذن آذان پکارے تو سننے والے کیلئے) پہلی شہادت سنتے وقت یہ کلمات (صلی اللہ علیک یا رسول اللہ) اور دوسری شہادت سنتے وقت یہ کلمات (قرت عینی بک یا رسول اللہ (ﷺ)) کہنا مستحب ہے، پھر دونوں انگوٹھوں کو آنکھوں پر رکھنے کے بعد یہ کلمات کہے (اللهم متعني بالسمع والبصر) تو حضور پر نور (ﷺ) اس عمل کرنے والے اور یہ کلمات کہنے والے کو (جنت میں لیجانے والے ہونگے۔

﴿صاحبِ قہستانی لکھتے ہیں﴾

(تتمہ)

(2) يستحب ان يقال عند سماع الاولى من الشهادة صلى الله عليك يا رسول الله وعند سماع الثانية منها قرت عيني بك يا رسول الله (ﷺ) ثم يقال اللهم متعني بالسمع والبصر بعد وضع ظفري الابهامين على العينين فانه (ﷺ) يكون قائدا له الى الجنة كذا في كنز العباد، قہستانی. اذان (56)

کہ جب (مؤذن آذان پکارے تو سننے والے کیلئے) پہلی شہادت سنتے وقت یہ کلمات (صلی اللہ علیک یا رسول اللہ) اور دوسری شہادت سنتے وقت یہ کلمات (قرت عینی بک یا رسول اللہ (ﷺ)) کہنا مستحب ہے۔ پھر دونوں انگوٹھوں کو آنکھوں پر رکھنے کے بعد یہ کلمات کہے (اللهم متعني بالسمع والبصر) تو حضور پر نور (ﷺ) اس عمل کرنے والے اور یہ کلمات کہنے والے کو (جنت میں لیجانے والے ہونگے۔

﴿صاحب شامی لکھتے ہیں﴾

ونحوه فی الفتاوی الصوفیة و کتاب الفردوس من قبل ظفری ابهامیہ عند سماع اشهد ان محمد رسول الله فی الاذان انا قائدہ ومدخلہ فی صفوف الجنة وتمامہ فی حاشیة البحر للخیار الرملی عن المقاصد الحسنہ للسخاوی و ذکر ذلک الجراحی واطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل هذا الشئ ونقل بعضهم ان القہستانی کتب علی ہامش نسخہ ان هذا مختص بالاذان واما فی الاقامة فلم یوجد بعد الاستقصاء التام والتبع. شامی، جلد ۱، اذان، (۲۶۷)

اسی طرح فتاوی صوفیہ میں اور کتاب الفردوس میں ہے، جس نے (بوقتِ آذان مؤذن سے یہ کلمات) ”اشهد ان محمد رسول الله“ سنے، اور سکر اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر رکھے، (تو حضور پر نور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے) میں اسے جنت میں لیجانے والا ہوں، اور اس کا مدخل صفوفِ جنت میں ہے،

علامہ خیرعلیؒ نے بحر کے حاشیہ میں مقاصدِ حسنہ سے بتامہ تحریر کیا ہے، حضرت جراحی نے بھی اس مسئلے کو نہایت طویل طریقہ سے ذکر کیا ہے البتہ انہوں نے کہا ہے کہ اس بارے میں کوئی مرفوع حدیث نہیں آئی، نیز بعض علماء نے نقل کیا ہے کہ علامہ قہستانی نے ایک کتاب کے حاشیہ پر لکھا ہے، کہ ان کلمات کا کہنا اور انگوٹھوں کو چومنا صرف آذان سے مختص ہے،

﴿صاحب طحاوی لکھتے ہیں﴾

(فائدہ)

(۳) ذکر القہستانی عن کنز العباد انه مستحب ان یقول عند سماع الاولی من الشہادتین للنبی ﷺ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعند السماع الثانی قرۃ عینی بک یا رسول اللہ ثم یقول اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ابهامیہ علی عینیہ فانہ ﷺ یکون قائدا لہ الی الجنة و ذکر الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہرفوعا من مسح العینین بباطن انملة السبابتین بعد تقبیلہما عند قول المؤذن اشهد ان محمد رسول اللہ وقال اشهد ان

محمد اعبده ورسوله، رضیت باللہ رباً، وبالاسلام دیناً، بمحمد نبیا، حلت لہ شفاعتی. وکذا روی عن الخضر علیہ السلام. ومثله یعمل فی الفضائل، طحطاوی المراقی. اذان. (32) عباد، قہستانی. اذان (56)

علامہ قہستانی کنز العباد سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

کہ جب (مؤذن آذان دے تو سننے والے کیلئے) پہلی شہادت سنتے وقت یہ کلمات (صلی اللہ علیک یا رسول اللہ) اور دوسری شہادت سنتے وقت یہ کلمات (قوت عینی بک یا رسول اللہ ﷺ) کہنا مستحب ہے۔ پھر دونوں انگلیوں کو آنکھوں پر رکھنے کے بعد یہ کلمات کہے (اللہم متعنی بالسمع والبصر) تو حضور پر نور ﷺ (اس عمل کرنے والے اور یہ کلمات کہنے والے کو) جنت میں لیجانے والے ہونگے۔

علامہ دیلمی نے فردوس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث نقل کی ہے جو حدیث مرفوع ہے، لکھتے ہیں، کہ (سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا ہے، کہ جب مؤذن آذان میں یہ کلمہ پکارے)

”اشہد ان محمد رسول اللہ“ (اور سامع سکر) شہادت کی انگلیوں کے پوروں کو چوم کر آنکھوں پر رکھنے کے بعد (یہ کلمات کہے)

”اشہد ان محمد اعبده ورسوله، رضیت باللہ رباً، وبالاسلام دیناً، بمحمد نبیا“ تو وہ میری شفاعت کا مستحق ہو گیا، اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام سے مروی ہے، فضائل میں اسی طرح عمل کیا جاتا ہے۔

علامہ عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ مجموعۃ الفتاویٰ میں لکھتے ہیں

سوال

(4) ناخبا ہرود دست برچشم نہادن ہنگام شنیدن نام سرور کائنات ﷺ در آذان چہ حکم دارد جناب والا! آذان کی وقت جب کوئی حضور پر نور ﷺ کا نام مبارک سنے اور سنتے ہی دونوں انگلیوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھے سو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب! بعض فقہاء مستحب نوشتہ اندوختی ہم دریں درباب نقل میسازند، مگر صحیح نیست، و در امر مستحب فاعل و تارک ہر دو قابل ملامت و تشفی نیستند در جامع الرموزی آورد،

اعلم انه يستحب ان يقال عند سماع الاولي من الشهادة صلى الله عليك يا رسول الله وعند سماع الثانية قرءة عيني بك يا رسول الله، ثم يقال اللهم متعني بالسمع والبصر بعد وضع ظفر اليدين على العينين فانه صلى الله عليه وسلم يكون قائدا له الى الجنة، كذا في كنز العباد، مجموعة الفتاوى عبد الحى جلد 3 صفحہ 42

علامہ عبدالحیؒ جواب میں لکھتے ہیں، کہ بعض فقہاء نے اس عمل کو مستحب لکھا ہے، اور اس مسئلہ میں دلیل کے طور پر احادیث بھی نقل کرتے ہیں، مگر وہ احادیث صحیح نہیں، نیز فعل مستحب میں عامل و تارک قابل ملامت و مذمت نہیں، ہاں جامع الرموز میں لکھا ہوا ہے کہ جب (مؤذن آذان پکارے تو سننے والے کیلئے) پہلی شہادت سنتے وقت یہ کلمات (صلى الله عليك يا رسول الله) اور دوسری شہادت سنتے وقت یہ کلمات (قرت عيني بك يا رسول الله) کہنا مستحب ہے۔ پھر دونوں انگلیوں کو آنکھوں پر رکھنے کے بعد یہ کلمات کہے (اللهم متعني بالسمع والبصر) تو حضور پر نور ﷺ (اس عمل کرنے والے اور یہ کلمات کہنے والے کو) جنت میں لیجانے والے ہوں گے۔

(5) نبی کریم ﷺ کا نام مبارک سکر ایفہ انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر ملانا مستحب ہے۔
(1) یہ حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔

(2) سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(3) سیدنا خضر علیہ السلام سے منقول ہے۔

﴿حضرت اسماعیل حقی رحمت اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں﴾
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص (میرا نام سکرناخنوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر ملے گا) قیامت کے دن میری شفاعت اسکے لئے لازم ہوگی، نیز وہ کبھی اندھانہ ہوگا نہ اسکی آنکھیں دکھیں گی، بلکہ اس عمل سے بہت سارے نابینا، بینا ہو گئے،

روح البیان جلد ۷۔ مطبوعہ مصر و استنبول۔ (۲۲۹)

(6) تفسیر بحر العلوم اور تفسیر ابی طالب کی میں لکھا ہوا ہے

کہ جب سیدنا آدم علیہ السلام جنت میں تھے، سو جناب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے دیدار کے مشتاق ہوئے، اللہ جل جلالہ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ (اٹھ اٹھ) آپ کے پشت میں ہے، اٹھ اٹھ اور زمانہ آخر میں ہوگا، سو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کا نور حضرت آدم علیہ

السلام کے انگشت میں ظاہر فرمایا تو اس نور نے تیج پڑھنا شروع کی،

دوسری روایت میں ہے کہ اللہ جل جلالہ نے اپنے محبوب ﷺ کے جمال مبارک کا نقشہ سیدنا آدم علیہ السلام کے ناخنوں میں ظاہر فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام نے انگوٹھوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر مس کیا،

سو آدم علیہ السلام کیلئے یہی اصل ٹھہرا، حضور پر نور ﷺ کو جبریل علیہ السلام نے جب اس واقعہ کی خبر دی، تو حضور پر نور ﷺ نے فرمایا، جو شخص (بوقتِ آذان) میرا نام سنکر انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر ملے گا وہ کبھی نابینا نہ ہوگا

﴿حضرت محدث دیلمی شریعت متوفی ۹۷۲ھ رجب المرجب ۵۰۹ھ﴾

اپنی شہرہ آفاق کتاب الفردوس میں لکھتے ہیں

۷۔ من قبل ظفری ابہامیہ عند سماع اشہد ان محمد رسول اللہ فی الاذان انافاندہ ومدخلہ فی صفوف الجنة۔

جس نے (بوقتِ آذان مؤذن سے یہ کلمات) ”اشہد ان محمد رسول اللہ“ سنے، اور سنکر اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر رکھے، (تو حضور پر نور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے) میں اسے جنت میں لیجانے والا ہوں، اور اسکا مدخل صفوفِ جنت میں ہے، ☆۔۔ حضرت حافظ الحدیث تنجی بن مندرہ رحمت اللہ علیہ محدث دیلمی صاحب فردوس رحمت اللہ علیہ کے بارے میں اپنے تاثرات قلم بند کرتے ہیں۔

کہ جوانی زیرک و حسن خلق در مذہب سنت متصل (سخت) است واعتزال دور، فرماتے ہیں کہ محدث دیلمی وہ عظیم و باکمال شخصیت ہیں کہ جوانی کا عالم ہے تو جوانی میں نہایت سمجھدار، اخلاق میں سب سے زیادہ خلیق، مذہب و دین کے حوالے سے (نبی کریم ﷺ کے) سنتوں کے سخت پابند، اور اعتزال سے ہمیشہ دور تھے۔

﴿صاحب ردالمحتار لکھتے ہیں﴾

(۸) يستحب ان يقال عند سماع الاولي من الشهادة صلى الله عليه وسلم يا رسول الله وعند سماع الثانية منها قرت عيني بك يا رسول الله (ﷺ) ثم يقال اللهم متعني بالسمع والبصر بعد وضع ظفري الابهامين على العينين فانه ﷺ يكون

قائداً له الى الجنة.

رد المحتار مطبوعة مصری جلد ۱. اذان. (370) مصنفه (1249) ابن العابدین
المولود (1198) المتوفی ۱۲۵۲ھ وطحطاوی المراقی مصری (111) وجامع
الرموز ومحیط وخزانة الروایات وکنز العباد ومقدمة الصلوة وتهذیب الصلوة وغیره.

﴿صاحب رد المحتار لکھتے ہیں﴾

• کہ جب (مؤذن آذان پکارے تو سننے والے کیلئے) پہلی شہادت سنتے وقت یہ کلمات (صلی
اللہ علیک یا رسول اللہ) اور دوسری شہادت سنتے وقت یہ کلمات (قرت عینی بک
یا رسول اللہ ﷺ) کہنا مستحب ہے۔ پھر دونوں انگوٹھوں کو آنکھوں پر رکھنے کے بعد یہ کلمات
کہے (اللهم متعنی بالسمع والبصر) تو حضور پر نور ﷺ (اس عمل کرنے والے اور یہ کلمات
کہنے والے کو) جنت میں لیجانے والے ہونگے۔

﴿صاحب ذخائر العوائد لکھتے ہیں﴾

نفیس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM

اشعار مولانا رومی در مثنوی

بود در انجیل نام مصطفیٰ ﷺ آں سر پیغمبر اں بحر صفا

حضور پر نور ﷺ کا اسم گرامی انجیل میں موجود ہے، حضور پر نور ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار، و بحر صفا ہیں۔

بود ذکر حلیہ باشکل او بود ذکر غر و صوم و اکل او

اسی تورات میں حضور پر نور ﷺ کے حلیہ شریف، اوصاف جسمانیہ، جہاد، روزہ، اکل و شرب، کا ذکر بتامہ موجود ہے۔

طاقتہ نصرانیاں بہر ثواب چوں رسیدندے بداں نام و خطاب

بوسہ داندے بداں نام شریف رو نہادندے بداں وصف لطیف

نسل ایشان نیز ہم بسیار شد نور احمد نا صر آمد یا رشد

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے امتی (تورات کو پڑھتے پڑھتے) جب حضور پر نور ﷺ کے نام مبارک (اور اس قوم کو تورات میں اللہ جل جلالہ کی جانب سے حضور پر نور ﷺ کے مبعوث ہونے کی جو بشارتیں دیں گئیں تھیں، اس مقام) تک پہنچے تو انہوں نے حضور پر نور ﷺ کے نام مبارک کو بوسے دئے، اور اللہ جل جلالہ نے جس لطیف انداز سے اپنے محبوب ﷺ کے اوصاف جمیلہ بیان فرمائے تھے اس مقام پر از روئے محبت و ادب و احترام اپنا منہ رکھتے تھے اس محبت و ادب و احترام کا صلہ انہیں دنیا میں یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ نے انکی نسل میں اضافہ فرمایا نیز نور مصطفیٰ ﷺ انکے ہر معاملے میں مددگار ثابت ہوا۔

و آں گروہ دیگر از نصرانیاں نام احمد داشتندے مستہاں

مستہاں خوار گشتند آں فریق گشتہ محروم از خود شرط طریق

جبکہ اسی امت کا ایک بد بخت گروہ ایسا تھا، جو نام نبی ﷺ کے احترام سے محروم تھا، وہ گروہ جنکے قلوب محبت رسول ﷺ و احترام رسول ﷺ و ادب رسول ﷺ سے خالی تھے، بلکہ انکے دلوں میں بجائے محبت کے عداوت نے جگہ لی اور وہ گستاخانہ نظروں سے اس نام مقدس کو دیکھنے لگے، سو انکو دنیا میں تو یہ سزا ملی، کہ

(1) انکے عقائد خراب ہو گئے

(2) وہ گروہ ذلیل و خوار ہوا

(3) اپنے دین و مذہب سے بھی محروم ہو گئے

نام احمد چوں چنین یاری کند تاکہ نورش چوں مددگاری کند
سوائے مسلمانوں جب حضور پر نور ﷺ کا نام مقدس اس انداز سے (دوسری امتوں کیساتھ)
مدد کرتا ہے، تو سوچو کہ سرکار کائنات ﷺ کے نور کی مدد کا کیا عالم ہوگا۔

آج لے انکی پناہ آج مدد مانگ ان سے پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا
(امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان از قبیلہ برہنچ قندھاری افغانی ثم بریلوی، مترجم)

نام احمد چوں حصارے شد حصیں تاچہ باشد ذات آں روح الامین
جب حضور پر نور ﷺ کا صرف نام مبارک ہی ایسا عظیم قلعہ ہے جس میں ہر طرح حفاظت ملتی
ہے تو پھر وہ ذات جو روح الامین ہے کی امداد کا کیا عالم ہوگا۔

﴿حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی﴾

جنگا سلسلہ نسب ستائیس (27) واسطوں سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے
جنگی ولادت ۱۴ شوال المکرم 971ھ میں ہوئی، متوفی ۲۸ صفر المظفر 1034ھ آپ سلاسل
اربعة میں مجاز تھے، احمد حسین امرہوی، ثم حیدر آبادی نے جواہر مجددیہ کے صفحہ 75 پر آپ کے
عملیات میں سے لکھا ہے،

کہ آپ (یعنی مجدد الف ثانی رحمت اللہ علیہ کا معمول تھا) جب (مؤذن سے) آذان میں
حضور ﷺ کا نام مبارک سنتے تو دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھتے۔

مجدد الف ثانی کے دادا پیر مولوی الشاہ عبدالقدوس گنگوہی قادری چشتی رحمت اللہ علیہ
متوفی ۲۳ جمادی الاخریٰ بروزِ شنبہ نے مجموعہ خطیب ص 206 خطبہ چہارم، شوال، میں
انگوٹھے چومنے کا مسئلہ بحوالہ کتب معتبرہ تفصیلاً ذکر فرمایا ہے، اسکے آخر میں ایک سوال
کا جواب بھی دیا ہے،

سوال؟ مخالفین کہتے ہیں کہ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ نے تیسیر المقال اور
در المنشرہ میں لکھا ہے، کہ انگوٹھے چومنے کے تمام احادیث موضوع ہیں۔

جواب! یہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ پر صریح بہتان و جھوٹ ہے، کیونکہ بعض محدثین و فقہاء کرام فرماتے ہیں۔

- (1) کہ یہ حدیث حسن ہے،
- (2) بعض کہتے ہیں یہ حدیث ضعیف ہے،
- (3) بعض کہتے ہیں، یہ فعل سنت ہے۔
- (4) بعض کہتے ہیں یہ فعل مستحب ہے

﴿حضرت امام الشیخ الرداد محدث﴾

اپنی کتاب موجبات الرحمت میں لکھتے ہیں

وإذا ثبت رفعه الى الصديق الاكبر فيكفى للعمل لقوله عليه الصلوة والسلام ،
عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين من بعدى فثبت انه مندوب فضلا من
الى يكون بدعة، موجبات الرحمة.

امام الشیخ الرداد محدث رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اس حدیث کی رفع جناب
سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے تو عمل کیلئے کافی ہے کیونکہ حضور پر نور ﷺ
نے فرمایا ہے تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنتوں کی پیروی کرنا لازم ہے

اسی طرح کتاب فتح المبین شرح الاربعین میں مکتوب موجود ہے
(19) اسی طرح حضرت علامہ ربی محمد نے کتاب نہایت شرح منہاج نووی میں
تصریح فرمائی ہے۔

(20) امام سخاوی علیہ الرحمة نے تائیدات کثیرہ اور روایات قویہ سے حدیث تکمیل
ابہامین کو قوت دی ہے،

نفیس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM

سوانکا) عمل ہمارے لئے حجت ہے یہی کافی ہے، سو اس حدیث کو موضوع کہنا جہالت، اور ضلالت، اور جسارت، اور بہتان صریح ہے۔

(23) اسی طرح یہ مسئلہ علامہ فقیر اللہ بن عبد الرحمن اتاسی جلال آبادی کی کتاب قطب الارشاد میں موجود ہے۔

(24) نیز حافظ عبد الکریم دہلوی قادری کی کتاب ہدایۃ الحرمین میں بھی موجود ہے۔

(25) نیز مفتی سید عبدالفتاح حسینی قادری نے جامع الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ حرر الروایات المذہبہ محمد عبدالعزیز، نزیل لاہور،

﴿صاحب مقدمۃ الصلوٰۃ لکھتے ہیں﴾

(26) قال النبی ﷺ من سمع الاذان فقبل ظفري ابهاميه ومسح على غيبه فاناطله في صفوف القيامة وقانده الى الجنة. مقدمة الصلوٰۃ.

حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں جس نے آذان سنی اور دونوں انگوٹھوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر مسح کیئے، میں قیامت کے دن اسے صفوں میں تلاش کروں گا اور جنت میں داخل کروں گا

﴿صاحب نور الہدیٰ لکھتے ہیں﴾

(27) چوں نام نبی ﷺ اندرون آذان بشنوں، وظفري ابهام بوسيده بردو چشم بند آذان میں جب حضور پر نور ﷺ کا نام سنے تو سننے والا اپنے دونوں انگوٹھوں کو چوم کر دونوں آنکھوں پر رکھے۔ خزینۃ الروایات ثم نور الہدیٰ، (25)

(28) فلما انتصب ادم عليه السلام على قدميه راى فى الهراء كتابة تلاء كالى شمس نصها لا اله الا اله محمد رسول الله ففتح فاه حينئذ ادم فاه وقال اشكر ك ايها الرب لانك تفضلت فخلقتنى ولكن اضرع اليك ان تنباني سامعنى هذه الكلمات محمد رسول الله، فاجاب الله تعالى مرحبا بك يا عبدى ادم عليه السلام وانى اقول لك انك اول انسان خلقت هذا الذى رايت انما هو ابنك الذى سياتى الى العالم بعد الان بسنين عديدة ويكون رسولى الذى لاجله خلقت كل الاشياء الذى متى جاء سيطي نور العالم الذى كانت نفسه موضوعة فى بهاء السماء ستين الف سنة قبل ان اخلق شيئا وضرع ادم عليه السلام الى الله تعالى

قائلاً یارب ہنی هذه الكلمات على ابهامی علی ظفری ابهام الید الیمنی امانصہ
لااله الا الله وعلى ظفر ابهام الید اليسرى مانصہ محمدرسول الله، فقبل الانسان
الاول هذه الكلمات ومسح علی عینیه وقال بورک ذلك اليوم الذی سیأتی فیہ
الی العالم . انجیل برنباس . مترجم ، فصل تاسع وثلاثون (60.61) مترجم
کورخیل ، سعادة و مقدم ناشرة السيد محمود رشید رضاء مطبوعه مصر .

ترجمہ: (اللہ جل جلالہ نے جب آدم علیہ السلام کے جسم مبارک کو مکمل فرما کر روح پھونکی)
اور سیدنا آدم علیہ السلام اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے توفضاؤں میں سورج کی طرح چمکتا
ہوا خط دیکھا، جس پر لکھا ہوا تھا (لااله الا الله محمدرسول الله) اسی وقت حضرت آدم علیہ
السلام نے اپنا منہ (مبارک) کھولا اور کہنے لگے (یا الله) میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں، کہ تو نے مجھے
اپنے فضل و کرم سے پیدا فرمایا، یا اللہ میں تیری بارگاہ اقدس میں التجاء کرتا ہوں، مجھے ان کلمات
(لااله الا الله محمدرسول الله) کے معنی و مطلب سے آگاہ فرمادے (تو اللہ تعالیٰ نے جواب
میں فرمایا) مرحبا (خوش آمدید) اے پیارے بندے آدم (علیہ السلام) تو انسانوں میں میرا پہلا
بندہ ہے جسے میں نے پیدا فرمایا (اور جسکے بارے میں تو نے مجھ سے پوچھا) جسے تو نے دیکھا یہ
تیری اولاد سے ہیں، جن کا عنقریب ظہور ہونے والا ہے یہ میرے وہ رسول (ﷺ) ہیں جنکی وجہ
سے میں نے تمام اشیاء کو پیدا کیا، جب انکا ظہور ہوگا تو ساٹھ ہزار سال قبل آسمان کی
بلندیوں میں جو نور (آسمانوں اور زمینوں کو منور کرنے کیلئے) وضع کیا گیا تھا (تب اس نور) سے
زمین و آسمانوں کو منور کیا جائے گا، سو (حضرت آدم علیہ السلام) نے بارگاہ رب العظیمین میں
عرض کیا پروردگار، ان کلمات کو میرے دونوں انگٹھوں میں ظاہر فرما، سودائیں ہاتھ کے انگٹھے
کے ناخن میں لااله الا الله کا ظہور ہوا، اور بائیں ہاتھ کے انگٹھے کے ناخن میں محمد رسول اللہ
(ﷺ) کا ظہور ہوا، سو (حضرت آدم علیہ السلام نے) ان کلمات کو چوما اور اپنی آنکھوں پر رکھا
نیز وہ دن جو آنے والا ہے نہایت مبارک ہے۔

میں (مفتی شائستہ گل) کہتا ہوں،

اس حدیث کی رفع سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک (عمل کیلئے) کافی ہے۔
کیونکہ حضور پر نور ﷺ کا فرمان ہے کہ میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم

پکڑو، (اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بلا ریب حضور پر نور ﷺ کے خلیفہ اول ہیں
سوانکا) عمل ہمارے لئے حجت ہے یہی کافی ہے، سو اس حدیث کو موضوع کہنا جہالت، اور
ضلالت، اور جسارت، اور بہتان صریح ہے۔

لہذا جب (مؤذن آذان پکارے تو سننے والے کیلئے) پہلی شہادت سنتے وقت یہ کلمات (صلی
اللہ علیک یا رسول اللہ) اور دوسری شہادت سنتے وقت یہ کلمات (قوت عینی
دک یا رسول اللہ ﷺ) کہنا مستحب ہے۔ دونوں انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر
رکھنا فعل مستحب ہے بدعت نہیں۔ ہذا و ماتو فی قی الا باللہ العلی العظیم

﴿صنفہ و حررہ﴾

مفتی اعظم سرحد

مفتی شائستہ گل قادری (رحمت اللہ علیہ)

الحمد للہ کہ اس رسالے کا ترجمہ بھی آج بروز ہفتہ بتاریخ

۲۸ اگست ۲۰۰۴ء مکمل ہوا

(نذرانہ عقیدت، مترجم)

انگوٹھے چوم کر زندہ کر سنتِ صدیقؐ کو
دخولِ جنت چاہئے تو کُن وسیلہ حضرتِ صدیقؐ کو

الفقیہ الی اللہ محمد عبدالعلیم قادری عفی عنہ محب صحابہؓ و اہلبیتؓ

ناظم اعلیٰ:

دارالعلوم قادریہ سبحانیہ

شاہ فیصل کالونی ۵ کراچی ۲۵ پاکستان

استغاثہ

ہر طرح سے میں فدا ہوں یا رسول اللہ ﷺ

آپ کے درکامیں گدا ہوں یا رسول اللہ ﷺ

بلاوا ہو، بلاوا ہو، بلاوا یا رسول اللہ ﷺ

دن رات تڑپ رہا ہوں یا رسول اللہ ﷺ

عرصہ گزر گیا دیدارِ روضہ اطہر کو

ہر طرف سے بتلائے ابتلا ہوں یا رسول اللہ ﷺ

نظر آتے ہیں گنبدِ خضرا پہ وہ نور کے جلوے

دیدار کیلئے پھر تڑپ رہا ہوں یا رسول اللہ ﷺ

نقیدت کی شمع، دل میں فروزاں ہے

قادری طریقت، محبتِ اصفیا ہوں یا رسول اللہ ﷺ

فرشتے فبر میں آئیں تو میں محزون نہ ہوں گا

سرکار کی آمد بے انتظار میں کھڑا ہوں یا رسول اللہ ﷺ

عطا ہو جب نامہ اعمال یا رسول ﷺ

قدموں میں آ پڑا ہوں یا رسول اللہ ﷺ

دیکھے مجھے شعوب قدموں میں رسول کے

نازکروں گا کہ میں امتی ادنیٰ ہوں یا رسول اللہ ﷺ

صدائے خادم دیں لیل و شب در موسمِ باراں

باراںِ رحمت کن کہ بھر پور از خطا ہوں یا رسول اللہ ﷺ

مشغیث رحمہ عبدالعلیم القادری - پیر ۱۳ اکتوبر ۲۰۰۴

﴿اظہارِ تشکر﴾

وہ علماء کرام جنہوں نے میرے ساتھ اس کتاب کے پروف ریڈنگ، ودیگر معاملات میں مدد دی کا تہہ دل سے مشکور و ممنون ہوں خصوصاً مولانا عبداللہ قادری، مولانا تصور حیات قادری، مولانا عبدالغفور، مولانا دوست محمد القادری، دعا ہے اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا علماء کو اس عظیم کارِ خیر

کا اجر عظیم عطا فرمائے آمین، بجاہ سید المرسلین، یا رب العالمین۔

﴿مترجم کی وضاحت﴾

معاون کتب برائے ترجمہ

عربی، پشتو سے اردو میں ترجمہ کرتے وقت میں نے درجہ ذیل کتب سے

اعانت حاصل کی

کنز الایمان،

مترجم (الشاہ احمد رضا خان افغانی از قبیلہ بڑیچ قندھار افغانستان ثم بریلوی رحمت اللہ علیہ)

مرآة المصابیح،

مصنف، حضرت علامہ مفتی احمد یار خان گجراتی رحمت اللہ علیہ

شواہد الحق،

مصنف

علامہ یوسف النہانی رحمت اللہ علیہ

مترجم، حضرت علامہ مولانا عبدالکیم شرف قادری دامت برکاتہم العالیہ

اعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ ۖ
لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ رَبَّنَا بِالْحَقِّ ۖ وَنُودُوا أَنْ تِلْكَ الْجَنَّةُ
الَّتِي كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۖ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَزَلْ وَلَا يَزَالُ حَيًّا قَيُّومًا عَالِمًا قَدِيرًا مُدَبِّرًا
سَمِيعًا بَصِيرًا ۖ

وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ
الْحَمْدُ وَكَبُرُ تَكْبِيرًا ۖ

وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ الَّذِي أَرْسَلَ
إِلَى النَّاسِ كَافَّةً بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۖ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ
وَأَصْحَابِهِ وَآزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ وَسَلَّمْ تَسْلِيمًا كَثِيرًا كَثِيرًا ۖ

أَمَّا بَعْدُ.. فَيَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ لَكُمْ مَعَالِمَ فَانْتَهُوا إِلَى مَعَالِمِكُمْ وَإِنَّ
لَكُمْ نَهَايَةً فَانْتَهُوا إِلَى نَهَايَتِكُمْ فَإِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ بَيْنَ مَخَافَتَيْنِ
بَيْنَ أَجَلٍ قَدْ مَضَى لَا يَدْرِي مَا اللَّهُ صَانِعٌ بِهِ ۖ وَبَيْنَ أَجَلٍ قَدْ بَقِيَ
لَا يَدْرِي مَا اللَّهُ قَاضٍ فِيهِ ۖ فَلْيَتَزَوَّدِ الْعَبْدُ مِنْ نَفْسِهِ لِنَفْسِهِ وَمِنْ

حَيَاتِهِ لِمَتِهِ وَمِنْ شَبَابِهِ لِكِبَرِهِ وَمِنْ دُنْيَاهُ لِآخِرَتِهِ فَإِنَّ الدُّنْيَا
خُلِقَتْ لَكُمْ وَأَنْتُمْ خُلِقْتُمْ لِلْآخِرَةِ ۖ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ

مَا بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ مُسْتَعْتَبٍ وَلَا بَعْدَ الدُّنْيَا دَارٌ إِلَّا الْجَنَّةُ أَوِ النَّارُ
 أَقُولُ قَوْلِي هَذَا أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ لِي وَلَكُمْ مَسْكِينُ ابْنِ آدَمَ ائِي
 مَسْكِينٍ ۚ ثِيَابُهُ كَفَنٌ وَمَرْكَبُهُ جَنَازَةٌ وَمَنْزِلُهُ لَحْدٌ وَفِرَاشُهُ
 تُرَابٌ ۚ بَيْتُهُ خَرَابٌ وَوَلَدُهُ يَتِيمٌ وَمَالُهُ مَقْسُومٌ
 وَعَلَيْهِ الْحِسَابُ ۚ اِعْلَمُوا أَنَّ الدُّنْيَا أَوَّلُهَا بُكَاءٌ وَآخِرُهَا فَنَاءٌ
 وَعَاقِبَتُهَا تُرَابٌ ۚ حَلَالُهَا حِسَابٌ وَحَرَامُهَا عَذَابٌ وَشَبَهَاتُهَا
 عِتَابٌ ۚ أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ ائِنِ الْمُلُوكُ الْمَاضِيَةِ وَالْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُونَ ۚ
 مَا لَكُمْ لَا تَنْظُرُونَ إِلَيْهِمْ وَلَا تَعْتَبِرُونَ ۚ فَاجْتَهِدُوا فِي الطَّاعَاتِ
 إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ۝ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ
 نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ وَنَادَوْا يَا مَلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا
 رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُمْ مَا تُكَفِّرُونَ ۝ لَقَدْ جِئْنَاكُمْ بِالْحَقِّ وَلَكِنْ أَكْثَرَكُمْ
 لِلْحَقِّ كَارِهُونَ ۝ أَمْ اِبْرَؤُا فَاِنَّا مُبْرِمُونَ ۝ أَمْ يَحْسِبُونَ أَنَا لَا نَسْمَعُ
 سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ۝

اس خطبہ کے بعد تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جائے

اور پھر دوسرا خطبہ شروع کرے

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ
 عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ
 يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ ۚ وَنَشْهَدُ أَنْ
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ ۚ وَنَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ

وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ
 وَعَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ وَعَلَى سَائِرِ
 مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ خُصُوصًا عَلَى خَيْرِ الْبَشَرِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ
 وَالْمُرْسَلِينَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَعَلَى
 مُزَيْنِ الْمَسْجِدِ وَالْمُحَرَّابِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ
 رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَعَلَى كَامِلِ الْحَيَاءِ وَالْإِيمَانِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ
 عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَعَلَى أَسَدِ اللَّهِ الْغَالِبِ
 أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَعَلَى
 الْأَسَافِ السَّعِيدِينَ الشَّهِيدِينَ أَبِي مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ وَأَبِي
 عَبْدِ اللَّهِ الْحُسَيْنِ وَعَلَى أُمِّهِمَا سَيِّدَةِ النِّسَاءِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ
 بِنْتِ رَسُولِ الثَّقَلَيْنِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى الْعَشْرَةِ الْمُبَشِّرَةِ
 وَسَائِرِ فِرْقِ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالتَّابِعِينَ الْأَبْرَارِ رِضْوَانِ
 اللَّهِ تَعَالَى عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ عِبَادَ اللَّهِ رَحِمَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ
 يَأْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ
 الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ

خطباء کیلئے آخر میں خطبہ کا اضافہ کیا
 نماز جمعہ کے بعد فقیر کو دعا میں یاد فرمائیں
 الفقیر الی اللہ محمد عبد العظیم القادری
 ناظم اعلیٰ

دارالعلوم قادریہ سبحانیہ شاہ فیصل کالونی ۵ کراچی

﴿شجرہ قادریہ غفوریہ﴾

بسم الله الرحمن الرحيم

اے خداوند اتو ذات کبریا کیواسطے

رحم کر مجھ پر محمد مصطفیٰ کیواسطے

التجا کرتا ہوں تجھ سے یا الہ الغلیمین

کھول دے مشکل علی مرتضیٰ کیواسطے

شیخ حسن بصری کا نام لاتا ہوں شفیع

شیخ حبیب عجمی پیر ہدیٰ کیواسطے

طاقتِ علم و عمل دے یا الہ الغلیمین

حضرت داؤد طائی رہنما کیواسطے

حضرت معروف کرخی کیلئے تو رحم کر

شیخ عبداللہ سری اولیاء کیواسطے

یا الہی دے مجھے شوق وصالِ احمدی

شیخ جنید بغدادی بے ریا کیواسطے

یا الہی دین و دنیا میں میرا دل شاد کر

شیخ شبلیؒ نور و صفا کیواسطے

شاد کر مجھ کو الہی غم زدہ ہوں بے نوا

شیخ عبدالواحد ہمتی رہنما کیواسطے

حوضِ کوثر دے مجھے اور قرب ختم المرسلین

بوالفرح طرطوس معین اصفیا کیواسطے

شیخ ابوالحسنؒ ہنکاری جمالِ اولیاء

شیخ ابوسعید مبارکؒ مقتدا کیواسطے

دل کو روشن کر طفیلِ غوثِ اعظمؒ باصفا

قبلہ حاجات کعبہ مدعا کیواسطے

فضل کر مجھ پر طفیلِ شاہِ دولہؒ باکمال

شیخ شاہ منورؒ مقبولِ خدا کیواسطے

دین و دنیا کا وسیلہ کن ہمارے سب لئے

شیخ شاہ عالمؒ جمالِ اتقیا کیواسطے

شیخ احمد ملتانیؒ دو جہاں کے دستگیر

شیخ جنید پشاوریؒ کمالِ اصفیا کیواسطے

یا الہی کر مجھے محبوب اپنا بے ریا

شیخ محمد صدیقؒ بشاو فی اولیاء کیواسطے

دور کر مجھ سے الہی غمِ الم روزِ جزا

شیخ محمد عمر الہیؒ ذوالعطاء کیواسطے

بخش دے اپنی محبت یا الہ العلمین

شیخ محمد شعیبؒ کمالِ اولیاء کیواسطے

آرزو کرتا ہوں تجھ سے یا غفور المذنبین

شیخ عبدالغفورؒ سراجِ اولیاء کیواسطے

روشنی دے دل میرے کو یا رشید المرشدین

شیخ عبدالوہابؒ مرشدِ اولیاء کیواسطے

دور کر ظلمت ہماری دو جہانوں کیلئے

شیخ ماعبدالرحمنؒ پر صفا کیواسطے

فیض دے مجھ کو الہی دین و دنیا میں تمام

شیخ جلال الدینؒ جلال اولیاء کیواسطے

یا الہی کر عطا مجھ کو رضائے احمدی

شیخ عبدالسبحان شمس الاولیاء کیواسطے

علم و عرفان سے منور کر قلوبِ مسلمین

شیخ عبدالعلیم خادم اولیاء کیواسطے

بخش دے میرے معاصی یا الہی در جہاں

بر طفیل ان اولیاء و اصفیاء کیواسطے

﴿وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین﴾

اللهم صل علی محمد وآلہ وعترتہ بسلام کل معلوم لک

اللهم صل علی محمد وآلہ وعترتہ بسلام کل معلوم لک

اللهم صل علی محمد وآلہ وعترتہ بسلام کل معلوم لک

اللهم صل علی محمد وآلہ وعترتہ بسلام کل معلوم لک

اللهم صل علی محمد وآلہ وعترتہ بسلام کل معلوم لک

اللهم صل علی محمد وآلہ وعترتہ بسلام کل معلوم لک

اللهم صل علی محمد وآلہ وعترتہ بسلام کل معلوم لک

خطوط

پیر صاحبؒ کے نام محمد علی جناح کے خطوط

مرکزی دفتر
آل انڈیا مسلم لیگ دریا گنج دہلی کیمپ دہلی
۱۸۔ نومبر ۱۹۴۵ء
پیارے سجادہ نشین صاحب

مجھے آپ کا ۱۲۔ نومبر ۱۹۴۵ء کا لکھا ہوا خط ملا۔ جس پر میں آپ کا
مشکور ہوں۔ اس کے بتانے کی ضرورت نہیں کہ میں آپ کا بہت ممنون
ہوں۔ کیونکہ آل انڈیا مسلم لیگ کو آپ کا تعاون حاصل رہا ہے جو پاکستان
کے قیام کے لیے ضروری ہے اور جو اسلام کا نظریہ بھی ہے اور یہ مسلمان
کا فرض ہے کہ وہ اس خطرناک موڑ پر ہماری قومی تنظیم مسلم لیگ کی مدد
کریں، اور لیگ کے امیدواروں کی مدد کریں، پاکستان کے لیے
مسلم انڈیا کی رائے حاصل کریں۔ دنیا کی آنکھیں مسلم انڈیا پر منعکس ہیں
اور فرسٹر کو پاکستان کے تیر کی نوک کی حیثیت حاصل ہوگی۔

میرے علم میں ہے کہ آپ کی تنظیم ان اختصاص میں سے ہے جن کے باپ دادا نے اسلام کی خاطر جانی اور مالی خدمت کی ہے اور آپ اس خطرناک موڑ پر مسلم انڈیا اور مسلم لیگ کی مدد اور تعاون کے لئے بجا طور پر آگے بڑھے ہیں جو مسلمانوں کی واحد با اختیار اور نمائندہ تنظیم ہے۔

آپ کے اظہار جذبات کی یقین دہانی نے مجھے بڑا حوصلہ بخشنا کہ آپ بغیر کسی دنیاوی فائدے اور لالچ کے (اور خدا کا فضل ہے نہ آپ کو اس کی ضرورت ہے) ملک و قوم کا کام کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے وہ کام اور خدمت کریں جو کہ ملت اسلام اور دس کروڑ مسلمانان ہند کی زندگی اور موت کا باعث ہے۔ چند نقاط کے متعلق نوٹ جو آپ نے ممبر بانی کر کے مجھے بھیجا ہے، میں نے اپنے دوست قاضی عبدالحکیم خٹک کو جو ممبر بانی کر کے مجھے دیکھنے آیا تھا، پوری وضاحت کی ہے۔ وہ آپ کی تبادلہ خیالات کا پختہ تبادلہ دے گا۔

آپ کے اس نوٹ جو پانچ نقاط کا مآخذ ہے، کے متعلق میں آپ کو بتاؤں کہ پاکستان کے قیام کا ابتدائی سوال جب حل ہو جاتا ہے تو پھر صرف

مسلم لیگ آئین نہیں بنائیگا۔ بلکہ باشندگان پاکستان جس میں ۷۵٪ مسلمان ہونگے اس لئے آپ سمجھتے ہیں کہ یہ مسلم حکومت ہوگی اور یہ پھر پاکستان کے لوگوں پر منحصر ہوگا کہ وہ آئین بنائیں جس کے تحت پاکستان وجود میں آئے گا اور کام چلے گا۔ اس خطرے کو محسوس کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ وہ آئین ساز ادارہ جس میں خاصی مسلم اکثریت سے ہوگی۔ وہ پاکستان کے لئے اسلامی تصور کے خلاف آئین بنا سکیں گے اور نہ ہی حکومت پاکستان جب بھی وجود میں آجائے، اسلامی تصور اور اصولوں کے خلاف کام کر سکتی ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ میں ۲۰ تاریخ کو پشت اور انشاء اللہ فریڈرک کانفرنس میں شمولیت کے لئے پہنچ رہا ہوں اور میں عزت اور مسرت سمجھتا ہوں کہ آپ سے ملنے اور بات کرنے کی سعادت حاصل ہو۔

آپ کا مخلص
محمد علی جناح

ماؤنٹ پلیزنٹ روڈ مالابار پلزمی

۲۔ نومبر ۱۹۴۵ء

پیارے سجادہ نشین صاحب!

آپ کے ۲۔ نومبر کا خط مجھے ملا۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ دیگر
مہر و فیات کی وجہ سے نہیں آسکے۔ میں ۲۴۔ نومبر کو مردان جا رہا ہوں
مجھے خوشی ہوگی کہ راستے میں مانگی شریف بھی جاؤں اور کچھ دیر ٹھہروں
میرا خیال ہے کہ یہاں سے گیارہ بجے روانہ ہو جاؤں اور آپ کے
ساتھ آدھ گھنٹہ کے لئے ٹھہر جاؤں اور آپ سے ملنے کی سعادت
حاصل کروں۔ میں دوپہر کے کھانے پر پہلے سے مدعوں ہوں اس لئے
میں ساڑھے گیارہ اور بارہ بجے کے درمیان مانگی شریف میں ہو گا۔ شکریہ
آپ کا مخلص

محمد علی جناح

ممدوٹ ویلہ ڈیوس روڈ لاہور

۱۷ جنوری ۱۹۴۶ء

پیارے فقیر صاحب

آپ کے ۱۴ جنوری کا خط جو آج بدست فتح محمد خان مجھے ملا۔ میں نے اس کے ساتھ معاملے پر پوری بات چیت کی ہے۔ آپ نے جو اطلاعات اور تجاویز پیش کی ہیں، میں اس پر آپ کا بڑا مشکور ہوں۔ ان میں سے کچھ پر عمل درآمد ہو چکا ہے۔ جبکہ بقایا معاملہ میرے زیر غور ہے۔ فی الحال ہمارے تنظیم میں نئی تبدیلیاں ممکن نہیں، اگرچہ آپ کے تجاویز مفید ثابت ہوں گے۔ اب صرف چار پانچ ہفتے باقی ہیں اور جو کچھ (مسودہ) قبل ازیں تیار ہو چکا ہے۔ ہمیں اس سے مستفید ہونا ضروری ہے۔ صرف ایک طرفیہ ہے کہ اس کام کو کامیابی سے چلا میں وہ یہ ہے کہ ہر فرد ذاتی اور اجتماعی طور پر گروہوں میں اظہار رائے کے ذریعے حصول پاکستان کی خاطر اپنی پوری کوشش کریں۔

یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ نیز جہاں چاہ وہاں راہ۔ اگر ہم میں قوت آزادی یگانگت اور اتحاد نہ ہو تو یہ ممکن ہے کہ مکمل مشینری اور آئین

کار آمد ثابت نہ ہوں۔ ہماری موجودہ مشینری تیار ہو چکی ہے۔ ہمارے
 چند سالوں کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ ہو سکتا ہے یہ اتنا قابل اور تسلی بخش
 نہ ہو جتنا بعض اصحاب کی خواہش ہے۔ لیکن وہ لوگ جن کا ارادہ اور جذبہ
 اتحاد اور دوستی اور خود اعتمادی کے متعل ہیں وہ موجودہ مشینری سے
 حیران کن کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ ایسے میری آپ سے اور ہر مسلمان سے
 یہ استدعا ہے کہ پوری دل لگی کے ساتھ کوشش کریں۔ مجھے یقین ہے کہ
 صوبہ سرحد میں کامیابی ہمارے قدم چھوئے گی۔

میں آپ کا اور فتح محمد کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے لاہور آنے
 کی زحمت اٹھائی جس سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ وہ آپ کو وہی
 سب کچھ تفصیلاً بتا دیگا جو باتیں اس کے اور میرے مابین زیر بحث آئیں۔

www.SEISLAM.COM

محمد علی جناح

۱۰۔ اورنگ زیب روڈ نئی دہلی

۳۰ اکتوبر ۱۹۴۶ء

عزیزم پر صاحب!

اخبارات میں پڑھ کر مجھے خوشی ہوئی کہ آپ تہہ دل سے مسلم لیگ کے لئے کام کرتے ہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے بہترین اور سب سے اہم اشخاص سامنے آئیں اور بے لوث کام کریں۔ جیسا کہ مجھے یقین ہے کہ آپ نے جان لیا ہے کہ پاکستان کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایک بہت بڑی کوشش ہمارے سامنے ہے۔ خواہ کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو۔ یہ ہر ایک مسلمان پر فرض ہے کہ وہ کام کریں اور ہمارے لوگوں کو منظم کریں اور آل انڈیا مسلم لیگ کے جھنڈے کے نیچے متحد ہو جائیں۔ امید ہے آپ سنجیدہ بنیں گے۔ نہایت ادب کے ساتھ۔

دستخط

محمد علی جناح

My dear Sahib:

I am in receipt of your letter of the 12th November 1945 and I thank you very much for it. I need hardly say that I am most grateful to you for the powerful support which you have been pleased to give to the All India Muslim League and its cause for the establishment of Pakistan and all that is connected with it. It is the duty of every Muslim at this most critical juncture to help our National Organisation the Muslim League and support the official League candidates and get the verdict of Muslim India for Pakistan. The eye of the world is fixed on Muslim India and the Frontier will be the spear head of Pakistan. I note that your organisation is of those whose forefathers have served the cause of Islam with blood and money and that you have bravely come forward at this critical juncture to the support of Muslim India and the Muslim League which is the only authoritative and representative Organisation of the Muslims. I am all the more encouraged to note your expression of sentiments that you wish to work for the Millet without the slightest consideration for any worldly gain nor thank God you are in need of it. Therefore work and serve the cause which is a matter of life and death for 150 million of Muslims of India and the cause of Islam and the Millet.

With regard to some of the points of which you have been good enough to send me a note I have fully explained to our friend Qazi Abdul Hakim Khatkhat who was good enough to come and see me and he will explain to you fully the result of the discussion. As regards your note which raises five points may I point out to you that when the preliminary question of Pakistan being established is settled it will not be the Muslim League that will frame the constitution of Pakistan but the inhabitants of Pakistan in which 75% will be Muslims and therefore you will understand that it will be a Muslim Government and it will be for the people of Pakistan to frame the Constitution under which the Pakistan Government will come into being and function. Therefore there need be no apprehension that the Constitution Making Body which will be composed of overwhelming majority of Muslims can ever establish any constitution for Pakistan other than one based on Islamic ideals, or can the Government of Pakistan when come into being act contrary to Islamic ideals and principles.

You know that I am returning Pakistan on the 12th to attend the Frontier Conference and I am looking forward to meet you and have the pleasure and the honour of a talk with you.

Yours sincerely,

Sajjadha Hashin Sahib of
Manki Sharif, N.W.F.P.



MOUNT PLEASANT ROAD
MALABAR HILL
BOMBAY

PESHAWAR,

20th November, 1945.

My dear Sajjada Nashin Sahib,

I am in receipt of your letter of November 20th, and I am sorry that you cannot come on the 22nd owing to your other engagements.

I am going to Mardan on the 24th November, and on my way I shall be glad to go to Wanki Sharif. I propose to start from here at 11 a.m. and break my journey and spend at least half-an-hour with you and have the pleasure of meeting you. I am already booked for lunch at Mardan, and therefore I shall be at Wanki Sharif between 11-30 and 12 o'clock.

Thanking you,

Yours sincerely,

Sajjada Nashin Sahib
of Wanki Sharif,
Nowshera, N.W.F.P.



Forest Villa,
Davis Road,
HONG KONG,
17th January, 1964.

Dear Saifuddin,

Many thanks for the letter of the 14th January that was delivered to me by Mr. Tahir Mohamed Khan on Friday. I have discussed the matter fully with him and I thank you for all the information and suggestions that you have made. Some of them have already been carried out while others are for your attention. At the present moment it is not possible to do much more in our organization. However, your suggestions are very valuable. There are now only four or five weeks left for the election and the best use of what has already been set up and the only way to make it more successful, in short, every individual member of the organization should make his or her full contribution to ensure the victory for Islamism, by casting the polls. This is the only way to ensure that where there is a will there is a way. Perfecting the machinery of the constitution may not work if there is no real will, nobody and nobody would be, the present machinery is not up to the result of only a few years of our efforts and it may be a little better and as satisfactory as we can get, but the people, if they have the will and the spirit of unity and comradeship and feel that they can make successful use of the present machinery, I therefore, appeal to you and every Muslim to do your bit and make your contribution and remember that the defeat of Islam is in the hollow of our hands.

Yours truly,



10 AURANGZEEB ROAD
NEW DELHI

30th October 1946.

My dear Pir Sahib,

I was very pleased to read in the newspapers that you have now been whole-heartedly working for the Muslim League. We want our best and most prominent men to come forward and work selflessly, as, I am sure, you have already realized that there is a very great struggle in front of us to achieve our goal of Pakistan.

It is now up to every Muslim, to whatever class he may belong, to work and organize our people and stand united under the banner of the All-India Muslim League.

Hoping you are well and with very kind regards,

Yours sincerely,

Hazrat Mohammad
Aminul-Hasnat,
Pir Sahib of Manki Sharif,
MANKI.

GOVERNMENT HOUSE,
PESHAWAR.
N.W.F.P.

No. 29-55(R).

Governor-General's Camp,
Peshawar.

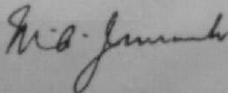
16th April 48.

Dear Pir Sahib,

I have received your letter of the 14th of April, and I regret very much that my programme is completely full now and hence I cannot possibly arrange to meet the tribal Pirs during my present short visit, as suggested by you.

Will you please convey my thanks to them for the help and the support they gave us, as you say, during the Referendum etc.

Yours sincerely,



Pir Sahib of Manki Sheri,
Sajjadha Nashin's House,
Manki Sherif,
Nowshera, N.W.F.P.



تاریخ
۱۳۵۰
۱۳۵۱

گزارش سید احمد علی

محرم الحرام ۱۳۵۱ - حضرت خدای مآب نامہ دافعہ مبارک فی جہان با - زبیر
مدد نامہ نوشی و تفسیر اکتاف -
سید احمد علی گنگوہی کہتے ہیں کہ میرا زمانہ علی - لیکن بر اصل کہ وہ ایک
میرا ماضی کہ اکثر کتب میں اور بعض صحیح دست پر ان کا نام شکر ہے - شاید علم
انہوں میں حقیقت نہ آئے کہ یہ زمانہ - ان کا زمانہ کہ ان میں ایک ایک جہاد
کری یعنی وقت گزری کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ
غیر وہ وقت کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ
یہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ
حیدر علی نے انہوں کو وقت نہ کریں اور ان کا نام میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ
میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ
سید احمد علی کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ
نوشی و تفسیر

میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ

نوشی و تفسیر کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ
میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ
میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ
میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ
میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ
میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ
میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ
میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ
میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ
میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ میرا زمانہ کہ

لحم

نوشی و تفسیر



مکرمہ السلفیہ

محرم ۱۴۳۵ھ - دہ شوال ۱۴۳۵ھ - کو افریقہ کے کئی ممالک میں ایک اور اسلامی
پہلی پویشی کا قیام ہوا جس کے تحت ان ہی ممالک میں مسلمانوں کی تعداد

میں اضافہ ہوا۔ تاہم مملکت مصر میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ نہیں ہوا۔ اور
مصر میں مسلمانوں کی تعداد 21، 22 اور 23 لاکھ تھی۔ دہ شوال ۱۴۳۵ھ - میں
مصر میں مسلمانوں کی تعداد 21، 22 اور 23 لاکھ تھی۔ دہ شوال ۱۴۳۵ھ - میں
مصر میں مسلمانوں کی تعداد 21، 22 اور 23 لاکھ تھی۔ دہ شوال ۱۴۳۵ھ - میں

تمام احباب کے لیے
www.nafseislam.com

توٹ گیا جس کا رخ دہ شوال ۱۴۳۵ھ - میں مسلمانوں کی تعداد میں
آدھ کو گرا گیا۔ دہ شوال ۱۴۳۵ھ - میں



”علی رضا“
نئی دہلی

۲۰ دسمبر ۱۹۲۴ء

محترم و مہربان جناب سر صاحب -

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - امید ہے آپ بخیر و عافیت
ہوں گے۔

میں کو نہایت افسوس ہے کہ آپ اپنے عزیز و دوران قیام
دہلی میں آپ کے نیاز حاصل نہ ہو سکا۔ جو خدمت
آپ کو وقت مسلمانان ہند اور اسلام کی انجام
دے رہے ہیں اس کا اثر ہر مسلمان کے قلب پر ہے
خداوند کریم آپ کی کوششوں کو کامیاب کرے
اور اسلام کا علم بلند رہے۔

اے میرے گورنمنٹ میں شامل ہوئے ہر
انکھبائے سرت فرمایا تھا اور مبارکباد بھیجی تھی
میں تو دل سے شکرت کر رہی ہوں۔ اور مستند علمی ہوں
ہو۔ اب دعا فرمایا میں کہ جو دوسرا اسی
میں دعا کی گئی ہے۔ ان کے لیے دعا کرتی ہوں
اے خالق تو دنیا نہیں ہے (انجامِ بدولت)
اور اسلیم کی خدمت کر رہی ہوں۔

نقاہ پگاہ، سیرا فریٹ سے ملحق فرماتے رہا ہے

فائل

بیانِ علی بن

آپکا سات ماہ رسول پر ۱۰۔ اسی میں آپ کا ذکر کیا ہے کہ فرشتے

کے حور ہیں اسی میں کہا کہ ہر جہنم کے دروازے کے پاس ایک فرشتہ ہے

آپ کا ذکر ہے کہ فرشتہ ملائکہ۔ یہ فرشتہ ہر جہنم کے دروازے پر ہوتا ہے اور وہ لوگوں کو

دراختہ و پاکستہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

آپ کا صلہ ہے کہ ہر دروازے کے پاس ایک فرشتہ ہے اور وہ لوگوں کو

دراختہ و پاکستہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اس میں کہا کہ ہر دروازے کے پاس ایک فرشتہ ہے اور وہ لوگوں کو

دراختہ و پاکستہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اس میں کہا کہ ہر دروازے کے پاس ایک فرشتہ ہے اور وہ لوگوں کو

دراختہ و پاکستہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اس میں کہا کہ ہر دروازے کے پاس ایک فرشتہ ہے اور وہ لوگوں کو

دراختہ و پاکستہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

آپ کا صلہ ہے کہ ہر دروازے کے پاس ایک فرشتہ ہے اور وہ لوگوں کو

دراختہ و پاکستہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اس میں کہا کہ ہر دروازے کے پاس ایک فرشتہ ہے اور وہ لوگوں کو

دراختہ و پاکستہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

نعلنی دھڑی جناب پیر صاحب شریف

وکیعہ السلام۔ آپ کے عطا کردہ یاد دہانی کا شکریہ۔ مجھے بہت فخر ہے کہ
آپ کی مجلس ۹ جولائی کو پانچ بجے شام میں ہوا تھا۔ اگرچہ مجھے فوشی نہیں
پھر آپ سے ماسک شریف کی دعوت پر شرکت میں پہنچ کر رہا۔ نوطہ السلام۔

فاب
لیانت علیا



صاحبزادہ محمد عبداللطیف الہی
 سہارہ لکھن خانقاہ زکری شریف
 ڈیرہ اسماعیل خان (ضلع جہلم)
 پاکستان

دُبیہ

۱۲۰۶

مقدم التمام غائب بیرونی صاحب

تیم۔ حضور درود۔ آپ۔ وہ کہ شریف است۔ مگر افسوس کہ ایک دس سنہ سے
 تھے نہ لکھتے کہ جب میں شہید کیلئے سے وہیں خانقاہ آیا تو مجھے انکی
 شریف اور اپنے بتایا کیا کہ دلور وہیں پر شہید ہیں ایک دو دستہ ہیں انیس
 و خانچہ جیوانی ہوا کہ یہ کیا حال ہے۔ سارے دوست کیا ہے۔ اور اب
 ایسے طبع کیوں ہے۔ خانچہ سورت افسوس کہ زنجب ۷ اور کیم لے تم نہ آیا
 غائب و ملا۔ کوئی نادر لکھی تم کوئی نہ دے۔ درگاہ کوئی نادر لکھی
 سافتر ابی۔ اب تو بند ہے۔ میں اور مافیہ و فیہ سینہ اور صوفیہ لکھی
 زبانے و لکھن سمیٹ لکھی ہوا۔ آپ کا بار بار سب سے مخالفین کو
 غائب ہیں کوئی میر بانیوں سے مایوس کر رہا ہے۔ آئیہ۔ برب وانا اور
 سیاست دان ہیں۔ اب کیا ہو رہا ہے اور میں کیا کہنے
 اور سادہ استعالیہ سے اور سمیٹ لکھی ۷ آخر فیض سے برآمد
 طبع مع تراک شکر فراموش درود

درود و لطف الہی

پیر صاحب کے نام سابق صدر محمد الیوب خان کا خط

حکومت پاکستان
وزارت دفاع کراچی
۲۷ اکتوبر ۱۹۵۲ء

عزیزم پیر صاحب

وزیر دفاع بننے کی مبارکباد کا پیغام بھیجنے پر میں آپ کا مشکور
ہوں۔ اگرچہ یہ میں نے اپنی مرضی کے خلاف اس آرزو پر قبول کیا ہے
کہ میں ملک اور ملک کے لوگوں کے مسائل حل کرنے کے لئے کچھ
کام کروں۔ میں امید کرتا ہوں اور میری دعا ہے کہ میں ان کی خدمت کر
سکوں۔

آپ کا مخلص

دستخط

ایم الیوب خان



GOVERNMENT OF PAKISTAN

Ministry of Defence

KARACHI.

27 October, 1964.

Muzaffar Ali Salim

Thank you very much indeed for your kind message of congratulation on my appointment as Defence Minister. Though against my liking, I have accepted this position in the hope that I may be of some assistance to the country and its people in solving the very intricate problems. I hope and pray that I shall be of some assistance to them.

Yusuf Hussain

WWW.NAFSEISLAM.COM

(M. Ayub Khan)
General.